آدھیاتم راماین

گورو نارائن

ہندوستانی اکیڈمی
اُترپردیش - الہ آباد
سنہ ۱۹۵۸ء

ہندوستانی ایکیڈمی
اتر پردیش

بار اوّل ۵۰۰

اسرار کریمی پریس
الہ آباد

فہرست مضامین

سبب اشاعت ادّھیاتم رامائن منظوم

رام بموجب عقیدۂ اہل ہنود 'مریادا پُرشوتّم' یعنی ہر فردِ بشر کے لئے معیارِ زندگی قائم کرنے والے اشرف الاناس مانے جاتے ہیں۔ رامائن سے مُراد رام کے کارنامے ہیں جن کی تقلید ہر شخص کے افرادی جماعتی اور روحانی ترقی اور تکمیل کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس رامائن کے ساتھ لفظ ادّھیاتم جوڑ کر اس رام چرتر کو خاص طور سے روحانی جامہ پہناتے ہوئے عرفان یعنی آتم گیان کی روشنی میں جو کتاب رام کے چرتروں کو پیش کرتی ہے وہ سنسکرت میں ادّھیاتم رامائن کے نام سے موسوم ہے۔ والمیکی رامائن کے باوجود اس رامائن کا مقصد تصنیف بجنسہٖ وہی تھا جو مہا بھارت کی موجودگی میں بھگوان شری کرشن جی کی عارفانہ بیان زندگی موسومہ "شریمد بھاگوت" کا تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ شریمد بھاگوت شری کرشن کو رازدانوں کا معمّہ بنا کر اُن کے کارنامے بڑی طوالت کے ساتھ پیش کرتی ہے جب کہ ادّھیاتم رامائن ہر کس و ناکس کے لئے قابل تقلید رام کی سوانح عمری کو اُسی روشنی میں بہت اختصار سے رکھتی ہے۔ ایسی نایاب نعمت کو جو کہ اب تک صرف سنسکرت اور ہندی یا انگریزی کے ترجموں میں ہی وجود رکھتی تھی اور اردو داں اصحاب کے لئے نیست تھی ہستی میں لا کر شری گوروُ نارائن جی نے نہ صرف اپنی زبان و فہم و فراست کو پاک کیا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے مستفید ہونے کا راستہ دکھلا دیا ہے۔ ناظم موصوف نے گیان ویراگ، اور بھگتی کی وضاحت نہ صرف اصل کتاب کی حد تک محدود رکھی ہے بلکہ خصوصاً بھگتی یعنی عشق حقیقی کی جو کہ روح کی معراج کا آسان ترین طریقہ بتلایا گیا ہے تشریح مزید کی ہے۔ علاوہ اس کے کچھ مضامین مثلاً 'برشا رِت' کا برنن۔ انگد راون سمواد دوسری کتابوں سے لیکر نظم کر دیئے گئے ہیں۔

اس رامائن کے دو باب (۱) رام ہردے اور (۲) رام گیتا ساری کتاب کے مضامین میں خاص اہمیت رکھتے ہیں جن کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینے پر انسان گردشات زمانہ اور تناسخ سے نجات پا سکتا ہے۔ رام کا نام ہی اس زمانہ میں بحرِ ہستی سے پار کرنے والا جہاز ہے اور اس کا ورد ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہوئے ناظم موصوف نے حسب مصرع شان نزول "رام کا نام ہے اس بحر میں کشتی نوحؑ"

اپنے ہر مسدس میں ر - ا - م کو کہیں نہ کہیں سلسلہ وار رکھ دیا ہے۔ نظم کی روانی تسلسل اور دلچسپی رحمت ایزدی اور ناظم کے استقلال پسندیدگی اور خوش طبعی کے ثبوت ہیں۔

اس کتاب کا درس ہر شخص کے لئے بلا لحاظ قوم و ملت پاکیزہ زندگی اور مسرت دائمی کا بخشنے والا ثابت ہوگا۔

ایسے اونچے پایہ کی پاکیزہ کتاب شائع کرکے ہندوستانی اکیڈمی کے ممبران کا یہ خیال ہے کہ اس سے ہم نے ملک اور زبان کی صحیح خدمت کی ہے اور لٹریری دنیا اس کو پسند کرے گی کیونکہ

کم کسی طور ارم سے یہ گلستان نہیں
اسمیں گلگشت سے جو خوش نہ ہو انسان نہیں

پبلشر

ہندوستانی اکیڈمی

اُتّر پردیش - الہ آباد

ہے گنجِ معرفت مشہور جو ادّھیاتم رامایَن
ہے گورُو نارایَن اُس کا ناظمِ معروف نارایَن

شری ہنومتے نمہ　　شری رام چندر آئے نمہ　　شری ہنومتے نمہ

بندنا

دوہا

بندوں گنپتی سُکھ سدن سدگن کھانی سُجان
جا کے سُمرت ملت سب سدھی بدھی بل گیان
کرہو کرپا پربھو موہیں پر گرجا پتی بھگوان
پُروہو مم من کامنا ہرہو موہ اگیان

آج کچھ وصفِ شری رام رقم کرتا ہوں　　فکرِ گلگشتِ خیابانِ ارم کرتا ہوں
مایۂ عشرتِ جاوید بہم کرتا ہوں　　نظم اُس برہمہ کے اعجازِ کرم کرتا ہوں

سارے سنسار میں ہے جسکا سہارا سب کو
(۱)
سب جسے کہتے ہیں اپنا ہے جو پیارا سب کو

ہے اُسی کی چمنِ دہر میں ہر جا مایا　　اُس کی رحمت سے کہیں دھوپ کہیں ہے سایا
مجھ پہ اے رام دیا دھام تو اب کر دایا　　گیان دے جس سے ہو بھگتی کا بہم سرمایا

کلکِ بیتاب کو دے تابِ روانی یارب
(۲)
عقلِ نادار کو دے گنجِ معانی یارب

वन्दना

दो०—वन्दउं गणपति सुख-सदन, सद्गुण खानि सुजान ।
जाके सुमिरत मिलत सब, सिद्धि बुद्धि बल ज्ञान ॥
करहु कृपा प्रभु मोहिं पर, गिरिजापति भगवान ।
पुरवहु मम मन-कामना, हरहु मोह अज्ञान ॥

قہر و رحمت سے تری اے شہِ افلاک و زمیں کوئی دنیا میں گدا گر ہے کوئی تخت نشیں
آس ہے ایک تری ہی مجھے اے رہبرِ دیں جُز ترے اور کسی سے کوئی اُمید نہیں
وہ کرم کر کہ نہ باقی کوئی اب فکر رہے
(۳)
یاد ہو دل میں تری لب پہ ترا ذکر رہے

ساری دنیا کو مصیبت سے بچایا تو نے ظلم کا راج زمانہ سے مٹایا تو نے
کام بھکتوں کا بہر طور بنایا تو نے پار سنسار سے لاکھوں کو لگایا تو نے
شارَدا اور شیش(۱) سدا تیری ثنا کرتے ہیں
(۴)
دم کرم کا ترے بِدھِ(۲) شمبھو ہری بھرتے ہیں

تیری توصیف ہو طاقت یہ بھلا مجھ میں کہاں سرنگوں کلک کی ہے شرم سے خاموش زباں
وہ کرم کر کہ ہو پُر گوہرِ مقصد سے دہاں صورتِ موج دُر افشاں ہو مری طبع رواں
تیری بھکتی اثر اپنا یہ دکھائے مجھ کو
(۵)
جس طرف جائے نظر تُو نظر آئے مجھ کو

جے شری جانکی جی جان کی پالن کرنی تیری پدرینو(۳) ہے بھو سندھُو اگم کو ترنی
تیرے ہی فیض سے گلزار ہے ساری دھرنی تو پرم شکتی ہے جگ جننی ہے پاتک ہرنی
اب دیا کر دل و جاں کو مرے پاون کر دے
(۶)
کاسۂ حسرتِ دیدار کو لب تک بھر دے

جے پَون پُوت مہابیر کی جے جے ہنومان جے مہا شیل دیا سندھُو کرپا نیج ندھان
داس دُکھ دوش ہرن دیت بناشن بلوان گیان ندھی گن کے بھون سکھ کے سدن ستو مہان(۴)
شاردا میری زبان میں وہ اثر آ جائے
(۷)
جس سے ہر شاخِ تمنا میں ثمر آ جائے

جے شری شمبھو اُما بھکت کو سکھ کے کرتا جے شری شمبھو اُما دھرم دُھری کے دھرتا
جے شری شمبھو اُما چندر کی چھب کے ہرتا جے شری شمبھو اُما موہ کٹک(۵) سنگھرتا
دو شری شیل سُتا کنت یہ بردان مجھے
(۸)
آخری وقت بس اک رام کا ہو دھیان مجھے

(1) शेष
(2) विधि
(3) पदरेणु
(4) महान
(5) कंटक

دیوتا جتنے ہیں کرتا ہوں میں اُن سب کو پرنام(۱) ــ ہو نظر لطف کی مرغوب ہو جس سے یہ کلام (1) प्रणाम
عقل و دانش کا نہیں کچھ بھی سہارا نہ قیام ــ اس لئے سب سے یہ ہے عرض کہ ہو نیل مرام

گیانیوں سے ہے دعا گیان سے بھر دیں مجھ کو
(۹) عرض بھگتوں سے ہے اپنا سا وہ کر دیں مجھ کو

سر کو سُور اور شری تلسی کے چرن پر دھر کے ــ آدی کوی گادھی سُون و یاس کی استتی کر کے
راجہ دشرتھ جنک اور بھگت ہیں جتنے ہر کے ــ ہے وِنے سب سے رسن پریم کی سیتا بر کے

وہ دعا دیں مجھے مضبوط رسوا ہو جائے
(۱۰) کھینچ کر شاہدِ مقصود کو مجھ تک لائے

غزل

بگڑی ہوئی بنا دے پرماتما بچا لے ــ بے بس ہوں میں پڑا ہوں مایا کے تیری پالے
سنسار کا یہ ساگر سب کو ڈبو رہا ہے ــ طاقت کسی میں کب ہے اوروں کو جو سنبھالے
ہاں کچھ اگر بچے ہیں تو وہ ہے گیان جن کو ــ یا خمرِ عشق سے ہیں سرشار جن کے پیالے
نیرنگیٔ جہاں نے گمراہ کر دیا ہے ــ بھولے ہوئے کو بھگوَن تو راہ پر لگا لے
آتی ہے شرم مجھ کو کیا تجھ کو منھ دکھاؤں ــ پاپوں کا بوجھ سر پر آنکھوں میں مدؔ(۲) کے جالے (2) मद
دو دن کی زندگی ہے اُس پر غرور اتنا ــ ہونا ہے اک نہ اک دن تو موت کے حوالے
رہ جائیں گے یہیں پر یہ ساری شان و شوکت ــ یہ مُلک و مال سارا یہ شال اور دوشالے
احباب اور اعزا دیں گے نہ ساتھ کوئی ــ اعمال ہی فقط ہیں ہمراہ جانے والے
اک لطف ہی کا تیرے اس دل کو ہے سہارا ــ وید اور پُران بھولے سے بھی نہ دیکھے بھالے
تارے ہیں تو نے مجھ سے لاکھوں جہاں کے پاپی ــ کیا گِدّھ اور گنکا کچھ کم تھے پاپ والے
میری مدد سے اب کیوں انکار ہو رہا ہے ــ کیا میرے پاپ بھگوَن اوروں سے ہیں نرالے
اُمید ہے یہ کانی مجھ کو کہ کھول دے گی ــ تیری دیا کی تالی قسمت کے میرے تالے
تجھ سا دیال داتا ہے کون دو جہاں میں ــ دُکھ دیکھ کر جو میرا میری بپت کو ٹالے
نارائن آرزو ہے دل کی تو بس یہی ہے ــ دیکھوں نہ یَم(۳) کی صورت تو خود مجھے بُلا لے (3) यम

سوئیّا - جے جے سیا رام کرپال سدا جن داسن کے ہت پیر سہی
گج راج کی ٹیر سُنی جل میں پُن راون بھرات کی باہنہ گہی
دُکھ کاہی پر یو نہ ٹر یو اُس کو یدی نام لیو تو پاہی کہی
اب موہیں سناتھ کرو مم ناتھ نراین کی ابھلاش یہی

دوہا - تمھری آس بہائے کے کیہی پر کروں بھروس
سب دُکھ دائی وِشئے بس مایا گرست سدوس

سورٹھ - دینا ناتھ دیال دِینن کے سوامی سُبھگ
مانگت سُنوہو کرپال نارائن پد رتی سدا

شانِ نزول

دل جو نیرنگیٔ آفاق سے گھبراتا ہے — یا اُسے ہوش کبھی موت کا آجاتا ہے
بات کوئی نہ خوش آتی ہے نہ کچھ بھاتا ہے — صحبتِ عیش سے بھی فرق نہیں آتا ہے
اُس کو ہوتا نہیں مرغوب نظارا کوئی
دیکھ پڑتا نہیں تسکیں کا سہارا کوئی (۱)

सवैया—जय जय सिय राम कृपाल सदा जिन दासन के हित पीर सही ।
गजराज की टेर सुनी जल में पुनि रावन-भ्रात की बाँह गही ।
दुख काहि परयो न टरयो अस को यदि नाम लियो तब पाहि कही ।
अब मोंहि सनाथ करो मम नाथ 'नरायन' की अभिलाष यही ॥

दो०—तुम्हरी आस विहाय कें, केहि पर करउं भरोस ।
सब दुख-दाई विषय-बस, माया ग्रसित सदोस ॥

सो०—दीना नाथ दयालु, दीनन के स्वामी सुभग ।
मांगत सुनहु कृपालु, 'नारायन' पद-रति सदा ॥

جس طرف سنئے اُدھر گریہ و زاری کی صدا جس طرف دیکھئے آزار و تعدّی و جفا
ہے کہیں قہرِ فلک تو ہے کہیں جورِ قضا کوئی ایسا نہیں جو ہو نہ گرفتارِ بلا

(۲) تاجور ہو کہ گدا کوئی بھی بشّاش نہیں
کس کا دل صدمۂ آلام سے صدپاش نہیں

دیکھ کر حال یہ دُنیا کی پریشانی کا اپنے اعمال و غم و کلفتِ انسانی کا
اتنا ہوتا ہے اثر جذبۂ روحانی کا جوش رُکتا ہی نہیں اشکوں کی طغیانی کا

(۳) یہ کتھا رام کی اُس وقت سناتا ہوں اُسے
اور یقیں غم سے رہائی کا دلاتا ہوں اُسے

اُس سے کہتا ہوں کہ بخشش تری دشوار نہیں ہو دوا جس کی نہ ایسا کوئی آزار نہیں
گو صعوبت سے بھری دہر کا گلزار نہیں رام کے بھکت کو لیکن خلشِ خار نہیں

(۴) تب حقیقت کی اُسے راہ نظر آتی ہے
یاس جاتی ہے شبِ غم کی سحر آتی ہے

آج میں حال وہی زیبِ قلم کرتا ہوں کچھ بیانِ کرمِ ابرِ کرم کرتا ہوں
سحرِ رحمت دلِ رنجور پہ دم کرتا ہوں دورِ آزار و تکالیف و الم کرتا ہوں

(۵) میں نہ شاعر ہوں نہ دعویٰ ہے سخن کا مجھکو
جو پڑھے اس کو وہ کیا جانے کہے کیا مجھکو

جانتا ہوں نہ قوافی نہ رُدائف نہ قیود بحر یا وزن کے معلوم نہیں مجھ کو حدود
ہے نہ تخئیل نہ جدّت کی کوئی اس میں نمود نظم یہ نظم کے معنی میں ہے بالکل بے سود

(۶) نظم تو نظم۔ نہیں طاقتِ گویائی بھی
لوگ نادان کہیں گے مجھے سودائی بھی

ہوں نہ عاقل نہ سخنداں ہوں نہ ہوں اہلِ شعور کیا کہوں اپنی ہوں بیتابئ دل سے مجبور
رام کا نام ہے اس بحر میں اک کشتئ نور ہو مدد اُس کی تو ممکن ہے کہ ہو جائے عبور

(۷) اہلِ دیں کو یہ چرِت رام کا پیارا ہوگا
عیب ڈھونڈھے گا جو اس میں وہ خود آرا ہوگا

مُنکرِ معجزۂ رام جو انساں ہوگا شک نہیں اس میں کہ وہ دشمنِ ایماں ہوگا
زندگی بھر ہدفِ سختیٔ دوراں ہوگا کیا کبھی بہرہ ورِ دولتِ عرفاں ہوگا

یہ کتھا روح کی معراج کا اک زینہ ہے
(۸) رام کی بھکتی کا اور گیان کا گنجینہ ہے

غزل

گلستانِ جہاں میں غم سے دل ہوتا ہے جب عاری بہ رنگِ خار ہر گُل زخم دیتا ہے مجھے کاری
چھڑکتا ہے دلِ مجروح پہ میرے نمک ہر دم ستم کرتا ہے مجھ پہ ہر طرح سے چرخِ زنگاری
ہر اک جانب سے آتی ہیں صدائیں رنج و ماتم کی ہر اک دل غم سے آلودہ ہے ہر مژگاں سے خوں جاری
مٹاتا ہے غبارِ گردشِ آفاق اگر دل سے تو اس دار الفنا میں بس اک آبِ رحمتِ باری
اِسی سے دل میں آتا ہے لکھوں اوصاف کچھ اُسکے قلم کو گر وہ بخشے فیض سے تابِ گہر باری
اُسی کی آس ہے دل کو مرے شام و سحر ہر دم مدد سے جس کی آساں ہو مری ہر ایک دشواری
تمنّا ہے یہ نارائن اُسی معبودِ عالم سے کہیں ہو جائے چشمہ مجھ پہ اُسکے فیض کا جاری

سوئیا۔ رُوپ میں رام بنے گھنشیام جو دیکھت کوٹک کام لجاہیں
دیکھی مینک چھپے مُکھ کی چھبی لوچن لال سروج سہاہیں
چارو بشال بُھجا پدامبُج جاہی سدا شیو دھیان دھراہیں
چھیر سمُدر ہے باس نراین جا سو بسے ہمرے ہئے ماہیں

دوہا۔ رے مَن مورکھ رام بھج جو سب منگل مُول
نارائن کے دھیان سے کٹیں سکل اگھ شول

सवैया—रूप में राम बने घनश्याम जो देखत कोटिक काम लजाहीं।
देखि मयंक छिपै मुख की छबि लोचन लाल सरोज सिहाहीं।
चारु विशाल भुजा पद अम्बुज जाहि सदा शिव ध्यान धराहीं।
छीर-समुद्र है बास 'नरायन' जासु बसैं हमरे हिय माहीं॥

दो०—रे मन मूरख राम भजु, जो सब मंगल मूल।
'नारायन' के ध्यान से, कटहिं सकल अघशूल॥

مہاتم ادھیاتم رامائن

پیشتر اِس کے لکھوں میں کچھ مضامین خوشگوار سر جھکاتا ہوں برائے بندگیٔ تر پُرار
جس کی پیشانی پہ ماہِ نو دکھاتا ہے بہار جس کی ہے ناقوس گردن میں ہلاہل آشکار
ست رج اور تم سے مُبرّا جسکی ذاتِ پاک ہے
(۱)
خاکِ پا جس کی معاصی کے لئے سفّاک ہے

بائیں جانب جسکی گرجا ہیں سدا جلوہ کُناں ہاتھ میں ترشُول جس کے رہتا ہے باعزّ وشاں
اپنے بندوں کا جو رہتا ہے ہمیشہ پاسباں ہے جو معبود او رہیں اسرارِ سب جس پہ عیاں
التجا ہے اُس سے اے شاہنشہِ اقلیم دیں
(۲)
دل مرا بن جائے اُس بھگوت کی بھگتی کا نگیں

جس کا ابرِ فیض کُل دنیا پہ ہے چھایا ہوا نُور سے نورِ قمر ہے جس کے شرمایا ہوا
کھِل پڑے جس کے کرم سے پھُول مُرجھایا ہوا ہے شرن میں اُس کی نارائن بھی اب آیا ہوا
رکھ کر اب پھر دھیان دل میں اپنے شری ہنومان کا
(۳)
جس پہ مبنی ہے بر آنا خواہش و ارمان کا

میں بیاں کرتا ہوں وہ مضمونِ دلکش جانفزا جسکو نارد جی نے تھا جس طرح برہما سے سنا
جیسے گرجا نے تھی کی شیو جی سے عرضِ مدّعا جیسے اُنکے ہاتھ آیا تھا وہ دُرِّ بے بہا
ویاس جی کہتے ہیں نارد جی کی وہ سب گفتگو
(۴)
جو بدھاتا سے ہوئی ساری سبھا کے روبرو

ایک دن نارد رشی نے جاکے برہما کے یہاں   حال جو دیکھا سُنا کرتا ہوں میں وہ سب بیاں
یعنی تھے وہ جلوہ افگن انجمن میں اور وہاں   تھے مجسم وید چاروں دست بستہ مدح خواں
سرستی جی بھی وہاں موجود تھیں دربار میں
مدح خوانی میں رکھیشر بھی تھے اُس گلزار میں (۵)

جوڑ کر ہاتھ اُن کی نارد جی نے بھی کی اُستتی   ہو کے خوش جس سے چترمکھ[1] نے یہ بات اُنسے کہی چतुर्मुख
مانگ لو مجھ سے تمنا ہو تمھیں جس بات کی   دیکھ کر اُلفت پدر کی تب یہ بولے مہرشی
پھل سُنا ہے میں نے اعمالوں کا پہلے آپ سے
مل سکے گی کہئے اب کس طور اماں سنتاپ[2] سے (۶) संताप

ہو گا کلی جگ آکے جب اِس سرزمیں پر حکمراں   دھرم کا کوئی رہے گا جب نہ ہستی میں نشاں
بوستانِ دہر میں آئے گی جب بادِ خزاں   موجزن نفسانیت کا ہو گا بحرِ بیکراں
درپئے پرخاش ہونگے جب سبھی سنسار میں
ہو گا جب ہر اک بشر بدکاری و آزار میں (۷)

جسم ہی کو اپنے سب سمجھیں گے اپنا آتما   ہو گا داغِ معصیت ہر دل میں جب جلوہ نما
امتیازِ نیک و بد اُٹھ جائے گا زیرِ سما   ناستک ہو جائیں گے جب دین کے سب رہنما
خواہشوں کے بس میں جب ہر اک بشر ہو جائیگا
راستی کا رہگذر دنیا میں جب کھو جائے گا (۸)

جب نہ رہ جائیں گے ہستی میں شریعت کے طریق   رہنما ہو گا نہ کوئی رہبرِ دینِ عتیق
ہر بشر جب ہو کے جوئے زن پرستی میں غریق   چھوڑ دیگا باپ بھائی اور سب خویش و شفیق
چھوڑ دیں گے جب برہمن سارے اپنے دھرم کو
اور نیچوں[3] کے روا رکھیں گے کرنا کرم کو (۹) नीचों

چھتریوں ویشوں شودروں کا نہیں ممکن بیاں   دھرم سے گر جائیں گے اُٹھ جائیگا امن و اماں
جب بہت کم عورتوں میں ہو گا پتی برت[4] کا نشاں   وہ بزرگوں کی بدی چاہیں گی اور اُن کا زیاں پातिव्रत
کس طرح پر تب یہ سب جائینگے بھوساگر کے پار
کس طرح باغِ خزاں دیدہ میں آئے گی بہار (۱۰)

جب سنے اپنے پسر کے یہ کلامِ باصواب ہو کے تب خورسند برہما نے دیا اُن کو جواب
دور کرنے کے لئے دنیا سے رنج واضطراب میں بتاتا ہوں تمھیں تدبیرِ سہل و لاجواب
شیل کنیا[1] کو کبھی شنکر نے جو بتلائی تھی (1) शैलकन्या
(۱۱) جس سے گرجا کی تمنائے دلی بر آئی تھی

حال شیوجی سے وہ پوچھا تھا اُما[2] نے پیشتر جس سے ایشور کا مجسم روپ آجائے نظر (2) उमा
تب دیا تھا اُن کو شیوجی نے یہ پاکیزہ ثمر نام سے ادھیاتم راماین کے ہے جو مشتہر
رات دن کرتی ہیں گرجا جس کا پوجن اور پاٹ
(۱۲) شکل جس میں شیو نے دکھلائی تھی ایشور کی وراٹ[3] (3) विराट

وِرد سے جس کے ہر اک انسان مکتی پائے گا جس کو پڑھنے سے گناہوں سے بری ہو جائیگا
شکلِ کلی جُگ دہر میں اُسوقت تک دکھلائے گا نورِ عالم بن کے یہ عرفاں نہ جب تک چھائیگا
روشنی اسکی نہیں ہوتی ہے جب تک دہر میں
(۱۳) ہے پڑا انسان ظلمت کے عتاب و قہر میں

جب طلوع ادھیاتم کا ہوگا جہاں میں آفتاب ہو سکے گا تب نہ کچھ یمراج[4] کا جور و عتاب (4) यमराज
راستی پر ہوگا تب دنیا میں ہر اک شیخ و شاب عابدوں کو ہوگی تب روشن ضمیری دستیاب
وصف اس ادھیاتم کے اب کچھ عیاں کرتا ہوں میں
(۱۴) جو سنا تھا میں نے شیو سے وہ بیاں کرتا ہوں میں

اس کی ہر تقریب میں معمور ہے ایسی صفت دور کر دیتی ہے ہر دل سے جو داغِ معصیت
صدق دل سے پڑھ کے بھی گر کوئی چاہے مغفرت مخلصی دُنیا سے حاصل ہو فلک پر سلطنت
اسکی تکریم و پرستش جس کو دل سے بھائے گی
(۱۵) دولتِ دارین اوسکے ہاتھ خود آجائے گی

جو سنے اِسکو وہ ہو جائے ہم آغوشِ طرب رہ نہ جائے پاپ کوئی دور ہو تکلیف سب
گر کوئی سجدہ کرے اِسکو بہ تعظیم و ادب دیوتا کا پائے وہ سُرلوک میں جا کر لقب
اس کو لکھ کر بھکت کو دے گا اگر کوئی بشر
(۱۶) ہر طرح راحت ملے گی اُسکو اے نورِ نظر

گر سنائے اِسکو مجلس میں کوئی روزِ سعید — کامرانی پر ہو بخت اور لائے پھل نخلِ اُمید
ہوں گے اِسکے فیض سے سب سننے والے مستفید — پھل بھی اُنکو گائتری(۱) کے پاٹھ کا ہو گا مزید (१) गायत्री

رام نومی برت میں پاٹھ اِسکا کرے جو جاگ کر
پھر نہ بھوساگر کے بندھن میں پڑے تن تیاگ کر (۱۷)

مون برت(۲) لے کر پڑھے گا رام ہردے کا جو باب — ہوگی حاصل اُسکو اس دنیا میں عشرت بے حساب (२) व्रत
تین دن میں دُور ہوگا برہمہ ہتیا کا عذاب — دلمیں ہوگی جسکی خواہش ہوگی وہ شے دستیاب

جو پڑھے گا اِس کو تلسی خواہ پیپل کے قریب
وہ نہ جائے گا کبھی ویترنی(۳) کے جل کے قریب (۱۸) (३) वैतरनी

جانتے ہیں اِسکی مہما کو شری برکھکیتُ(۴) ہی — دیدیا ہے جس نے اُسکا نصف گرجا جی کو بھی (४) वृषकेतु
لطف سے اُنکے ہوئی ہے مجھ کو بھی کچھ آگہی — جس کے نارد آج تم مجھ سے ہوئے ہو ملتجی

جو سمجھ لے اِسکو اُس کا پاپ رہ جاتا نہیں
جو پڑھے دُکھ پاس پھر اُس کے کوئی آتا نہیں (۱۹)

متھ کے ویدوں کو شری رگھوبر نے جو آبِ حیات — دیدیا تھا لکشمن کو بہرِ فیضِ کائنات
رام گیتا نام سے روشن ہے وہ بحرِ صفات — ہو کے غوّاص اُسمیں ہوتے ہیں امر سب نیک ذات

دل سے جو اُس رام گیتا کو پڑھے اک ماہ تک
دولتِ دنیا کی رہجائے نہ اُس کو چاہ تک (۲۰)

اُسکو مندر یا شوالے میں پڑھے کوئی اگر — پاس تلسی یا کہ پیپل کے پڑھے کوئی بشر
عابدوں کے روبرو اُس کو پڑھے گر اے پسر — مورتوں کو اُس کے حاصل مخلصی کا ہو ثمر

کون کرسکتا ہے مہما رام گیتا کی رقم
ہے وہ بے شک وشنو(۵) پدوی کے لئے بحرِ کرم (۲۱) (५) विष्णु

جو پڑھے ادّھیاتم راماین کو دل سے بار بار — ہو نہ پابندِ الم اُس کی کبھی پھر جانِ زار
روح کے سر سے مٹے آواگمن کا انتشار — ہو عروسِ انبساطِ سرمدی سے ہم کنار

کون سا ہے پاپ جو پاٹھ اس کا ہر سکتا نہیں
کُل بیاں اوصاف اسکے میں تو کر سکتا نہیں (۲۲)

غزل

میری نظر میں تیری ہی جلوہ گری رہے — تیری ہی خاکِ پا مرے سر پہ دھری رہے
نکلے ہر ایک لمحہ زباں سے ترا ہی نام — دل تیری یاد سے نہ کوئی دم بری رہے
ہاتھوں سے کام ہو تو پرستش کا بس تری — تیری ہی بُو دماغ میں بھگون بھری رہے
گلزارِ حسن کے ترے اے نخلبندِ دہر — نظارۂ جمال میں بہرہ وری رہے
جاؤں جہاں ملے وہیں قدموں کی تیرے خاک — بس اک وہی سرشتِ تنِ عنصری رہے
اے رام دل کا میرے یہ ہے مُدّعا مدام — میں ہوں ترا غلام تری سروری رہے

سودا اُسی کا سر میں نراین ہو رات دن
جس کے کرم سے شاخِ تمنّا ہری رہے

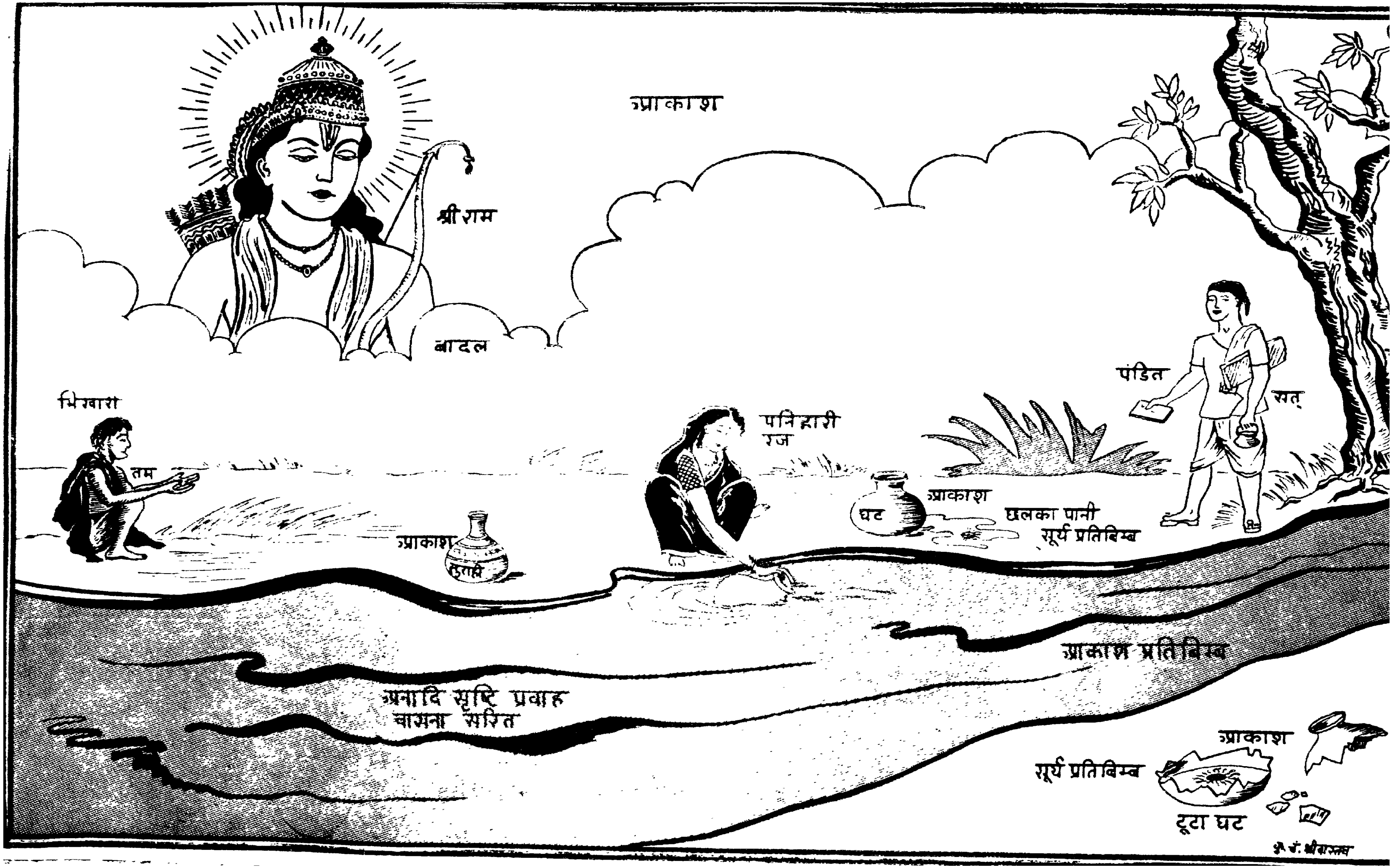
سوئیا

ایک سمے متھ کے چہوُں وِیدن دینِ دیال پیُوش نِکاریو
دِینہہ سو بھراتہیں رام مہیش سوئی پُن پائیکے شیشہیں دھاریو
شمبھو سو دِینہہ گریش کُماریہیں پائے برنچ سو منتر اوچاریو
پائیکے نارد سو بِدھِ سوں پُن گیتا کے نام سے لوک پرچاریو

دوہا

رام کہیو جو لکھن سوں گرِجا سوں برکھکیتو
نارائن کلی ماں بھیو سوئی مُکتی کر ہیتو

सवैया—एक समय मथि के चहुँ वेदन दीन-दयालु पियूष निकारेउ ।
दीन्ह सो भ्रातहिं राम महेश सोई पुनि पाइ के शीशहिं धारेउ ।
शंभु सो दीन्ह गिरीश-कुमारिहिं पाइ विरंचि सो मंत्र उचारेउ ।
पाइ के नारद सो विधि सों पुनि गीता के नाम से लोक प्रचारेउ ॥
दो०—राम कह्यो जो लखन सों, गिरिजा सों वृषकेतु ।
'नारायण' कलि मां भयउ, सोई मुक्ति कर हेतु ॥


आकाश
श्री राम
बादल
भिखारी
तम
आकाश
सुराही
पनिहारी
रज
घट
आकाश
छलका पानी
सूर्य प्रतिबिम्ब
पंडित
सत्
आकाश प्रतिबिम्ब
अनादि सृष्टि प्रवाह
वासना सरित
आकाश
सूर्य प्रतिबिम्ब
टूटा घट

بال کانڈ

سرگ پہلا

رام ہردے

ایک دن شیوجی تھے کیلاش میں جب تخت نشیں دیوتا اُنکی عبادت میں تھے سب سر بہ زمیں
ہاتھ جوڑے ہوئے حاضر تھے وہاں عالمِ دیں بائیں جانب تھیں مہاراج کی گرجا بھی وہیں
کرکے گرجا نے نمسکار یہ شیوجی سے کہا
(۱) آپ کے حُکم کے پابند ہیں سب ارض وسما

آپ ہیں صاحبِ اعجاز و کراماتِ کمال آپ سا اور نہیں آپ ہیں خود اپنی مثال
التجا آپ سے ہے میری یہ اے دینِ دیال گیان اور بھگتی کا بتلایا تھا جس طور سے حال
جیسے وِگیان کا کچھ راز بتایا تھا مجھے
(۲) جس طرح آپ نے ویراگ سکھایا تھا مجھے

کیجئے پھر وہ اُسی طور سے اے ناتھ بیاں اور بتلائیے اوتار کا بھی رازِ نہاں
جس سے اس دہر میں پربرہمہ ہوا آکے عیاں بیقراری کا مٹے سُنکے جسے نام و نشاں
دیجئے گیان وہ جس سے نہ پھر آزار رہے
(۳) گلشنِ دل میں کھٹکتا نہ کوئی خار رہے

گو یہ وہ پاک ثمر ہے کہ جسے اہلِ کمال　　بھول کر بھی نہیں کرتے کبھی دینے کا خیال
تو بھی جو آپ کی خدمت میں ہو اے دین دیال　　کب مناسب ہے کہ رہجائے وہ محرومِ نوال

سچ تو یہ ہے نظرِ لطف کے قابل ہوں میں
(۴)
آپ دریائے کرامت ہیں تو ساحل ہوں میں

آپ ترکال(1) کے درشی ہیں سُروں کے نایک　　گت ہے سروتر سدا آپ ہیں سکھ کے دایک　　(1) त्रिकाल
آپ سروگیہ(2) ہیں رگھوناتھ کے گُن کے گایک　　آپ پر رہتے ہیں انکول سدا رگھونایک　　(2) सर्वज्ञ

جس سے اگیان مٹے راہ وہ دکھلائیے آپ
(۵)
حال جو کچھ بھی ہو سارا مجھے سمجھائیے آپ

یعنی وہ رام جو پربرہمہ ہے مایا سے پربل(3)　　دھیان میں جس کے چلا جاتا ہے اگیان سکل　　(3) प्रबल
ایک اک روم میں ہیں جسکے بھرے بھومنڈل　　سروویاپک(4) وہی بھگونت ہری کنت اکل　　(4) सर्व-व्यापक

راجہ دشرتھ کا پسر شوہرِ متھلیش للی
(۶)
کیرتی جسکی سدا آئی ہے دنیا میں چلی

جس پہ ہے ہفت اقالیم کا سب دار و مدار　　دیکھ کر جسکو ہوئے آپ بھی محوِ دیدار
جود و رحمت کا کیا آپ نے جس کی اظہار　　وید کرتے ہیں بیاں دہر میں جس کا اوتار

عارف اک گوہرِ پُر نور بتاتا ہے جسے
(۷)
نور سے اپنے ہی معمور بتاتا ہے جسے

لوگ کہتے ہیں وہی داور و غفار و قدیر　　یوں ہے مایا میں نہاں جیسے کسی دل میں ضمیر
سُن کے اوروں سے مگر حُسن کی اپنے تفسیر　　دین و دنیا میں چمکتا ہے وہ خورشیدِ منیر

تھا یہی ایک سبب رنج سفر پانے کا
(۸)
علم اُس کو نہ تھا سیتا کے ہرے جانے کا

اس میں کیا راز ہے اے واقفِ اسرارِ نہاں　　کیجئے مجھ پہ کرم دور ہو جس سے یہ گماں
جس سے اگیان کا باقی نہ رہے نام و نشاں　　ہنس کے شنکر نے کہا سنئے یہ اسلوبِ بیاں

آفریں تجھ پہ تری عقل تری ذات پہ ہے
(۹)
دل سے تحسین نکلتی تری ہر بات پہ ہے

تیری باتوں سے عیاں صاف ہے وہ جذبۂ دل   سامنے جسکے جہاں تاب ہے بے تاب و خجل
سر بسر نورِ عبادت سے ہے تو مُتوصّل   تجھ میں ہے ماہ ریاضت کا منوّر کامل
تاب اب کچھ تجھے اُس نور کی دکھلاتا ہوں
(۱۰)
رازداں جس کا دو عالم میں نہیں پاتا ہوں

ہیں یہ وہ رام حیرت جنکے بتاتے ہیں پُوران   ہے انھیں رام کی ویدوں میں بھی تعریف بیان
ہیں یہ پَرَبرَہمہ اَلگ مایا سے آنند دھان   ایک اَوِکار[1] اَنادِی پُورُوشوتّم[2] بھگوان
جتنے برہمانڈ ہیں اُن سب کے ہیں آدھار یہی
(۱۱)
اپنا رکھتے ہیں ہر ایک جیو میں آکار یہی

چشمِ باطن سے یہ آتے ہیں فقط اُس کو نظر   مل گیا نخلِ عبادت سے جسے اپنے ثمر
کو رباطن ہے مگر جس کو نہیں اِن کی خبر   ہو گا کیا اُس کی تمنّا کا ثمر یابِ شجر
ان کا آغاز نہیں کوئی بھی انجام نہیں
(۱۲)
ہیں یہ برہمہ اِن پہ کسی عیب کا الزام نہیں

جس کا ہے پردۂ غفلت سے نہاں دل کا چراغ   عیش و عشرت کی طرف جس کا ہے ہر وقت دماغ
جس کا ہے بادۂ پندار سے لبریز ایاغ   ان میں رکھتا ہے سیہ مستی سے مایا کا وہ داغ
جیسے چکّر کوئی انسان اگر کھاتا ہے
(۱۳)
تو مکاں بھی اُسے گردش میں نظر آتا ہے

ویسے وہ لوگ بھی جنمیں ہے جہالت کا نشاں   بے سبب کرتے ہیں پَربرَہمہ میں مایا کا گماں
رازِ گِرجا دہی کرتا ہوں میں اب تجھ پہ عیاں   رام نے خود ہی کیا تھا جو پَوَن سُت سے بیاں
جانکی جی بھی تھیں موجود وہاں پیشِ نظر
(۱۴)
دینے والا ہے حقیقت میں جو مُکتی کا ثمر

جا کر اُس کلپ میں لنکا کو کیا جب تاراج   قتلِ راون سے ملا بھگت ببھیشن کو وہ راج
لوٹ کر آئے وطن ساتھ لئے اپنی سماج   تاجپوشی کی ہوئی رسم ادا حسبِ رواج
دیکھ کر تب شری ہنومان کو جوڑے ہوئے ہاتھ
(۱۵)
جانکی جی سے مخاطب ہوئے یوں جانکی ناتھ

(1) अविकार
(2) पुरुषोत्तम

مجھ میں اور تجھ میں اچل بھکتی ہے اسکی پیاری سبز ہے اسکی عبادت کی سدا پھلواری
خواہشوں سے ہے بری اسکی اطاعت ساری ہے رواچشمۂ عرفاں ہو جو اس پر جاری

بات سُن کر یہ رماپت(۱) کی رما جی نے کہا
(۱۶) چاہتی میں بھی تھی دوں اس کو دُرِ بیش بہا

کہہ کے یہ رام سے ہنومان سے تب فرمایا پُتر دیتی ہوں تجھے گیان کا وہ سرمایا
پاس تک آ نہ سکے گی کبھی جس سے مایا چترِ ایزد کا رہے گا ترے سر پر سایا

روپ اصلی تجھے جب ان کا نظر آئے گا
(۱۷) خود بخود پردہ جو آنکھوں پہ ہے ہٹ جائے گا

سچدانند(۲) ہیں یہ رام سناتن سُکھ کند برہمہ عیبوں سے بری من کی رسائی سے بلند
سرو دیا پک نہیں مایا کا کچھ ان میں پیوند مبدءِ نورِ مہ و مہر ہے ان کا سُکھ چند

ہیں اگوچر(۳) یہ اُپادھی سے الگ رہتے ہیں
(۱۸) ہیں یہی جن کو پرم آتما سب کہتے ہیں

ان کا پرتو ہے کہ سورج سے نکلتی ہے کرن ہیں یہ ہے جن کے سبب چرخ پہ تاروں کی پھبن
یاد میں ان کی رہا کرتے ہیں بدھِ و وشنو مگن ہیں یہی جن سے لگی رہتی ہے شیوجی کی لگن

ان کی ہستی پہ ہے موقوف زمانہ کا وجود
(۱۹) اور وہ میں ہوں کہ جس سے ہے دو عالم کی نمود

منحصر مجھ پہ ہر اک چیز کا ہے نام و نشاں میں ہی وہ شکتی ہوں کرتی ہے جو تکوینِ جہاں
مجھ سے پاتے ہیں زمانہ میں سبھی امن و اماں میں ہی بن جاتی ہوں پھر گلشنِ ہستی کو خزاں

کام گو مجھ سے ہی انجام ہر اک پاتا ہے
(۲۰) کورِ باطن کو وہ سب ان کا نظر آتا ہے

یعنی رگھوکل میں شری رام کا لینا اوتار دور کرنے کے لئے گلشنِ عالم کا غبار
راچھسی تاڑکا بدھ اور سُباہو سنگھار راہ میں شاپ سے مُنی پتنی اہلیا اودھار

توڑ کر شیو کی کماں بیاہ رچانا ان کا
(۲۱) اور پندارِ پرسرام مٹانا ان کا

(۱) रमापति
(۲) सच्चिदानन्द
(۳) अगोचर

اپنے ہمراہ لئے مجھ کو اجودھیا آنا — اور بارہ برس آرام یہاں فرمانا
بعدہٗ چودہ برس کے لئے بن کو جانا — ان کے تیروں سے بر ادھ البسوں کا مکتی پانا

صورتِ آہو میں ماریچ کا مرنا بن میں
جانکی مایا کی دس شیش کا ہرنا بن میں (۲۲)

گدھ کی مکتی وہ گندھرب کی نفوس سے نجات — بھیلنی شبری کی خوشنودی میں لینا سوغات
بعدہٗ کرنا اُسے بہرہ ورِ نیک صفات — ملنا سگریو سے بالی شہِ میموں کی ممات

جستجو میری پتا میرا لگانا اِن کا
پُل کا بندھ جانا اور اُس پار اُتر آنا ان کا (۲۳)

دُشٹ راون کو تماشائے عدم دکھلانا — راج لنکا کا بھبھیشن کو عطا فرمانا
نقلی سیتا کو گنہگار عبث ٹھہرانا — ان کا پشپک پہ مرے ساتھ اجودھیا آنا

سلطنت بیٹھ کے پھر تختِ اودھ پر کرنا
رحم و انصاف رعایا پہ برابر کرنا (۲۴)

اور سب کام بھی دنیا میں جو آتے ہیں نظر — اُن سے ملتی ہے فقط میری ہی قدرت کی خبر
کرنے والا انھیں بتلاتا ہے اُن کا - وہ بشر — جس کے مایا سے ہیں پوشیدہ دل و جان و جگر

اصل میں وصف سے ذات اِنکی بری رہتی ہے
اِن کی ہر چیز میں اک جلوہ گری رہتی ہے (۲۵)

جس طریقہ سے نہاں سنگ میں ہوتا ہے شرر — دیکھنے میں نہیں آتا ہے کسی کو وہ نظر
ویسے جلوہ بھی ہر اک شئے میں ہے ان کا مضمر — دیکھ سکتا نہیں اُس نور کو ہر فرد بشر

دل پہ گر سنگِ ریاضت سے جِلا ہو جائے
عکس مایا کا اُسی وقت ہوا ہو جائے (۲۶)

شاد ہو کر یہ کیا رام نے تب خود ارشاد — گیان اپنا تجھے دیتا ہوں میں اے نیک نہاد
جس کے سُن لینے سے آجائیگی بردل کی مراد — جس سے رہجائے گا اگیان کا کوئی نہ فساد

کرتے شیو پاربتی سے بھی ہیں مذکور یہی
ظلمتِ قلب مٹانے کو ہے اک نور یہی (۲۷)

رام ہردے

چوپائی - جم اکاس دیاپت سنسارا | سرو وشو تم مم وستارا
سیما جاسُو نہ وید بکھانی | اُوپما کھوج نہ پائی بانی
تین بھید جگ بدت اکاسا | سوپادھک جو گھٹ گھٹ بھاسا
نرُپادھک نبھ منڈل ماہیں | مہاکاش سو دوسر ناہیں
سوئی جل ماں پرت بمب کہائی | سُنو ہو پون سُت من چیت لائی
جم اکاس جگ تین پرکارا | تم مم روپ پرکاش پسارا
پرتھم بُدّھ اوپہت چیتن جو | دوسرا وِکل پُورن برہمہ سو
تیسر چدا بھاس جو اہئی | تا کر نام جیو شرتی کہئی
جم اکاس پرت بمب جلاشے | تم بُدّھہیں چیتن پرکاشے
ڈولے جل نہیں ڈول اکاسا | تم بُدّھی - چیتنیا بھاسا
بُدّھ بھید کرت جیو انیکا | مایا بس سو رہت بویکا
مم پرت بمب تاہی جب پرئی | چیتن سم سو تیہی تب کرئی

राम-हृदय

चौ०—जिमि अकास व्यापत सन्सारा । सर्व विश्व तिमि मम विस्तारा ॥
सीमा जासु न वेद बखानी । उपमा खोजि न पाई बानी ॥
तीन भेद जग-विदित अकासा । सोपाधिक जो घट घट भासा ॥
निरुपाधिक नभ-मंडल माहीं । महाकाश सो दूसर नाहीं ॥
सोइ जल मां प्रतिबिम्ब कहाई । सुनहु पवन-सुत मन चित लाई ॥
जिमि अकास जग तीन प्रकारा । तिमि मम रूप-प्रकाश पसारा ॥
प्रथम बुद्धि उपहित चेतन जो । दूसर अविकल पूर्ण ब्रह्म सो ॥
तीसर चिदा-भास जो अहई । ताकर नाम जीव श्रुति कहई ॥
जिमि अकाश प्रतिबिम्ब जलाशे । तिमि बुद्धिहिं चैतन्य प्रकाशे ॥
डोले जल नहिं डोल अकासा । तिमि बुद्धी चैतन्याभासा ॥
बुद्धि-भेद-कृत जीव अनेका । माया-बस सो रहित विवेका ॥
मम प्रतिबिम्ब ताहि जब परई । चेतनसम सो तेहि तब करई ॥

اب توہیں گیان کہوں ہنومانا   یُگ پرکار جس وید بکھانا
ایک سبن بھرم گیان بتاوا   تیہی کر رُوپ سُنو ہو جو گاوا
اہم جنت سو مایا کارن   سوئی استیہ آنند نوارن
دوسر آتم گیان بھرم بھنّا   ساچھی اوِیکاری اوچھنّا
مایا بَبَش ہوئے اگیانا   نج سَرُوپ سو نہیں پہچانا
آتم گیان بن جائے نہ مایا   ملہی سو سنّت کریں جب دایا
ملیں سنّت شبھ کرت کے باڑھے   ستیہ سُمت سمتا سرم گاڑھے
جب مایا کرت بھید نسائی   تب سوئی چھن پُورن ہوئے جائی
جم گھٹ کے ٹوٹے آکاسا   سوئی سکل نبھ منڈل بھاسا
تیسے ہی بُدّھ موہ جب چھوٹے   مایا کرت بندھن تب ٹوٹے
ہوئے تتّوَمسی کیر پرکاشا   ایشور جیو بھید بھرم ناشا
مہاکاش سم مل مم رُوپا   جیو پاؤ نج سہج سرُوپا
آلس موہ وِشے مد روشا   مایا کرت یہ پانچو دوشا

अब तोहिं ज्ञान कहउं हनुमाना । युग प्रकार जस वेद बखाना ॥
एक सबन भ्रम-ज्ञान बतावा । तेहि कर रूप सुनहु जो गावा ॥
अहम्-जनित सो माया कारन । सोइ असत्य आनन्दनिवारन ॥
दूसर आत्म-ज्ञान भ्रम-भिन्ना । साक्षी अविकारी अविछिन्ना ॥
माया-विवश होय अज्ञाना । निज सरूप सो नहिं पहिचाना ॥
आत्मज्ञान बिनु जाइ न माया । मिलहि सो सन्त करहिं जब दाया ॥
मिलहिं सन्त शुभ-कृति के बाढ़े । सत्य सुमति समता स्रम गाढ़े ॥
जब माया-कृत भेद नसाई । तब सोइ छिन पूर्ण हुइ जाई ॥
जिमि घट के टूटे आकासा । सोई सकल नभ-मंडल भासा ॥
तैसेहि बुद्धि-मोह जब छूटै । माया-कृत-बंधन तब टूटै ॥
होइ तत्त्वमसि केर प्रकाशा । ईश्वर जीव भेद-भ्रम नाशा ॥
महाकाश-सम मिलि मम रूपा । जीव पाव निजि सहज सरूपा ॥
आलस मोह विषय मद रोषा । माया-कृत यह पांचौ दोषा ॥

اِنہیں سُجن جب من تے ٹارے تب مَم گیان رُوپ ہئے دھارے

دوہا - تتّو گیان یہ بھکت کہاں دایک گتی زروان
بھول ابھکتن پرت کبھوں کیجئے ناہیں بکھان

بولے بر بھگیتُ اُماجی سے بیاں کر کے یہ گیان اس سے مٹ جاتا ہے پندار کا وہم اور گمان
غور گر اس پہ کریگا کوئی پڑھ کر انسان کر و دھ رہجائیگا باقی نہ تو پھر موہ نہ مان
تتّو مسّی[1] واکیہ کا راز اس سے عیاں ہوتا ہے (۲۸)
وا اسی سے درِ اسرارِ جہاں ہوتا ہے

ہے یہ وہ گیان بہت رُتبہ ہے عالی جس کا یہ وہ ہے نور کہ پرتو ہے جلالی جس کا
یہ صدف وہ ہے گہر ہے مُتلالی جس کا یہ وہ ہے بحر کہ ہے آبِ زُلالی جس کا
یہ چمن وہ ہے خزاں آ نہیں سکتی جس کو (۲۹)
یہ وہ ریحاں ہے زمیں پا نہیں سکتی جس کو

اس سے رہتی نہیں کچھ آرزوِ جاہ و حشم وہم رہتا نہیں دل میں نہ تو رہتا ہے بھرم
بھول کر پاس تک آتا نہیں افلاس کا غم دور ہوتے ہیں مرض آبِ بقا ہوتا ہے سَم
اس سے ہر وقت نکلتی ہے طرب خیز نسیم (۳۰)
مشک و عنبر سے بھی بڑھ کر ہے کہیں اس کی شمیم

رام نے اس کا یوں سُت کو کیا تھا اُپدیش آتم گیان[2] ایک یہی ہے یہی وگیان وشیش[3]
اس کو پڑھ لے تو نہ رہجائے کوئی موہ کلیش اس کو سُن لے تو ملے وصلِ حقیقی رمیش
نظر نورِ حقیقی کی جسے تاب نہیں (۳۱)
وہ کبھی مستحق گو ہر نایاب نہیں

(۱) तत्त्वमसि वाक्य

(२) आत्मज्ञान

(३) विज्ञान विशेष

इनहिं सुजन जब मन ते टारै। तब मम ज्ञान रूप हिय धारै॥
दो०—तत्त्व-ज्ञान यह भक्त कंह, दायक गतिनिर्वान।
भूलि अभक्तन प्रति कबहुं, कीजै नाहिं बखान॥

مخمّس

دیدۂ دل میں میرے ترا نور ہو — لمحہ بھر تیرا جلوہ نہ مستور ہو
دم بہ دم لب پہ تیرا ہی مذکور ہو — سر سے سودا نہ تیرا کبھی دُور ہو
موت ہو گر نہ یہ تجھ کو منظور ہو

بیکسی چھا رہی ہے مرے حال پر — شورِ بختی کا قبضہ ہے اقبال پر
سب ہیں باندھے کمر میرے اذلال پر — مجھ کو خود شرم ہے اپنے اعمال پر
مجھ سا کوئی بھی یارب نہ رنجور ہو

ہے گھری ہر طرف سے عذابوں میں جاں — سوجھ پڑتی نہیں کوئی شکلِ اماں
کر رہا ہوں میں فریاد و آہ و فغاں — جُز ترے کس سے اپنی کہوں داستاں
کون ہے تجھ سا جو فیض گنجور ہو

عقل سے جہل جائے یہ دشوار ہے — روح کی اپنی بنیاد پندار ہے
نفس کا ہر نفس ایک طومار ہے — دخلِ عرفاں ہو یہ فکر بیکار ہے
جبکہ دل جہل و نخوت سے معمور ہو

دور کر دے نشاں خواہش و آز کا — سوچ انجام کا دے نہ آغاز کا
ایسا جلوہ دکھا اپنے انداز کا — دل کو محرم بنا عشق کے راز کا
تا کہ یہ سارے عیبوں سے مہجور ہو

دل کو دولت کی کوئی تمنا نہیں — کچھ بھی راہِ شریعت کی پروا نہیں
شوق پورا ہو اب شوق اپنا نہیں — مغفرت کا بھی کوئی تقاضا نہیں
دید سے تیرے لیکن نہ مہجور ہو

مال دے مملکت دے نہ املاک دے — اپنی خاکِ کفِ پا کی پوشاک دے
عیب سے جو بری ہو وہ ادراک دے — مجھ کو نارائن ایسا دلِ پاک دے
یاد میں صرف تیری جو مسرور ہو

سوئیا۔ ویاپ اکاس رہیو سگرو جگ ماں جِم جان پَرنتُ نہ جائی
چھائے پَرکاش رہیو تِم وِشو کے جیوَن ماں نہیں دیت دکھائی
گیان کو بھانو اُودے جب ہیں جگ موہ نِشا تم دُور پرائی
گوچر ہوئے سو رُوپ انُوپ یہی شُرتی گیان کو سار بتائی

دوہا۔ یہ اَتی گُپت چرِتر شُچی سَب پاپَن کَر شودھ
بھگتی سہت جو پاٹھ کر پاؤ سو آتم بودھ

سرگ دوسرا

رام کے اوتار کا سبب

سُن کے اس گیان کو گرجا نے بہت ہو کے مگن — جوڑ کر ہاتھ کہا شیو سے کہ اے کام دَہن[1]
پا کے وِگیان کی نکہت یہ مرے دل کا چمن — بن گیا غیرتِ فردوسِ بریں اب ہمہ تن
ہو گیا آج سپھل تھا جو منورتھ دل کا
(۱) آپ کے بارِ ریاضت کا جو پایا پھل کا

اب اَگیان کا ہو گا مرے دل میں پھیرا — حل کیا آپ نے یہ عقدۂ لاحل میرا
اُٹھ گیا وہم و گماں کا مرے دل سے ڈیرا — مٹ گیا گیان سے اگیان مرا بہتیرا
آرزو دل کی ہے اب میرے یہی دینڈیال
(۲) داستان مختصراً یہ جو کہی دینڈیال

[1] काम-दहन

सवैया—व्यापि अकाश रह्यो सगरो जग मां जिमि जान परन्तु न जाई।
छाय प्रकाश रह्यो तिमि विश्व के जीवन मां नहिं देत दिखाई।
ज्ञान को भानु उअइ जबहीं जग-मोह-निशा-तम दूर पराई।
गोचर होय सो रूप अनूप यही श्रुति ज्ञान को सार बताई॥

दो०—यह अति-गुप्त चरित्र शुचि, सब पापन कर शोध।
भक्ति-सहित जो पाठ कर, पाव सो आतम-बोध॥

جس کے ہر لفظ سے مِلتا ہے ہمیں آبِ حیات ہو گئی پاک کے جسے رُوح مری گنجِ نکات
کیجئے اب وہ بیاں مجھ سے مفصّل حالات دور ہوں سُن کے جنھیں سارے جہاں کے آفات

دیکھ کر خواہشِ دل شِیو نے یہ تب فرمایا
(۳)
پوچھنے پر ترے سب حال مجھے یاد آیا

رام جی نے ہی کیا جس کا تھا مُجھ سے اظہار مثلِ امرت کے ہے جو بہرِ شفائے بیمار
جس پہ ہے دولتِ دارین کا سب دارمدار جو دکھا دیتا ہے آفاق میں جنّت کی بہار

اب زباں پر مری مضمون وہ سب آتا ہے
(۴)
دل کی خواہش کو جو بر مثلِ فسوں لاتا ہے

تختِ لنکا پہ جو راون کا پڑا اسپِ قدم گڑ گیا جور و تعدّی کا زمانہ میں عَلَم
دیوتاؤں پہ لگے ہونے بہت ظلم و ستم راج نیتی ہوئی معدوم ہوا دھرم بھی کم

پارسا دہر میں جب موردِ بیداد ہوئے
(۵)
ہر طرح بانیٔ ایذا ستم ایجاد ہوئے

یوں پڑا بار کا دیتوں کے زمیں پر جو اثر اور آیا نہ سوا اس کے کوئی چارہ نظر
دیوتاؤں کو لئے ساتھ بصد چاک جگر اُس نے دُکھ جا کے بِرھما سے کہا رو رو کر

سُن کے فریاد چترمکھ نے یہ تب فرمایا
(۶)
جانتا ہوں میں جو بردان ہے اُس نے پایا

اُسکی طاقت پہ ہے راون کا یہ سب ظلم و عتاب زعم پر اُسکے ہی ڈھاتا ہے وہ تکلیف و عذاب
دیوتاؤں کا مگر بس ہے نہ کچھ اُنکی ہے تاب ہے روا وِشنو سے ہم عرض کریں چل کے شتاب

کہہ کے یہ بہرِ علاجِ مرضِ رنج و محن
(۷)
چلدیئے ساتھ لئے اپنے انھیں بحرِ لبن

جا کے وِشنو کی وہاں برہما نے کی حمد و سپاس عام ہے لُطف کہا سب کا ہے یکساں تجھے پاس
رحم کی رہتی ہے تیرے دلِ مایوس کو آس فیض کی تیرے ہے ہر نخلِ تمنّا میں مٹھاس

گیان کا روپ ہے اور بھگتی کا آدھار ہے تو
(۸)
ہر طرح اُس کا جو تیرا ہے مددگار ہے تو

دیوتاؤں کو بھی تُو دیتا ہے دیتوں سے امان — بوجھ دنیا کا ہٹانے کو ہے تُو شکتی مہان
ہے مجسم پرمانند تو ہی خلق کی جان — ایک تُو ہی ہے فقط بھگت کا رکھتا ہے جو مان
ہو گیا چاک جگر ظلم کے مارے بھگون
(۹) ہیں ترے دامنِ رحمت کے سہارے بھگون

سُن کے فریاد یہ اُن کی جو تھی دُکھ درد بھری — آسماں پر ہوئے مشرق میں نمودار تبھی
بڑھ کے تھی مہرِ منوّر سے کہیں جلوہ گری — ہفت کشور کی تھی چہرہ سے عیاں تاجوری
نُور سے زیوروں کی تاب سوا ہوتی تھی
(۱۰) ٹھہرتی تھی نہ نظر اتنی ضیا ہوتی تھی

دیکھا برہما نے فقط وہ بھی بصد دُشواری — مُسکراہٹ تھی عیاں شکل یہ پیاری پیاری
جسم نیلم سا بھری خوبیاں جس میں ساری — کوستبھ(۱) من کی چمک ہار سے جس کے ہاری — कौस्तुभ(1) मणि
چاروں ہاتھوں میں گدا چکر پدم سنکھ عیاں
(۱۱) اُنکے اوصاف ملک کرتے تھے ہر سُو سے بیاں

تھی وہ زنار طلائی بھی جو مقبولِ بدن — جھینپتی قوسِ قزح کی تھی وہ گردوں سے بھکن
دولتِ حسن تھا تن پر تھا جو پٹ پیت برن — بھگوتی لچھمی تھیں اور بسودھا بھی تھیں جلوہ فگن
صبحِ اُمید کے خورشید کی دیکھی جو یہ تاب
(۱۲) استتی کر کے کیا یوں اُنھیں برہما نے خطاب

استتی ۔ جے بھگونت اننت گُنا کر جیتِ سکل جگ سوامی
جے بھو بھار ہرن بھونیشر تو پد کمل نمامی
جے پد پدم مُنن ہئے جوہت تجت وِبھو جیہی لاگی
سوی پد نلن نمو جن نرکھے پاوہیں سُگت وِراگی

स्तुति
जय भगवन्त अनन्त गुणाकर जयति सकल-जग-स्वामी ।
जय भव-भार-हरन भुवनेश्वर तव पद-कमल नमामी ॥
जे पद पदुम मुनिन हिय जोहत तजत विभव जेहि लागी ।
सोइ पद-नलिन नमो जिन निरखे पावहिं सुगति विरागी ॥

جے جگدیش جاسو وبھو مایا پالت رچت وناشت
تیہی مایا دُکھ دوش رہت تم گھٹ گھٹ یدپی پرکاشت
جو پھل لہت بھکت شچ چت تے تو نرمل یش گائی
سو پھل بمکھ ملِن مَن کوٹن دان کئے نہیں پائی
جے چرنار بند اُور دھیاوت مُنی گن نت لَو لائے
تے پد کنج آج اِن نینن نرکھ امت سُکھ پائے
چت شدھ دُکھ دور کیو پربھو بہت دِنن پر دایا
نارائن تو کر کملن کر رہے شیش نت چھایا
دوہا - سُن کرونا ندھ بدھ ونے بچن کہیو مُسکائے
کا چاہت موہیں سو کہو۔ میں تس کروں اُپائے

حکم برہما نے یہ پایا تو بصد عجز و نیاز جوڑ کر ہاتھ کہا اُن سے کہ اے واقفِ راز
بیکسوں کو ہے سدا تیری ہی امداد پہ ناز دیوتاؤں کا محافظ ہے تو اے بندہ نواز
ہے ترا فضل جو تو ہم پہ کرم کرتا ہے
دُور بدکیش کا سب ظلم و ستم کرتا ہے (۱۳)

जय जगदीश जासु विभु माया पालत रचत विनाशत ।
तेहि माया- दुख-दोष रहित तुम घट घट यदपि प्रकाशत ॥
जो फल लहत भक्त शुचिचित ते तव निर्मल यशगाई ।
सो फल विमुख मलिन मन कोटिन्ह दान किए नहिं पाई ॥
जे चरणारविन्द उर ध्यावत मुनिगण नित लव लाए ।
ते पद-कंज आज इन नैनन निरखि अमित सुख पाए ॥
चित्त शुद्ध दुख दूर कियो प्रभु बहुत दिनन पर दाया ।
'नारायन' तव कर-कमलन कर रहै शीश नित छाया ॥
दो० –सुनि करुणानिधि विधिविनय, बचन कह्यो मुस्काय ।
का चाहत मोहिं सो कहहु, मैं तस करउं उपाय ॥

ظلم سے ہو کے ستم گار کے آزردہ و پست — لے کے فریاد ترے در پہ ہیں آئے سر دست
یعنی راون پسرِ بشروا اور سبطِ پولست — دے کے راجوں کو مہاراجوں کو میداں میں شکست
حکمراں تخت پہ لنکا کے ہوا ہے جب سے
(۱۴)
دیوتا دکھ میں ہیں مظلوم زمیں ہے تب سے

لوکپال(۱) اسکی ہی خدمت میں ہیں مصروف سدا — اُسکے ہی حکم میں ہیں اگن برن ابر ہوا (1) लोकपाल
مہر و مہ چرخ پہ ہیں اُس کی رضا کے جویا — ہیں اُسی کے درِ دولت کے کوبیر آندر گدا
عابدوں زاہدوں پر ظلم و ستم ڈھاتا ہے
(۱۵)
جب پرستش میں تری وہ اُنھیں پاجاتا ہے

دل پہ اکبار پڑا اُس کی ریاضت کا اثر — میں نے اور رشیوں نے دیا تھا اُسے خوش ہو کے یہ بر
مار اگر تجھ کو سکے کوئی بھی تو صرف بشر — خرس و میموں سے بھی واجب ہے کہ ہو تجھکو حذر
اُس دعا نے یہ دکھایا ہے اثر آج اُسے
(۱۶)
سر کو دیتے ہیں تجھکا دیکھ کے یمراج اُسے

دیوتاؤں کی یہی عرض ہے اب تجھ سے ہری — لے کے اوتار اُنھیں کردے اس آفت سے بری
قتل راون ہو تو رہ جائے نہ بیداد گری — آئی مشرق سے صدا تب یہ تشفی سے بھری
جانتا ہوں میں جو وہ ظلم و ستم کرتا ہے
(۱۷)
جیسے رشیوں کو گرفتارِ الم کرتا ہے

تپ سے کشیپ(۲) کے ادِتی(۳) کے جو ہوا خوش اکبار — پاس جا کر یہ کہا میں نے تھا اُن سے اظہار (2) कश्यप
آرزو کچھ ہو اگر دل میں تو اے نیک شعار — مانگ لو مجھ کو نہیں کچھ بھی تمھیں دینے میں عار (3) अदिति
تب کہا مجھ سے اُنھوں نے تھا کہ اے کانِ کرم
(۱۸)
دیکھنا چاہتے ہیں آپ کی ہم شانِ کرم

التجا ہے یہ قبول آپ اِسے فرمائیں — ہم زمانے میں پسر آپ کے ایسا پائیں
داغ فرقت کا نہ پھر آپ مجھے دکھلائیں — یعنی خود آپ مرے رشتۂ جاں ہو جائیں
آج کل ہیں وہ اجودھیا میں شہنشاہِ اودھ
(۱۹)
مہر دشرتھ ہیں تو کوشلیا جی ہیں ماہِ اودھ

جلوہ گر ہونگا مع انشوں[1] کے میں جاکے وہیں ہوگا وعدہ وہ وفا ہوگی سبکدوش زمیں — अंशों (1)
یوگ مایا مری شکتی[2] ہے جو عالم میں مکیں ہوگی متھلا میں جنک جی کے یہاں جلوہ گزیں — शक्ती (2)

کہہ کے یہ ہو گئے غائب وہیں نظروں سے ہری
(۲۰)
دیوتاؤں سے یہ تب بات چتر مکھ نے کہی

رام کے نام سے رگھوراج میں دشرتھ کے یہاں عہد سابق کے وفا کرنے کو ہونگے وہ عیاں
دور دکھ درد کا کردینگے تمہارے بھی نشاں اب جو کرنا تمھیں لازم ہے وہ کرتا ہوں بیاں

گلشن دہر میں کچھ روز کرو جاکے قیام
(۲۱)
وانروں[3] ریچھوں کے قالب میں بہ لطف تمام — वानरों (3)

اُس طرف کہہ کے یہ برہما تو گئے اپنے وطن خرس و میموں کی ہوئے شکلوں میں یہ جلوہ فگن
ایک سے ایک تھے بڑھ کر وہ قوی کوہ شکن جن سے ہلتی تھی زمیں خوف میں تھا چرخ کہن

آکے دنیا میں بسے رحمت باری کے لئے
(۲۲)
رام کی یاد میں ایام گذاری کے لئے

غزل

بڑھایا جب شہ راون نے دنیا بھر میں شر اپنا نہ دیکھا دیوتاؤں نے بھی تنگ آکر گذر اپنا
گئے فریاد لے کر پاس برہما کے بصد کلفت کہا روکر زمیں نے اُن سے حال پُرخطر اپنا
وہاں سے آخرش مل کر گئے سب چھیر ساگر کو بدھاتا کو بھی جب آیا نہ کوئی بس نظر اپنا — क्षीरसागर
اُنھوں نے کی دعا جاکر وہاں با گریۂ و زاری کہا اب فضل تو ہی ہم پہ کر جگدیشور اپنا
صدا آئی کہ دشرتھ نے ریاضت کے عوض مجھ سے کہا تھا مجھ کو ہونے کے لئے نور نظر اپنا
اُدھر بردان کو پورا کروں گا دہر میں جاکر اِدھر نخل ارادت ہوگا یہ بھی بارور اپنا
کہا برہما نے تب سب دیوتوں سے شکل میموں میں کرو جاکر زمیں پر وقت راحت سے بسر اپنا

کریگا جلد تم پر فضل اپنا اب وہ نارائن
سمجھتا ہے جسے دنیا میں ہر فرد بشر اپنا

سویّا ۔ نشٹ بھئے سب ہی شُبھ مارگ بھار بڑھیو دھرنی اکُلائی
ہوئیکے سبھیت گئے بدھِ لوک سبے سُر گو تن بھومی بنائی
جائے سبے پُن چھیر سمُدر برنچ سمیت پرشست سنائی
دھیر دھرو دھرنی سُر سدّھ بھئی نبھ بانی مہا سُکھدائی

دوہا ۔ دشرتھ کے گرہ پرکٹ ہوئے کریہوں میں سب کام
راون بدھ نشیچر دلن مہی سُر مُنی ابھرام

سرگ تیسرا

رام جنم اور بال چرتر

اب اجودّھیا کا بھی کرتا ہوں میں کچھ حال رقم
راجہ دشرتھ بسراج کے جو تھی زیرِ قدم
جملہ اسباب تھے راحت کے جنھیں جگ میں بہم
باغِ دِل جنکا نہ تھا گلشنِ فردوس سے کم
تھا نہ طاقت میں کوئی دہر میں ثانی جن کا
(۱) نام مشہور زمانہ میں تھا دانی جن کا

تھی جنھیں اپنی رعایا کی دل اور جان سے چاہ
رِیت اور دھرم پہ رہتی تھی سدا جن کی نگاہ
نورِ الطاف تھا چہرہ پہ عیاں صورتِ ماہ
کبر و نخوت کی نہ رکھتے تھے کبھی سر پہ کلاہ
مال و دولت سے تھا معمور خزانہ جن کا
(۲) حکم لاتے تھے بجا اہلِ زمانہ جن کا

सवैया—नष्ट भये सब ही शुभ मारग भार बढ़्यो धरनी अकुलाई।
होइ के सभीत गए विधि-लोक सबै सुर गो-तन भूमि बनाई।
जाइ सबै पुनि चीर-समुद्र विरंचि-समेत प्रशस्ति सुनाई।
धीर धरो धरणी सुर सिद्ध भई नभवाणि महासुखदाई॥
दो०—दशरथ के गृह प्रकट होइ, करिहौं मैं सब काम।
रावन-बध निशिचर-दलन, महि-सुर-मुनि-अभिराम॥

دشمنوں کا نہ تھا جن کو کبھی کچھ خوف و خطر استراحت میں ہوا کرتے تھے دن رات بسر
سبز و شاداب تھا ہر باغِ تمنّا کا شجر رنج کچھ تھا تو یہی تھا کہ نہ تھا نورِ نظر

اور دل میں نہ کوئی حرص و ہوا تھی اُنکے
(۳)
لیکن اس درد کی بس میں نہ دوا تھی اُنکے

خانۂ مرشدِ کامل میں بصد حسرت و یاس جا کر اک روز بہت عجز سے کی اُنکی سپاس
راجہ دشرتھ نے کہا اُن سے یہ تب ہو کے اُداس آپ ہی ہیں مرے اس قصرِ مسرّت کی اساس

آپ کے لُطف سے ہر چیز بہم ہے مجھ کو
(۴)
آپ کے فضل سے فکر اب نہ تو غم ہے مجھ کو

آپ کی مجھ پہ عنایت ہے یہ مُنِ ناتھ کہ آج اس جہاں میں نہ رہا ہیں کسی شے کا محتاج
اک فقط رنج اگر ہے تو یہی ہے کہ یہ راج ہونے والا ہے مرے بعد ہی بے صاحبِ تاج

آپ کی فرطِ نوازش سے مگر دور نہیں
(۵)
ہو مرے دل سے جو یہ رنج بھی کافور کہیں

پیرِ کامل نے کہا سُن کے یہ افسانۂ غم جانے والی ہے یہ تشویش بھی اب سوئے عدم
ہوں گے جب چار پسر صاحبِ اقبال و حشم جن کے آگے ہیں سدا سجدہ کُناں ہفت خیم

جیسے ہو شرنگ[1] رکھیشر کو بُلا لو جلدی
(۶)
یگیہ کے واسطے سامان منگا لو جلدی

(حال شرنگ رشی)

کہا بسسٹ سے دشرتھ نے سُن کے یہ گفتار کہ اے نسیمِ ریاضِ تصوّف و اسرار
برنگِ ابرِ گُہر بار آپ کا ہے کرم بسانِ مہرِ درخشاں ہے گیان لیل و نہار
ہیں کون شرنگ رشی نام یہ ہوا کیوں کر ہیں کس کے نورِ نظر اور کیا ہیں اُنکے شعار
سُنی یہ شہ کی جو تقریر پیرِ دانا نے تو ہو کے شاد حقیقت کا یوں کیا اظہار
ببھانڈک[2] ہیں رکھیشر جہاں میں اک مشہور کہ جن کا جامِ عبادت ہے پریم سے سرشار
نہیں ہیں کچھ وہ تپوبل میں کم برھما سے عیاں ہیں قادرِ مُطلق کے اُن پہ سب اسرار
اُنھیں کے کشتِ ریاضت کے ہیں یہ پاک ثمر اُنھیں کے گلشنِ طاعت کے ہیں یہ بادِ بہار

(1) शृङ्ग ऋषीश्वर
(2) विभाण्डक

بیان تم سے میں کرتا ہوں اب وہ حال تمام — کہ جس طرح ہوا شرنگی کا دہر میں اوتار
لگا کے یادیں برہمہ کی اکھنڈ(۱) سمادھ — بِبھانڈک نے کیا تپ بہت دلوں اکبار (۱) अखंड समाधि
نظر پڑی اُسی اثنا میں اُربسی جو اُنھیں — زمینِ دل پہ ہوا تخمِ عشق کا اظہار
ٹپک کے رہ گیا اُس حوض میں وہ قطرۂ پاک — کہ جس میں محوِ عبادت تھے وہ خجستہ شعار
اُسی کو پی گئی پانی کے ساتھ اک ہرنی — حمل کے جس سے ہوئے اُسمیں سب عیاں آثار
اب اُس غزالہ کا کہتا ہوں تم سے حال ہیں کچھ — ہوئے شکم سے عیاں اُسکے کیوں مُنیش کمار
تھی دیو کنّیا وہ پہلے کسی خطا پہ مگر — دعائے بد اُسے برہما نے دی تھی یہ اکبار
کہ جا کے جگ میں مرگی ہو کے کر بسر اوقات — جنے گی جب تو رشی پُتر ہو گا تب نستار(۲) (۲) निस्तार
اُدھر تھی قدرتِ عالی ادھر تھا تخمِ رشی — کہ جس سبب سے یہ پایا تھا اُسکے نطفہ قرار
رہے وہ بس اُسی صحرا میں بعدِ پیدائش — تھے سر میں سینگ کے ہر دو طرف عیاں آثار
اسی سبب سے پڑا نام اُن کا شرنگ رشی — وہ محو رہتے تھے یادِ ہری میں لیل و نہار
علاوہ اپنے پدر کے بہ شکلِ انسانی — نظر پڑا نہ تھا اُن کو کوئی بشر زنہار
اُنھیں دنوں میں شہِ روم پاد نے اِکدان — بتایا تھا کوئی ناقص برہمنوں کا وچار
اُسی سے شاپ دیا تھا برہمنوں نے اُنھیں — کہ چشمِ قومِ برہمن میں ہو ذلیل و خوار
نہ ہو گی راج میں بارش ترے مزید بریں — کہ غم سے جس کے رعایا بھی ہو گی زار و نزار
برہمنوں کی سُنی بد دعا یہ شاہ نے جب — تو سر جُھکا کے ہوا ملتمس کہ اے ابرار
تمھارا سایۂ رحمت ہے وادیٔ ایمن — تمھارے عفو کا دنیا میں گرم ہے بازار
ہو جس طریقہ سے بارش وہ کیجئے ترکیب — ہے آپ لوگوں کے ہاتھوں میں دارو بیمار
کلام سُن کے یہ راجہ کا دردمندی سے — یہ بولے سوچ کے کچھ اُس سے صاحبِ زُنّار
جزائے خیر سے اپنے اگر تو باز رہے — تو اِندر کو بھی نہ بارش سے ہو ذرا انکار
یہ سُن کے بحرِ تفکّر میں غوطہ زن وہ ہوا — و فورِ غم کے سبب آنسوؤں کے بندھ گئے تار
جو دیکھا رنج یہ اک مہرشی نے فرمایا — کہ ایک شکل ہے کرتا ہوں تیرے گوش گذار
کہ آئیں شرنگ رشی سلطنت میں تیری اگر — خدنگِ ناز سے حوروں کے ہو کے دل افگار
تو ابرِ فضل سے ایشور کے جلد ہو بارش — ہر ایک خطۂ زمیں کا ہو صورتِ گلزار

رہے نہ دوش ترا اور نہ دُکھ رعایا کا   چھپا دے نیّرِ طالع بھی کوکبِ اِدبار
سخن یہ روح فزا سُن کے فرطِ عشرت سے   برہمنوں کو دیئے شاہ نے دُرو دینار
پھر آکے تختِ حکومت پر اپنے بعد ازاں   بُلا کے نیز وزیروں کو برسرِ دربار
کہا یہ شہ نے کہ ترکیب ہو کوئی ایسی   کہ جس سے شرنگ رشی کا ہو سلطنت میں گذار
مشیر کاروں نے تب عرض کی یہ شہ کے حضور   کہ ہوں زنانِ خوش اندازِ مملکت تیار
وہ لائیں جاکے کسی طور سے یہاں اُن کو   ادا و غمزہ و شوخی دکھا دکھا کے ہزار
یہ حکم پاکے ہوئیں اپسرائیں جب پابوس   تو ہاتھ جوڑ کے اُن میں سے بولی اک عیّار
ہے حکم آپ کا منظور جان و دل سے ہمیں   نگاہِ لطف یہ ہیں ہم دل اور جاں سے نثار
سجا کے بعد ازاں ایک کشتیٔ رنگیں   لگا کے اُس میں کئی قسم کے نئے اشجار
الاپتے ہوئے سب راگ اور راگنیاں   بجا کے چنگ و نفیری مردنگ اور ستار
چلائی کشتی سوئے خانۂ شرنگ رشی   بہ ناز و عشوۂ و انداز قابلِ دیدار
قریب اُن کی کُٹی کے ہوئیں وہ جاکے مقیم   کیا گلوں سے پھر آراستہ وہ قُرب و جوار
بشکلِ مرد تب اُنمیں سے ایک غنچہ دہن   عیاں لبوں پہ تھی جس کے تبسّم اظہار
فدا تھی چشمِ غزالیں پہ نرگسِ شہلا   خرامِ کبک دری کا جواب تھی رفتار
مہیّا کر کے سب اشیائے خوش مزہ و لطیف   سجا کے تھال میں بھی طرح طرح کے اثمار
قریب جاکے ہوئی مُلتمس وہ یوں اُن سے   کہ آپ ہیں مہِ کامل درین زمانۂ تار
ہیں آپ ملکِ ریاضت میں شہرۂ آفاق   ہیں آپ نخلِ عبادت کے برگ آپ ہی بار
بِبھانڈک ہیں کہاں آپ کے پتا اسوقت   خدیوِ کشورِ عرفاں ہیں جو بزرگ تبار
یہ کہیے اب ہیں گذرتے تو دن بہ آسائش   خلل رساں تو نہیں زُہد میں کوئی بدکار
بری مُرخوں کی تو یہ رہگذر نہیں ہے زمیں   ہری بھری تو ہے اس سرزمیں کی پیداوار
یہ آرزو تھی کریں آپ کی قدمبوسی   ہے کھینچ لائی یہاں مجھ کو خواہشِ دیدار
جواب میں یہ رشی شرنگ نے کہا اُس سے   جو دیکھا روئے مُنوّر پہ جلوۂ کرتار
ہوا جو آپ کا دیدار ہے یہ بہرہ وری   زہے نصیب نصیبہ مرا ہوا بیدار
بٹھا کے بعد ازاں رِشی نے ایک کُش آسن   بٹھا کر اُن کو کیا اُن سے تب یہ استفسار

ہے کس کا گلشنِ دل جس کے تو نہال ہیں آپ — ہیں جس کے آپ گلِ تر وہ کون ہے گلزار
یہ سوچ کر کہ کہیں رازِ دل نہ کھل جائے — جواب میں یہ پس از غور بولی وہ مکّار
ہر ایک شہر ہے میرے وطن کا رشکِ چمن — ہیں کانِ لعل و زر و سیم سارے سنگ و عقار
نہیں ہے دور یہاں سے بہت وہ فرشِ زمیں — ہے اُسکا فاصلہ اس جا سے میل بست و چہار
ہمارا دھرم ہے چھونے نہ دیں گے اپنا قدم — نہیں روا ہمیں کرنا کسی سے کچھ تکرار
بس اک یہی ہے مرے دل کی آرزو اسدم — ہوں آپ سے میں ہم آغوش تو ہو مجھ کو قرار
جواب میں یہ رشی نے تب اُس سے فرمایا — قبول کیجیے کرتا ہوں پیش جو اثمار
یہ کہہ کے اُس کو دیئے آنولہ جھنبیری۔ تل — ہنگوٹ[1] مولی کے کیلا کے خوش مزہ آچار (1) हिंगोट
ذرا بھی قدر نہ کی اُن پھلوں کی اُس نے مگر — نگاہِ نفرت و ذم سے ہوئی وہ شکر گذار
اور اُن کے نذر کئے میوہ ہائے خوش لذّت — دیئے وہ تب جو نہ دیکھے تھے یاں پھول افطار
لگا کے تب اُنھیں سینہ سے اپنے وہ گلرو — لپٹ لپٹ کے لگی کرنے اُن سے بوس و کنار
ہر ایک طرح کیا عشق میں اُنھیں مفتوں — بچھا کے بعد ازاں دامِ زلفِ عنبر سار
یہ خوف کھا کے بھانڈک کہیں نہ آجائیں — بہ عذرِ نار پرستی ہوئی وہاں سے فرار
ادھر شرنگی بھی جانے کے بعد اُس بُت کے — تپِ جدائی سے ڈوبے بہ لجّۂ افکار
بھانڈک اسی اثنا میں آگئے اُس جا — نکلتے عشق کے شرنگی کے دل سے جب تھے شرار
پدر نے دیکھی جو فرزند کی یہ حالتِ غیر — تو اُن سے پوچھا بہ حیرت کہ اے نکو کردار
ہوا ہے کیا تجھے اور کیوں ہے تیرا حال زبوں — بنی ہے شکل بھی کیوں آج صورتِ میخوار
پڑا خلل تو نہیں روز کے فرائض میں — گذر کسی کا ہوا تو نہ تھا پئے اضرار
سنی پدر کی جو شفقت سے یہ بھری تقریر — کیا شرنگی نے تب واقعہ کا یوں اظہار
سناؤں آپ کو کیا موجبِ پریشانی — کہ ہو گئی ہے مجھے اپنی زندگی دشوار
یہاں پر آئے تھے ناگاہ ایک برہمہ رشی — اُنھیں کے بادۂ الفت کا ہے ہنوز خمار
نمایاں اُن کے تھے چہرہ سے انبساط و سرور — تھے رشکِ برگِ گلِ سُرخ وہ لبِ گلنار
تھی چندر مُکھ پہ ہنسی اُن کے دل لُبھانے کو — بنا لیا ہے مجھے جس نے مُرغِ آتش خوار
وہ آنکھیں اُن کی تھیں گویا کھلے ہوئے تھے کمل — بندھے تھے رشتۂ زرّیں سے گیسوِ خمدار

تھا پیت بستر بدن پر تھی سونے کی کردھن پڑے تھے دونوں کلائی میں دو طلائی سوار
جو دل لبھالے وہ شیریں کلام تھا اُن کا گلے میں بیش بہا موتیوں کا تھا اک ہار
چمک وہ دانتوں کی نظروں میں ہے ابھی باقی ہوئے ہیں دلپہ مرے نقش اُنکے نقش و نگار
لپٹ لپٹ کے کیا ہر طرح سے پیار مجھے عیاں تھا ہر دو طرف چھاتیوں کا قدرے اُبھار
مرے دئے ہوئے پھل پھول مُول کچھ نہ لئے نہ میرے پیر بسن کا ہی کچھ کیا ستکار(۱) (۱) सत्कार
عوض میں اُنکے دیئے اپنے پھول پھل مجھ کو مری زبان کو توصیف جن کی ہے دشوار
گئے ہیں کہہ کے اگن ہوتر(۲) کے لئے مجھ سے بنا کے میرے دلِ زار کو وہ اپنا شکار (۲) अग्निहोत्र
بتائیے مجھے ہے کونسا وہ تپ ایسا ملا ہے جس کے سبب سے یہ اُنکو عزّ و وقار
یہی ہے خواہشِ دل اب کہ کچھ دنوں کے لئے اُنھیں کے پاس رہوں ہو اگر نہ کچھ انکار
نگاہِ دل سے کیا تب بِبھانڈک نے نظر تو ہو گیا اُنھیں معلوم موجبِ آزار
کہا پسر سے کہ ہوتا ہے یہ مجھے معلوم گذر ہوا تھا کسی دیو کا سوئے کہسار
عیاں ہے اُنکی شجاعت ۔ دلیری ۔ ہمدردی وجاہت اور شرارت اور اُن کے بد اطوار
ہے اُن کا کام عبادت میں رخنہ اندازی دغا ہے اُن کی ہر اک چال میں پئے آزار
نہیں روا ہے رہے اُنکے ساتھ وہ ہرگز کیا ہو جِس نے تپو بَل سے اپنے من کا ئدھار
خلاف دھرم کے ہے کوئی گر نہ قدر کرے ہمارے پھول پھلوں کا کرے جو اِستحقار
ہمیں بھی چاہئے صحبت سے اُسکی بس پرہیز ہمیں بھی اُسکی نہیں کوئی چیز ہے درکار
گئے وہ لینے کو پھل پھول دوسرے دن جب بُجھا کے آبِ ریاضت سے اَخگرِ شربار
تو جا کے پہونچی وہ پھر شوخ دلرُبا اُس جا جہاں یہ تھے وہ رشی پُتر کر کے سب شرنگار
خیال کچھ نہ نصیحت کا رہ گیا دِل میں ملے لپٹ کے ہوئیں جبکہ اُس سے آنکھیں چار
کہا یہ بعدہٗ اُس سے شرنگی نے جب تک یہاں پھر آئیں پِتا بن سے لیکے پھل آہار
یہ آرزو ہے اِس اثنا میں چل کے ہم بھی ذرا تمھارے باغِ بہشتی کی دیکھ آئیں بہار
یہ بات سُن کے ہوئی اپنے دل میں وہ مسرُور مگر نہ لب پہ مسرّت کا کچھ کیا اظہار
گئی وہ لیکے وہاں اُنکو اپنے ساتھ جہاں لگائی پہلے سے تھی خوشنما گلوں کی قطار
بہانا کر کے دکھلنے کا اپنا تپ مسکن بٹھا یا کشتی پہ لے جا کے اُن کو آخر کار

دکھاکے غنج و دِلال اپنا کر لیا شیدا
ہوئی نہ کچھ اُنھیں محسوس ناؤ کی رفتار

وہ لیکے پہونچی وہاں دم کے دم میں کشتی کو
کہ جس مقام پہ تھے رِشّیَم پاد کے اسوار

خبر جو شانتے نے یہ پائی کہ آئے شرِنگ رشی
تو جاکے پاؤں پہ رکھ دی بہ عاجزی دستار

پڑا زمیں پہ جس وقت اُن کا پاک قدم
ہوئی وہ بارشِ آبِ حیات سے گلزار

نصیب جاگ اُٹھے ہوکے رِشّیَم پاد نے خوش
لُٹایا زر کہ نہ باقی بچا کوئی نادار

محلسرا میں ازاں بعد اُن کو لے جاکر
بواہی دخترِ خود شانتا بہ عزّ و وقار

تب اس خیال سے قہر و غضب میں آکے کہیں
بِبھانڈک نہ جلادیں ہمارے شہر و دیار

بُلاکے اُس نے کسانوں سے یہ کیا ارشاد
کہ کچھ دنوں کو کرو جاکے رہگذر پہ قرار

اور آکے پوچھیں بِبھانڈک اگر یہ تم سے کہیں
کہ کس کا ملک ہے اور کس کے ہیں یہ سب جاندار

تو عاجزی سے یہ کہنا تم اُن سے جوڑ کے ہاتھ
ہیں آپ کے ہی یہ نورِ نظر کے سب امصار

ادھر کا حال تو کچھ ہو چکا بیاں تم سے
بِبھانڈک کی سُنو اب ہوئی جو حالتِ زار

پلٹ کر آئے تو پایا نہ جب پسر کو وہاں
خدنگِ رنج و الم ہوگیا جگر کے پار

لگاکے دھیان جو دیکھا تو ہوگیا معلوم
کئے ہوئے کا ہوا رِشّیَم پاد کے اظہار

غضب سے آنکھیں ہوئیں لال تیوریاں بدلیں
ہوئے روانہ جب آیا نہ اُن کے دل کو قرار

تلاش کرتے ہوئے انگراج میں ہر سُو
بہ طیش جانبِ چمپا نگر ہوئے سیّار

بہ وجہِ کسلِ مسافات و نیز بہرِ طعام
مقیم ہوکے کیا راہ میں یہ استفسار

ہے کون ملک یہ اور ہے یہ سلطنت کس کی
رعایا شاد ہیں اور جس کے ہیں غنی شقدار

تو دست بستہ یہ گوالوں نے عرض کی اُن سے
ہے آپ کے ہی پسر کے یہ لطف کا اظہار

سُنی یہ بات تو تسکیں ہوئی ذرا اُن کو
کیا اُنھوں نے وہاں ایک رات استقرار

کیا تو اضع نے جادو کا کام وہ دل پر
کہ نشّۂ قہر کا سر سے ہوا سب اُن کے فرار

گئے وہ بعدہٗ اُس جا مثالِ بادِ سحر
جہاں پہ شاہ کا چمپا نگر میں تھا دربار

ملا جو شاہ کو یہ نقد مُدعا دِل کا
لُٹایا لعل و گہر ہوگیا ہر اک زر دار

ہر ایک طرح مُدارات سے ہوئے خوشنود
زنِ پسر نظر آئی پھر اُن کو خوش کردار

بِبھانڈک نے کیا تب پسر سے یہ ارشاد
کہ چند روز کرو تم یہاں قیام و قرار

مُراد دل کی بر آجائے شاہ کی جس دم | زنخلِ باغِ حیاتت شود چو برخوردار
تو کرکے ترک جہاں کے تمام عیش و خوشی | ہے تم پہ فرض کرو وان پرست[1] کے آچار — वानप्रस्थ[1]
روانہ جب ہوئے کہہ کر یہ اُن سے برہمہ رشی | تو دست بستہ کیا شہ نے اُن سے استغفار
کہا یہ مُلک یہ دولت یہ جاہ و تاج و سریر | یہاں کی ساری رعایا تمام قصر و حصار
ہیں آپ ہی کی نوازش سے سب نصیب مجھے | زہے نصیب ہوا آپ کا مجھے دیدار
ہو سر پہ دستِ مبارک کا آپ کے سایہ | یہ آرزو ہے بس اے شجرۂ مُراد برار
دعائیں دے کے ہوئے شاہ کو وہ تب رخصت | اِدھر شرنگ رشی ہو کے حکم سے لاچار
رہے بہ خانۂ فرماں روا بہ عیش و نشاط | وہاں گرہست[2] کے کچھ روز تک کئے بیوہار — गृहस्थ[2]
حصولِ مطلبِ دل تب ہوا اُنھیں آخر | پسر سے ہوگئی آباد یعنی اُن کی کنار
تو شانتا کو لئے ساتھ اپنے شرنگ رشی | رہے قریبِ پدر اپنے جاکے نیک شعار
اگست مُن کی ہے سیوا میں جیسے لوپا مُدر | فلک پہ روہنی جیوں چاند کی ہے خدمتگار
اُسی طریقہ سے صحرا میں شانتا بھی سدا | بس ایک خدمتِ شوہر ہی میں ہے لیل و نہار
بیان کرکے یہ قصہ کہا بسسٹ نے تب | کہ ہو قبول تمھیں یگیہ کا اگر ہنجار

نکالو شکل کوئی آئیں جس سے شرنگ رشی
تو دور دِل کا تمھارے ہو جلد تر آزار

(حال شرنگی رکھیشر تمام شد)

حکمِ دلخواہ یہ مُرشد سے جب اپنے پایا | چلدئے جلد اُنھیں لانے کو رگھوکل رایا
لاکے شرنگی کو بہ تعظیمِ اتم بٹھلایا | جوڑ کر ہاتھ جو مطلب تھا وہ سب بتلایا

دی دعا رِشی نے کہ مطلب ترا بر آئے گا
(۷) دل میں ہے جس کی تمنّا وہی مِل جائے گا

تب بسسٹ اور وہ مُرتاض جو تھے ماہرِ فن | اُن کو تعظیم سے بلوا کے کیا شہ نے ہوَن
کھیر اک طشتِ طلائی میں لئے آگ سا تن | پیش کی آکے اگن دیو نے کہہ کر یہ بچن

دیوتاؤں کی بنائی ہوئی لو کھیر ہے یہ
(۸) آرزو جس سے بر آئے گی وہ تدبیر ہے یہ

داغِ حسرت کا رہے گا نہ کوئی دل میں نشاں ہوگا پر برہمہ تمھارا پسرِ رشتۂ جاں
کہکے یہ ہو گئے نظروں سے اگن دیو نہاں بولے تب شرنگ رشی اُنسے کہ اے شاہِ جہاں
رانیوں کو اِسے تو جا کے کھلا دے فی الفور
(۹) اس سے ہی نخلِ تمنّا میں ترے آئے گا بور

حکم دشرتھ نے سنا یہ تو بہ تعظیم و ادب چھو کے قدموں کو بسشٹ اور رشی شرنگ کے تب
نصف دی جا کے وہ کوشلّیا کو از روئے طرب بھر دیا نصف سے کیکئی کا تب دستِ طلب
آرزو لے کے سمترا جو وہاں پہ آئی
(۱۰) نصف دونوں سے اُسے کھیر وہ تب دلوائی

بارور کھا کے ہوئی کھیر ہر اک پٹ رانی گلشنِ دل کی وہ باقی نہ رہی ویرانی
دیکھ کر روئے منوّر کی قمر تابانی ہو گیا شرم کے مارے وہیں پانی پانی
روئے پُرنور کہاں اور کہاں تابِ قلم
(۱۱) کر نہیں سکتے بیاں اُس کو سب اربابِ قلم

بعد نو ماہ کے ایشور نے وہ دن دکھلایا شاہ کے نخلِ مرامات میں جب پھل آیا
چیت کی نومی تھی خوش وقت سماں تھا چھایا کرک[1] تھی لگن اور ابھجت[2] کا پڑا تھا سایا
دوپہر وقت شبِ ماہ تھی دن تھا منگل
(۱۲) جب ہوا عقدۂ مقصد شہِ کوشل کا یہ حل

قصرِ کوشلّیا میں جب آ کے ہوئے جلوہ فگن بشو کرتار۔ جگنّا تھ۔ جگت بھار ہرن
مند مُسکان۔ تھا پٹ پیت برن زیبِ بدن چو بھجی روپ۔ کمل نین تھی کنڈل کی پھبن
لاکھوں سورج سے بھی تھی بڑھ کے مکٹ کی شوبھا
(۱۳) چھبِ مکھ کنج کی ماتا کا مدھپ[3] من لوبھا

زائچہ اُن کے اب اوتار کا کرتا ہوں رقم آ کے جب عرصۂ ہستی میں پڑا اُن کا قدم
ماہ[1] اور مشتری[2] سرطاں[3] میں تھے دونوں بہم راہو کا خانۂ خوشہ[4] میں تھا سکّہ اُس دم
خوبیٔ وقت کہ میزاں[5] میں پڑا جا کے زحل[6]
(۱۴) پڑ گیا جا کے تھا اُس وقت مکر میں منگل

(1) कर्क (2) अभिजित
(3) मधुप
(1) چندرماں۔ (2) برہسپت
(3) کرک۔ (4) کنیاں
(5) تلا۔ (6) سنیچر

(1) शुक्र (2) केतु (3) मीन
سورج - میکھ
برکھ - بدھ

شُکر[1] اور کیتُ[2] ہر اِک مِین[3] میں تھے خانہ پذیر　　مِہر بھی بُرجِ حمل میں تھا دکھاتا تاثیر
خانۂ ثور میں اُس وقت تھا سیّارۂ تیر　　مختصر یہ کہ ستارہ تھا ہر اک اپنی نظیر

(۱۵)

شادمانی ہوئی حیرت بھی کچھ آئی اُن کو
اَستُتی گا کے یہ ماتا نے سنائی اُن کو

اَستُتی

سَب دیوَن کے تُم دیو پربھو جگ کارَن داس اُبارَن کو
جگدیش اَنَنت نرو تَم ہو تُم گیانِ وِشیش پرچارَن کو
تُم موہ مدادِ سے دُور سدا تُم میں نہیں لیش وِکارَن کو
مَم گربھ سے آئے کے جنم لیو نج داسَن کے بھے ٹارَن کو
سب وِشو میں یدّپی چھائے رہیو دھر رُوپ انیک پرکارَن کو
مَن مندر میں نج داسَن کے بِہرو تُم موہ نوارَن کو
شِیو شارد شیش نہ جان سکے نہیں اَنْت ملیو چترانَن کو
کِم آیو ہیئے مَم باس ہیئے جیہی بھانُ مہی گِرِ کانَن کو
بھوساگر گھور ترنگن تے نِت چاہت پار ہوں جاوَن کو
اُترات کداچت ڈُوبت ہوں نہیں کو او ہے پار لگاوَن کو

स्तुति

सब देवन के तुम देव भश्रो जग-कारण दास-उबारन को ।
जगदीश अनन्त नरोत्तम हो तुम ज्ञान-विशेष प्रचारन को ॥
तुम मोह मदादि से दूर सदा तुम में नहिं लेश विकारन को ।
मम गर्भ से आय के जन्म लियो निज दासन के भय टारन को ॥
सब विश्व में यद्यपि छाय रहेउ धरि रूप अनेक प्रकारन को ।
मन-मंदिर में निज दासन के विहरौ तुम मोह विदारन को ॥
शिव शारद शेष न जानि सके नहिं अन्त मिल्यो चतुरानन को ।
किमि आयो हिये मम वास हिये जेहि भानु मही गिरि कानन को ॥
भवसागर घोर तरंगन ते नित चाहत पार हौं जावन को ।
उतरात कदाचित डूबत हौं नहिं कोउ है पार लगावन को ॥

چہُوں اور مہا تم چھائے رہیو کہُوں کھوج ملیو نہیں ناوَن کو
اب تارَن کو بھو بارِدھِ تے موہیں پوت مِلیو اِن پاوَن کو
بَر دیجئے ناتھ دیانِدھِ سو نِت پریم رہے پَد پاوَن کو
مُکھ چندر کو باس رہے ہئے میں تم روپ مَدادِ نشاوَن کو
دَھرِ بال سروپ انوپ رہو مَم گود پرمود بڑھاوَن کو
رچو لوک اتھاہ سمُدّر پہ سیت چرِتر پوِتر سُہاوَن کو

دوہا - ایومستُ کہی ماتُ سَن دیکھ گیان کی دَھار
مَند مَند مُسکان سوں بولے شوبھاگار

خوش ہوا تجھ سے ترا دیکھ کے میں حسنِ طلب — خواہشیں دل میں ہیں جو کچھ ترے بر آئینگی سب
گیان ہو گا مرا تجھ کو نہ کبھی ہو گا تعب — جنم لینے کے بتا دوں تجھے اسباب میں اب
ظلم راوَن کا جو دنیا کے لئے بار ہوا
قیدِ آزار میں ہر عابد و دیندار ہوا (۱۶)

نشیچروں کے نہ ہوئی بار کی حامل جو زمیں — شیش بھی ہو گئے اُس پاپ سے جس وقت غمیں
تب دلا کر اُنھیں اُس غم سے رہائی کا یقیں — مجھ سے برہما نے کہا تھا کہ میں ہوں جلوہ گزیں
میں نے اُس وقت یہ بردان دیا تھا اُن کو
وعدہ اُس غم سے چھڑانے کا کیا تھا اُن کو (۱۷)

चहुँ ओर महा तम छाय रह्यो कहुँ खोज मिल्यो नहिं नावन को ।
अब तारन को भव-वारिधि ते मोहिं पोत मिल्यो इन पाँवन को ॥
वर दीजिये नाथ दयानिधि सो नित प्रेम रहै पद पावन को ।
मुखचन्द्र को वास रहै हिय में तमरूप मदादि नशावन को ॥
धरि बालस्वरूप अनूप रहौ मम गोद प्रमोद बढ़ावन को ।
रचो लोक-अथाह-समुद्र पे सेतु चरित्र पवित्र सुहावन को ॥

दो०—एवमस्तु कहि मातु सन, देखि ज्ञान की धार ।
मन्द मन्द मुसकान सों, बोले शोभागार ॥

دہر کو گلشنِ بے خار بنانے کے لئے زاہد و عابد و عارف کو بچانے کے لئے
قیدِ آزار سے خلقت کو چھڑانے کے لئے شاپ ناّرد کا بھی سچ کر کے دکھانے کے لئے
جو مرا عہد تھا کر کے اُسے منظورِ نظر
(۱۸) جسمِ انساں میں ہوا آکے ترا نورِ نظر
دل سے گر کوئی تری کی ہوئی اُستُتی کو مدام خود پڑھے یا کہ سُنے دُور ہوں اُسکے آلام
لے سکیگا وہ زباں سے دمِ آخر مرا نام پائے گا میری نوازش سے وہ مُکتی انعام
ہو گئے دے کے یہ بردان وہیں بال سروپ
(۱۹) بھومی دُکھ دَرد دَلن۔ دیت نِکَندن سُربھُوپ
اُن کا بچّوں کی طرح دیکھ کے رونا ماتا گود میں لے کے اُنھیں پُتر کا کر کے ناتا
دیکھ کر جسم وہ اُن کا جو تھا سب کو بھاتا چھبِ[1] سَرِت روپ کمل نین بہت سُکھ داتا
بولی کچھ جوشِ مسرّت سے نہ دل بھر آیا
(۲۰) نخلِ حسرت ثمرِ نقد یہ گویا لا یا
پاکے رونے کی صدا دوڑ کے آئیں داسی دیکھنے کے لئے وہ رُوپ سَہج پَر کاسی
سب مگن مَن میں ہوئیں دیکھ کے سُکھ کی راسی خوش ہوئے پاکے سماچار یہ سب پُرباسی
ہونے ازبس لگی ہر سمت ہر اک جا شادی
(۲۱) دیوتا دینے لگے آکے مبارکبادی
راجہ دشرتھ کو ہوئی جیوں ہی ولادت کی خبر پریم کی لہر اُٹھی قلزُمِ دل کے اندر
جذبۂ شوق میں ہمراہ گُورُو کو لے کر زچّہ خانہ میں گئے خود پئے دیدارِ پسر
دیکھ کر اپنے مہِ نو کی وہ پیاری صورت
(۲۲) دل کے پردہ پہ نگاہوں سے اُتاری صورت
تب ادا کر کے وہ رسمیں ہیں جو ویدوں میں رقم دان راجہ نے دیئے کسوت و دینار و درم
بے نواؤں کے لئے کھول کے پھر بابِ کرم حسبِ خواہش کئے ہر طرح کے سامان بہم
کیکئی کا بھی اُدھر نخلِ تمنّائے دلی
(۲۳) لا یا پھل اُس کو مرادِ دلِ ناشاد ملی

[1] छबिसरित

بھر گئی رانی سُمترا کی بھی آغوشِ اُمید   پا کے دو نورِ نظر تھے جو مثالِ خورشید
اب بتاتا ہوں میں گر جا تھیں اوقاتِ سعید   آ کے اس دہر میں جس وقت ہوئے تھے وہ پدید

نخل کیکئی کا جس وقت ثمر لایا تھا
(۲۴) دہر میں ماہِ منور کا سماں چھایا تھا

تھی وہی چیت کی نومی تھی لگی ہین لگن   پوشیہ[1] نچھتر[2] تھا نکلی نہ تھی سورج کی کرن
شکر[3] تھا لگن میں اور میکھ[4] تھا سورج کا وطن   بدھ[5] تھا برکھ[6] میں تو کیا کیت[7] نے تھا دھن[8] کو گرہن[9]

راس[1] تھا برجِ دو پیکر[2] میں تو برجیس[3] و قمر[4]
(۲۵) برج سرطان[5] میں ہر ایک دکھاتا تھا اثر

جب کہ تھا خانۂ میزاں[6] میں زحل جلوہ گزیں   نیک ساعت تھی کہ مریخ[8] مکر[10] میں تھا مکیں
چشمۂ بخششِ ایزد سے تھی شاداب زمیں   شاد و خرسند رعایا تھی نہ تھا کوئی حزیں

طشتِ زریں و طلائی میں بھرے لعل و گہر
(۲۶) نذر راجوں نے کیئے شاہِ اودھ کو لا کر

شادی و جشن کی ہر سمت ہوئی جلوہ گری   آ گئی در پہ عروسِ برکت بن کے پری
شہ کے ہر شاخِ تمنا میں ہوئی باروری   گود جس وقت سُمترا کی تو اماں سے بھری

چیت کی تھی وہ ایکادش[11] تھی لگی کرک لگن
(۲۷) ماہ اشلیکھا[12] میں جب آ کے ہوا جلوہ فگن

تھے ستاروں نے بروج اپنے وہی سب پائے   جو جگت پت کے جنم لگن میں ہیں دکھلائے
سِدھ مُن دیوتا سب آ کے نگر میں چھائے   دیکھ کر دھن کو اودھپت کے دھنَد[13] للچائے

چار پھل شاہ نے جب نخل میں پائے اپنے
(۲۸) جوشِ بہجت سے نہ جامہ میں سمائے اپنے

تھے طرب خیز کہیں کوس کہیں شہنائی   راگ اور رنگ کہیں یہ کہیں بزم آرائی
تھی دکانوں کی سجاوٹ میں کہیں زیبائی   وید پڑھتے تھے برہمن بھی کہیں سکھدائی

در و دیوار وں کو منقوش بناتا تھا کوئی
(۲۹) اپنی تقدیر پہ پھولا نہ سماتا تھا کوئی

---

(1) पुष्य (2) नक्षत्र (3) शुक्र
(4) मेष (5) बुध (6) वृष
(7) केतु (8) धन (9) ग्रहण
راہو - شمس - برہسپت - چاند
کرک - تلا - سنیچر - منگل
(10) मकर
(11) एकादश
(12) अश्लेखा
(13) धनद

پُرتکلّف تھی کہیں انجمنِ حُور و پَری　　شاہ کی شاہِ بہاراں سے ہوئی ہمعصری
سیم و زر ملک و مکاں پوشِشِ کمخواب و زری　　دان دیں دور ہوئی شہر سے دریوزہ گری
جو ملا جس کو وہیں اُس نے اُسے دے ڈالا
(۳۰) رہ گیا کوئی بھی محتاج نہ لینے والا

ساعتِ نیک ہوئی جب تو ہوا نام کرن　　بولے گُورُو دیو بسشٹ آکے یہ دشرتھ سے بچن
کوشلاپُتر یہ چھب دھام سُکھد شیام بدن　　جس کا مَنن لوگ کیا کرتے ہیں ہر وقت مَنَن[1] (1) मनन
سَرُوَ[2] ویاپک ہے جو۔ ہے جس سے ظہورِ ہستی (2) सर्वव्यापक
(۳۱) رام نام اس کا ہے۔ اس سے ہے سرورِ ہستی

پرورش سارے زمانہ کی جو کرتا ہے مُدام　　کیکئی کا ہے پسر اس کا بھرت لال ہے نام
سر پہ ہے بارِ گراں جس کے زمانہ کا تمام　　مارنے کو ہے جو دشمن کے بَرنگِ صَمصام
دونوں فرزند سُمترا کے ہیں یہ سیم بدن
(۳۲) نام رکھتا ہوں میں ان کے لکھن اور شتروگھن

دی تھی کوشلیا نے جو کھیر ہوئے اُس سے لکھن　　تھی جو کیکئی نے دی اُس سے ہوئے شتروگھن
اُنس کی اپنے رفاقت میں ہوئے دونوں مگن　　منگل اور مود سے پَرِپُور[3] ہوا راج بھون (3) परिपूर
رفتہ رفتہ وہ بڑھے شکلِ قمر دنیا میں
(۳۳) کبک ساں خوش ہوا ہر فردِ بشر دنیا میں

رام نے طفلی میں زیور جو کئے زیبِ بدن　　اُن کا یوں کرتے ہیں گر جا سے بیاں کام دہن
برگِ پیپل سا طلائی تھا جبیں پر بھُوشَن[4]　　تابشِ حسن سے تھا جس کے خجل دُرِّ عدن (4) भूषण
ہار ہیروں کا بہار اپنی جو دکھلاتا تھا
(۳۴) کوندتا چرخ پہ بجلی کا بھی چھپ جاتا تھا

جا بجا ہار میں تھے ناخنِ حارث ڈالے　　چشمِ بدبیں سے بچانے کو تھے گویا بھالے
نُور کنڈل کا بڑھاتے تھے دو بالا بالے　　چرخ پر جیسے نمایاں ہوں قمر کے ہالے
کردھنی خوب تھی سونے کی کمر میں ڈالی
(۳۵) دل کو جھنکار تھی نُوپُر کی لُبھانے والی

خوشنما رتن جڑے باہوں میں اُنکے جَوشَن گوہری دُرج میں دنداں صفتِ دُرِّ عدن
دلربائی کے لئے شکل یہ تھی مَند ہَنسَن تشنہ لب عاشقِ مضطر کے لیے چاہِ زقن
چل کے چال اپنی جب آنگن میں وہ دکھلاتے تھے
(۳۶) باپ ماں دل میں مگن دیکھ کے ہوجاتے تھے

راجہ دشرتھ جو بُلاتے تھے انھیں بہرِ طعام عام بچّوں کی طرح کھیل سے آتے نہ تھے رام
کرتے پانے کی ہیں کوشش جنھیں یوگیش تمام دھیان میں جس کے رہا کرتے ہیں شیوجی بھی مدام
مان کر آج اُسی برہمہ سے اپنا ناتا
(۳۷) دوڑتی پھرتی پکڑنے کو ہے اُس کو ماتا

اس طرح بال چرت رام جی دکھلاتے تھے گرد آلود وہ کبھی ہنس کے خود آجاتے تھے
راجہ دشرتھ انھیں آغوش میں بٹھلاتے تھے ہاتھ سے اپنے کھلا کر انھیں خود کھاتے تھے
حاجتیں سارے زمانہ کی جو بَر لاتا ہے
(۳۸) پریم کے ہاتھ سے خوش ہو کے وہی کھاتا ہے

تھا ہر اک ماہ یہ طرزِ عمل کوشلیا دیتی سو بھاگنیوں[1] کو تھیں وہ ملبوس وغذا — सौभागिनियो[1]
رہتی مصروف تھیں وہ رام کی سیوا میں سدا خانہ داری کے امورات سے کچھ کام نہ تھا
حال یہ طرفہ میں اک دن کا رقم کرتا ہوں
(۳۹) جو کہا ماں سے اُسے ضبطِ قلم کرتا ہوں

بے طرح بھوک ستاتی ہے مجھے سُن مائی کچھ نہ کچھ کھانے کو دے دودھ ہی بالائی
تھی جو اُس روز کسی کام سے وہ گھبرائی کی نہ اس بات کی ماتا نے کوئی شنوائی
مضطرب طفل مزاجی سے ہوئے رگھونندن
(۴۰) کردیئے چُور وہیں دودھ ہی کے برتن

بھائیوں کو بھی دیا رام نے کچھ خود کھایا لے کے کچھ ہاتھوں میں آنگن میں اُسے چھترایا
حال ماتا نے یہ بچوں کا جو اپنے پایا مُسکرائیں وہ پکڑنے کے لئے دَوڑایا
اُس کو آتی ہوئی دیکھا تو یہ چاروں بھاگے
(۴۱) لغزشِ پا سے اُدھر بڑھ نہ سکی وہ آگے

وصل میں برہمہ کے جس طور سے ہے کٹھنائی زحمتیں ہوتی ہیں مایا کی بہت دکھدائی
کھیل کر کھیل وہ جو بھکت کو ہوں سکھدائی آج ماتا کو دکھاتے ہیں وہی رگھورائی
آخرش دوڑ کے ماتا نے جو پکڑا اُن کو
ڈر کے مارے وہیں طفلی سے دیا رام نے رو (۴۲)

ماتا ماں کی بڑھی پریم سے دل بھر آیا ہو کے خوش گود میں اپنی اُنھیں تب بٹھلایا
جال ہے سارے جگت کے لئے جس کی مایا پریم کے بس ہے وہی آج چرا چر رایا
چاروں فرزند بڑھانے کے لئے پریم پرمود[1]
روز دکھلاتے تھے ماتاؤں کو یوں بال بنود[2] (۴۳)

کچھ دنوں بعد جو کچھ اور بڑھے راج کمار کی ادا آ کے گورُو دیو نے رسمِ زُنّار
وید ودیا میں ہر اک طور سے ہو کر ہشیار بعدہٗ دیکھی دھنُر وید[3] کی چاروں نے بہار
جاننے والے ہر اک شے کے بنانے والے
نیّرِ علم جہالت کے مٹانے والے (۴۴)

مصدرِ عقل و خرد مخزنِ جاہ و اقبال معدنِ فہم و ہنر منبعِ الطاف و نوال
علم کو جس کے کبھی آ نہیں سکتا ہے زوال دے جو تعلیم اُسے کس کی بھلا ہے یہ مجال
تھا یہ معمول کہ ہر صبح وہ فرخندہ شیم
پہلے ماتاؤں کے اور باپ کے چھوتے تھے قدم (۴۵)

کر کے نت کرموں کو تب لیکے کماں صبح و شام صید کے واسطے جنگل کو رواں ہوتے تھے رام
مار کر صید جو تھے باعثِ آزارِ عوام باپ کے پیش نظر کرتے تھے فرخ فرجام
لطف سے وقت بسر اپنا کیا کرتے تھے
منصبی فرض بھی جو کچھ تھا ادا کرتے تھے (۴۶)

غزل

مژدہ ہے اودھ کو یہ نسیم سحری کا ہے بادِ بہاری کو محل خوش خبری کا
آئے پئے تہنیتِ شہ شاہِ بہاراں پایا ہے ثمر آج جو راحت جگری کا

[1] प्रमोद
[2] बालबिनोद
[3] धनुर्वेद

ہیں رقص میں وہ اُنکے لبوں پر ہے تبسّم
پہنے ہوئے گلہائے چمن جامہ زری کا
ہیں فرطِ مسرت سے نوا سنج عنادل
طاؤس کا ہے رقص کہیں کبک دری کا
خنداں ہے ہر اک شکل یہاں صورتِ غنچہ
پھر جا بھی کسی جا پہ نہیں نوحہ گری کا
جس جا پہ ہو خود جلوہ فگن جلوہ مجسّم
اُس جا کی ہو کس طور بیاں جلوہ گری کا
کہتے ہیں سبھی شاہ سے ہو تم کو مبارک
اختر فلکِ بخت پہ یہ بہرہ وری کا
خوش ہو کے دیا اُس کو وہی جس نے جو چاہا
موقع ہے نراین یہی دریوزہ گری کا

ہے جوش پہ بحرِ کرمِ شاہِ اودھ آج
مل جائے گا نقشِ کفِ پا تجھ کو ہری کا

سوئیا
بھوپت کے سُت چار بھئے سُکھ سِندھ مہا چھبی کھانی سُہائی
دیت نچھاور چیر بچتر بھوشن سُندر دھینو منگائی
منگل مود اُچھاہ بھریو نگری سگری اَتی ہرش جنائی
شوبھا کے دھام بھئے جہاں رام سکے کو اُو کیسے چھٹا تیہی گائی

دوہا۔
ہرش ونت سب چر اَچر کریں اپسرا گان
پائے دشرتھ چار سُت منگل مود ندھان
رام بھرت لچھمن سُبھگ رپُو سودن وکھیات
گو گج بسودھا آبھرن دیت دان پتو مات

सवैया—भूपति के सुत चारि भए सुख-सिंधु महा-छबि-खानि सुहाई।
देत निछावर चीर विचित्र विभूषण सुन्दर धेनु मंगाई।
मंगल मोद उछाह भरयो नगरी सगरी अति हर्ष जनाई।
शोभा के धाम भए जहं राम सकै कोउ कैसे छटा तेहि गाई॥

दो०—हर्षवंत सब चरअचर, करहिं अप्सरा गान।
पाए दशरथ चारि सुत, मंगल मोद निधान॥
राम भरत लछिमन सुभग, रिपुसूदन विख्यात।
गो-गज-वसुधा-आभरण, देत दान पितु-मात॥

سرگ چوتھا

تاڑکا بدھ

کر کے اِس طور بیاں رام کے کچھ بال چرِتر　　جن کے سُننے سے ہو ہر اک دلِ ناپاک پوِتر
کہتے ہر کھیتؔ اُماسے ہیں کتھا اب وہ پِچتر　　لے گئے مانگ اُنھیں جیسے رِشی وِشوامتر[1] विश्वामित्र
جنم کا راز یہ روشن جو ہوا مُن بر بر
(۱)　آکے پہونچے وہ شہنشاہِ اودھ کے در پر

جب ہوا آنے کا رشی راج کے معلوم یہ حال　　لے کے دشرتھ گئے مرشد کو پئے استقبال
تخت پر لاکے بٹھایا اُنھیں باعزّ کمال　　جوڑ کر ہاتھ کیا بعد ازاں اُن سے سوال
کہئے کیا حکم ہے تکلیف جو فرمائی ہے
(۲)　یا مری حسرتِ دیدار بُلا لائی ہے

پھل سے درشن کے ملا آپ کے مجھ کو آنند　　پایۂ بخت بلندی سے ہوا اور بلند
سُن کے دشرتھ کے اِن الفاظ کو ہو کر خُرسند　　وِشوامتر لگے کہنے پس از لمحۂ چند
اسٹمی خواہ اماوش کبھی جب آتی ہے
(۳)　یا کوئی ساعتِ نیک اور جو ہو جاتی ہے

موِرتوں کے لئے کرتا ہوں ہوَن کا آغاز　　ہوتے ماریچ و سُباہ آکے ہیں رخنہ انداز
اس لئے آپ سے ہے عرض یہ اے بندہ نواز　　صحبتِ رام و لکھن سے مجھے کیجے ممتاز
پوچھئے جاکے جو مُرشد کو بھی کچھ عار نہ ہو
(۴)　قتلِ کُفّار ہو عُبّاد کو آزار نہ ہو

سُن کے تقریر یہ تھا جن میں نہاں حسنِ طلب　　فکر و تشویش سے تبدیل ہوئے عیش و طرب
ہو گئی دل میں تپش خشک ہوئے چہرہ و لب　　جاکے خلوت میں یہ مُرشد سے کہا شاہ نے تب
کہئے کس طور ہوں اب دونوں مُرادیں حاصل
(۵)　قول پورا ہو نہ ویراں ہو مگر خانۂ دل

عہدِ پیری میں ترحّم سے تمھارے مجھ کو راحتِ دل یہ ملے۔ ہیں یہ دُلارے مجھ کو
گو کہ چاروں پسر آنکھوں کے ہیں تارے مجھ کو لیکن ان سب میں بہت رام ہیں پیارے مجھ کو
ہیں عصا یہ نہیں دینا ہے گوارا ان کا
(۶) میری قوّت ہے ضعیفی میں سہارا ان کا

تب کہا مُرشدِ دانا نے کہ اے نیک رسیر ہو کے تم پریم کے بس جس کو سمجھتے ہو پسر
خوف کچھ بھی نہیں یہ رام ہیں بے خوف و خطر وِشنو(۱) کے روپ ہیں پرَبرہمہ یہی ہیں ایشور (۱) विश्व
ذاتِ کامل ہیں کسی کے بھی یہ محتاج نہیں
(۷) ہر پکارا انھیں حاجتِ افواج نہیں

اب میں کرتا ہوں بیاں تم سے وہ اسرارِ نہاں ہو گئے جن سے زمانہ میں یہ خود آج عیاں
رِشیوں اور مُنیوں کے جب دیت ہوئے دشمنِ جاں دیوتا آ گئے عاجز نہ ملی اُن کو اماں
خود ہی فرمایا تھا اوتار ہمارا ہوگا
(۸) نام گُم دہر سے اِن دیتوں کا سارا ہوگا

کہہ کے کچھ حال یہ دیتوں کے ستم کا تم سے اب بیاں کرتا ہوں میں عہدِ کرم کا تم سے
یعنی وہ قول جو تھا پہلے جنم کا تم سے جس سے خورشید یہ رگھوبنش میں چمکا تم سے
تم پرجاپت تھے کشپ نام سے مشہورِ جہاں
(۹) دیوتوں کی اَدِتی نام سے کوشلیا تھیں ماں

کی تھی تم دونوں نے جب سخت ریاضت بَن میں پایا بردان تھا بھگوان سے جو تھے پَن میں
پورا کرنے کا اُسی عہد کو اپنے من میں کر کے قصد آئے ہیں یہ آج بشر کے تن میں
شیش کے انش لکھمن وِشنو کے آدھا ہیں یہ
(۱۰) چکر اور سنکھ کے رپوہن بھرت اوتار ہیں یہ

یوگ مایا شری لچھمی بھی جنک آج کے گھر رونق افروز ہوئیں نام سے سیتا کے اُدھر
مصلحت ہے مری دانست میں کوشک سے اگر سیکھ لیں جنگ کے یہ جا کے کمالات و ہنر
جا کے کر دیں کے ستمگاروں کو مغلوب یہی
(۱۱) ہوگا شادی کا بھی ان چاروں کی اسلوب یہی

دیوتاؤں کا یہی راز ہے اے شاہِ زمن — ناروا ہے اِسے ہر شخص پہ کرنا روشن

ہوگئی بات عیاں ساری سُنے جب یہ سخن — غوطہ زن بحرِ مسرّت میں ہوئے ہوکے مگن

رام و لچھمن کو شہنشاہ نے تب بُلوایا

(۱۲) دیکھ کر کوشکِ دانا کی طرف فرمایا

کچھ دنوں بن میں کرو جاکے اطاعت انکی — جس طرح سے بھی ہو پوری ہو عبادت انکی

میری راحت ہے وہ اب جس میں ہے راحت انکی — چشم ساں تن ہے مرا روحِ بصارت انکی

خوش ہوئے رام و لکھن حکم پِتا کا پا کر

(۱۳) اور لی ماؤں سے بھی اپنی اجازت جا کر

لے کے تب تیر و کماں ترکش و شمشیر و تبر — دست بستہ ہوئے پھر آکے کھڑے دونوں پسر

غنچہ دل لب پہ سکوں اُنکی تھی قدموں پہ نظر — تھا یہ مطلب کہ عطا ہو ہمیں اب حکمِ سفر

اُن کو سینہ سے لگا کر شہِ دشرتھ بولے

(۱۴) لیجئے دونوں یہ ہیں رتن مرے انمولے

(۱) अशीष — اُن کو پا کر ہوئے خوش ہوگئے آسودہ مُنیش — ہو چرنجیو یہ مُن راج نے دی اُن کو آشیش[1]

رکھ کے پیروں پہ شہنشاہِ اودھ کے جگدیش — ساتھ مُن بر کے چلے اُن کی مٹانے تشویش

جا کے کچھ دور بٹھا کر انھیں تب پریم سے پاس

(۱۵) رِشی نے وِدّیائیں وہ دیں جن سے لگے بھوک نہ پیاس

اَتی بَلا اور بَلا نام کی دونوں وِدّیا — دیوتوں نے تھیں ریاضت سے جو کیں مُن کو عطا

ضعف ہوتا ہی نہ تھا جن سے بدن میں پیدا — تن میں آتی تھی توانائی تو چہرہ پہ ضیا

بعدہ ناؤ پہ گنگا سے گئے پار اُتر

(۱۶) تاڑکا بن میں ہوا تینوں کا تب جاکے گذر

یاد کرتے ہوئے ماں باپ کا وہ پیار دُلار — دیکھتے جاتے تھے ہر چار طرف بن کی بہار

(۲) गाधि सुत — گادھی سُت[2] نے یہ کیا رام کے تب گوشگذار — تاڑکا نام کی رہتی ہے اسی جا بد کار

ہے وہ اک شہرۂ آفاق جفا کاری میں

(۱۷) اپنا ثانی نہیں رکھتی ہے ستمگاری میں

ظُلم سے اُس کے ہے کمھلایا ہر اک غنچۂ دل　　عابدوں کی بھی عبادت میں وہ ہوتی ہے مخل
ماریئے اُس کو تو ہو دل کی تمنّا حاصل　　قتل ایسوں کا نہیں جُرم سمجھتے عاقل

سُن کے یہ بات چڑھایا جو کماں پر چلّا
(۱۸)
خشمگیں ہو گئی سُن کر وہ ستمگار صدا

سامنے آکے پھر اِس زور سے نعرہ مارا　　گونج اُٹھا شور سے اکبارگی جنگل سارا
حملہ آور ہوئی ان دونوں پہ وہ مکّارا　　جوڑ کر تیر اُسے رام نے تب للکارا

ایک ہی تیر نے بس کر دیئے ٹکڑے تن کے
(۱۹)
خون کی نہر بہی جسم سے دھارا بن کے

روح تب تن سے جدا ہو کے بصد جاہ و جلال　　یچھنی(۱) روپ میں پیوست ہوئی مثلِ خیال　　(۱) यक्षिणी
شاپ تھا مُن کا اُسے جس سے تھا دیتوں کا سا حال　　مخلصی رام نے دی دور کیا اُس کا ملال

پھر کے تب رام کے گرد اُس نے کیا اُنکو پرنام
(۲۰)
حکم سے اُن کے وہ ہنستی ہوئی پہونچی سُر دھام

پھول خوش ہو کے ملائک نے وہیں برسائے　　دونوں رام اور لکھن رشیوں کے دل کو بھائے
عقدۂ فکر کھلا پریم کے آنسو آئے　　منتر ہتھیاروں کے کوشک نے اُنھیں بتلائے

داغِ دل دور ہوا مُن کی پریشانی کا
(۲۱)
ہو گیا دل میں یقیں سختی کی آسانی کا

غزل

ہوئی تمنّائے دل جو حاصل شہِ اودھ کا نصیب چمکا
خوشی کی نوبت لگی جو بجنے نشان باقی رہا نہ غم کا
سُنا جو کوشک نے اُن کا آنا سوئے اودھ وہ ہوئے روانا
سُنایا دشرتھ کو عابدانا تمام قصہ غم و الم کا
جو دیکھا رگھوبر کا روئے انور دعا یہ آئی وہیں لبوں پر
کہ ہو ضیا بخشِ ہفت کشور یہ مہر اقبال اور کرم کا

نہ بارِ خاطر ہو گر جدائی تو دُشمنوں سے ملے رہائی
ملے گی آفاق میں بڑائی کریں گے انصاف یہ ستم کا
ہوئے پدر سے وہ دونوں رخصت تو دی یہ اُنکو دعائے برکت
رہو سدا ہمرکابِ عشرت چھپے نہ سورج کبھی حشم کا
خدنگِ دل دوز ایسا مارا کہ کھا کے غش گر پڑی خود آرا
ہوا جگر اُس کا پارا پارا دکھایا رستہ اُسے عدم کا
شریر پاکر وہ پچھنی کا گئی اُسی وقت سوئے جنّت
مٹایا رگھوبر نے شاپ اُس کا تو پاپ کاٹا جنم جنم کا
یہ رنج و راحت کے سب خزاین بدی و نیکی کے سب قراین
رہیں نہ باقی کبھی نراین جو نقش دل پر ہو اُس قدم کا

سوئیا۔ یاچت بھوپ کِشور ہیں کوشِک بھوپت بھے کر جوڑ کے ٹھاڑھے
بولن چاہے نریش نہ بول سکے کچھو اشرُو بلوچن باڑھے
پریم اِتے سُت کو اُت بھے مُنی راج کو پران پریو اَتی گاڑھے
لوچن دینھ یتھا بدھِ اندھیں لیت پرنت سوئی اب کاڑھے

دوہا۔ تب بسشٹ بہو بھانت سوں کیو ببدھ اُپدیش
کہی رہسیہ رگھوناتھ کر میٹیو موہ کلیش
ہرکھیو نرپ گُر بچن سُن سونپیو راجکمار
ہتی تاڑکا راہ میں کینھ تاسو اُدّھار

सवैया—याचत भूप-किशोरहिं कौशिक भूपति भे कर जोरि के ठाढ़े ।
बोलन चाहे नरेश न बोलि सके कछु अश्रु विलोचन बाढ़े ।
प्रेम इतै सुत को उत भय मुनिराज को प्रान परयो अति गाढ़े ।
लोचन दीन्ह यथा विधि अन्धहिं लेत परन्तु सोई अब काढ़े ।।

दो०—तब वशिष्ठ बहु भाँति सों, कियो विविध उपदेश ।
कहि रहस्य रघुनाथ कर, मेटयो मोह-कलेश ।।
हरष्यो नृप गुरु वचन सुनि, सौंप्यो राजकुमार ।
हती ताड़का राह में, कीन्ह तासु उद्धार ।।

سرگ پانچواں

اہلیا اُدّھار

بَن کے نظّاروں سے خوش ہوتے ہوئے لچھمن و رام ساتھ رِشی راج کے پہونچے بہ درِ خانۂ کام
مثلِ گلزار تھا دیکھا تو وہ دلچسپ مقام اک عجب منظرِ دلکش تھا پسندیدۂ عام
ہر کیاری پہ چمنِ خُلد کا دم بھرتی تھی
(۱) دور سب کسلِ مسافت کو صبا کرتی تھی

موسمِ گُل نے بنایا تھا وہیں اپنا مکاں جا بجا صانعِ قدرت کے کرشمے تھے عیاں
ناز و انداز سے چلتی تھی نسیمِ بُستاں نہ نکلتی تھی کسی برگ سے بھی بوئے خزاں
آ کر اُس روز وہیں رام نے کی رات بسر
(۲) دوسری صبح سِدّھ آشرم[1] پہ ہوا اُن کا گذر

یہ وہ استھان تھا رہتے تھے جہاں گادھی سُوَن پارساؤں کو عبادت کے لئے تھا یہی بَن
استراحت کو تھا رِشیوں کی یہ پاکیزہ چمن یہ جگہ وہ تھی جہاں کرتے تھے مُن لوگ مَنَن
عابدوں نے وہیں کوشک سے اجازت پا کر
(۳) کی ہر اک طور سے دونوں کی تواضع آ کر

صبح مشرق میں نظر جب شہِ خاور آیا تب مہا مُن سے مہاراج نے یہ فرمایا
سرکشوں کو مجھے دکھلائیے کرکے دایا کون ہوتا ہے عبادت میں مُخل مُن رایا
آپ بے خوف ہوں مشغولِ عبادت مُن ناتھ
(۴) جس طرح ہوگا کرونگا میں حفاظت مُن ناتھ

بات سُن کر یہ کیا جیوں ہی ہَوَن کا آغاز ہوئے ماریچ و سُباہو وہیں رخنہ انداز
لحم و خوں پھینک کے تب کرکے بدن اپنا دراز جھپٹے یوں بھائیوں پر جیسے کسی مرغ پہ باز
حملہ آور جو شری رام نے پایا اُن کو
(۵) اپنے دو تیروں کا آماج بنایا اُن کو

(1) सिद्धाश्रम

جاکے ماریچ پہ ناوک نے دکھایا یہ اثر — دم کے دم میں وہ گرا جاکے سمندر کے اِدھر
خوف کے مارے کچھ اس زور سے آیا چکّر — جابجا آنے لگے رام ولکھمن اُس کو نظر
آتشی تیر اُدھر جاکے سُباہو کو لگا
(۶) گر پڑا گِر کے جلا جل کے وہیں خاک ہوا

قتل لچھمن نے کیا فوج عدو کو جھٹ پٹ — جس طرح فصل کو کر دیتا ہے پالا چوپٹ
سر پہ مُنیوں کے جو اب تک تھی مصیبت گئی ہٹ — کارخانے گئے سب ظلم کے یک لخت پلٹ
دی دعا رِشی نے اُنھیں کر کے بڑائی کُل کی
(۷) دیوتا کرنے لگے چرخ سے بارش گُل کی

اُس طرف شبد سے جے جے کے تھا بھرپور گگن — اس طرف ہوتے تھے مُن لوگ بہت دل میں مگن
سِدّھ جن کرتے تھے ایشورج[1] کا اُن کے بَرنَن — گود میں اپنی بٹھا کر اُنھیں تب گادھی سُون
ڈوبے چھب سِندھو میں جب دل میں اُٹھی پریم ترنگ
(۸) حد خوشی کی نہ رہی دیکھا جو مُکھ چندر کا رنگ

کی ہر اک طور سے تب دونوں کی خاطرداری — شاد مُن لوگ ہوئے دُور ہوئی دُشواری
تین دن اُن کو سُنا کر وہ کتھائیں ساری — جو کہ ہیں مدرسۂ دیں میں ابھی تک جاری
چوتھے دن رام سے مُن بَر نے یہ ارشاد کیا
(۹) ہے دھنش یگیہ جنک نے ہے ہمیں یاد کیا

پوچھا ہے یگیہ وہ کیسا یہ کریں آپ بیاں — کون کرتا ہے اُسے کس لئے ہوتا ہے کہاں
بولے مُن راج کہ متھلا میں ہے شیوجی کی کماں — یگیہ کا اُس کے ہی ساماں ہے جنک جی کے یہاں
چل کے خود دیکھ لو تم اُسکو بتانا کیا ہے
(۱۰) ہوگا معلوم وہیں اُس کا فسانا کیا ہے

پہونچے تب رام ولکھمن دونوں کے ہمراہ شتاب — ساحلِ گنگ پہ ہوتا ہے جہاں دورِ عذاب
پھر کمل نین نے کوشک سے کہا کر کے خطاب — کس کا مسکن ہے یہ نزدیک گُلوں سے شاداب
نہر صاف اِس چمنستاں میں نظر آتی ہے
(۱۱) پھول اور پھل سے ہر اک شاخ جھکی جاتی ہے

[1] ऐश्वर्य

نام کیا اس کا ہے بتلائیے اے بحرِ کرم ہیں زمانہ کے سب آرام اِسی جا پہ بہم
چلتی اٹھلا کے نسیمِ سحری ہے ہردم دیکھ پڑتا نہیں کوئی بھی مگر نقشِ قدم
وہ جیسے کھیل ہے سنسار کی ساری رچنا
(۱۲) آج حیرت ہے لگی اُس کو یہ پیاری رچنا

بولے گوتم کہ کسی وقت یہ شاداب زمیں باغِ جنت سے بھی تھی بڑھ کے طرب خیز کہیں
بُلبُلوں سے تھی بھری تھے یہیں اک عالم دیں عابد و زاہد و عارف ہمہ دان و ہمہ بیں
تھے وہ اقلیمِ عبادت میں شہنشاہِ عباد
(۱۳) حکمراں مُلکِ زہادت میں رہا کرتے تھے شاد

پاک دل پاک روش نام تھا اُن کا گوتم بھول کر رکھتے نہ تھے نفس پرستی میں قدم
گौतम[1]
ہو کے خوش اُن سے پتر نے بہ اندازِ کرم دختر اپنی اُنھیں بیاہی تھی بصد جاہ و حشم
گلشنِ حُسن تھا یکتائے زمانا جس کا
(۱۴) رشکِ شمشادِ ارم تھا قدِ رعنا جس کا

نرگسی چشم سے نرگس بھی تھی پانی پانی ماہ کی عارضِ پُرنور میں تھی تابانی
شکل میں اپنا نہ رکھتی تھی جہاں میں ثانی حُسن وہ دیکھ کے ہوتی تھی جسے حیرانی
دیکھی اک دن جو بہارِ چمنِ حُسنِ بدن
(۱۵) اندر بھی بھول گیا اپنی شچی[2] اپنا وطن
शची[2]

جب ہوا دل پہ بہت حُسنِ اہلّیا کا اثر فکر سے آئی یہ تب وصل کی تدبیر نظر
گوتم اک روز سمجھ کر کہ ہوا وقتِ سحر جب نہانے کو گئے اندر نے تب آ کے اِدھر
شکل گوتم ہی کے ہم شکل بنائی اپنی
(۱۶) راہ ملنے کی تب اُس ماہ سے پائی اپنی

وصل کے بعد گیا تھا نہ ابھی دور کہیں لوٹ کر آ گئے گوتم اسی عرصہ میں وہیں
صورت اپنی سی جو دیکھی تو ہوئے چیں بجبیں پوچھا تو کون ہے انداز ہیں کیوں بر سرِ کیں
کیا تھا آنے کا سبب گر نہ بتلائے گا ابھی
(۱۷) شاپ دیدونگا میں تو جان سے جائیگا ابھی

خوف سے کانپ کے تب اُس نے دیا مُن کو جواب اَندر ہے نام ملا ہے مجھے سُرپت کا خطاب
نشۂ عشقِ اہلّیا سے میں ہو کر بے تاب بے خودی تھی کہ ہوا مُرتکب کارِ عذاب
ہوں سزا وارِ سزا فعل سے نادم ہوں میں
(۱۸) کیجئے مجھ پہ کرم آپ کا خادم ہوں میں

ہوں شَرَن آپ کی واجب ہے عنایت کی نظر رحم ہو مجھ پہ ہے ورنہ مری دُشوار بسر
اَندر کہہ کر یہ گرا قدموں پہ با دیدۂ تر بددُعا طیش میں مُن آکے یہ لائے لب پر
لے کے آیا تھا ہوس جس کی تو اے عہد شعار
(۱۹) جسم ناپاک پہ تیرے وہ نمایاں ہوں ہزار

شاپ یہ اَندر کو دے کر جو بڑھے گوتَم پاک سامنے آئی نظر اُن کو اہلّیا غم ناک
اشک تھے آنکھوں میں تھی شکل پہ اُڑتی ہوئی خاک خوف سے لرزہ ندامت سے تھا سینہ صد چاک
تابِ غصّہ نہ رہی نام کو مُن کے تن میں
(۲۰) بولے تو سنگ کی مانند پڑی رہ بَن میں

کچھ نہ کھانے سے غرض ہوگی نہ پینے کی طلب دھوپ بارش کی تکالیف تو سہ روز و شب
دھیان ہر آن ہو وہ باعثِ آرام و طرب جس سے کٹ جائیں ترے پاپ مٹیں رنج و تعب
کوئی طائر بھی نہ مارے گا یہاں آج سے پر
(۲۱) بھول کر بھی کسی جاندار کا ہوگا نہ گذر

جب ہزاروں برس اِسطور سے کٹ جائیں گے پاپ سنتاپ ہرن رام یہاں آئیں گے
داستاں ساری یہ کوشک اُنھیں بتلائیں گے اُن کے آتے ہی بُرے دن یہ نہ رہ پائینگے
اُن کی بھگتی سے تو سب پاپوں سے نیاری ہوگی
(۲۲) ہونگے ہم پھر ترے اور پھر تو ہماری ہوگی

بددعا دے کے گئے رشی تو ہمالہ کو اُدھر شاپ نے اپنا دکھایا یہ اہلّیا پہ اثر
ہوگئی گر کے یکایک وہ وہیں مثلِ حجر دیکھئے وہ ہی شلا ہے یہ جو آتی ہے نظر
ہے یہی دخترِ برہما زنِ گوتم ہے یہی
(۲۳) مُنتظر آپ کے دیدار کی ہر دم ہے یہی

چشمِ رحمت ہو اگر اس پہ تو یہ تر جائے ساغرِ دل مئے عشرت سے ابھی بھر جائے
پاپ سب دور ہوں سنتاپ سراسر جائے خاکِ پا آپ کی اُڑ کر اگر اس پہ جائے

چھُو کے پیروں سے کیا رام نے تب اسکو پرنام
(۲۴)
اور کہا ہوں شہِ دشرتھ کا پسر نام ہے رام

خاکِ پا رام کی لگتے ہی شِلا دور ہوئی رونق افروز وہ مثلِ مہِ پُر نور ہوئی
روزِ روشن سے مُبدّل شبِ دیجور ہوئی کلفتیں مٹ گئیں سب پاپ سے مغفور ہوئی

جلوۂ رام جو اُس دم نظر آیا تھا اُسے
(۲۵)
یوں کہا دیو نے کر جا سے بتایا تھا اُسے

ریشمی تھا تنِ پاکیزہ پہ پٹ پیت برن ابر زرّیں کی ہو جس طور سے گردوں پہ پھبن
چار بھج چکر گدا سنکھ پدم جلوہ فگن رشکِ گلبرگ تھے لب صورتِ غنچہ تھا دہن

مند مُسکان تھی چہرہ پہ عیاں من ہاری
(۲۶)
تھی چھٹا چندر کی مُکھ چندر پہ اُنکے واری

اُن کے سینہ پہ بھی شری[1] بتس کا نشاں تھا عیاں نیل من کی سی چمک جسم پہ تھی جلوہ کناں श्रीवत्स[1]
برق کا تابشِ زنّار میں ہوتا تھا گماں پد کمل دونوں تھے بھگتوں کیلئے راحتِ جاں

ہو گیا جنم سپھل رام کا دیدار ہوا
(۲۷)
خوابِ غم رہ نہ گیا بخت بھی بیدار ہوا

گر پڑی اُنکے قدم پر وہ ہوئے اشک رواں یاد آیا اُسے گوتم نے کیا تھا جو بیاں
تب سمجھ کر وہ اُنھیں خالق و آرامِ جہاں پھول پھل لائی پرستش کے لئے اُن کی وہاں

خوش ہوئی کر کے ہر اک طور سے پوجا اُن کی
(۲۸)
استتی کرنے لگی تب یہ اہلیا اُن کی

استتی ۔ جے جے اسراری جن ہتکاری جیتِ جیتِ بھگوانا
بھگتن سکھ کاری نر تن دھاری رہت موہ مد مانا

स्तुति जय जय असुरारी जनहितकारी जयति जयति भगवाना ।
भक्तनसुखकारी नर-तनु-धारी रहित मोह-मद-माना ॥

جے جگت نواسی گھٹ گھٹ باسی اتی شے کرپا ندھانا
برہما شیو شارد کووِد نارد کرت سدا گن گانا
شوبھا گن کھانی شیش نہ جانی مہما نگم پُرانا
پہرے بن مالا بھجا بشالا کر سوہت دھنو بانا
پد پدم پراگا لہی دُکھ بھاگا جنم سپھل میں مانا
جے جے شری کنتا آدی نہ انتا بدھ مہیش نہیں جانا
برہما دی مہیشا روپ وِشیشا پالت رچت وناشت
ست رج تم کارن بھو بھے ہارن تینہوں لوک پرکاشت
جیہی پد نکھ پاون بہی سُہاون سُرسری کل مل ہارنی
مم شیش دھری جگدیش ہری تیہی دھور کلیش نوارنی
دینہیو رِشی شاپا بھا پرتاپا دارن بپت اُٹھائی
اب سو میں جانا ہت کر مانا دیکھیوں چھٹا سہائی
میں ادھم کُناری تم اگھ ہاری چرن شرن تو آئی
نج بھکتی سہاونی شیو من بھاونی دیجے موہیں رگھورائی

जय जगत-निवासी घट-घट-वासी अतिशय कृपा-निधाना ।
ब्रह्मा शिव शारद कोविद नारद करत सदा गुणगाना ॥
शोभा-गुण-खानी शेष न जानी महिमा निगम पुराना ।
पहिरे वनमाला भुजा विशाला कर सोहत धनु बाना ॥
पद-पदुम-परागा लहि दुख भागा जन्म सफल मैं माना ।
जय जय श्रीकन्ता आदि न अन्ता विधि महेश नहिं जाना ॥
ब्रह्मादि महेशा रूप विशेषा पालत रचत विनाशत ।
सत-रज-तम-कारण भव-भय हारण तीनहुं लोक प्रकाशत ॥
जेहि पद-नख पावन बही सुहावनि सुरसरि कलिमलहारिणि ।
मम शीश धरी जगदीश हरी तेहि धूरि कलेश निवारिणि ॥
दीन्हेउ ऋषि शापा भा परितापा दारुण विपति उठाई ।
अब सो मैं जाना हित करि माना देखेंउ छटा सुहाई ॥
मैं अधम कुनारी तुम अघहारी चरणशरण तव आई ।
निज भक्ति सुहावनि शिव-मन-भावनि दीजै मोंहि रघुराई ॥

دوہا - بھکتی سہت جو پاٹھ کر یہ اَستُتی مَن لائے
مُکت پاپ سنتاپ سوں ہوئے برہمہ پد پائے
بانجھ سُنے جو پُتر ہت اَتی اُتّم سُت ہوئے
وِیبھچاری گتی پاوئی وِشے بھوگ سب کھوئے

غزل

جہاں میں ہر جگہ جلوہ ہے اُسکی خوش ادائی کا — زمانہ بھر میں چرچا ہے اُسی کی کبریائی کا
کروڑوں چاند سورج سے بھی بڑھ کر نور ہے اسمیں — مہ و خورشید کو ہے ناز در پہ جبہہ سائی کا
بڑھایا دروپدی کا چیر دھرو کو دی اَچل پدوی — مٹا دالِدر پایا بِپّر نے پھل آشنائی کا विप्र
وہ چاہے جسکو بخشے دم کے دم میں تاج شاہانہ — پنہا دے گر وہ چاہے شاہ کو جامہ گدائی کا
مٹا دے نقشِ ہستی کا اشارہ سے اگر چاہے — ارادہ کیا عدو اُس سے کرے جنگ آزمائی کا
شِلا کو نازنیں کی شکل دی تارا اہلیا کو — مٹایا دل سے نقشِ کالجہ مُن کی جدائی کا

جواب بھی جاگ اُٹھے سوتے سے نارائن تو بہتر ہے
ملے گا پھر نہ عقبیٰ کے لئے موقع کمائی کا

سوئیا - پگ دھورِ سوں دِوّیہ شریر لہیو رِشی کی رمنی کر جورِ کہی
مگ جات ہو تات پیادہیں جو نہیں مارگ ایک پکھان رہی
ہت کینہ مہا رشی شاپ دیو پد پنکج لوچن لاہو لہی
مم شاپ مٹیو دکھ دوش کٹیو مُن بات کہی جو بھئی سو سہی

दो०—भक्ति सहित जो पाठ कर, यह अस्तुति मन लाय।
मुक्त पाप संताप सों, होय ब्रह्मपद पाय॥
बांझ सुनै जो पुत्रहित, अति उत्तम सुत होय।
व्यभिचारी गति पावई, विषय-भोग सब खोय॥

सवैया—पग धूरि सों दिव्य शरीर लह्यो ऋषि की रमणी कर जोरि कही।
मग जात हो तात पयादहिं जो नहिं मारग एक पषान रही॥
हित कीन्ह महा ऋषि शाप दियो पदपंकज लोचन लाहु लही।
मम शाप मिट्यो दुख दोष कट्यो मुनि बात कही जो भई सो सही॥

دوہا - بلی کے ہت جن پگن تے ناپیو تینہوں لوک
تن کی رج مم شر پرے مٹے شاپ دُکھ شوک
بھکتی انوپم پائے کے پہونچی پتی کے دھام
نارائن دھکار توہیں جو نہ بھجسِ اس رام

سرگ چھٹواں

رام سیتا بیاہ

اِس طرح دیکھ اہلیا کو سُگتی[1] دینیال ساتھ کوشک کے بڑھے آگے وہ فرخندہ خصال
دیکھ کر روئے منوّر کی تجلّیٔ جمال بخت واقبال ہوے دونوں رفاقت سے نہال
رام نے جاکے لب گنگ جو کی ناؤ طلب
(۱) جوڑ کر ہاتھ کہا اُن سے یہ ملّاح نے تب

حیرت انگیز اثر آپ کی لیلاؤں میں ہے فرق کیا پتھروں اور کاٹھ کی ان ناؤں میں ہے
بات پہلے ہی سے مشہور یہ کل گاؤں میں ہے حُسنِ تکوینِ بشر آپ کے ان پاؤں میں ہے
دیتے پتھر کو ہیں جیون یہ سجیون ہو کر
(۲) کیسے پریوار کو پالوں گا میں نو کا کھو کر

گرد پڑ جائے گی پیروں کی اگر اس پہ کہیں اک پری بن کے یہ اُڑ جائیگی ہے مجھ کو یقیں
پرورش کے لئے کل کی مرے پر روئے زمیں اک سوا اس کے کوئی اور سہارا ہی نہیں
پیٹ پریوار کا میرے یہی بھر دیتی ہے
(۳) بال بچّوں کو اگر ہے تو یہی کھیتی ہے

[1] सुगति

दो०—बलि के हित जिन पगन ते, नापेउ तीनहुं लोक।
तिन की रज मम शिर परे, मिटे शाप-दुख-शोक॥
भक्ति अनूपम पाइ के, पहुँची पति के धाम।
'नारायण' धिक्कार तोंहि, जो न भजसि अस राम॥

پار جانا ہی اگر آپ کو ہے مدِّ نظر　　　دیجئے حکم لگن میں ابھی لاؤں جاکر
آزمائش کے لئے پاؤں کو دھو کر رگھوبر　　　دیکھ تو لوں میں کہ کیا کاٹھ یہ ہوتا ہے اثر

یہ تو پتھر سے بھی اے رام جی ہلکی ہونگی
(۴)
خوف ہے اُڑ نہ کہیں جائیں ہماری ڈونگی

خوش بہت سنکے یہ تقریر ہوئے رگھورائی　　　اور اجازت اُسے کہہ کر یہ عطا فرمائی
دور جس طور سے ہو چشمۂ دل کی کائی　　　کر دہی جس سے مٹے وہم ترا دُکھدائی

حکم یہ رام سے ملّاح نے جس دم پایا
(۵)
بھر کے پانی سے لگن کاٹھ کا فوراً لایا

پار را جدا دکئے پہلے جو دھوئے وہ چرن　　　بعدہٗ دور کیا اپنا ہر اک رنج و محن
لے گیا کشتی پہ پھر اپنی بِٹھا کر آسن　　　پار اُن کو جو ہیں بھوسندھ اگم پار کرن

تھی ایکادش وہ سُدی کوار کی جس صبح کو رام
(۶)
پہونچے متھلا میں کیا مُنیوں کے نزدیک قیام

پائی جس دم پسرِ گادھی کے آنے کی خبر　　　نذر کے واسطے پھل پھول لئے لعل و گہر
اپنے ہمراہ شتانند کو بھی لے جاکر　　　دھر دیا قدموں پہ مُنِ بر کے جنک راج نے سر

دیکھ کر بھائیوں کے چہرۂ نورانی کو
(۷)
کر سکے ضبط نہ وہ جذبۂ روحانی کو

بولے کیا نام ہیں کس کے ہیں یہ دونوں فرزند　　　روئے انور سے عیاں جن کے ہے اقبالِ بلند
دونوں نارائن و نر تن میں ہیں گویا پابند　　　جن کے دیدار سے حاصل ہے مجھے برہمانند　ब्रह्मानन्द[1]

بات متھلیش کی سُن کر یہ پسندیدہ و خوب
(۸)
بولے کوشک کہ یہ ہیں سارے جہاں کے محبوب

آئے ہیں شکلوں میں انسان کی لے کر اوتار　　　راجہ دشرتھ کے ہیں مشہورِ جہاں راجکمار
ہیں یہ رام اور یہ لکھن دونوں ہیں میرے غمخوار　　　مانگ لایا ہوں انھیں بہرِ سزائے کفّار

تاڑکا کو فقط اک تیر سے مارا جس نے
(۹)
ہر لیا آتے ہی دُکھ درد ہمارا جس نے

دے کے مارِیچ و سُباہو کو مع فوج شکست تاڑ مُن پتنی کو تھی جو کہ شِلا میں پیوست
کر کے بیداد گروں کو یہ ہر اک طور سے پست دیکھنے آئے ہیں اب یگیہ یہاں پر سرِ دست

دیکھ کر شیو کی کماں آپ جو دکھلائیں گے
(۱۰) ساتھ میرے یہ اجودھیا کو پلٹ جائیں گے

سُن کے کوشک کی یہ تقریر ہوا خوش دلِ زار لے گئے ساتھ جنک تب انھیں اپنے دربار
رام و لچھمن کی مُدارات بہ صد عزّ و وقار کر کے منتری کو بُلا کر یہ کیا تب اظہار

اس جگہ جلد وہ شیو جی کا دھنش منگوا دو
(۱۱) چکرورتی کے پسر ہیں یہ انھیں دکھلا دو

حکم منتری یہ گیا پا کے جو فی الفور اُدھر بولے کوشک سے جنک راج جھکائے ہوئے سر
کھینچنے کو اِسے انسان و ملک شکلِ بشر آئے تو کچھ نہ ملا اُن کو بجز یاس مگر

زوردار ایک سے اک آئے تو دنیا بھر کے
(۱۲) ہل نہ پایا یہ مگر پھر گئے طاقت کر کے

ہو گیا ہے مرا یہ عہد زمانہ میں عیاں اپنی طاقت سے اٹھائیگا جو شیو جی کی کماں
چھتری بیر[1] گدا گر ہو کہ ہو شاہِ جہاں بیاہ دوں گا اُسے سیتا کو نہیں اس میں گماں ([1] ویر)

تاب اٹھانے کی اسے کوئی مگر لا نہ سکا
(۱۳) فخر و اعزاز یہ دنیا میں کوئی پا نہ سکا

یہ کماں وہ ہے اُٹھانے کو جسے ایک ہی بار زورِ شاہانِ زمانہ نے کیا تھا ناچار
ہل سکی تھی نہ ذرا اپنی جگہ سے زنہار جس طرح ہل نہ سکے جز و زمیں ہو کے بچار

تھی خبر کیا مجھے یہ عہد غضب ڈھائے گا
(۱۴) کوئی شنکر کے دھنش کو نہ اُٹھا پائے گا

ہوتی اس بات کی پہلے سے اگر مجھ کو خبر ہو گئے تاب و توانائی سے محروم بشر
عہد کرتا نہ میں یہ آج نہ ہوتا مضطر اور پاتا نہ پشیمانی و غیرت کا ثمر

حیف تقدیر یہ لے کر کوئی آیا ہی نہیں
(۱۵) زوجِ سیتا کا تو برہما نے بنایا ہی نہیں

لاکے منتری نے اسی عرصہ میں وہ قوسِ گراں کھینچ لائے تھے ہزاروں جیسے اُس جا یہ جواں
رام کے پیشِ نظر کرکے کیا حال بیاں جیسے خوش ہوکے عطا کی تھی وہ شیوجی نے کماں
اُس کو اک روز تھا سیتا نے ہٹایا جیسے
(۱۶) عہد شادی کا تھا یہ دل میں سمایا جیسے
تب کئے رام سے اِسطور یہ کوشک نے کلام کھینچ دو اس کو تو مل جائے جنک جی کو مرام
جانکی اور سُنینا[1] کی ہو تکلیف تمام فخر و اعزاز کا حاصل ہو تمھیں بھی انعام
دیکھ کر ہار گئے راون و بانا اِس کو
(۱۷) اور ہلا پائے نہ دنیا کے توانا اِس کو
حکم پاکر یہ اُٹھے رام بصد جاہ و جلال اُنکے چہرہ سے نمایاں نہ طرب تھا نہ ملال
کرکے محسوس جو سیتا کی تھا تشویش کا حال دل میں اک بار کیا اپنے گورُو جی کا خیال
جا کے نزدیک ابھی صرف اُٹھائی تھی کماں
(۱۸) کھینچ کر زہ نہ جھکائی نہ چڑھائی تھی کماں
یک بیک ہاتھ کے لگتے ہی کماں ٹوٹ گئی تھی جو فکرِ دلِ مغمومِ جنک چھوٹ گئی
یاس راجاؤں کی اُمید کا گھر لوٹ گئی اُن کی تقدیر یہ تھا ارمان جنھیں پھوٹ گئی
جس طرح آئے تھے مُنھ لیکے سدھارے اپنا
(۱۹) نُور کھو دیتے ہیں جیوں صبح کو تارے اپنا
دستِ نازک سے گری ٹوٹ کے جو قت کماں اسقدر شور ہوا گونج اُٹھا سارا جہاں
ہفت اقلیم ہلے چرخ پہ آیا طوفاں چاند سورج کے بھی گھوڑوں کی گئی چھوٹ عناں
جاگ اُٹھے اپنی سمادھی سے جو تھے گوشہ نشیں
(۲۰) اپنے پیروں سے وہیں داب لی لچھمن نے زمیں
جلوہ گر ہوکے تب آکاش پہ برہم و شیو مہیش پھول برسانے لگے اُنپہ بہ ہمخوا ہٴ خویش
شبد گردوں پہ نگاڑوں کا تھا جے رام رمیش جس طرف سنئے صدا آتی تھی جے جے اودھیش
شاہِ متھلا کی کوئی حدِ مسرت نہ رہی
(۲۱) خواہشیں ساری برآئیں کوئی حسرت نہ رہی

[1] सुनैना

پریم اور پریت سے سینہ سے لگایا اُن کو گود میں فرطِ محبت سے بٹھایا اُن کو
سربسر مردمکِ چشم بنایا اُن کو روپ جو دل میں تھا وہ اب نظر آیا اُن کو
رانیوں نے یہ خبر پا کے خوشی کے مارے
دیدیئے دان میں محتاجوں کو زیور سارے (۲۲)

کر کے تب جانکی ماتا کا سراپا شرنگار زیوروں کی بھی دکھا کر تنِ زیبا پہ بہار
جشن کا راگ سناتے ہوئے سوئے دربار لے چلیں سکھیاں اُنھیں کرتے کو لوکِک[1] بیوہار — लौकिक व्यवहार
مند مُسکان تھی۔ ہاتھوں میں طلائی مالا
ماہ ساں جسم وہ سانچے میں تھا گویا ڈھالا (۲۳)

دیکھ کر مہر نما رام کے چہرہ کا جلال دل ہی دل میں ہوئیں سیتاجی بہت اپنے نہال
مُدعا اپنا ہوا شرم سے آنکھوں کو محال گا کے سکھیوں نے کہا اُن سے کہ ڈالو جیمال
دونوں ہاتھوں سے رماجی نے اُٹھائی مالا
رام کی گردنِ زیبا میں پنھائی مالا (۲۴)

دیکھ کر نیچی نگاہوں سے وہ راجیو[2] چرن شکل آنکھوں میں تھی جنکی تھی لگی جن سے لگن — राजीवचरण
جانکی جی نے یہ چاہا اُنھیں چھولیں کہ معًا آگیا یاد اُنھیں رِشی پتنی کا آکاش گمن
کچھ تو اس وہم سے کچھ شرم سے مجبور ہوئیں
حال سکھیوں نے جو دیکھا یہ تو مسرور ہوئیں (۲۵)

ہو چکے ختم رسوم اور فرائض جس دم جانکی جی چلیں ایواں کو مگر سُست قدم
ویاس جی کرتے ہیں یوں اُنکی وجاہت کو رقم سیکڑوں چاند تھے گویا تنِ اقدس پہ بہم
یا یہ کہیئے کہ تھیں خود حسن سراپا سیتا
سربسر نور تھیں یا نور کا سانچا سیتا (۲۶)

جا کے کوشک سے کہی تب شتہ متھلا نے یہ بات اے کہ سرچشمۂ اکرام و سراجِ ظلمات
چشمِ رحمت سے فقط آپ کی اے نیک صفات مل گیا آج مجھے یہ ثمرِ نخلِ حیات
بھیج کر دُوت قبول آپ اگر فرمائیں
شاہ کو ہم مع بارات یہیں بلوائیں (۲۷)

لکھ کے پیغامِ مسرت کا وہیں پر نامہ بعد ازاں کرکے باعزاز رقم سرنامہ
قاصدِ چست وسبک گام کو دے کر نامہ بھیجا متھلا سے اودھ راج کو خوش تر نامہ
نامہ بر لے کے چلا نامۂ عشرت جس دم
(۲۸) بادِ صرصر ہوئی غیرت سے مثالِ شبنم

جب سنا یہ کہ جنک پور سے قاصد آیا شاہ نے بر سرِ دربار اُسے بلوایا
سُن کے خوش رام کا اعزاز ہوئے رگھورایا اُن کو گویا یہ مسرت کا ملا سرمایا
لے کے اُس نامۂ عشرت کو خود آگے بڑھ کر
(۲۹) راج دربار میں دشرتھ نے سنایا پڑھ کر

دے کے تب حکم کہ بارات کی ہو تیاری ساتھ چترنگنی[1] سینا بھی چلے گی ساری — [1] चतुरंगिनी सेना
آمدِ جشن میں دیواروں پہ ہو گُل کاری جوئے بخشش بھی غریبوں کیلئے ہو جاری
جا کے رنواس میں پھر پڑھ کے سنایا نامہ
(۳۰) شتروہن اور بھرت کو بھی دکھایا نامہ

رانیوں کو یہ ملی بیاہ کی جس وقت خبر دان بُلوا کے غریبوں کو دیئے لعل وگہر
جسطرف سنئے تھی آوازِ بدھائی کی اُدھر رشکِ فردوس تھے سب جتنے اجودھیا میں تھے گھر
باجے بجتے تھے اور آنند کی سرسائی تھی
(۳۱) نغمۂ سور کی ہر سمت صدا چھائی تھی

ہوگئی بات زمانہ میں یہ فوراً مشہور بیاہ سے رگھوبر وسیتا کے ہوئے سب مسرور
جا کے تب عرض یہ کی شاہ نے مُنی بر کے حضور آپ ہی کی یہ عنایات وکرم کا ہے ظہور
دن بدھاتا نے جو یہ آج دکھایا مجھ کو
(۳۲) شیو مہاراج نے اعزاز دلایا مجھ کو

پیرِ مُرشد نے کہا سُنکے یہ دشرتھ کے کلام نیک کرموں کا تمھیں اپنے ملا ہے انعام
بھیج کر اب یہی لازم ہے کہ جلدی سے پیام لیکے بارات کو متھلا میں کریں چل کے قیام
دل میں خوش ہوگئے یہ حکمِ گُرو کا پا کر
(۳۳) خود ہی پیغامِ خوشی راجوں کو لکھا جا کر

سج کے بارات ادھر ہو گئی فوراً تیار　　راجگاں آئے اجودھیا کے تھے جو باجگذار
کر کے گورُ دیو کو اور رشیوں کو تب تھ پہ سوار　　رانیوں کو لئے ہمراہ بصد عزّ و وقار
چلدیئے شاہِ اودھ کہہ کے شری سِدّھ گنیش
(۳۴) آئے سب نیک شگوں اُنکو اُسی دم درپیش

بائیں جانب نظر آئی اُنھیں سبزک کی قطار　　کھیت میں دہنی طرف زاغ دکھاتا تھا بہار
ہر بشر کو ہوا مچھلی کا دہی کا دیدار　　سامنے گائیں ملیں کرتے ہوئے بچھڑوں کو پیار
صف ملی دہنی طرف پھر اُنھیں مرگوں کی کھڑی
(۳۵) ہر طرف چھیم[1] کی دیتی تھی صدا چھیم[2] کری

الغرض نیک شگوں پا کے یہ بارات چلی　　بادِ عشرت سے کھلی شہ کی تمنّا کی کلی
جھول یوں ہاتھیوں پہ ہوتی تھی معلوم بھلی　　جس طرح ابر میں سورج کی کرن ہو نکلی
ناچ راکب کہیں رہواروں کا دکھلاتے تھے
(۳۶) رامشی نغمۂ دلچسپ کہیں گاتے تھے

پہلے اونٹوں کی تھی جنپر تھے لدے طبل۔قطار　　کوہ تن ہاتھیوں کی اُنکے ہی پیچھے تھی بہار
پھر پیادہ تھے لئے ہاتھ میں اپنے تلوار　　تب براتی تھے وہ سب جو تھے مراکب پہ سوار
تھے کہار اُس میں جو فینس کو اُٹھانے والے
(۳۷) تیز بڑھ کر وہ ہوا سے بھی تھے جانے والے

اُس طرف جب یہ ملا چلنے کا بارات کے حال　　جا بجا بھیجے جنک راج نے پکوانوں کے تھال
ندی اور نالے وہ جن پر سے گذرنا تھا محال　　اُن پہ پُل ہو گئے تعمیر بہ تعجیلِ کمال
صاف سڑکیں ہوئیں راہیں نئی تعمیر ہوئیں
(۳۸) استراحت کے لئے اُن میں تدابیر ہوئیں

لے گئے سب کو جنک راج یہ تو قیر وہاں　　بڑھ کے سُرلوک سے بنوایا تھا جنواس جہاں
حال کس طور سے ہو اُس کی سجاوٹ کا بیاں　　پُر تکلّف تھا ہمہ عیش پئے پیر و جوان
جس کو جس شے کی تمنّا تھی وہی پاتا تھا
(۳۹) دیوتاؤں کا بھی من دیکھ کے للچاتا تھا

[1] क्षेम
[2] क्षेमकरी

آ کے دشرتھ سے لپٹ گئے ہوئے گا دھ سُوَن دوڑ کر باپ کے قدموں پہ گرے رام و لکھن
پا کر اُن کو ہوئے یوں دل میں اودھ راج مگن جیسے نادار کوئی پائے جو انمول رتن
چشمِ نابینا کو مل جائے بصارت جیسے
(۴۰) جسمِ بے جاں کو ملے روح کی نعمت جیسے

رکھ کے رام اور لکھن قدموں پہ گوہر دیو کے سر جا کے ماتاؤں کے قدموں پہ جھکے نورِ نظر
گود میں لے کے اُنھیں پیار سے با دیدۂ تر لعل و زر ماؤں نے بیٹوں پہ کئے نیو چھاور
تب ملے شترو دمن اور بھرت جی سے گلے
(۴۱) مل کے احبابِ اقارب سے وہ ایواں کو چلے

قصر تھا جس میں شہنشاہِ اودھ کا نواس وشو کرما نے بنایا تھا ہر اک اُسمیں سپاس
دیکھ کر اُس میں جو موجود تھے سب بھوگ بلاس دیوتا بھول گئے اپنا وطن اندر نواس
تھا ہر اک رختِ مسرت سے وہ معمور محل
(۴۲) صنعتِ صانعِ قدرت سے تھا پُر نور محل

مخملی فرش خیاباں پہ بچھا تھا نایاب جا بجا تھی در و دیوار پہ الماس کی تاب
خُلد کو بھی تھا ہر اک چیز سے اُس جا کی حجاب خوبیاں ایسی تھیں جس میں کہ نہ تھا جن کا جواب
تھا یہی قصر ہوئے جس میں شری رام مقیم
(۴۳) رِدّھیاں[1] جس میں تھیں سب لیکے سرانجام مقیم

دیکھ کر جوششِ کوشل[2] کی ہوئی مہمانی عین حیرت میں تھی عقل و خردِ انسانی
بات جو راز کی تھی وہ نہ کسی نے جانی سب نے متھلیش ہی کی اس میں بڑائی مانی
جانکی جی کی کرامات جو مرقوم ہوئیں
(۴۴) اک سوا رام کسی کو بھی نہ معلوم ہوئیں

اس قدر سب کی جنک راج نے کی پہونائی بھول کر یاد کسی کو نہ مکاں کی آئی
دلرُبا طرزِ تواضع جو وہاں کی پائی بن گیا جوششِ محبت سے ہر اک شیدائی
بیاہ کے پہلے یوں ہی ہفتوں وہ بارات رہی
(۴۵) اِک نئے طور سے روز اُس کی مدارات رہی

[1] ऋद्धियाँ
[2] कौशल

رہ گیا دہر میں جس وقت نہ بارش کا نشاں — آیا اگہن کے مہینہ کا طرب خیز سماں
کرکے سامان ہر اک بیاہ کا تب اپنے یہاں — جاکے دشرتھ سے جنک جی یہ ہوئے عرض رساں
ساعت نیک ہے اب حکم اگر مل جائے
(۴۶) بیاہ کی رسمیں ہوں سج بیاہ کی محفل جائے

الغرض شاہِ اجودھیا کو بہ اخلاص و ادب — چاروں شہزادوں کو اور جتنی تھی بارات وہ سب
کل گورو اور رکھیشر کا تھا جن جن کا لقب — لیگئے ساتھ جنک جی انھیں تعظیم سے تب
ہاتھی گھوڑے پہ تو رتھ پہ نظر آتا تھا کوئی
(۴۷) بیاہ تھا رام کا پھولا نہ سماتا تھا کوئی

مالکِ عرش و زمیں کا تھا یہ الطاف و کرم — خلقتِ ارض و سما آکے ہوئی در پہ بہم
تھا ہجوم اتنا۔ تھی خالی نہ زمیں ایک قدم — دوار پوجا کی تھی تیاری بصد جاہ و حشم
بھائیوں کی جو رُکی در پہ سواری آکر
(۴۸) آرتی اُن کی سُنینا نے اُتاری آکر

خوش ہوئیں دیکھ کے خوش دامنیں چاروں داماد — آئی گویا کہ بہ اکبارگی سب اُن کی مراد
لے گئے تب اُنھیں متھلیش وہاں با دلِ شاد — تھا جہاں بیاہ کا منڈپ جو تھا خوبی میں زیاد
خوشنما ہیروں سے مرصوع ستوں تھے جسکے
(۴۹) تارِ زر لؤلؤ میں پروئیں سے فزوں تھے جسکے

برہمن وید وہاں پڑھتے تھے سب ایک طرف — دیوتا بیٹھے تھے دیدار طلب ایک طرف
تھی کھڑی ساری رعایا بہ ادب ایک طرف — عورتیں نغمہ سرا تھیں بہ طرب ایک طرف
کرتی تھیں گان مدھر راگ سے انواع کے راگ
(۵۰) شیام کلیان۔ بلاول۔ کبھی کھماچ۔ بہاگ

بیٹھنے کے لئے تب دے کے رتن سنگھاسن — کل پروہت نے جنک جی نے بہت ہوکے مگن
راج گورو دیو بسشٹ اور منی گادھی سون — دائیں بائیں جو شری رام کے تھے جلوہ فگن
دھو کے پیر اُن کے جنک راج نے پا بوسی کی
(۵۱) شکل وہ رہ نہ گئی کلفت و مایوسی کی

رام کے تب قدم پاک جنک نے دھو کر — پریم سے اُس چرنودک(۱) کو لیا رکھ سر پر चरणोदक(१)
پاکے جن پد کملوں کو کبھی چترا نن وہر — طرفۃ العین کو بھی پھیر نہیں سکتے نظر
تر گئی دھول سے جن پاؤں کے ناری مُن کی
(۵۲) بھکت تفسیر کیا کرتے ہیں جن کے گُن کی

جن سے جگ پاونی سُرسَر کا ہوا جگ میں ظہور — دھیاں میں جن کے سدا پاتے ہیں جوگیش سُرور
دیکھ کر گرد اُنھیں پاؤں کی کرتے ہوئے دُور — ہر بشر کرتا تھا خوش بختی کا اُن کی مذکور
پنچمی تتھی(۲)۔ تھا برہسپت کا دن اور مین لگن तिथि(२)
(۵۳) اُوترا(۳) چاند کا تھا مہر کا عقرب مسکن उत्तरा(३)

وید منتروں سے بدھاتا نے بصد دانائی — جب کرایا شہِ متھلا سے ہون سکھدائی
آہوتی اگنی نے خود آکے وہاں پر پائی — کُل میں جو رسم تھی سورج نے وہ سب بتلائی
دیوتا آئے تھے سب ذکر ہو کس کا کس کا
(۵۴) بہرہ ور ہونے کو مقسوم تھا جس کا جس کا

تب بُلا کر شری سیتا کو جنک جی نے وہاں — بیاہ کی رسمیں وہ کرتے ہیں جنھیں ویدبیاں
کی ادا ساتھ سُنینا کے ہر اک با دل و جاں — بے نواؤں کو ملے سیم و زر و لعل و جُماں
پاس متھلیش کے بیٹھی تھیں سُنینا ایسی
(۵۵) جلوہ گر شیل کے ہمراہ ہوں مینا جیسی

کر کمل جانکی کے ہاتھ پہ اپنے رکھ کر — اچھت اور جل سے دیا ہاتھ پہ رگھوناتھ کے دھر
کر چکے رسم جنک پانی گرہن(۴) کی جو ادھر — کر کے سامان اُدھر مُنیوں نے پھیری بھانور पाणिग्रहण(४)
رام نے دستِ مبارک سے تب اپنے سیندُور
(۵۶) لے کے کی مانگ شری جانکی جی کی پُر نُور

لا کے تب سکھیوں نے کہبر(۵) کی بھی کی رسم ادا — سُرستی جانکی کو رام کو گرراج سُتا कोहबर(५)
کور کو ہاتھ میں دے کر بصد انداز و حیا — اُن کو سکھلاتی ظرافت سے تھیں اطوارِ وفا
دیکھ کر اُن کا جُگل(۶) رُوپ امِت سُکھ راسی जुगलरूप(६)
(۵۷) جنم کا پاتے تھے پھل اپنے جنک پُر باسی

رام وسیتا کے اِدھر بیاہ کا تھا جو اسلوب بھائیوں کی تھی اُدھر ویسی ہی شادی مرغوب
مانڈوی نام سے کُش کیت کی تھی دختر خوب شاہِ متھلا نے کیا اُسکو بھرت سے منسوب
اُورمِلا اپنی کماری کو لکھن سے بیاہا
(۵۸) اور شُرت[1] کیرتی کو شترودمن سے بیاہا

श्रुति कीर्ति[1]

جس طرح سِندھُ نے لچھمی کا دیا وشنو کو دان دے کے گرجا کو کیا شیل نے شیو کا سنمان
جانکی رام کو دی جان کے اُن کو بھگوان اور کیا حال تب اسطور جنک جی نے بیان
بارش اک بار نگر میں جو نہیں ہوتی تھی
(۵۹) یگیہ کرنے کے لئے میں نے زمیں جوتی تھی

پھال[2] کے پڑتے ہی دھرتی یہ ہمارے ہل کی دامنِ ارض سے یہ شکلِ منوّر جھلکی
طرفہ تر نذر ملی مجھ کو جو یہ بھوتل[3] کی تاب رُکنے کی رہی مجھ میں نہ پھر اک پل کی
دوڑ کر گود میں بس اس کو اُٹھایا میں نے
(۶۰) اپنی اولاد اسے گھر لاکے بنایا میں نے

फाल[2]

भूतल[3]

چونکہ اُس حصّۂ قلبہ کو سبھی اہلِ شعور نام سے کہتے ہیں سیتا کے جہاں میں مذکور
تھی یہی وجہ کہ جس وجہ سے یہ چشمۂ نور ہوگئی نام سے سیتا کے جہاں میں مشہور
ایک دن گوشۂ خلوت مجھے جب بھایا تھا
(۶۱) آکے نارد نے مرے پاس یہ فرمایا تھا

مژدۂ روح فزا تجھ کو بتادوں راجن یعنی وہ راز مٹے جس سے ہر اک فکر و محن
مارنے کے لئے دیتوں کو رماجی کے رمن اور دکھانے کے لئے دھرم کا دنیا میں چلن
رام بن کر پسرِ شاہِ اودھ آئے ہیں
(۶۲) اپنے انشوں کو بھی ہمراہ وہیں لائے ہیں

ہے یہ سیتا اُنھیں پربرہمہ کی راجن مایا خوش نصیبی سے جسے تُو نے زمیں سے پایا
تجھ کو لازم ہے بہر حال کہ یہ سرمایا نذر کر اُن کو اُنھیں نے ہے اسے اپنایا
لکشمی ہے یہ اِدھر ہیں وہ اُدھر لکشمی ناتھ
(۶۳) لکشمی عام ہے ناموں میں بہت خوب ہے ساتھ

دے گئے تھے یہ نصیحت مجھے نارد جب سے میں نے سمجھا تھا انھیں وشنو کی مایا تب سے
بیاہ کی فکر تھی ہر دم مجھے بڑھ کر سب سے مانگتا تھا سحر و شام دعا یہ رب سے
ہو دیا تیری تو سب کام مرے بن جائیں
(۶۴) خود ہی تشریف مرے گھر پہ سیا بر لائیں

ایک دن جبکہ مرا تھا اسی تشویش میں دل یہ کماں یاد پڑی مجھ کو جو تھی کوہ خجل
تھی اُماپتی کی کسی اور سے سکتی نہ تھی ہل تریپُراسُر[1] کی جو یکبار بنی تھی قاتل
مورتوں کو مرے شیوجی نے جو دے ڈالی تھی
(۶۵) تھی گراں اتنی کسی نے نہ کبھی ٹالی تھی

کر لیا ہم نے اُسی دن سے یہ پیمانِ اہم اپنی طاقت سے کماں شیو کی یہ کر دیگا جو خم
کوئی انساں کہ مُلک رُتبہ میں عالی ہو کہ کم جانکی اپنی یہ دیدیں گے اُسے بیاہ میں ہم
آئے سُن کر یہ سبھی - کچھ بھی کسی کی نہ چلی
(۶۶) اتنی بھاری تھی کہ تل بھر بھی نہ ٹالے سے ٹلی

دیوتا عرش سے آئے تھے جو کر کے آہنگ اپنی دکھلاتے ہوئے قالبِ انساں میں اُمنگ
دیکھ کر وہ بھی یہ شنکر کی کماں صورتِ سنگ ہوئے نادم نہ رہا یاس سے چہرہ کا وہ رنگ
راجگاں لوٹ گئے شرم کے مارے سارے
(۶۷) دل کے دل میں رہے ارمان ہمارے سارے

آپ کا لطف ہوا مجھ پہ یہ مُن راج عجیب آگئے آپ کے ہمراہ یہ خود میرے قریب
مُدعا دل کا مرے آج ہوا مجھ کو نصیب شور بختی کی کٹی رات اُٹھے جاگ نصیب
دیکھ کر بائیں طرف سیتا کو رگھورائی کی
(۶۸) کہہ کے یہ دونوں کے قدموں پہ جبیں سائی کی

آپ ہی کی یہ دیا ہے کہ جو بِدھِ وشنو ۔ مہیش سرجتے پالتے کرتے ہیں وِناشن اودھیش
بلی ہوئے آپ کے اکرام سے پاتال نریش آپ نے دُور اہلیا کا کیا پاپ کلیش
آپ کے پد کملوں کا جسے دھیان آتا ہے
(۶۹) پار بے خدشہ وہ بھو سندھ سے ہو جاتا ہے

[1] त्रिपुरासुर

دیوتا آپ ہی کے گُن کا کیا کرتے ہیں گان   آپکی بھکتی سے ہو جاتے ہیں بھگت آپ سمان
شوک دُکھ آپ مٹانے کو ہیں اُن کے بلوان   رام جی کرتے ہیں جو آپ کے اوصاف بیان
آرزو ہے یہ مری آپ جو بر لائیں تو خوب
پد کمل آپ کے دل میں مرے بس جائیں تو خوب (۷۰)

شارَدا اور شیش بھی لیکر جو ہزاروں اوتار   خوش نصیبی کا مری آپ کے گُن کا اظہار
کلپ[۱] سوا لاکھ تک اکساتھ کریں لیل و نہار   تو بھی ہے مجھ کو یقیں پیش نہ پائیں زنہار
ہر طرح آپ نے دی ہے یہ بڑائی مجھ کو
مل گئی قیدِ تعلق سے رہائی مجھ کو (۷۱)

(۱) कल्प

زندگی کا ثمر اپنی جو جنک جی کو ملا   سو کروڑ اشرفی دیں لعل دیئے بیش بہا
مرکب اک لاکھ تھے پیدل تھے کہیں اُن سے سوا   رتھ ہزاروں دیئے ہاتھی دیئے اُن کو صد ہا
چار سَو داسیاں متھلیش نے دیں سیتا کو
دیں بہت پالکیاں گائیں زمیں سیتا کو (۷۲)

گُرو وسِسٹھ و بھرت و لکشمن و شترودمن   بام دیو اترِی شہنشاہِ اودھ گادھی سُوَن
کرکے ہر اک کا جنک جی نے وہاں پر پوجن   دی رضا اپنی پئے واپسی سوئے وطن
رام و سیتا سے ملے تن کی خبر بھول گئے
گیان و یراگ کے سادھن کے ہنر بھول گئے (۷۳)

مائیں روتی ہوئی سیتا سے ملیں خوب گلے   دھرم کے اُنکے دیئے اُن کو کچھ اُپدیش بھلے
ہر زباں سے یہی الفاظ دعا کے نکلے   عیش میں باغِ حیات انکا سدا پھولے پھلے
دھرم جو اُنکا تھا سکھیوں نے سکھایا اُن کو
طرز خدمت کا بزرگوں کی بتایا اُن کو (۷۴)

جس کے پتی برت کا ہے مشہور جہاں میں آچار   پتی کی سیوا ہی فقط ہے جسے اپنا شرنگار
یوگ مایا وہی رہتی ہے جو سارا سنسار   آج سکھلاتی ہیں سکھیاں اُسے کو لک بیوہار
سارے پریوار کو اور سکھیوں کو جب بھینٹ چکی
سیتا پھر ماں کی طرف فرطِ محبت سے جھکی (۷۵)

صورتِ غم نظر آتا تھا وہ ایوانِ بریں لوگ سب سوزِ جدائی سے تھے مغموم و حزیں
دیکھ کر قصر کو ہوتا تھا یہ اُس وقت یقیں اُس میں گویا ہیں مجسّم قلق و رنج مکیں
ماؤں نے اپنے کلیجے سے لگایا اُن کو
(۷۶) دے کے تسکین محافوں میں بٹھایا اُن کو

کرکے پرچھن[۱] دُر و دینار کئے نیوچھاور تب چلیں پالکیاں چھوڑ کے ایوان کا در
تھا یہ اخلاص و محبت کا اَودھ پت کے اثر دور تک ساتھ گئے اُن کے جنک چھوڑ کے گھر
بارہا سُن کے یہ متھلیش کہ پھریئے گھر کو
(۷۷) آئے پھر رکھ کے اَودھ پت کے قدم پر سر کو

گھر کی جانب جو کیا شاہِ اَودھ نے آہنگ طبل و نقارہ و شہنائی و قرنا و مردنگ
زور سے بجتے ہوئے سُنکے سبھی ہوگئے دنگ تو جوانوں کے اُٹھی سُن کے انھیں دل میں اُمنگ
عرش سے باجوں کی پیہم جو صدا آتی تھی
(۷۸) اُن سے ٹکراتی تھی دل لوگوں کے دہلاتی تھی

غزل

ساقی شرابِ عشقِ حقیقت مشام دے جس میں ترا سُرور بھرا ہو وہ جام دے
جاتے ہیں آج سوئے جنک پُور رام جی خلقت کو اُن کی شادی کا بڑھ کر پیام دے
سیتا کا سوچ اور سُنینا کا دُکھ مٹا خواہش جنک کو جس کی ہے تو وہ مرام دے
توڑی کمان شیو کی تھی جس دستِ ناز سے سایہ میں تا ابد ہمیں اُس کے قیام دے
چھونے کو جانکی جی جنھیں بڑھ کے رُک گئیں اُن پد کمل کا دھیان مجھے صبح و شام دے
ماتائیں دیکھ کر اُنھیں دیتی تھیں یہ دعا یارب جہاں میں عیش تو اِن کو مدام دے
نارائن آرزو ہے یہی اپنی روز و شب
مقبول ہو جو تجھ کو مجھے وہ کلام دے

سہرا

کچھ عجب ہے سرِ نوشاہ پہ آنِ سہرا تاب کس کی ہے کرے کون بیانِ سہرا
ساتھ میں گوہر و الماس کے تارِ زر سے پھول گوندھے جو گئے بن گئے جانِ سہرا

[۱] परछन

ہر کلی جانِ تبسم ہے کھلی جاتی ہے ہنس کے دکھلاتے ہیں گُل حُسنِ نہانِ سہرا
ہے گُلِ عدن کی اور دُرِّ عدن کی تزئین ہے یہی باعثِ افزونیٔ شانِ سہرا
سِلکِ گوہر کی فلک پر ہے ثُریّا تمثیل ماہ ساں روئے مُنوّر ہے میانِ سہرا
تہنیت کے لئے فردوس سے آئے ہیں مَلک دیکھ کر فرقِ مُبارک پہ نشانِ سہرا
ہو ترا آین پہ بھی تیرا کرم اے کانِ کرم
سالکوں میں ہو درخشاں وہ بسانِ سہرا

مبارک بادی

یہ شُبھ دن شبھ گھڑی آئی مبارک ہو مبارک ہو یہ عیش و جشنِ لاثانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک ہو بصد شوکت برات آئی اجودھیا سے شہِ کوشل کی مہمانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک ہو تنِ اقدس پہ پوشش زرد جامہ کی یہ سہرا سر پہ نورانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک شاہ متھلا کو ختن ہو رام سا پانا زرافشانی دُرافشانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک راجہ دشرتھ کو ثمر اپنی ریاضت کا کمالِ جذبِ روحانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک جانکی جی کو ہوں رگھوبر اور رگھوبر کو سیا چھب رُوپ گُن کھانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک دیوتوں کو ہو خوشی میں پھول برسانا یہ رحمت اُن پہ رضوانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک ظلِّ دستِ لطفِ ایزد اُنکے ہو سر پر رہیں خوش راجہ اور رانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک تجھ کو نا آین عُروسی کے تصدق میں
عطا و فضلِ رحمانی مبارک ہو مبارک ہو

سوئیا
سانورو سُندر راجکمار کماری سیا چھب رُوپ مئی
ہرش بھیو سبہیں اور دمپت کی منسا بدھ پورِ دئی

सवैया—सांवरो सुन्दर राजकुमार कुमारि सिया छबि-रूप-मई ।
हर्ष भयो सबहीं अरु दम्पति की मनसा बिधि पूरि दई ॥

برکھ پرسوں دکھاوت دیون پنتھ سُہاون راہ بھئی
پانڑی گہیو کرمیں کرُنا کر بھومی سُتا گہی بانھ لئی
دوہا - مدمنگل دایک بِبِدھ سیا رام کر بیاہ
نارآین گاوت لہت آنند اُمنگ اُچھاہ

سرگ ساتواں

پرسرام جی سے ملاقات

کچھ بیاں بیاہ کا اس طور پہ کرکے احوال حال آگے کا بیاں کرتے ہیں اب واقفِ حال
ہمرہِ فوج و حشم صاحبِ اقبال و جلال گھر کو جاتے تھے نہ تھی فکر نہ تھا کوئی ملال
تین یوجن[1] نکل آئے وہ جنک پور سے جب
اپنے مُرشد سے کہا شاہِ اودھ نے بہ ادب (۱)
راز داں آپ ہیں اور آپ ہی آگاہِ مآل آپ ہیں مُظہرِ خاطرِ ہر عاصی و ضال
جانتے آپ ہیں سب ماضی و مستقبل و حال آپ کے بدر کو ہو ہی نہیں سکتا ہے زوال
کیا سبب ہے کہ نظر میری جدھر جاتی ہے
رنج و کربت کا مرقع مجھے دکھلاتی ہے (۲)
سُن کے مُن بر یہ اودھ راج کے معقول کلام بولے ہنس کر کہ نہیں خوف کا کوئی ہے مقام
دیتے ہیں گو یہ شگوں سب کسی دہشت کا پیام ہے یقیں مجھ کو مگر نیک ہی ہوگا انجام
گھوم کر تم کو ہرن دیکھو جو یہ جاتے ہیں
ان سے آثار نظر مجھ کو بھلے آتے ہیں (۳)

[1] योजन

वर्षि प्रसून दिखावत देवन पन्थ सोहावनि राह भई।
पाणि गह्यो कर में करुणाकरि भूमि सुता गहि बांह लई॥
दो०—मुद-मंगल-दायक विविध, सिया राम कर ब्याह।
'नारायन' गावत लहत, आनँद-उमँग-उछाह॥

ختم کر بھی نہ ابھی پائے تھے اتنی گفتار — دفعتاً ہو گئی جب تیز ہوا کی رفتار
پڑ کر آنکھوں میں ہوا موجبِ آزار غبار — آ گیا سامنے تاریکی کا عالم اک بار
بعد دم بھر کے وہ ظلمت کا اثر دور ہوا
(۴) سامنے جلوہ فگن پیکرِ پُر نور ہوا

غور سے پھر جو کیا شاہِ اودھ نے دیدار — سامنے اپنے یہ دیکھا کہ ہیں جمدگن[1] کمار — जमदग्नि-कुमार[1]
شکل پر قہر و غضب کے تھے ہویدا آثار — تن پہ تھی برق نما جن کے نمایاں زنّار
ماہِ نو قشقۂ سیما میں نظر آتا تھا
(۵) پرتوِ مہر لٹیں دیکھ کے شرماتا تھا

تھی چمکتی ہوئی اک ہاتھ میں مضبوط کماں — دوسرے ہاتھ میں اُنکے تھا تبر دشمنِ جاں
روبرو دیکھ کر اس طور انھیں شاہِ جہاں — کانپنے ڈر سے لگے اُنکے گئی تاب و تواں
دھیان تعظیم کا دل میں نہ مدارا کا رہا
(۶) دیجئے مجھ کو اماں فقرہ یہ اک مُنھ سے کہا

گر کے پیروں پہ ہوئے اُنکے جو کچھ ہوش بجا — عرض یوں کرنے لگے اُن سے کہ ہو عفو خطا
کیجئے رحم مرے حال پہ اے بحرِ سخا — اور مرے نورِ نظر پر نظرِ لطف و عطا
لائے خاطر میں وہ دشرتھ کی نہ یہ بات اپنی
(۷) رام سے بولے دکھا کر میں کرامات اپنی

چھتری ورنہ ہیں جتنے ترے ہمراہ یہاں — مار کر اِن کا مٹا دوں گا زمانہ سے نشاں
تمکنت ہے تجھے کس بات پہ کر مجھ سے بیاں — کیا مِلا توڑ جو دی تو نے وہ دیرینہ کماں
کچھ بھی شنکر کے دھنش کا نہ ہوا پاس تجھے
(۸) دل میں آیا نہ تبر کا بھی مرے باس تجھے

خشم آلودہ پرسرام کے سُن کر یہ کلام — مسکراتے ہوئے یوں اُن سے مخاطب ہوئے رام
جرم میرا ہے نہیں آپ نہ یوں قاتلِ عام — لیجئے آپ کے قدموں پہ ہے یہ فرقِ غلام
کہئے کیا حکم ہے لاؤں بسر و چشم بجا
(۹) آپ کے چہرۂ انور پہ نہیں خشم بجا

پہونچے جس وقت سخن رام کے یہ بر سرِ گوش   اک بیک اُن کی طبیعت میں بڑھا اور بھی جوش
بولے تو بادۂ پندار سے ہو کر مدہوش   مجھ پہ رکھتا ہے مری رُعب بھری شکل کا دوش
کرکے توہین مری مجھ سے نہیں ڈرتا ہے
(۱۰) دمِ غلامی کا مری طنز سے تو بھرتا ہے

نامِ نامی سے مرے ہو کے جہاں میں مشہور   آج اسطور سے مجھ کو ہی دکھاتا ہے غرور
جنگ کر مجھ سے کہ ہو دل کا ترے دور فتور   ہنس کے تب اُن سے لکھن بولے کہ اے نیک شعور
میں نے توڑی تو کمانیں کئی بالا پن میں
(۱۱) لیکن آیا نہ کبھی آپ کے غصہ من میں

ایسی تھی کیا وہ کماں آپ کے دل کو بھائی   جس کا غم اتنا ہے آتے ہیں نظر سودائی
بات سُن کر یہ جو لڑنے کی روش کچھ پائی   قہر کی آگ میں جلنے لگے بھرگو کُل رائی[1]   [1] भृगुकुलराई
بولے کیوں اتنا اہنکار دکھاتا ہے تو
(۱۲) قوسِ شنکر کو کمانوں سا بتاتا ہے تو

خندہ پیشانی سے لچھمن نے کہا ہنس کے کہاں   میرے نزدیک تو ہیں ساری کمانیں یکساں
توڑنے میں نہ تھا اُس کے کوئی سُود اور نہ زیاں   خود بخود لوٹ گئی چھوتے ہی بوسیدہ کماں
کہنہ تو یوں ہی تھی وہ رام کا کچھ دوش نہیں
(۱۳) بے سبب ہوتے ہیں مُرتاض جفا کوش نہیں

ڈانٹ کر بولے کہ شاید نہیں تجھ پہ یہ عیاں   چھتری کُل کو تبر ہے یہ مرا دشمنِ جاں
بارہا خاک میں راجاؤں کو کر کر کے نہاں   دی زمیں بپروں کو تھی میری ہی یہ تابِ تواں
وہ تبر جس نے سہس باہو کو مفقود کیا
(۱۴) چاہتا دہر سے تجھ کو بھی ہے نابود کیا

اب بھی ماں باپ کا دم اپنے نہ تو ضیق میں ڈال   ہو نہ جائے مرا یہ پھر سایہ ترے واسطے کال
بولے سومتر تبسم سے کہ اے ذاتِ کمال   اس تبر کا مجھے کیا آپ دلاتے ہیں خیال
کوہ کی طرح یہاں سب ہیں کوئی کاہ نہیں
(۱۵) کون ہے آپ کی قدرت سے جو آگاہ نہیں

دم بدم مجھ کو تبر یہ جو دکھاتے ہیں حضور کیا یہ خواہش ہے کریں کوہ کو اک پھونک سے دور
دیکھ کر تیر و تبر اور یہ اندازِ غرور جنگ کا دل میں ارادہ تو مرے کچھ تھا ضرور
لیکن اب جان کے میں آپکو بھرگو کُل کا چراغ
(۱۶) گر بجھا دوں تو لگے دامنِ رگھوبنش میں داغ

اس لئے قتل نہیں آپ کا اب مدِّ نظر بات پوشیدہ یہ اک دل میں کھٹکتی ہے مگر
زہر کا جب ہے فقط آپ کی باتوں میں اثر کس لئے آپ لئے پھرتے ہیں یہ تیر و تبر
قہر سے بولے پرسرام سنبھل جا اب بھی
(۱۷) آگئی موت تری آگے سے ٹل جا اب بھی

دیکھ کر شکل تری یہ ہے جو مانندِ شفق دل مرا قتل سے رُک جاتا تھا ہوتا تھا قلق
تیری باتوں سے مگر ہو گیا سینہ مرا شق درگذر کرنے کے لائق ہی نہیں تو مطلق
مثلِ حنظل کے ہے تو زہرِ شرارت سے بھرا
(۱۸) یا یہ کہئے گلِ تر بوئے خسارت سے بھرا

ہنس کے لچھمن نے کہا اُنسے کرکے صاف بیاں سیکھی اسطرح سے کہئے تو خوشامد ہے کہاں
دیکھئے غور سے تو مجھ میں نہیں کوئی نشاں ہے شفق آپکی آنکھوں کی ہی سُرخی میں عیاں
طرزِ الطاف نیا آپ یہ دکھلاتے ہیں
(۱۹) گالیاں دینے میں بھی پھول جھڑے جاتے ہیں

لطف پر آپ کی جب شکل یہ ہے خوف بھری طیش آنے پہ تو کچھ ہو گی عجب جلوہ گری
دیکھ کر بھرگو کو تب وہ بہ پریشاں نظری بولے کیوں اپنے ہنر سے ہے تجھے بے خبری
کیوں مری آنکھوں میں ظلمت کا سماں چھایا ہے
(۲۰) رحم کیوں آج طبیعت میں مری آیا ہے

دیکھ کر بڑھتے ہوئے طیش پرسرام کا رام دین دُکھ درد ہرن شوک نوارن سُکھ دھام
روک کر بھائی کو یوں کرنے لگے خود ہی کلام بے سبب آپ اُٹھاتے ہیں یہ تکلیف تمام
جُڑ سکے گی نہ کماں جنگ و جدل خوب نہیں
(۲۱) شکل کیا اور کوئی آپ کو مرغوب نہیں

آپ لڑنے کی عبث دے گے یہ ہم کو دھمکی　　دیکھنے والے ہیں کچھ اور بھی صورت غم کی
ہوتی پروا نہ اگر بنش[1] کی اپنے ذم کی　　راہ مسدود ابھی آپ کے کرتا دم کی　　[1] वंश
آپ نے پھر بھی لڑائی کی اگر ٹھانی ہے
تو ہمیں بھی نہ کوئی ڈر نہ پریشانی ہے　　(۲۲)

عرصۂ جنگ میں رکھے گا کوئی جب کہ قدم　　چاہے طاقت میں زیادہ ہو وہ ہم سے کہ ہو کم
چھتری ہیں تو نہ لڑنے سے ہٹیں گے کبھی ہم　　دشمنوں پر نہیں لکھا ہے کرے مہر و کرم
سچ ہے کچھ میری بنائی ہوئی یہ بات نہیں
رن سے ہٹ جائے جو رگھوبنش کی وہ ذات نہیں　　(۲۳)

دو گمش باندھ ہی لیں ہم جو مذمت پہ کمر　　تو بھی ہم کو نہیں آتا ہے کوئی ایسا نظر
ہفت اقلیم میں جس کا ہو ہمیں خوف و خطر　　عاجزی جس کی کریں جھکے دھریں پاؤں پہ سر
آپ کا کُل ہے وہ جس پر کوئی الزام نہیں
ہو کرم اُس کا تو دشمن کا رہے نام نہیں　　(۲۴)

سُن کے بھرگو بنش تلک[2] رام کے اس طورِ سخن　　عین حیرت میں پڑے بھول گئے طرزِ فتن　　[2] भृगुवंश तिलक
یک بیک مٹ گئی تھی اُنکے جو چہرہ پہ شکن　　ہٹ گیا پردۂ ظلمت تو ملا گیان رتن
دِشنو کی ہے یہ کماں اُن سے کہا لو اسکو
وہم سب دور ہو میرا جو چڑھا دو اسکو　　(۲۵)

خود بخود دیتے ہی ہاتھوں میں کماں ہو گئی خم　　دیکھ کر اُن کا یہ اعجاز مٹا مَن کا بھرم
لے کے تب تیر کو ترکش سے بہ اندازِ ستم　　بولے بھرگو بر سے یہ رگھوبر کہو آماج بہم
کہیئے تو دونوں قدم آپ کے نابود کروں
یا رہِ ہر دو جہاں آپ کی مسدود کروں　　(۲۶)

ہو گیا دور یہ سُن کر رُخِ تاباں کا جمال　　تب سماجت سے لگے کہنے کہ اے دیندیال
آگیا یاد ہمیں اپنا وہ گذرا ہوا حال　　کھُل گئے مجھ پہ تمھارے سبھی اوصافِ کمال
تم کو میں جان گیا اب کہ ہو بھگوان تمھیں
تم رمے سب میں ہو سنسار کی ہو جان تمھیں　　(۲۷)

چکر تیرتھ[1] عہدِ طفلی میں مرے دل میں جو اک بار آیا　چکر تیرتھ یہ کیا وشنو کا تپ من بھایا
ہو کے خوش مجھ پہ رماناتھ نے کی تھی دایا　دیکھ کر مجھ کو کمل مکھ سے تھا یہ فرمایا
ہو گے اب خوش مری مایا کا سہارا پا کر
(۲۸) لو سہس باہو سے تم باپ کا بدلا جا کر

دل کا اس طرح سے ہو جائے جو پورا ارمان　جا کے چھتریوں کا تب صفحۂ ہستی سے نشان
بست و اکبار مٹا کر سنو اے رہبر سُجان　دینا کشیپ کو تم آنند سے سنسار کا دان
ہو گا دشرتھ کے یہاں تریتا میں اوتار مرا
(۲۹) تب تمھیں ہو گا جنک پور میں دیدار مرا

اپنی شکتی یہ تمھارا جسے کرتا ہوں معیں　کھینچ لوں گا اسے میں تم سے اسی وقت وہیں
کلپ بھر میری عبادت میں تب اے گوشہ نشیں　زندگی کرنا بسر عیش سے بر روئے زمیں
روپ اُن کا نہ وہ پھر مجھ کو نظر آیا تھا
(۳۰) جو مجھے حکم ملا میں وہ بجا لایا تھا

آج معلوم ہوا حال تمھارا مجھے رام　ہو تمھیں دہر کا آغاز تمھیں ہو انجام
ساکیت[2] جگ نے جس وقت تمھارا تھا لیا پریم سے نام　ہو گیا تھا تمھیں ساکیت[2] میں دشوار قیام
دیوتوں کے لئے برہما کی دعا مان گئے
(۳۱) تم چھپے ہم سے مگر ہم تمھیں پہچان گئے

اپنا وہ نور کیا تھا جسے میرا حامی　لے لیا آج اسے آپ نے مجھ سے سوامی
अनुगामी[3] ہو گیا جنم سپھل یہ مرا انتر جامی　آپ کا آپ کے درشن سے ہوا انوگامی[3]
رہ کے مایا میں بھی مایا سے الگ رہتے ہیں
(۳۲) آپ کو سکھ سے نہ مطلب ہے نہ دکھ سہتے ہیں

अवस्थाएं[4] گم[5] چھ اوستھائیں[4] وہ جن میں کہ ہے اگیان کا گم[5]　آپ کو ان میں سے دے سکتی نہیں کوئی بھی غم
جیسے دریا میں ہو کف آگ میں ہو دود بہم　ویسے ہی آپ کی مایا میں بھی شکتی ہے بہم
ایک قسم اس کی وہ ودیا جو کہی جاتی ہے
(۳۳) وشنو کو رکھتی ہے ہر شے میں نظر آتی ہے

دوسری قسم اوِدّیا کی ہے جو رگھو رائی روپ اگیان ہے اِسکا ہے یہی دُکھدائی
اس کے ہی سایہ کی ظلمت ہے دلوں پرچھائی چشمِ دل کی نہ ہو کر یہ تو کُھلے بینائی
جب تک انسان میں پندار کی بو رہتی ہے
(۳۴) خانۂ دل میں ہوائے من و تو رہتی ہے
دخل مایا کا دلوں میں نہ ہو جیووں کے اگر فرق کچھ اُنمیں پرم برہمہ میں آئے نہ نظر
مُبتلا جیو جو مایا میں ہے خود آٹھ پہر اُس کو رہتی نہیں کچھ اپنی کرامت کی خبر
گو فقط وہم یہ مایا ہے کوئی چیز نہیں
(۳۵) ہے وہ جاہل مگر اس کی جسے تمئیز نہیں
دور کرنے کے لئے آپ کی مایا کا بھرم یہ ضروری ہے کہ ہو آپ کا الطاف و کرم
تب ہم آپ کے بھکتوں کا ہو دیدارِ قدم اور ملے آپ کی بھکتی ہے جو ویدوں میں رقم
آپ کے عشق میں دن رات جو مسرور رہے
(۳۶) وہم اُسکو نہ ہو پندار سے وہ دور رہے
ہو جو حاصل اسی اثنا میں گورُو کا اُپدیش مُکتی مل جائے نہ رہجائے کوئی کرم کلیش
وہ مگر جس میں نہیں آپ کی بھکتی لَویش[1] پا نہیں سکتا ہے مُکتی نہ تو وِگیان[2] وشیش
پس قبول آپ مری عرض یہ بھگوان کریں
(۳۷) دے کے بھکتی مجھے پورا مرا ارمان کریں
آپ کو میرا نمسکار ہے رگھوبنش کُمار آپ سنسار کے سوامی ہیں جگت کے آدھار
بھکت[3] بھاون ہیں انتت آپ ہی ابھمت[4] داتار آپ کو میرا نمسکار نمسکار ہزار
چھوڑئیے تیر یہ آپ اُس کو جَلانے کیلئے
(۳۸) کرم جو تھا مرا سُرلوک میں جانے کیلئے
کرم جل جانے پہ ہو جائے گی مُکتی حاصل وہم سنسار کی مایا کا نہ پھر ہوگا مُخل
رام جی اپنی حماقت پہ ہوں از بسکہ خجل جل رہا آتشِ غیرت سے ہے یہ دامنِ دل
آب رحمت سے تپش آپ مری کیجئے دور
(۳۹) اب وہ سر آپ کے قدموں پہ ہے تھا جس میں غرور

[1] लवलेश
[2] विज्ञान [3] विशेष
[3] भक्तभावन
[4] अभिमत-दातार

استُتی سُن کے یہ بھرگو بَر کی رماجی کے رَمَن ہنس کے کہنے لگے اسطور یہ تب اُن سے بچن
(1) विप्र-बरन مُدّعا دل میں ہو گر اور کوئی عکس نگن مانگ لو مجھ سے وہ بیخوف تم اے بپر[1] برن
خوش ہوں میں تم مری بھکتی کے طلبگار ہوئے
(۴۰) تب وہ پھر رام سے یوں مائلِ گفتار ہوئے

خوش نصیبی سے مری آپ ہیں خوش مجھ سے اگر دیجئے پہلے اگم بھکتی کا اپنی مجھے بر
آپ کے بھکتوں کا ہو سایۂ رحمت مرے سر اور اگر آپ کی استُتی یہ پڑھے کوئی بشر
آپ کے لطف کی اُس پر بھی نظر ہو جائے
(۴۱) آپ کی بھکتی کا اُس میں بھی اثر ہو جائے

ہو کے خوش رام پرسرام سے تب ازرہِ جود بولے بر آئیں گے سب دل کے تمھارے مقصود
(2) महेन्द्र بعدہٗ کر کے پرسرام بہت عجز و سجود چل دیئے کوہ مہندر[3] از پئے یادِ معبود
خوف سب دور ہوا شاہِ اودھ کے بشر سے
(۴۲) خوش ہوئے جیسے شری رام کو پایا پھر سے

بار بار اُن کو کلیجے سے لگایا اپنے تھی جو کچھ فکر اُسے دل سے مٹایا اپنے
مَن میں آنند جب اودھیش نے پایا اپنے دھیان تب دل میں اودھ چلنے کا آیا اپنے
پُتر اور پُتر بدھوؤں کو لئے ساتھ آئے
(۴۳) شان سے راج میں داخل ہوئے رگھوناتھ آئے

آکے دربار کیا ماتاؤں نے اُن کا پرچھن چاروں شہزادے ہوئے قصر میں تب جلوہ فگن
عیش سے رہنے لگے جانکی اور رگھونندن جیسے بیکنٹھ میں ہیں لچھمی جی اور وشنو مگن
جب کئی سال بسر ہو گئے آرام سے یوں
(۴۴) آئے لینے کو بھرت لال کو اُن کے ماموں

تب بھرت شترودمن دونوں تھے جو بدر مثال خوش ہوئے بھیج کے دشرتھ اُنھیں اُنکے ننہال
(3) युधाजित् کر کے محسوس یُدھاجت[3] کو جو اُلفت تھی کمال رہ گیا دل میں نہ کچھ اُن کی جدائی کا ملال
جلوہ گر اندر ہیں سُرلوک میں اب تک جیسے
(۴۵) اپنے ایوان میں لگے رہنے اودھ پت ویسے

गुणग्राम[1]
جن کے گُن گرام[1] میں کرتے ہیں چترمُکھ بسرام　　کیرتی جن کی ہے مشہور زمانہ میں تمام
جن کا دنیا کی ہر اک چیز میں رہتا ہے قیام　　تاب سے جن کی چمکتے ہیں مہ و مہر مدام
نور کو جن کے زوال آ نہیں سکتا ہرگز
(۴۶)　کوئی جن کی عظمت پا نہیں سکتا ہرگز

اک فقط جن کی ہے ہر اک دلِ مایوس کو آس　　کون کر سکتا ہے اُن رام رماپتی کی سپاس
साकेत-विलास[2]
دیوتوں کو جو ہوا ظلم سے دیتوں کے ہراس　　آئے سنسار میں خود چھوڑ کے ساکیت[2] بلاس
عام انساں کی طرح اُن کے تھے اطوار سبھی
(۴۷)　اپنی قدرت کا وہ کرتے نہ تھے اظہار کبھی

مخمّس

مجھے اے مہ جبیں تیرا اگر دیدار ہو جائے　　خوشی سے غم مبدّل عیش سے آزار ہو جائے
تری چشمِ عنایت مجھ پہ گر اک بار ہو جائے　　عجب کیا ہے قرارِ خاطرِ بیمار ہو جائے
نوازش ہو تری طالع مرا بیدار ہو جائے

نہ دیں سے کچھ مجھے مطلب نہ دنیا کی خبر مجھ کو　　رہی دل میں تلاشِ عیش و عشرت عمر بھر مجھ کو
مقدّر نے دکھایا اب جو تیرا سنگِ در مجھ کو　　یقیں ہے شکل تیری آ ہی جائے گی نظر مجھ کو
اِدھر بھی چشمِ رحمت اے مرے سرکار ہو جائے

سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کیا رازِ نہانی ہے　　یہ مہر و ماہ و انجم کیا ہیں کیا یہ دارِ فانی ہے
حیات و موت کیا ہیں کیا طلسمِ زندگانی ہے　　نہیں معلوم کب تک اور ابھی ایذا اُٹھانی ہے
وہ جلوہ کر عطا جو کاشفِ اسرار ہو جائے

نہ ہے عشقِ حقیقی اور نہ عرفاں کا سبق پایا　　اُسے مشکل اگر اس کے مسائل کو ادق پایا
ریاضت کی کتابوں کا پریشاں ہر ورق پایا　　جو پایا کچھ بھی دنیا میں تو تکلیف و قلق پایا
کرم کر دور اب تو سر سے سارا بار ہو جائے

گرفتارِ حوادث ہے ہر اک دنیا کی بستی میں　　جسے دیکھو وہی ہے خود سری و خود پرستی میں
غرورِ علم و طاقت میں ہے کوئی زر کی مستی میں　　نظر آتا نہیں ایسا کوئی اس بحرِ ہستی میں
مدد سے جس کی اس بیکس کا بیڑا پار ہو جائے

نہ کوئی اپنا حامی ہے نہ کچھ اپنا ہی یارا ہے　　سمجھتا ہوں کہ میرے بخت کا گردش میں تارا ہے
فقط اک آس تیری مجھکو اک تیرا سہارا ہے　　اگر کوئی ہے نارائن تو بس اک تو ہی پیارا ہے

مئے عشق ایسی دے یہ جام دل سرشار ہو جائے

سوئیا ۔(۱) پنتھ ملے بھرگو ناتھ گہے دھنو ہاتھ کٹھار سُوکندھ دھرے
بھال بشال ترپنڈ براجت گور شریر بھبوت بھرے
سنت سروپ تنی بھرکٹی کرنی اتی گھور کٹھور کرے
دیکھی بھیانک ویش بھیو بھے بھوپت تراس گلانی گرے
(۲) کرودھ کرشان کی جوال اُٹھی ہئے نین بنے جنو لال انگارا
شنک سے سوکھ گیو سوئی جا سُو کی اور اُٹھائے کے نین نہارا
بولت جان اجان سمان مہیپت اور اُٹھائے کٹھارا
بھا اس کو بلوان مہی پر شمبھو شراسن تورن ہارا
(۳) بین سروش سُنے جب روش سُمترا کے لال سکے نہ سنبھارا
بولے اہو بھٹ مانی مہامُن بولت بات نہ نیک وچارا
توریو تو توریو پناک پُراری کو کون سو کاج تمھارو بگارا
جان پرے اس موہیں مُنیش اڑاون چاہت پھونک پہارا

सवैया—पन्थ मिले भृगुनाथ गहे धनु हाथ कुठार सुकन्ध धरे ।
भाल विशाल त्रिपुण्ड विराजत गौर शरीर विभूति भरे ।
सन्त-सरूप तनी भृकुटी करनी अति घोर कठोर करे ।
देखि भयानक-वेष भयो भय भूपति त्रास-गलानि गरे ॥१॥
क्रोध-कृशानु की ज्वाल उठी हिय नैन बने जनु लाल अँगारा ।
शंक से सूखि गयो सोइ जासु की ओर उठाय के नैन निहारा ।
बोलत जानि अजान-समान महीपति ओर उठाय कुठारा ।
भा अस को बलवान मही पर शंभुशरासन तोरन हारा ॥२॥
बैन सरोष सुने जब रोष सुमित्रा के लाल सके न संभारा ।
बोले अहो भटमानी महामुनि बोलत बात न नेकु विचारा ।
तोरेउ तो तोरेउ पिनाक पुरारि को कौन सो काज तुम्हारो बिगारा ।
जानि परै अस मोंहि मुनीश उड़ावन चाहत फूँकि पहारा ॥३॥

(۴) بالک جان اجان کے توہیں ہئے رِس روکت آوت ہوں
جانت مور سُبھاؤ نہیں چھتری کُل بیری کہاوت ہوں
کھوٹ بڑو نرپ ڈھوٹ کشور بلوک ہئے سکُچاوت ہوں
دیکھو کٹھار مہیپن کو مدگار دیو سو دکھاوت ہوں
(۵) کا پھرسا موہیں بار انیک دکھاوت شنک نہ لاوت ہوں
سوہ نہ آپ سے بیر کئے موہیں پائن شیش نواوت ہوں
بپر منیش گئو ارو دیون پے نہیں ہاتھ اُٹھاوت ہوں
بیٹھئے آپ کے پاین پیر تے میں من ماں دُکھ پاوت ہوں
(۶) مُورکھ مُوڑھ مہیپ کمار برتھا تکرار بڑھاوت ہے
جان پرے شر کال کرال کھڑا توہیں ناچ نچاوت ہے
دیکھو نریش نریش کشورہیں ناحق آنکھ دکھاوت ہے
بانی بھری بکھ بولت ہے اب دیکھ تو موہیں براوت ہے
(۷) دیت منیش جو گاری ہمیں مکھ شوبھا نہ نیکہوں پاوت ہے

बालक जानि अजान के तोंहि हिए रिस रोकत आवत हौं ।
जानत मोर स्वभाव नहीं क्षत्रिय-कुल-बैरि कहावत हौं ।
खोट बड़ो नृप-ढोट किशोर विलोकि हिए सकुचावत हौं ।
देखु कुठार महीपन को मद गार दियो सो दिखावत हौं ॥४॥
का फरसा मोहिं बार अनेक दिखावत शंक न लावत हौं ।
सोह न आपुसे बैर किये मोंहि पायन शीश नवावत हौं ।
विप्र मुनीश गऊ अरु देवन पै नहिं हाथ उठावत हौं ।
बैठिए आपु के पायन पीर ते मैं मन मां दुख पावत हौं ॥५॥
मूरख मूढ़ महीप-कुमार वृथा तकरार बढ़ावत है ।
जानि परै शिर काल कराल खड़ा तोहिं नाच नचावत है ।
देखु नरेश नरेश-किशोरहिं नाहक आंख दिखावत है ।
बाखि भरी विष बोलत है अब देखु तो मोहिं बिरावत है ॥६॥
देत मुनीश जो गारी हमें मुख शोभा न नेकहुं पावत है ।

بپر جنیو بلوک سہوں رس روک سو دَیو سہاوت ہے
کاہو نہ شور ملے رن ماں کبہوں اس چت جناوت ہے
بنش پرتاپ سراہیئے ناتھ جو کال سوں آج بچاوت ہے
(۸) بولے نہور کے رام سوں بام اہے متی اندھ کُبندھُ تہارو
بنش کلنک بھیو رگھو کے یہ جائیگو آج اوشیہیں مارو
ہاتھ چلے نہیں گات جلے رس اگنی سوں کنٹھت بھاہے کُٹھارو
حال بیحال کیو رس روک کے آج دیابس دیو ہمارو
(۹) بولے سُمترا کمار کرپا جو کیئے جر جات ہے گات تہارو
کرودھ مہانل ماں پری کے بری کے ہوئے جاتہی ہوئیگو چھارو
رام کہیو چھمیئے اپرادھ منیش کرپا کری کوپ نوارو
بنش سبھاؤ تے بات کری کچھ کیجیئے روش نہ دوش بچارو
(۱۰) جان پریو ہم کہاں اب ہیں کچھو سممت تورہو پاوت ہے
شمبھو شراسن تور کے مندمتی اب بات بناوت ہے

विप्र जनेउ विलोकि सहौं रिस रोकि सो दैव सहावत है ।
काहु न शूर मिले रन मां कबहूं अस चित्त जनावत है ।
वंश-प्रताप सराहिए नाथ जो काल सों आजु बचावत है ।।७।।
बोले निहोरि के राम सों बाम अहै मति अन्ध कुबन्धु तिहारो ।
वंश कलंक भयो रघु के यह जाइगो आज अवश्यहिं मारो ।
हाथ चले नहिं गात जले रिस-अग्नि सों कुण्ठित भा है कुठारो ।
हाल बेहाल कियो रिस रोकि के आजु दयाबस दैव हमारो ।।८।।
बोले सुमित्रा कुमार कृपा जो किए जरि जात है गात तिहारो ।
क्रोध महानल मां परिके बरिके होइ जातहि होय गो छारो ।
राम कह्यो क्षमिए अपराध मुनीश कृपा करि कोप निवारो ।
वंश-स्वभाव ते बात करी कछु कीजिए रोष न दोष विचारो ।।९।।
जानि परयो हम कां अबहीं कछु सम्मत तोरहु पावत है ।
शंभु-शरासन तोरि के मन्द-मती अब बात बनावत है ।

کھینچ کے ایک پُران پناک پُراری کو داپ دکھاوت ہے
یُدّھ میں آؤ کہ چھانڈ کہاوب نایک رام کہاوت ہے
(۱۱) بولو وچار کے بین بڑی رس کِنچت چُوک دِکھاوت ہے
ٹوٹ گیو دھنو ہاتھ دھرے مدکارن کون جناوت ہے
بنش سُبھاؤ کہوں نہیں جانیو آپن کیرتی گاوت ہے
پیٹھ دکھائیکے بھاگ چلے رن کایر سوئی کہاوت ہے
(۱۲) ہانی بھئی بھرم کی سُن کے یہ بانی مٹیو تم موہ پسارا
بولے رماپتی چاپ چڑھائیکے رام کرو دُکھ دور ہمارا
لیتہیں چاپ چڑھیو کر ماں کچھو سوچ بھیو ہئے پریم اپارا
جور کے ہاتھ کری ونتی چھمئے اپرادھ دیالُ اُدارا

سورٹھہ

چھمئے چُوک سُجان - بچن کہیوں مایا بش
مٹیو تِمر اگیان - گیان بھانو تو جوتی لکھی

खेंचि के एक पुरानो पिनाक पुरारि को दाप दिखावत है ।
युद्ध में आउ कि छांडु कहाउब नाहक राम कहावत है ॥१०॥

बोलो विचारि के बैन बड़ी रिस किञ्चित चूक दिखावत है ।
टूटि गयो धनु हाथ धरे मद कारण कौन जनावत है ।
वंश-स्वभाव कहंउ नहिं जानियो आपन कीरति गावत है ।
पीठ दिखाइ के भागि चलै रण कायर सोइ कहावत है ॥११॥
हानि भई भ्रम की सुनि के यह वाणि मिट्यो तम-मोह-पसारा ।
बोले रमापति-चाप चढ़ाइ के राम करो दुख दूर हमारा ।
लेतहिं चाप चढ़यो कर मां कछु सोच भयो हिये प्रेम अपारा ।
जोरि के हाथ करी विनती क्षमिये अपराध दयालु उदारा ॥१२॥
सोरठा—क्षमिए चूक सुजान, वचन कह्यों मायाविवश ।
मिट्यो तिमिर अज्ञान, ज्ञानभानु तव ज्योति लखि ॥

ہَرش سہت شِر نائے۔ گونت بھئے مہندر گر
سُرن پُشپ برسائے۔ منگل گائے بِدھ بدھ

دوہا

نارآین بھجُ رام کہاں۔ جو چاہَت کلّیان
تَرگے پاپی تہی کرپا۔ کوٹن توہیں سمان

हर्षसहित शिर नाय, गवनत भए महेन्द्र गिरि ।
सुरन पुष्प बरसाय, मङ्गल गाए विविध विधि ॥
दो०—'नारायण' भजु राम कंह, जौ चाहत कल्यान ।
तरि गे पापी तेहि कृपा, कोटिन्ह तोहिं समान ॥

اَجُودّھیا کانڈ

دوہا

اودھ پوری آنند ندھ - سکرتی شو منگل دھام
دیکھی سراہت سکل سُر - سُکھ یُت سیتارام
شارد شیش مہیش سب - بنوہوں انجلِ جور
ہو ہُو سہایک سکل مل - نرکھ سُلوچن کور

سرگ پہلا

نارد جی کا رام جی کے پاس آنا

شیو مہا راج پئے بخشش و بہبودِ عوام — اس طرح کرتے ہیں گر راج کشوری سے کلام
ایک دن تختِ مُرصّع پہ تھے محوِ آرام — اپنے رنواس میں رگھوبنش بھوشن شری رام

(۱) رُخ پہ تھے دیدۂ پُر نور نمایاں ایسے
نیلگوں چرخ پہ ہو مہرِ درخشاں جیسے

दो०—अवधपुरी आनन्द-निधि, सुकृति-सुमङ्गल-धाम ।
देखि सराहत सकल सुर, सुख-युत सीताराम ॥
शारद शेष महेश सब, बिनवहुँ अञ्जलि जोर ।
होहु सहायक सकल मिलि, निरखि सुलोचन कोर ॥

ہار ہیروں کا تھا گردن میں پڑا نورانی تھیں مگس راں شری سیتاجی خود اُن کی رانی
راج سُکھ بھوگ میں جو وقت تھے وہ سُکھ کھانی آکے وارد ہوئے آکاش سے نارد گیانی

دیکھا آئے جو اُنھیں ازپئے درمانِ جہاں
(۲) اُٹھ بیٹھے تخت سے آرام دہِ جانِ جہاں

کر کمل جوڑ کے تب رگھو بر و سیتانے وہیں رکھدی تعظیم سے مُن[1] راج کے قدموں پہ جبیں — मुनिराज (1)
کرکے تکریم و مُدارات سے پھر تخت نشیں رام جی نے یہ کہا اُن سے کہ اے سرورِ دیں

خوش نصیبی ہے جو آج آپ کے درشن پائے
(۳) کی دیا۔ آپ جو تشریف یہاں پر لائے

سارے عالم میں عیاں سب یہ سُو جس[2] آپکا ہے دور کرنے میں جگت مایا کے بس آپکا ہے — सुजस (2)
مُکت جیون کے لئے گیان سُورس[3] آپکا ہے دُنیوی جیوؤں کو دشوار درس[4] آپکا ہے — सुरस (3) दरस (4)

نیک اعمالوں نے پھل اپنا دکھایا مجھکو
(۴) آج جو آپ کا جلوہ نظر آیا مجھکو

کہئے اب کیا ہے ہمارے لئے مُن بر ارشاد ہو گئی رُوح مری آپ کے دیدار سے شاد
بولے تب رام سے مُن راج کہ اے نیک نہاد دیوتاؤں کی طرف سے ہوں میں لایا فریاد

تم جگنّاتھ ہو معلوم ہے ہر بات تمھیں
(۵) فکر ہم سب کی رہا کرتی ہے دن رات تمھیں

شکلِ انساں میں لئے بھگتوں کی خاطر اوتار آئے اس دہر میں ہو کرنے کو قتلِ کُفّار
عام جیووں کی طرح کرتے ہو لوک بیوہار کیوں بناتے ہو مجھے مایا کا تم اپنی شکار

سچ ہے کہتے ہو تم اپنے کو اگر سنساری
(۶) کیونکہ ترئے[5] لوک میں ہو تم ہی گرہست آچاری[6] — त्रैलोक्य (5) गृहस्थाचारी (6)

رُوپ جس کا ہے وراٹ اُس نے سُنو رگھونندن اپنے رہنے کو بنایا ہے یہ ترے لوک بھون
آدی مایا کو لئے کرتا ہے وہ اس میں رمن ہیں اُسی کے تو پسر وشنو۔ اج[7] اور کام دہن — अज (7)

وہ سرُوپ اور یہ جہا مایا تمھاری ہے ہری
(۷) جو فقط تین گنوں ست رج و تم سے ہے بھری

ہیں رجوگن سے اُسی کے چترانن پیدا　　　وشنو میں ست ہے تو شیوجی میں تموگن ہے سوا
ست رَج اور تَم کا ہر اک جیو بنا ہے پُتلا　　　ساری دنیا میں ہیں بس تین یہ گُن جلوہ نما

تم اگر وشنو ہو تو لکشمی رانی ہیں یہی
(۸)
اور اگر تم چترانن ہو تو بانی[1] ہیں یہی　　　(1) वाणी

تم اگر شیو تو یہ ہیں شیل کُماری گرجا　　　اور سورج ہو اگر تُم تو تمھاری یہ پربھا[2]　　　(2) प्रभा
چندرما تم ہو تو یہ روہنی ہیں ماہ لقا　　　اندر ہو تم تو شچی ہیں یہی تم پر شیدا

تم اگر اگنی ہو رگھوراج تو سواہا ہیں یہی
(۹)
کال کی شکل ہو یمراج تو یہ سیمنی[3]　　　(3) संयमनी

تامسی جانکی نررتی[4] ہو اگر تم سوامی　　　تُم برن بھارگوی[5] جانکی ہیں انوگامی　　　(4) निऋति (5) भार्गवी
تم پون رُوپ سداگتی[6] ہیں یہی سُکھ گامی　　　سروسمپتی[7] ہیں یہ گر ہو دھند[8] تم نامی　　　(6) सदागति (7) सर्वसम्पत्ति (8) धनद

مرد و زن نام سے دنیا میں عیاں جو کچھ ہے
(۱۰)
ہے تمھیں دونوں کا بس اُس میں نشاں جو کچھ ہے

تم سے کہتا ہوں میں اے رام سمجھ کے انورُوپ[9]　　　ہے تمھاری ہی یہ مایا ہے جو اگیان کا رُوپ　　　(9) अनुरूप
سارے عیبوں سے بری رُوپ تمھارا ہے انوپ[10]　　　سچّدا نند تمھارا ہی ہے وگیان سورُوپ　　　(10) अनूप

عکس پڑنے سے تمھارے ہی سنو رگھورایا
(۱۱)
مثل چیتن کے ہوتی ہے تمھاری مایا

جبکہ یوں ہوتا ہے چیتن کے پرتو کا ظہور　　　ساری پرکرتی پہ ہے ویدوں میں بھی جسکا مذکور
خودبخود ہوتا عیاں تب ہے مہت تتو[11] کا نور　　　جس سے پیدا ہے اہنکار پُر از عیب و فتور　　　(11) महत्तत्त्व

اس اہنکار سے ہوتا ہے عیاں لنگ شریر[12]　　　(12) लिङ्गशरीर
(۱۲)
سب بتاتے ہیں جسے جنم مرن کی زنجیر

پانچ گیان اندریاں اور پانچ جو مشہور ہیں پران　　　پنچ تنماترا[13] بُدّھی کے علاوہ ابھمان　　　(13) तन्मात्रा
جب انھیں پانچوں میں ہوتا ہے سُکھ اور دُکھ کا گمان　　　لنگ دیہہ اُس کو ہی سب کہتے ہیں اے رام سُجان

عکس چیتن کا جب ان پانچوں سے گھر جاتا ہے
(۱۳)
جیو کا رُوپ جگت میں وہی کہلاتا ہے

برہمؔہ کا پڑتا ہے مایا پہ جب آنند پرکاس　　خود ہی ہوتا ہے ہرنیہ گربھ[1] تب اُسمیں بکاس[2]
یہ ہی کہلاتا انربچنی[3] ہے اگیّان کی راس　　ہے انادی یہی اور ہے یہی سرشٹی کی اساس

جیو کو برہمؔہ سے کرتی ہے جدا یہ مایا
(۱۴) چھوٹ سکتی نہیں گر ہو نہ تمھاری دایا

(۱) हिरण्य गर्भ (۲) विकास (۳) अनिर्वचनी

کارن[4] اور سوکشم[5] اور استھول[6] کے جتنے ہیں شریر　　ان میں رہتے ہو تم اور جیو تمھیں ہو رگھوبیر
کھینچ لیتے ہو جب ان عیبوں سے اپنی تنویر　　شُدّھ چیتنؔ تمھیں ہوتے ہو لے ماہِ منیر

دل سے جس وقت اہنکار کا مٹتا ہے فتور
(۱۵) مایا ہو جاتی ہے خود دور برنگِ کافور

(۴) कारण (۵) सूक्ष्म (۶) स्थूल

جاگرت سوپن سوشوپتی میں بھی رہتے ہو سدا　　ساکشی[7] تم ہی ہو دیتے ہو سزا اور جزا
سارے سنسار کو کرتے ہو تمھیں تو پیدا　　پرورش کرتے ہو کر دیتے ہو پھر اُس کو فنا

پس تمھیں ہو سبب د موجدِ گلزارِ جہاں
(۱۶) منحصر تم پہ ہے اے رام جی اظہارِ جہاں

(۷) साक्षी

جس طرح سانپ کا ہو جائے جو رسی میں بھرم　　گر نہ ہو علم تو ہو خطرۂ موہوم نہ کم
یوں ہی مایا کا ہے جبتک سطح دل پہ قدم　　جیو کو ہوتا ہے محسوس ہر اک راحت و غم

قالبوں میں ہو نہاں سب کے تمھیں جیوتی سُروپ
(۱۷) ہے سویدا میں تمھارا ہی چمتکارا نُوپ

پس اُسی روپ کا جبتک کہ تمھارے بھگوان　　مایا کی وجہ سے ہوتا نہیں اس جیو کو گیان
نروکلپ[8] آتما کی ہو نہیں سکتی پہچان　　خواہشوں کا کبھی مٹ سکتا نہیں دل سے نشان

گیان ہونے سے نہیں رہتی تمنا کوئی
(۱۸) اور بھاتا نہیں دنیا کا تماشا کوئی

(۸) निर्विकल्प

جیو کو اس لئے عرفان اگر مل جائے　　خواہشیں دور ہوں اندیشۂ باطل جائے
وصل سے شاد ہو اور غنچۂ دل کھل جائے　　کٹ ہمیشہ کو تناسخ کی سلاسل جائے

گیان دیتے ہو تم اُس کو جسے اپناتے ہو
(۱۹) جس کا دل پریم سے تم اپنے بھرا پاتے ہو

داس ہوں آپ کے داسوں کا میں اے شاہِ نام ہو کرم مجھ پہ کہ ہوں آپ کا ادنیٰ سا غلام
دیجئے بر وہ کہ مایا کا نہ جکڑے مجھے دام پُتّر برہما کا ہوں تو آپ کا پوتا شری رام
آپ کے آگے میں ہوں عقل و خرد سے خالی
(۲۰) اس لئے آپ کو واجب ہے مری رکھوالی

استُتی رام کی اتنی ہی تھے وہ کر پائے چشم تر ہو گئی آنند کے آنسو آئے
جذبۂ عشق بڑھا عضوِ بدن تھرّا ئے گر کے قدموں پہ سخن تب یہ زباں پر لائے
مجھ سے بھیجا ہے جو برہما نے پیام آپکے پاس
(۲۱) لے کے آیا ہے اُسی کو یہ غلام آپکے پاس

دیکھ کر طرزِ روش آپ کا اے دیندیال راجہ دشرتھ کو وزیروں کو مسرّت ہے کمال
راج دربار میں اسوقت ہے درپیش سوال سب کا ہے آپ کو یوراج[1] بنانے کا خیال | युवराज[1]
باگ اگر آپ حکومت کی ابھی لے لیں گے
(۲۲) دیوتا اور بہت ظلم و ستم جھیلیں گے

مارنے کے لئے راون کی سپاہِ جرّار دُکھ سُر اور مُن کے مٹانے کو لیا ہے اوتار
عہد سے اپنے مناسب نہیں پھرنا زنہار آپ کرتے نہیں وعدہ کبھی جھوٹا سرکار
رام جی سُن کے یہ ناردکے بچن پریم پگے
(۲۳) بات یوں اُن کی تشفی کے لئے کرنے لگے

جانتا سب ہوں میں ہر بات ہے مجھ پہ روشن مجھ سے کہنے کی ضرورت نہیں اندوہ و محن
قتلِ راون کے لئے میں نے کیا تھا جو پرن وہ فراموش کبھی کر نہیں سکتا مرا من
ختم راون کے ثوابوں کا تو پھل ہونے دو
(۲۴) کوکبِ بخت کا بھی دور خلل ہونے دو

جا کے کر دونگا میں دیتوں کو اُسی دم پامال دیوتاؤں کو نہ رہجائیگا کوئی بھی ملال
کل اجودھیا سے میں یہ چھوڑ کے سارا جنجال جا کے جنگل میں رہوں چودہ برس ہے یہ خیال
تا کہ جو عہد تھا میرا وہ وفا ہو جائے
(۲۵) اور سب کے مرضِ غم کی دوا ہو جائے

دیو رِشی دیکھ کے یہ رام کی شفقت کی نگاہ — اور یوں ہوتے ہوئے وعدۂ سابق کا نباہ
خوش ہوئے پا کے علاجِ مرضِ غم دلخواہ — کر کے سجدہ اُنھیں لی بعد ازاں سُورگ کی راہ
نارد اور رام کا جب ختم یہ سمباد(۱) کیا
(۲۶) شیو مہاراج نے گرجا سے تب ارشاد کیا

(1) संवाद

کی ہے نارد نے جو یہ حمد و ثنائے رگھوبر — پریم سے روز پڑھے یا کہ سنے گا جو بشر
اُس پہ دکھلائے گی یہ اپنا بہت جلد اثر — جس سے دب جائیگا سنسار کی مایا کا ہنر
گیان کی ہو گی وہ معراج اُسے بے شک حاصل
(۲۷) دیوتوں کو بھی بہت جس کا ہے پانا مشکل

غزل

پریم کی لہریں اُٹھیں اور دل ہو دریا گیان کا — بادِ شوقِ وصل چیتن ہو سہارا پران کا
دور ہو جائے خودی اور کرم کا مٹ جائے دوش — وہم رہ جائے نہ باقی مان اور اپمان کا
خواہشوں کی سمت پھر ہووے نہ رُخ اپنا کبھی — کر سکے دل پہ اثر جھونکا نہ کچھ ابھمان کا
برہم ہی کے روپ کا ہو اک کمل دل میں کھلا — پردۂ دل پہ ہو پرتو بھانو تیج ندھان(۲) کا
روپ ساگر میں سما جائے یہ دریائے محیط — اک طریقہ ہے یہی بس جیو کے نروان کا
ست چت آنند میں ہو محو نارائن سدا
دھیان ہر لحظہ رہے دل میں اُسی کے دھیان کا

(2) भानु-तेजनिधान

سوئیا

بھاؤ(۱) کُبھاؤ کُسنگ تجے۔ ابھلاش بڑھے شُبھ کرمن کی
آتم(۲) وچار کرے ہئے میں۔ سُدھی(۳) بُدھی نہ نیک رہے تن کی

सवैया—भाव(1) कुभाव कुसङ्ग तजे अभिलाष बढ़े शुभ कर्मन की ।
आत्म(2)-विचार करे हिय में सुधि(3) बुद्धि न नेकु रहे तन की ।

(۱) شُبھ اچھا گیانیوں کے ساتھ رہنے اور گیان کی کتابیں پڑھنے سے ہوتی ہے۔ (۲) آتم وچار۔ یہ سوچنا کہ آتما کیا ہے۔
(۳) تتو مانسی بے تعلقی جس میں جیو اپنے جسم سے اپنے کو علٰحدہ خیال کرتا ہے۔

ستّوا پتّی (۴) انند سروپہیں (۵) پنتھ لہے آنند گھن (۶) کی
تُریا (۷) اوستھا "تت توم اسی" وِگیان مٹے چنتا من کی
دوہا۔ گیان سپت سوپان یہ۔ برلا پاوے پار
جاگرت سوپن سوشوپتی کے پرے گیان کی دھار

سرگ دوسرا

راج تلک کی تیاری اور کیکئی پر منتھرا کی صحبت کا اثر

ایک دن جب تھے وہ بشرام (۱) بھون میں اپنے تھا کوئی اور نہ اربابِ سخن میں اپنے
سوچ کر شہ نے کسی بات کو من میں اپنے جلد بُلوایا گورو جی کو سدن (۲) میں اپنے
کہہ کے قاصد سے یہ کہنا نہ ہو تکلیف اگر
کیجئے بہرِ عنایت درِ خادم پہ گذر (۱)

سُن کے قاصد کی زبانی یہ اودھپت کے کلام راج مندر میں وہ آپہونچے بہت تیز خرام
کر کے تعظیم و مدارات شہنشہ نے تمام مدّعا کا پئے بہبودئی ہر خاص و عام
یوں بصد عجز کہا اُن سے کہ اے خسروِ دیں
کر دیا ضعف نے اب مجھ کو بہت زار و حزیں (۲)

طائرِ جاں نہیں کچھ علم کہ کب جائے نکل کس کو معلوم ہے کب آئے گا صیادِ اجل
خوف ہے دل میں کہ ایسا نہ ہو پڑ جائے خلل اس لئے ہے یہ ارادہ مرا گر حکم ہو۔ کل

(۱) विश्राम-भवन
(۲) सदन

सत्त्वापत्ति (४) अनन्दस्वरूपहिं (५) पन्थ लहे आनँद-घन (६) की ।
तुर्यावस्था (७) "तत् त्वम् असि"-विज्ञान मिटे चिन्ता मन की ॥
दोहा—ज्ञान-सप्त-सोपान यह, बिरला पावै पार ।
जाग्रत स्वप्न सुषुप्ति के, परे ज्ञान की धार ॥

(۴) ستّواپتّی۔ واسناؤں کا نسٹ کر دینا۔ (۵) آنند سروپ یا اسم شکتی۔ بغیر بھرم کے گیان۔ (۶) آنند گھن یا پدارتھ بھاونی وشئے گیان کا نہ ہونا۔ (۷) تُریا۔ سُکھ دُکھ سے ہمیشہ کے لئے نجات۔

بخش دوں رام کو یہ سلطنت و تاج حضور
(۳) دیکھ لوں آنکھوں سے اپنی اُنھیں یوراج[1] حضور
آپ کے فضل نے اُن پر یہ دکھایا ہے اثر آ گئے اُن کو اسی عمر میں سب علم و ہنر
مدح خواں اُن کے ہیں سب ہے یہی چرچا گھر گھر آرزو دل میں یہی رکھتا ہے ہر فردِ بشر
رام کا راج ہو اور تا بہ ابد راج رہے
(۴) ہم رعایا رہیں اور اُن کے ہی سر تاج رہے
دل میں حسرت مرے باقی نہ کوئی اور رہی سچ ہر اک بات ہوئی آپ نے جو بات کہی
التجا آپ سے ہے اب مری مُن ناتھ یہی دیجئے رام کو راج اور وہ کریں بادشہی
جو مناسب ہو مجھے حکم عطا کیجئے آپ
(۵) جا کے تب رام کو یہ خوشخبری دیجئے آپ
کر کے یوں خواہش دل شاہ نے مُرشد سے بیاں راج منتری کو بھی بلوا کے اُسی وقت وہاں
اُس سے فرمایا کہ کل صبح کو یہ بارِ گراں سلطنت۔ راج کا دیہیم زری ملک و مکاں
جی میں آتا ہے کہ میں رام کو یہ سب دے کر
(۶) مابقی عمر ریاضت میں کروں سُکھ سے بسر
اس لئے سارے وہ رختِ طرب و جاہ و حشم جن کو بتلاتے ہیں مُن راج ہوں فی الفور بہم
راج میں جشن ہوا ور نصب ہوں ہر سمت عَلم یک قلم سارے قلمرو میں ہو فرمان رقم
در و دیواروں پہ ہو سب کے عیاں لطف بہار
(۷) جھالریں موتیوں کی سونے کی ہوں بندنوار[2]
راجہ دشرتھ کے سنے جب یہ خوش آیند کلام کہئے جو حکم ہو۔ منتری نے کیا اُن کو پرنام
عرض کی بعدہٗ مُن پر سے کہ اے عرش مقام کہئے کیا حکم ہے مجھ کو میں کروں کون سا کام
بات منتری کی یہ تب سُن کے ترکالگیہ[3] بسشٹ
(۸) جاننے والے ہر اک بات کے وہ گیان بسشٹ[4]
بولے کل صبح کو جب وقت وہ لائے کرتار سولہ کنیّائیں رعایا کی خجستہ اطوار
پیشوائی کے لئے کر کے سراپا شرنگار آرتی لے کے رہیں بیچ کے در پہ تیار

[1] युवराज
[2] बन्दनवार
[3] त्रिकालज्ञ
[4] वशिष्ठ

(۱) इरावत

ایک ہاتھی بھی اِراوت[1] کے ہو جو کُل میں بڑا
خوب منقوش ہو۔ سج دھج سے رہے در پہ کھڑا (۹)

سب وہ تیرتھ جو زمانہ میں ہیں مشہور بڑے — اُنکے پانی سے بھرے رکھے ہوں سونے کے گھڑے
کم سے کم تین عدد باگھ کے بھی ہوں چمڑے — چھتر ہیروں کا ہو جس میں ہوں بہت رتن جڑے
خوشنما پھولوں کے رکھے ہوں ہزاروں مالے
نغمہ پرداز رہیں مدح سنانے والے (۱۰)

لیکے کُش ہاتھ میں عابد ہوں وہاں پر موجود — در پہ چترنگنی سینا رہے وقتِ موعود
ہوں ہر اک مندر و معبد میں عبادت کے سُرود — جتنے راجہ ہیں حکومت میں وہ سب بہرِ سجود
نذرِ شاہی کو لئے سر کو جُھکائیں آئیں
ہر طرف شہر میں باجوں کی صدائیں چھائیں (۱۱)

حکم اس طور سے منتری کو مہامُن دے کر — قصرِ زرّیں پہ رہا کرتے تھے جس میں رگھوبر
رتھ پہ بیٹھے ہوئے جا پہونچے بصد شوکت و فر — رام یہ سُن کے کہ آئے ہیں گُورُو جی گھر پر
ہاتھ جوڑے ہوئے دروازے پہ دوڑے آئے
گر کے پیروں پہ اُنھیں اپنے محل میں لائے (۱۲)

دے کے تعظیم سے تب رتن جڑا سنگھاسن — دھوئے خود رگھوبر و سیتا نے گُورُوجی کے چرن
سر پہ رکھ کر چرن آمرت کو بولے یہ بچن — تربھون ناتھ شری رام جگت کے کارن
پھل ملا پانے کا نرتن کے یتھارتھ[2] ہم کو
کر دیا آپ نے آج آکے کرتارتھ[3] ہم کو (۱۳)

اِنکساری سے بھرے رام کے سُن کر یہ کلام — ہنس کے تب برہمہ رشی اُن سے لگے کہنے کہ رام
آپ کے پانوں سے نکلی ہوئی گنگا کا قیام — سر پہ شیوجی کے ہمیشہ ہے پئے بخششِ عام
آپ کے نام کا پھل ہے یہ کہ شیو اِبناشی
دیتے کاشی میں ہیں نِروان[4] گتی سُکھ راشی (۱۴)

آپ کے قدموں سے نکلے ہوئے جل نے جگدیش — دل سے ساری چترآنن کے مٹا دی تشویش
آپ اس وقت مرے پانوں پہ رکھتے ہیں جو شیش — کامنا آپ کی پوری ہو یہ دیتا ہوں اشیش

(۲) यथारथ
(۳) कृतारथ
(۴) निर्वाणगती

جانتا ہوں میں کہ دنیا کو دکھانے کے لئے
(۱۵) آپ کرتے ہیں یہ سب اپنے چھپانے کے لئے

آپ سے ورنہ بھلا کون ہے ایسا بڑھ کر جس کی تعظیم ہو فرض آپ پہ بندہ پرور
آپ کرنے کو عیاں دہر میں بھکتی کا اثر اور راون کو فنا کرنے کو اے رشکِ قمر

ایسے کرتے ہیں چرت مایا کی ہمراہی میں
(۱۶) جن سے پڑتا ہے بشر اور بھی گمراہی میں

گو کہ مجھ پر ہے عیاں آپ کا ہر رازِ نہاں یہ مناسب نہیں دنیا میں کروں اُسکو بیاں
آپ جس طرح سے مایا کو لئے ساتھ یہاں ایسے کرتے ہیں چرِت جنسے کہ ہوتا ہے گماں

ویسے ہی وِشو گورُو آپ کی یہ مرضی ہے
(۱۷) جو گورُو کی مجھے آج آپ نے پدوی دی ہے

ہیں گورُو آپ ہی گورُوؤں کے جگت کے سوامی جانتے آپ ہر اک بات ہیں انتر جامی
آپ کے نام سے ترجاتے ہیں پاپی کامی آپ ہیں خود ہی مکمل نہیں کوئی خامی

چھوڑ کر آپ ہی ساکیت کو آتے ہیں یہاں
(۱۸) کام جیوؤں کی طرح کر کے دکھاتے ہیں یہاں

پیشتر دل میں ہوا تھا مجھے کچھ اندیشا یہ روہتائی کا جہاں میں نہیں اچھا پیشا
تب بدھاتا نے تھا اُس وقت مجھے اُپدیشا لیں گے رگھو بنش میں اوتار اکھلیشا[1]

दिल میں تب اپنے سمجھ کر یہ کیا میں نے قبول
(۱۹) ہوگا دیدار مجھے آپ کا اک روز حصول

وِشو کی مایا یہ جس نے ہے ہمیں بھرمایا رہتی ہے آپ کے قابو میں چراچر رایا
کیجئے مجھ پہ اب اے رام کچھ ایسی دایا موہ میں ڈالے نہ اب آپ کی مجھ کو مایا

ہو جو منظور مرے حق سے ادا ہو جائیں
(۲۰) آپ مایا کی نہ طاقت مجھے اب دکھلائیں

اور یہ بردان مجھے دیجئے اے نیک صفات کہ بڑھیں آپکے ہی پریم کے دل میں جذبات
کہہ دیا تذکرتا آپ سے یہ راز کی بات اب کسی سے نہ کہوں گا اسے میں تا بہ حیات

[1] अखिलेशा

لو سنو دل میں اودھ پت کے جو بات آئی ہے
(۲۱) بھیج کر مجھ کو یہاں تم سے جو کہلائی ہے

دیکھ کر آیا ہوا باغِ جوانی کو زوال یک بیک دل میں یہ آیا ہے اودھ پت کے خیال
سونپ دیں کل تمھیں یہ راج کا سارا جنجال یادِ معبود میں ہوں تا بسر اب عمر کے سال

اس لئے آج مع جانکی جی کے رگھوناتھ
(۲۲) ہے مناسب کہ رہو نیم اور آچار کے ساتھ

چل دیئے دے کے یہ اپدیش تو مُن راج اُدھر اس طرف رام نے بھائی سے کہا یوں ہنس کر
راج دیدینگے پتاجی ہمیں کل صبح اگر کار فرما میں کرونگا تمھیں اے نیک سیر

ہوں گے مرغوب ہر اک کام تمھارے مجھ کو
(۲۳) کیونکہ تم جان سے بھی بڑھ کے ہو پیارے مجھ کو

کہہ کے لچھمن سے یہ لی دونوں نے پوشاک بدل کہہ گئے تھے جو بسشٹ آکے کیا اُس پہ عمل
اُس طرف جاکے کہا شاہ سے مُن راج نے کل دن مبارک ہے خبردار کہیں جائے نہ ٹل

جیسے ہو رام کو تم دے کے یہ دیہیم و سریر
(۲۴) یادِ معبود میں آرام سے ہو گوشہ پذیر

تا جیوشی کی یہ تقریر کسی نے سُن کر جلد تر محلوں میں اس بات کی دی جاکے خبر
ہوگیا شہر میں روشن یہ سبھوں پر گھر گھر رام کو راج ملا شاد تھا ہر فردِ بشر

جس نے کوشلیا سُمترا سے کہا جاکے یہ حال
(۲۵) مانک[1] اور مُکتا[2] کے مالے دہ ہوا پاکے نہال

بعدۂ رام کی ماتا نے بہت ہو کے مگن لکشمی جی کا کیا رام کی خاطر پوجن
اور منایا شری دُرگا کو یہی کہہ کے بچن کام کے بس کہیں ہوکر نہ ہوں وہ عہد شکن

ستیہ[3] بادی ہیں مگر بس میں ہیں کیکئی کے شاہ
(۲۶) دیکھیں اس قول کا کس طور سے کرتے ہیں نباہ

دیوتاؤں نے یہ کی برہما سے جاکر فریاد کچھ توقع نہ ہمیں رہ گئی اب پانے کی داد
ختم ہوگی نہ کبھی دیتوں کی ہم پر بیداد ہوگا اب قلبِ حزیں یہ نہ ہمارا کبھی شاد

(1) मानिक (2) मुक्ता (3) सत्यवादी

رام جی دہر میں ہم سب کی خبر بھول گئے
(۲۷) اپنا وہ نخلِ ارادت وہ ثمر بھول گئے

سرستی جی یہ مناسب ہے کہ اب جاکے وہاں رخنہ انداز ہوں لیکن نہ کسی پر ہو عیاں
پھیر کر منتھرا اور کیکئی کی عقل و زباں جلوہ گر پھر ہوں یہاں آکے بصد شوکت و شاں
الغرض جب کہ یہی طرزِ عمل طے پایا
(۲۸) شاردا جی نے بھی منظور اسے فرمایا

منتھرا چیری جو کیکئی کی تھی عقل سے دور پُر شرارت سے تھی اتنی کہ جہاں میں مشہور
کج ادائی کے سبب تن میں کجی کا تھا ظہور جس کو اوروں کی بدی کا تھا شب و روز سرور
نہ سوا جس کے ملا - قصہ کوتاہ کوئی
(۲۹) اُس پہ کی مایا ہوا جس سے نہ آگاہ کوئی

اُس نے دیکھا جو ہر اک سمت خوشی کا اظہار شہر کی زینت و آرائشِ زیبا و بہار
دھوج پتا[1] کا کہیں لہراتے کہیں بندنوار کر کے معلوم سبب غم سے ہوئی سینہ فگار
آتشِ خشم سے جل کر وہیں جھنجھلائی ہوئی
(۳۰) سر پر اُس کے کوئی گویا تھی بلا آئی ہوئی

دوڑ کر پہونچی بس اسطور سے کیکئی کے پاس جس طرح کوسوں کی دوری پہ پہونچتا ہے قیاس
دیکھ کر اُن کا وہ سُکھ اور وہ سب بھوگ بلاس ڈاٹ کر کہنے لگی چھوڑ کے تعظیم کا پاس
بے خبر تو تو یہاں عیش میں یوں سوتی ہے
(۳۱) کوشلا تیرے لئے تخمِ الم بوتی ہے

ناز ہے حُسن پہ اپنے تجھے اے متوالی جانتی چال ہے مستی ہی سے چلنا خالی
رام کی ماں کو سمجھتی ہے تو بھولی بھالی لیکن آتی اُسے ہر چال ہے چلنے والی
ہوش کر جاتی ہے اب سب تری عشرت کھوئی
(۳۲) ناسمجھ تجھ سا زمانہ میں نہیں ہے کوئی

ڈر کے رانی نے سُنے جیوں ہی یہ باندی کے کلام پوچھا کیا بات ہے تو کون سا لائی ہے پیام
خیر ہے کیوں تو سناتی نہیں وجہِ آلام ہیں شہنشاہ تو راحت سے ہیں آرام سے رام

[1] ध्वज पताका

ہیں کُشل سے تو بھرت خوش تو ہیں شترگھن و لکھن
(۳۳) کیوں بتاتی نہیں تو موجبِ اندوہ و محن
جل گئی جیوں ہی سُنا لیتے ہوئے رام کا نام مکر کا دام بچھا کر وہ وہیں پر خود کام
بولی ہے کس کو سوا رام کے آرام سے کام جس کو یوراج کا بھیجا ہے شہنشہ نے پیام
عیش و راحت میں بسر وقت ترا ہوتا ہے
(۳۴) کیا خبر تجھ کو ترے راج میں کیا ہوتا ہے
ہیجری سے یہ سُنی جب خبرِ قشقۂ رام دے دیا رتن جڑا سونے کا تو پُر انعام
بھر گیا کیکئی کا بوئے مسرّت سے مشام بولی بیخوف ہو کیا خوف کا ہے اسمیں مقام
رام تو بڑھ کے بھرت سے بھی ہیں پیارے ہم کو
(۳۵) یہ اگر نورِ نظر ہیں تو وہ تارے ہم کو
دیکھ تو کر کے تو سیدھی کمرِ پُر خم کو ہم روا رکھ نہیں سکتے کبھی اُن کی ذم کو
مانتے بڑھ کے ہیں ماتا سے وہ اپنی ہم کو تو عبث دل میں جگہ دیتی ہے اپنے غم کو
سلطنت کل اُنھیں گر واقعی مل جائے گی
(۳۶) موُنھ سے جو کچھ بھی تو مانگے گی وہی پائے گی
بات جب سُن کے یہ رانی کی وہ کچھ شرمائی تب یہ تمہیدِ سخن نطقِ زباں سے پائی
دِن بُرے آنے پہ ہوتی ہے یوں ہی رسوائی وائے قسمت کہ بھلائی میں بُرائی آئی
تخت اور تاج ملے چاہے جسے سلطانی
(۳۷) ہو چکی چیری تو اب ہو نہیں سکتی رانی
تم سمجھتی ہو کہ ہیں بس میں تمھارے اودھیش اس لئے راج کے جانے میں نہیں کچھ پس و پیش
ہے مگر فرض مرا تم کو یہ کرنا اُوپدیش وقت پر ہوتے ہیں بیگانہ جو کہلاتے ہیں خویش
کیا کروں ہائے طبیعت کو کہ بدکیش نہیں
(۳۸) تم نہ سمجھو تو نہ سمجھو میں بداندیش نہیں
اک زمانہ تھا کبھی تھے وہ تمھارے مشتاق اُن کے دل میں نہیں اب پچھلی محبت کا مذاق
تھا یہاں رہنا بھرت کا جو گذرتا اُنھیں شاق بھیجا ننہال اُنھیں تاکہ نہ ظاہر ہو نفاق

غلبۂ نفس میں گو بات بنا دیتے ہیں
ورنہ یہ جان لو وہ تم کو دغا دیتے ہیں (۳۹)

دل میں چُپ رہنے کا جب ہم نے نہ دیکھا یارا کہہ دیا حال جو معلوم تھا ہم کو سارا
گو بظاہر ہے اُنھیں حُسن تمھارا پیارا دل کو کوشلیا کا بھاتا ہے مگر نظارا

واقعی مل جو گیا رام کو کل راج کہیں
ہو نہ تم اور بھرت کھانے کو محتاج کہیں (۴۰)

جب کہ اس طور سے باندی نے اُنھیں سمجھایا اور کی عقل کی دیوی نے بھی اپنی مایا
منتھرا نے جو کہا تھا وہ سمجھ میں آیا آکے تب طیش میں کیکئی نے یہ فرمایا

سچ اگر یہ ہے تو گھر میں نہ رہوں گی ہرگز
بات کوئی نہ سَوَت[1] کی میں سہوں گی ہرگز (۴۱)

یک بیک کیوں مری تقدیر نے پلٹا کھایا کیا سبب مجھ کو بدھاتا نے یہ دن دکھلایا
کون سی بات کا بدلہ ہے یہ میں نے پایا کیوں مری آنکھوں میں جاتا ہے اندھیرا چھایا

آج تک کی نہ کسی کی تھی بُرائی میں نے
کیا خطا تھی کہ سزا جس کی یہ پائی میں نے (۴۲)

سچ بتاتا ہے تری بات مرا سوزِ جگر داہنی آنکھ پھڑکتی ہے مری روز اِدھر
رات کو خوابِ زبوں دیکھ کے کرتی ہوں سحر پھاڑے کھاتے ہیں مجھے دن میں یہ دیوار یہ در

میں نے سیکھی نہ کسی سے کوئی چترائی تھی
اس لئے بات تری میں نہ سمجھ پائی تھی (۴۳)

دیکھا قابو میں جو آتی ہوئی اپنے اُس کو بولی کُبری کہ عبث رنج پہ مائل کیوں ہو
پاس راجہ کے تمھارے ابھی بردان ہیں دو یاد ہے بات ہمیں ہم سے کہی تم نے تھی جو

مانگ لو ورنہ ملے گا نہ یہ موقع پھر سے
ہوگا اک عمر کو غم جائے گا سہرا سر سے (۴۴)

سرگذشت اپنی سُنو تم کو سناتی ہوں تمام دیوتوں دیتوں میں اکبار ہوا تھا سنگرام[2]
دستیاری کے لئے اندر نے بھیجا تھا پیام تم تھیں اُسوقت رفیقِ شہِ والا اکرام

(1) सवत

(2) संग्राम

جب کہ دیتوں کی لڑائی تھی ٹھنی دشرتھ سے
(۴۵) گر پڑی ٹوٹ کے تھی کیل دھری کی رتھ سے

حال دشرتھ سے نہ اُس دم یہ بتایا تم نے تھی جہاں کیل وہاں ہاتھ لگایا تم نے
شرطِ اخلاص و محبت کو نبھایا تم نے پرَان راجہ کا لڑائی میں بچایا تم نے

جیت کر دیتوں کو جب یوں تمھیں بیٹھایا یا
(۴۶) اور سب حال وہ راجہ کی سمجھ میں آیا

تم سے خوش ہو کے بہت تم سے کہے تھے یہ سخن جو پسندیدہ ہو وہ مانگ لو اے رشکِ چمن
آج تم نے ہی بچایا ہے مری جان یہ تن بارِ احساں سے نہیں اُٹھتی ہے میری گردن

ہو کے خوش تم سے میں دیتا ہوں تمھیں دو بردان
(۴۷) مانگ لو مجھ سے وہ تم جن کا ہو تم کو ارمان

تم نے اُس وقت کہا تھا کہ ہیں خوش آپ اگر آپ کے پاس امانت میں رہیں دونوں یہ بَر
بعدۂ آئی تھیں تم جنگ سے جب لوٹ کے گھر دی تھی خود تم نے ہی اس واقعہ کی مجھ کو خبر

آگیا وقت وہ اب کوپ بھوَن میں جاؤ
(۴۸) روئے غم شکلِ الم اپنی اُنھیں دکھلاؤ

یک بیک جلد نہ باتوں میں تم اُن کی آنا رام کی جب وہ قسم کھائیں تبھی بتلانا
ہو بھرت راج یہ بَر دان ہو اک من ماتا رام کا دوسرے بردان سے ہو بَن جانا

کیکئی شاد ہوئی سُن کے یہ تقریر بہت
(۴۹) بولی دونگی تجھے اس کے لئے جاگیر بہت

سیکھ کر اُس سے سبق یہ جو ہوا تند مزاج لوں گی بدلہ میں کہا بغض کا کوشلیا سے آج
یا یہ ہو گا کہ بھرت ہونگے مرے مالکِ تاج یا تو نابود ہی ہو جائے گا رگھوکل کا سرتاج

الغرض بات یہی دل میں جو اپنے ٹھانی
(۵۰) خشمگیں بن کے گئی کوپ بھوَن میں رانی

پھینک کر تن پہ جو زیور تھے اُنھیں بر سرِ خاک کر کے سب چاک بدن پر تھی جو اپنے پوشاک
فرش پر لیٹ گئی مکر دریا میں چالاک شکل نادانی سے کچھ ایسی بنائی غمناک

جس سے آثار عیاں ہوتے تھے بدخواہن کے
(۵۱) گویا خود شدنی ہی درپردہ تھی دشمن بن کے

راستی پہ بھی ہو۔ سچ ہے۔ کوئی انسان اگر   طاق ہو علم و ہنر میں بھی اگر کوئی بشر
نیت اور دھرم میں ثانی بھی نہ رکھتا ہو مگر   بالیقیں صحبتِ بد اُس پہ دکھادے گی اثر

گوشش زد کرتی ہے یہ اپنے ہی اندازوں کو
(۵۲) بند کر دیتی ہے سب عقل کے دروازوں کو

غزل

کیا کہے کوئی بھلا غم کے اس افسانے کو   چرخ درپے ہے مصیبت کی گھٹا لانے کو
عیش اُس کو نہیں دم بھر بھی کسی کا بھاتا   شمع کی شکل جلا دیتا ہے پروانے کو
کُبری اور کیکئی کے دل پہ دکھایا نیرنگ   دیکھ کر عیش کے بھرتے ہوئے پیمانے کو
اس طرف جشن اودھ میں ہے اُدھر پوشیدہ   ہوتی تیاریاں ہیں رام کے بَن جانے کو
پھینک کر زیور و پوشاک گئی کوپ بھون   کیکئی غم سے بھری شاہ کے دکھلانے کو
شکل غم ایسی بنائی کہ کہے کون اُسے   بدشگوں شدنی کے تھے جو کہ تھی پیش آنے کو
سچ ہے دکھلاتی ہے ہر صحبتِ بد اپنا اثر   بس ہے اک لمحہ بھی انسان کے بہکانے کو

ساتھ اسفل کا نہ ہو اپنا کبھی نارائن
اس سے بہتر تو سمجھتا ہوں میں مر جانے کو

سوئیا
رام کو راج بَری کُبری سُن کے مَن ماں مَتی مَند مَلینی
بات بنائے کیو چھل چھند بگار سو رانیہو کی متی دینی
مانگوے کو بردان گئی تیہ کوپ نکیتن دمبھ پروینی
ستّیہ سُو سنگت آوت ہیں پُن پائے کُوسنگ سبے گُن ہینی

सवैया—राम को राज बरी कुबरी सुनिके मन माँ मति-मन्द मलीनी ।
बात बनाइ कियो छल छन्द बिगारि सो रानिहु की मति दीनी ।
माँगिबे को बरदान गई तिय कोपनिकेतन दम्भ-प्रवीनी ।
सत्य सुसङ्गति आवत हैं पुनि पाइ कुसङ्ग सबै गुन हीनी ॥

دوہا۔
نیت دھرم آچار سب۔ رہیں نہ پائے کُسنگ
جِم کُبری کیکئی کو۔ جانت جگت پرسنگ
نارائن یہی جگت ماں۔ جنم جو بدھنا دئے
کپٹی پاپی کھلن کو۔ سنگ کبھوں نا دئے

سرگ تیسرا

کیکئی کا بردان مانگنا

حکم مُرشد کا وزیروں کو اُدھر بتلا کر قصرِ کیکئی یہ سونے کے لئے تب آکر
عینِ حیرت میں نہ رانی کو وہاں پر پا کر چارسُو ڈھونڈھنے دشرتھ جی لگے جا جا کر
کیا ہوئی دل میں لگے کہنے کہ پیاری میری
مجھ پہ آتی ہے نظر رات یہ بھاری میری (۱)

ہو کر آشفتہ کنیزوں سے کیا تب یہ سوال آج روپوش ہے کیوں ہے وہ کہاں کیسا ہے حال
شاہدِ خاطرِ ناشاد و بُتِ حُسن و جمال دلربا دلبر و دلدار و دلا رام کمال
دوڑ کر روز تو لگتی تھی مرے آکے گلے
آج آتے نہیں آثار نظر مجھ کو بھلے (۲)

کोप भवन[1]
داسیاں بولیں کہ ہیں کوپ[1] بھون میں رانی ہم کو معلوم نہیں راز مگر پنہانی
گُم ہوئے ہوش یہ سنتے ہی بڑھی حیرانی فق ہوا چہرہ اُڑا رنگِ رُخِ نورانی
پیر اُٹھاتے تو تھے آگے کو مگر رہ رہ کر
دیتی گویا اُنھیں شُدنی تھی خبر رہ رہ کر (۳)

दोहा—नीति धर्म आचार सब, रहैं न पाइ कुसङ्ग।
जिमि कुबरी-कैकई को, जानत जगत प्रसङ्ग॥
'नारायन' यह जगत महं, जन्म जो बिधना देइ।
कपटी पापी खलन को, सङ्ग कबहुं ना देइ॥

جس کے تابع ہیں سبھی بس میں ہے سُرلوک کا راج دیتے شاہانِ زمانہ ہیں سبھی جس کو خراج
لوکپالوں کے بھی لوکوں کا نہیں جو محتاج کانپ اُٹھا ڈر سے خفا سُن کے وہ ہمخوابہ کو آج
مانتے تھے جسے سب دہر میں مخدوم اپنا
(۴) کرلیا کام[1] نے آج اُس کو بھی محکوم اپنا

خوف کھاتے ہوئے تب جاکے وہ آہستہ خرام بولے یوں اُس سے پسندیدہ جو تھے اُس کو کلام
اے سویدائے دل و نازنیں نازک اندام شکلِ ماتم ہے یہ کیوں دل کا ترے کیا ہے مرام
کیوں پڑی فرشِ زمیں پہ ہے بتادے تو سہی
(۵) حالِ غم ہم بھی سنیں کچھ تو سُنا دے تو سہی

تیرا غم دیکھ کے جاتی ہے مری جانِ حزیں جانِ جاں آج ترا دھیان ہے کیا اور کہیں
کس کی باتوں کا اثر دل پہ ہوا نقش گزیں کس نے یہ داغ دیا ہے تجھے اے ماہ جبیں
کس نے سوچی ہے بتا دل میں بُرائی تیری
(۶) کس نے چاہا ہے کہ ہو مجھ سے جدائی تیری

تُو کہے جس کو بنا دوں میں اُسے صاحبِ زر حکم دے تُو جسے کردوں میں اُسے شہر بدر
مار سکتا ہوں اُسے بھی جسے کہتے ہیں امر بچ کے جائے مرے ہاتھوں سے کہاں تاب بشر
جس کو تُو چاہے بری اُسکو سزا سے کردوں
(۷) تُو جو مانگے تو ابھی کاٹ کے اپنا سر دوں

کیوں بتاتی نہیں آنکھوں سے ہیں کیوں اشک رواں دیکھ کر غم مجھے ہر لحظہ گذرتا ہے گراں
بس میں ہوں تیرے یہ معلوم ہے تجھ کو مری جاں بات دراصل ہے کچھ یا کہ ہے یہ نازِ بتاں
جو کہے گی وہ سر آنکھوں پہ بجا لاؤں گا
(۸) یوں مگر ظلم ترا میں نہ اُٹھا پاؤں گا

رام جی پران ہیں پرانوں کے بھی آدھا صنم قول دیتا ہوں تجھے اُن کی میں کھاتا ہوں قسم
عہد سے اپنے پھروں گا نہ کبھی ایک قدم کروہی جس سے رہے باقی نہ حسرت نہ الم
جان اگر جائے تو جائے نہیں انکار مجھے
(۹) عہد شکنی نہ پسند آئے گی زنہار مجھے

[1] काम

جب سُنی رام کی سوگند یہ کھاتے اُن کو
اُٹھ پڑی غمزہ و انداز دکھاتے اُن کو
پونچھ کر آنسو تھے آنکھوں سے جو آتے اُن کو
بات کرنے لگی طنزاً یہ سُناتے اُن کو

مانگ لو مانگ لو روز آپ کہا کرتے ہیں
(۱۰) اپنا وعدہ بھی کبھی کہئے وفا کرتے ہیں

دو نوں بردان وہ پہلے کے جو ہیں آپ کے پاس
اُن کے پانے کی رہی دل میں نہ باقی کوئی آس
مانگنا اب نہیں زیبا یہ بتاتا ہے قیاس
پھل وہ کس کام کا ہوتی ہی نہیں جس میں مٹھاس

بولے دشرتھ کہ لگاتی ہے عبث دوش مجھے
(۱۱) تو نے مانگا ہو کبھی اس کا نہیں ہوش مجھے

گر اسی بات پہ ہے رنج کا سب دارومدار
دو کے بدلے جو کہے تو تو میں دیدوں تجھے چار
جھوٹ سا پاپ نہیں کوئی جہاں میں زنہار
رام کی اُس پہ قسم کھا کے میں کرتا ہوں قرار

رسم رگھو کل میں سدا سے یہی اے جان رہی
(۱۲) کر دیا وہ جو کہا۔ تن نہ رہا۔ شان رہی

قول دشرتھ کا یہ سُن کر جو ہوا دل میں اثر
بولی کیکیئی کہ اچھا مجھے دیتے ہو جو بر
پہلا بردان یہی ہے مرے اب مدِ نظر
مالکِ تخت بھرت جی ہوں مرے لختِ جگر

دوسرا یہ کہ اُداسی کی طرح پھل کھا کر
(۱۳) رام جی بن میں رہیں چودہ برس تک جا کر

بعدہٗ چاہیں اگر وہ تو پلٹ بھی آئیں
گر نہ چاہیں تو وہیں بن میں کہیں رم جائیں
فرق کچھ آپ اگر دینے میں ان کے لائیں
تو یہی ہوگا کہ پھر مجھ کو نہ جیتا پائیں

رہ گئی چہرہ پہ رونق نہ سنے جب یہ سخن
(۱۴) لگ گیا جیسے چمکتے ہوئے سورج کو گہن

دل میں کہنے لگے ہاتھوں کو جبیں پہ رکھ کر
ہائے کم بخت محبت نے دیا ہے یہ ثمر
دیکھتا کیا ہوں میں یہ کیا ہے مرے پیشِ نظر
سچ ہے یا خواب ہے یہ شام ہوئی ہے کہ سحر

ہائے قسمت نے یہ دن کیوں مجھے دکھلایا ہے
(۱۵) کیا مری موت کا اب وقت قریب آیا ہے

رفتہ رفتہ جو ہوئے خوابِ الم سے بیدار　　　شیرنی کی طرح آئی نظر اپنی وہ نگار
بولے کیوں کرتی ہو نا سمجھی سے ایسی گفتار　　　چاہتی کیوں ہو بناتا مرے اس دل کو شکار
کیا خطا رام سے سرزد ہوئی بولو تو سہی
(۱۶)
دل لگی کرتی ہو یا دل میں ارادہ ہے یہی

کہتی تھیں رام بھرت سے بھی ہیں پیارے مجھ کو　　　ہیں یہ نورِ نظر آنکھوں کے وہ تارے مجھ کو
جھوٹ ثابت ہوئے وہ قول تمھارے مجھ کو　　　آج معلوم ہوئے سب وہ اشارے مجھ کو
راج دینے میں بھرت کو نہیں انکار مجھے
(۱۷)
دور کرنا نہ مگر رام سے زنہار مجھے

گر پڑے قدموں پہ آنکھوں میں بھر آئے آنسو　　　بولے کیوں ہوتی ہے تو بھانو[1] کے کُل کو راہو[2]　　　(1) भानु　(2) राहु
مہ جبیں داغ بتا کیوں مجھے دیتی ہے یہ تُو　　　ہو گیا چاک اگر دل تو نہ پھر ہو گا رفو
کرکے سُرخ آنکھوں کو تب رانی غضبناک ہوئی
(۱۸)
بولی کیا عقل گُم اے صاحبِ ادراک ہوئی

تم بھی تو کہتے تھے دل کے ہیں یہ دونوں پیوند　　　کیا بھرت غیر ہوئے رام تمھارے فرزند
بات وہ سچ تھی تو اب کیوں نہیں ہوتے خُرسند　　　کیا تمھیں راج بھرت کا نہیں آتا ہے پسند
دھیان گر دل میں نہیں کچھ مرے غم کا سوامی
(۱۹)
چھوڑتے پاس ہو کیوں اپنی قسم کا سوامی

ایسا کرنے میں تمھیں ہو گی فقط رسوائی　　　سلطنت بھر میں رہے گی نہ کہیں سچّائی
آبِ شفّاف پہ جم جائیگی کُل کے کائی　　　بھوگنا ہو گا نرک بھی تمھیں رگھو کُل رائی
صبح کُل رام نہ جنگل کو اگر جائیں گے
(۲۰)
جان لو۔ پران مرے تن میں نہ رہ پائیں گے

عورتوں سا مجھے دکھلاتے ہیں کیوں آپ ولاپ[3]　　　ہو نہ دینا اگر انکار ہی کر دیجئے آپ　　　(3) विलाप
ستّیہ کا آپ کے دنیا کو ہو معلوم تو داپ[4]　　　پھیرنا قول کو دیکر یہ بڑا بھاری ہے پاپ　　　(4) दाप
سچ کے پردے میں دکھاتے تھے اگر آپ سوانگ
(۲۱)
کس کی طاقت پہ کہا آپ نے مجھ سے بر مانگ

بولے دشرتھ کہ تو اس طرح مرا خون نہ کر   مانگ تو مجھ سے تو دیدوں میں ابھی کاٹ کے سر
جان کر جان نہ لے مان مری بات ۔ اگر   رام ہوں دور تو میں جی نہیں سکتا دم بھر
زندہ گر ماہی بے آب رہے تو رہ جائے
(۲۲) دل یہ وہ دل نہیں جو رام کی فرقت سہہ جائے

کیکئی بولی کہ بردان یہ میں نے دل خواہ   دونوں مانگے ہیں وہی جن کی بہت دن سے تھی چاہ
آپ کیوں ڈھونڈھتے بچنے کے لئے اپنے ہیں راہ   قول کا اپنے یہ واجب ہے کریں آپ نباہ
فکر اگر رہ نہ گئی وعدہ وفائی کی کوئی
(۲۳) شرم بھی کیا نہ رہی جگ میں ہنسائی کی کوئی

حیف صد حیف کہا شاہ نے سُن کر یہ سخن   ہو گیا میری تمنّاؤں کا تاراج چمن
بھول کر اب کبھی اے بانیٔ بیداد و محن   شکل دکھلا کے بڑھانا نہ مرے دل کی جلن
گر پڑے فرش پہ کہتے ہوئے یہ غش کھا کر
(۲۴) رام تم میری خبر کیوں نہیں لیتے آکر

بیقراری میں وہ اک رات انھیں اک سال ہوئی   آرزو دل میں جو تھی اُن کے وہ پامال ہوئی
شورِ بختی جو بڑھی برسرِ اقبال ہوئی   راحتِ دل جسے سمجھے تھے وہی کال ہوئی
سچ ہے ابلا[1] کی بلاؤں میں نہ پڑ جائے کوئی   अबला[1]
(۲۵) جال میں اُن کی نہ چالوں کے جکڑ جائے کوئی

آخرش فکر تھی جس صبح کی آئی وہ سحر   ہر طرف شہر میں بجتی تھی بدھائی گھر گھر
نغمہ پرداز ہوئے آکے جو مطرب در پر   پاش پاش اور بھی دشرتھ کا ہوا سُن کے جگر
برہمن چھتری ویشوں کا ہوا مجمعِ تمام
(۲۶) راجگاں جتنے تھے حاضر وہ ہوئے آکے تمام

بھر گیا منیوں سے اور رشیوں سے وہ راج بھون   سولہ[2] کنیائیں رعایا کی جو تھیں غنچہ دہن
لیکے ہاتھوں میں چنور آکے ہوئیں جلوہ فگن   صف بصف فوج بھی تیار ہوئی ماہرِ فن
چھتر بھی لائے وہاں وہ جو تھا ہیروں سے سجا
(۲۷) الغرض حکم تھے جو لائے گئے سب وہ بجا

قشقۂ رام کی خوشیوں کو مناتے گاتے　　ایسے نغمے کہ جو تھے دل کو لبھاتے بھاتے
جشن میں صبحِ مبارک ہی کے راتے ماتے　　کچھ نہ معلوم ہوئی رات وہ آتے جاتے
تھے خیالات یہی سب کے دلوں پر چھائے
صبح کس طور سے ہو کیسے وہ ساعت آئے (۲۸)

ہوں گے کب زینتِ اورنگِ اجودّھیا شری رام　　زیورِ لعل و گہر پہنے ہوئے تن پہ تمام
منعقد ہو گا اجودّھیا میں وہ کب جلسۂ عام　　ہو گا کب پیشِ نظر وہ تنِ مرغوبِ انام
جلوہ گر کب وہ عماری پہ بہ صد شاں ہوں گے
پورے ہم لوگوں کے کب دل کے سب ارماں ہونگے (۲۹)

اُس طرف یہ تھا اِدھر حال تھا دشرتھ کا زبوں　　ذرہ بھر بھی نہ خوش آتے تھے خوشی کے مضموں
اشک آنکھوں میں تھے سینہ میں تھا غم لب پہ سکوں　　دیکھ کر نورِ سحر ہوتا تھا رنج اور فزوں
رام کے ہجر میں کہتے تھے یہ ہے دل کو یقیں
قفسِ تن میں نہ رہ پائے گی یہ جانِ حزیں (۳۰)

اس طرف تو یہ تھے اس فکر میں غلطاں پیچاں　　ایک اک لمحہ اُدھر سب کو گزرتا تھا گراں
الغرض سب نے یہ منتری سے کہا جاکے وہاں　　دیکھ تو آؤ کہ کیا بات ہے راجہ ہیں کہاں
حسبِ معمول وہ دربار میں آتے نہیں کیوں
رام کو تخت پہ بلوا کے بٹھاتے نہیں کیوں (۳۱)

راج منتری اسی تشویش میں آخر پڑ کر　　سست قدموں سے بڑھا کرتے پس و پیش نظر
جاکے پہونچا وہ جہاں شاہِ زمیں تھے مضطر　　یک بیک سہم گیا دیکھ کے یہ حالِ دگر
رُک کے بولا کہ مہاراج کی جے ہو جے ہو
مالکِ سلطنت و تاج کی جے ہو جے ہو (۳۲)

پایا اس بات کا راجہ سے نہ جب کوئی جواب　　تب کیا کیکئی سے اُس نے یہ تعظیم خطاب
رنج کیا ہے انھیں دیوی یہ ہے کیوں سب تب و تاب　　بیقراری کا سبب کیا ہے یہ کس پر ہے عتاب
بولی رانی انھیں کل نیند نہیں آئی ہے
رام کے ہجر نے شکل ان کو یہ دکھلائی ہے (۳۳)

رٹ رہی رام کے اک نام کی ان کو ہر بار		کچھ بتایا نہ زباں سے سببِ حالتِ زار
اس لئے میں یہ سمجھتی ہوں کہ اے نیک شعار		رام کو جا کے بلاؤ کہ ہو جائے قرار
حکم راجا کا کہا اُس نے۔ اگر پاؤں میں
(۳۴) رام کو جا کے یہاں پر ابھی لے آؤں میں

بات راجہ نے یہ منتری کی زبانی سُن کر		غمزدہ ہو کے کہا اُس سے یہ با دیدۂ تر
دیکھ لوں رام کو کہتا ہے مرا دل یہ اگر		شکل ممکن ہے کہ آئے کوئی راحت کی نظر
اس لئے رام کو جلدی سے یہاں لے آؤ
(۳۵) کل پڑے جس سے وہی شکل مجھے دکھلاؤ

حکم منتری نے جو یہ شاہِ اودھ سے پایا		قصرِ زریں یہ وہ رگھوبر کے اُسی دم آیا
بولا راجہ نے طلب آپ کو ہے فرمایا		دیکھنا چاہتے ہیں آپ کو رگھو کُل رایا
سُن کے منتری سے پتاجی کا یہ پیغام اپنے
(۳۶) چل دیئے بھائی کو ہمراہ لئے رام اپنے

دیکھ کر رشیوں کا اور مُنیوں کا اک مجمعِ عام		مہرِ تاباں کی طرح مرشدِ دانا کا قیام
کہہ سکے کچھ بھی نہ جلدی میں کیا صرف پرنام		تیز گامی سے گئے پیشِ شہنشاہِ انام
گر پڑے دوڑ کے قدموں پہ پتا کے رگھوناتھ
(۳۷) حکم کیا میرے لئے ہے یہ کہا جوڑ کے ہاتھ

کان میں اُن کے پڑے جب یہ دلآویز سخن		ہو گئے اُٹھ کے کھڑے بھول گئے درد و محن
ہاتھ پھیلا کے یہ خواہش تھی پکڑ لیں دامن		کھا کے غش جب وہ گرے جیسے ہو بیجان کے تن
ہائے کہتے ہوئے فی الفور اُٹھایا اُن کو
(۳۸) رام نے اپنے سہارے سے بٹھایا اُن کو

داسیاں رونے لگیں دیکھ کے یہ صدمہ و غم		بن گیا قصر یکایک وہ سرائے ماتم
پا کے آہٹ جو سنی گریہ و زاری پیہم		آ گئے اپنا بڑھاتے ہوئے مُنی بر بھی قدم
پڑ کے حیرت میں کیا رام نے ماتا سے سوال
(۳۹) کیا سبب غم کا پتا کے ہے ہوا کون ملال

موجب درد و الم کانوں سے گر سُن پاؤں — جیسے آرام ملے کر کے وہی دکھلاؤں
مارا مارا پھروں در در کی میں ٹھوکر کھاؤں — ڈھونڈھ کر درد مٹے جس سے وہ درماں لاؤں
سارے برہمانڈ کو متھ کر میں نکالوں امرت
جس طریقہ سے ملے لاکے پلا دوں امرت (۴۰)

تم ہی رانی نے کہا شہ کے ہو اس غم کا سبب — جس کے پڑتا ہے بچانے میں تمہارا ادب
فکر دل کو یہی ان کے ہے یہی رنج و تعب — آ گئے تم ہو یہاں پر تو نہ رہ جائیں گے اب
ستّیہ(۱) بادی ہو ذرا تم بھی انھیں سمجھاؤ — (۱) सत्यवादी
راستی ہی پہ رہیں شکل وہ تم دکھلاؤ (۴۱)

ہو کے خوش پہلے جو بر دان دیئے تھے مجھے دو — آج وہ مانگ لئے میں نے پسندیدہ تھے جو
حصر ایفا کا تمھیں پہ ہے کرو یا نہ کرو — جان جاتی ہے اسی غم میں بچا لو ان کو
ستّیہ کی آگ ہے یہ جسمیں جلے جاتے ہیں
خود وے تم سے بتاتے ہوئے شرماتے ہیں (۴۲)

تم جو چاہو تو کرو عہد کا خود ان کے نباہ — تم جو چاہو تو مٹے ان کا ملالِ جانکاہ
تم جو چاہو گے تو راحت کی ملیگی انھیں راہ — تم جو چاہو گے تو مل جائیگا درماں دلخواہ
باپ کی اپنے بھلائی جسے منظور نہیں
اُس کو انسان کہانے کا بھی مقدور نہیں (۴۳)

سخت الفاظ یہ کانوں میں پڑے رام کے جب — بولے۔ ماتا مجھے معلوم تو ہو غم کا سبب
سانحہ کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا یہ عجب — کیا ہے تقصیر مری مجھ پہ ہے کیوں چشمِ غضب
ہو نہ ہو میرے کسی فعل سے بیزاری ہے
اس لئے آج تکلّم میں بھی دشواری ہے (۴۴)

جان تک دیدوں اگر حکم پتا کا پاؤں — زہر قاتل بھی کہیں گر تو ابھی پی جاؤں
حرفِ انکار نہ ہرگز میں زباں پر لاؤں — عہد جو کچھ بھی ہو وہ کر کے وفا دکھلاؤں
چھوڑ دوں راج کو میں بھول کے بھی لوں نہ کبھی
تیاگ(۲) دوں ماں کو بھی گھر کو بھی میں دیکھوں نہ کبھی (۴۵) — (۲) त्याग

حسب منشا رپدر کرتے ہیں دنیا میں جو کام　　باعثِ فخر ہیں ملتا ہے اُنھیں عیش مُدام
حکم پانے پہ وہ دیتے ہیں جو اُس کو انجام　　نیک سیرت ہیں اُنھیں آتے نہیں پیش مہام
جو رضا جو نہیں پا کر بھی پدر کا ارشاد
(۴۶) ایسی اولاد سے بہتر ہے نہ ہونا اولاد

خوشِ نصیبی ہے مری ہو تو عیاں دل کی ضمیر　　رام دو بات کرے یہ نہیں ممکن تقصیر
کیکئی نے جو سُنی رام کی ایسی تقریر　　بولی ہو دور یہ غم جس سے وہ سُن لو تدبیر
دونوں وہ عہد ہے اب جنمیں پس وپیش انھیں
(۴۷) ہوں جو پورے تو رہے غم نہ کم وبیش انھیں

تاجپوشی کے فراہم ہیں جو سامانِ کثیر　　اِن سے مل جائے بھرت جی کو مرے تاج وسریر
دوسرا عہد ہے جنگل میں ہو تم خانہ پذیر　　مُول اور پھل پہ کرو اپنی گذر مثلِ فقیر
वल्कल-वसन[1] ہو فقط جسم پہ بلکل[1] بسن اور کچھ بھی نہ ہو
(۴۸) ان کی منشا ہے کہ تم چودہ برس بن میں رہو

رام جی بولے کہ خوش ہوں میں بھرت پائیں جو راج　　سلطنت کا میں نہیں تیری دیا سے محتاج
महाराजाधिराज[2] چھوڑ کر گھر کو میں بن جانے کو تیار ہوں آج　　بولتے کیوں نہیں مجھ سے ہیں مہاراج ادھیراج[2]
کر دیا کس مری تقصیر نے بیزار اتنا
(۴۹) جس لئے مجھ سے تکلم میں بھی ہے عار اتنا

کھول دی آنکھ سنے جیوں ہی یہ دشرتھ نے کلام　　شکل آئی وہ نظر اُنکو جو تھی راحتِ عام
غم ہوا اُن کا غلط دیکھ کے رگھوبر کو تمام　　پھر گئی لے کے قضا موت کا گویا پیغام
خواب غم سے جو ہوئے پھر وہ یکایک بیدار
(۵۰) یوں لگے کرنے غم آلودہ سخن گوش گذار

اے مرے نورِ نظر طاقتِ دل راحتِ جاں　　شرم آتی ہے کروں حال میں کیا تم سے بیاں
بھول کر جس کا نہ کل تک کبھی گذرا تھا گماں　　میں نے ہاری ہے اُسی بات کو عورت سے زباں
کام کے دام میں پھنس کر جو ہوا متوالا
(۵۱) غور میں نے نہ کیا کچھ بھی نہ دیکھا بھالا

عقل باقی نہ کسی بات کی اب مجھ میں رہی — سوجھ پڑتا نہیں کچھ کیا میں کروں بادشہی
چاہئے تم کو تو کرنا جو مناسب ہو وہی — راے دیتا ہوں میں اپنی مری مانو جو کہی
فرق کیا میرے نہ ہونے میں ہے اور ہونے میں
ڈال دو باندھ کے مجھ کو کسی اک کونے میں (۵۲)

چھین لو راج کو مجھ سے مرا مانو جو بچن — دوش کچھ اس میں نہ ہوگا تمھیں اے رگھونندن
ستیہ کا میرے بھی ٹوٹے گا نہ اس طور پرن — چاہتے سب ہیں تمھیں کچھ بھی نہیں خوفِ فتن
ورنہ گر چھوڑ کے تم مجھ کو چلے جاؤ گے
تو نہ جیتا ہوا پھر آکے یہاں پاؤ گے (۵۳)

کہہ کے شاہنشہِ عالم یہ بہت گھبرا کر — بولے پھر اُن سے کہ ہو پاس مرا کچھ بھی اگر
دور آنکھوں سے نہ ہونا مری اے نورِ نظر — رام رگھونندن و رگھوناتھ رگھو تم رگھوبر
عالمِ پیری میں ہو تم ہی سہارا مجھ کو
رشتۂ جاں ہے تمھارا ہی نظارا مجھ کو (۵۴)

تم کو سب کہتے ہیں جگدیش ہو تم دینِ دیال — اپنے بھکتوں کا تمھیں رہتا ہے ہر وقت خیال
کونسی بات کا ہے آج مرے لال ملال — رحم آتا جو نہیں دیکھ کے یہ باپ کا حال
کہہ کے یہ پریم سے تب پاس اُنھیں بٹھلا کر
اور بھی زور سے رونے وہ لگے چلّا کر (۵۵)

دیکھ کر حال پتا کا یہ اودھ راج کمار — پریت[1] اور نیت[2] نپن گیان کے گن کے آگار[3]
پونچھ کر دستِ مبارک سے وہ خود اشکوں کی دھار — اس طرح کہنے لگے اُن سے دھرم کے اوتار
ہے خوشی مجھ کو بھی ہو راج اگر بھائی کا
کیجئے غم نہ یہ موقع ہے شکیبائی کا (۵۶)

بن میں آرام وطن سے بھی فزوں پاؤں گا — کاٹ کر چودہ برس جلد پلٹ آؤں گا
عہد جو آپ کا ہے کر کے وہ دکھلاؤں گا — ستیہ رگھوبنش کا آکاش پہ چمکاؤں گا
اپنی تقدیر سے موقع یہ ہوا آج نصیب
مل گئی اپنے ہر اک کام کی مجھ کو ترکیب (۵۷)

(1) प्रीति
(2) नीति-निपुण
(3) आगार

اور باتیں بھی ہیں - لازم نہیں جن کا ہے بیاں خوش ہو ماتا بھی مری ایسی تھی تقدیر کہاں
لے کے ماتا سے اجازت ابھی لے شاہِ جہاں اُس کو دے کر میں تشفی ابھی آتا ہوں یہاں
چھو کے راجیو چرن آپ کے تب جاؤں گا
(۵۸) دیجئے حکم - نہ میں بن میں محن پاؤں گا

میرے بن جانے سے اوروں کا بھی بن جائیگا کام آپ اتنا نہ پریشان ہوں اے شاہِ انام
رکھدیا جائے ابھی ٹیکے کا سامان تمام فرق کیا ہوگا بھرت راج کے مالک ہوں کہ رام
راجہ دشرتھ بہ سبب رنج کے کچھ کہہ نہ سکے
(۵۹) غم بڑھا اتنا کہ پھر ہوش بجا رہ نہ سکے

جب سُنا باپ سے کچھ اپنے نہ کہہ کر یہ بچن چلدئے کرکے پرنام ان کو وہ اور چھُو کے چرن
آئے ماتا تھیں جہاں دھیان میں ڈنتو کے مگن اور کیا رام کی بہبودی کو تھا ختم ہون
مفلسوں برہمنوں کو تھا دیا دان بہت
(۶۰) تھا انھیں رام کے ابھیشیک[1] کا ارماں بہت

(۱) अभिषेक

غزل

خوبیٔ قسمت ہے میری کیا تری تقصیر ہے موت کے پنجہ میں ہوں میں موت دامن گیر ہے
خون میری حسرتوں کا تیرے ہاتھوں سے ہوا کیا خبر تھی تو ہی میری موت کی تصویر ہے
مبتلائے قیدِ غم ہے جانِ مضطر بے طرح تیر سی باتوں کا تیری دل مرا نخچیر ہے
سلطنت لیں گے نہ بھولے سے بھرت تا عمر یہ رائیگاں جائے گی ساری جو تری تدبیر ہے
آخرش پھر آ کے ہوں گے رام ہی فرماں روا کب مگر مٹتا ہے جو تقدیر میں تحریر ہے
بحرِ غم میں غرق ہو یہ کشتیٔ عمرِ رواں خوابِ ہستی کی ہمارے اک یہی تعبیر ہے
اب نہ جیتے جی کبھی آنا ہمارے روبرو التجا یہ آخری سُن اے زنِ بے پیر ہے
ہوگیا وہ باعثِ آزار جس کی چاہ کی باغِ عالم کے ہر اک گُل کی یہی تاثیر ہے
دین دنیا کی مصیبت دور کرنے کے لئے
رام ہی کا نام نارائن فقط اکسیر ہے

سوئیا۔ بول نہ شوک بھرے پریہ بَین بِشادہئے اُپجاؤ متی
رام اَدھار ہیں جیون کے کُل برِچھ کُٹھار کہاؤ متی
ستیہ کی بنش میں آئی چلی مریادا سدا سو مٹاؤ متی
اِتیہوں پَے نہیں مانت جو مُکھ آپن موہیں دکھاؤ متی

دوہا۔ مَن بِن جِئے بھجنگ برو۔ جئے بار بن مین
میں نہ جیب بن رام کے سُن لے پریا پروین
کیکئی بچن بشکھ سم۔ کُبری بنی کمان
نارائن نرپال ہیہ بھا تیہی لکش سمان

سرگ چوتھا

بھگوان رام کا ماتا سے بدا ہونا اور لکشمن اور سیتا کے ساتھ بن کی تیاری

دھیان ماتا کو تھا اُس وقت جو پرمیشور کا ملگن تھیں پریم میں آنند تھا دنیا بھر کا
فکر باہر کی نہ تھی سوچ نہ تھا کچھ گھر کا اس لئے دیکھ سکیں روپ نہ سیتا برکا
جا کے نزدیک کہا اُن سے سومترا نے یہ تب
سامنے دیکھو تو حاضر ہیں وہ ہے جن کی طلب (۱)

सवैया—बोलु न शोक भरे प्रिय ! बैन विषाद हिए उपजाउ मती ।
राम अधार हैं जीवन के कुल-वृच्छ-कुठार कहाउ मती ।
सत्य की वंश में आई चली मर्यादा सदा सो मिटाउ मती ।
एतेहुं पै नहिं मानत जौ मुख आपन मोहिं दिखाउ मती ॥
दो०—मणि बिनु जियै भुजङ्ग बरु, जियै वारि बिनु मीन ।
मैं न जियब बिनु राम के, सुनि ले प्रिया प्रवीन ॥
कैकइ-वचन विशिख-सम, कुबरी बनी कमान ।
'नारायण' नरपाल-हिय, भा तेहि लक्ष्य-समान ॥

بات یہ سنتے ہی ماتا نے جو آنکھیں کھولیں سامنے دیکھا اُسے دل میں جو تھا نقش گزیں
اس قدر خوش ہوئیں پا کر وہ متاعِ دل و دیں دیر تک رہ گئیں سکتہ میں نہ کچھ بول سکیں

بعدہٗ غور سے جب اپنی نظر دوڑائی
(۲) روبرو شکل اُنھیں رام کی دی دکھلائی

سامنے جوڑے ہوئے ہاتھ جو پایا اُن کو دوڑ کر چھاتی سے ماتا نے لگایا اُن کو
پیار سے پاس ہی تب اپنے بٹھایا اُن کو مادری مہر کا اک جذبہ دکھایا اُن کو

ہونٹ ہیں خشک کہا چہرہ بھی ہے آج اُداس
(۳) پہلے کچھ کھا لو تو جاؤ مری جاں باپ کے پاس

کل رہے برت سے مرے لال نہ کچھ بھی کھایا گُلِ رُخسار اسی وجہ سے ہے کُمھلایا
بات سنکر یہ شری رام نے تب فرمایا آج تقدیر نے موقع یہ مجھے دکھلایا

وقت کھانے کا نہ اب ہے نہ تو خواہش من کو
(۴) حکم جانے کا ملا ہے مجھے دنڈک[1] بن کو

[1] दण्डक-वन

یہ وہ موقع ہے کہ میں کام پتا کے آؤں پھل جنم لینے کا سنسار میں اپنے پاؤں
دے اجازت مجھے ماتا کہ میں بن کو جاؤں عہد جو باپ کا ہے کر کے وفا دکھلاؤں

بن کو جانے میں مرے کام بھی بن جائینگے
(۵) ہو تامل نہ بہت جلد پلٹ آئیں گے

دفعتاً سُن کے شری رام کے بن باس کا حال کوشلا ہو گئیں بے ہوش ہوا اتنا ملال
پھر سنبھل کر یہ کیا رام کی ماتا نے سوال حکم کیوں تم کو یہ راجہ نے دیا ہے مرے لال

آج ملنے کو اجودھیا کی تھی شاہی تم کو
(۶) کس لئے بن کی طرف کرتے ہیں راہی تم کو

حال تب سب وہ کیا رام نے ماتا سے بیان جس طرح پائے تھے کیکیئی نے دونوں بردان
پھر کہا کر کے وفا چودہ برس کا پیمان جلد آؤں گا میں واپس تو نہ کر دل میں گمان

وقت جاتے ہوئے لگتی نہیں دیری کچھ بھی
(۷) چاہئے فکر نہ ماتا تجھے میری کچھ بھی

کوشلا جی نے کہا سُن کے یہ افسانۂ غم کونسا جُرم تھا جس پہ یہ ہوا تم پہ ستم
حیف صد حیف ہوا کیسا نصیبہ برہم یک بیک کرلیا کیکئی سے کیوں قول و قسم
راج دے دیں وہ جسے چاہیں اگر دیتے ہیں
(۸) حکم بن باس کا کیوں تم کو مگر دیتے ہیں

حق ہے جس طرح پتا جی کا تمھارے تم پر ہے اُسی طرح تجھے بلکہ کچھ اُس سے بڑھ کر
بن کو جانے کا تمھیں حکم وہ دیتے ہیں اگر روکتی ہوں تمھیں میں جاؤ نہ بن چھوڑ کے گھر
تم کو منظور نہیں ہے یہ اگر بات مری
(۹) کہیں مر کر نہ ہو اب تم سے ملاقات مری

ایسے ماتا کے پُر از درد و الم سُن کے سخن خشمگیں ہو گئے تھرانے لگا سارا بدن
بعدۂ بولے شری رام سے اس طور لکھمن ہو رضا آپ کی اس میں اگر اے رگھونندن
قید خانہ کی بھرت جی کو ہوا کھلوا دوں
(۱۰) اُن کے ماموں کو ابھی ملک عدم پہنچا دوں

آپ اُدھر راج تلک کا کریں سامان تمام اس طرف لیکے کماں در پہ رہے گا یہ غلام
آکر اُس میں جو مزاحم کوئی ہوگا خود کام موت کا دے گا اُسے تیر یہ میرا پیغام
گر مقابل میں مرے سارا زمانہ آئے
(۱۱) تو بھی ہے مجھ کو یقیں جیت نہ ہرگز پائے

رام جی بولے سُنی جب یہ لکھمن کی تقریر تم جو کہتے ہو عیاں سچ کی ہے اس میں تنویر
جانتا ہوں میں کہ طاقت میں ہو بے مثل و نظیر مصلحت پر نہیں اس وقت تمھاری تدبیر
کچھ قیامِ شہی و افسر و اورنگ نہیں
(۱۲) واسطے ان کے مناسب ہی ہیں جنگ نہیں

راج سُکھ بھوگ نظر تم کو جو آتے ہیں یہاں ایسے ہیں ابر میں جس طرح سے بجلی کا نشاں
زندگی ہی یہ زمانہ میں بھروسہ ہے کہاں قطرۂ آب ہے اک جلتے توے پر یہ عیاں
ساری دنیا کی ہوس دل میں بھری رہتی ہے
(۱۳) اپنی ہستی سے مگر بے خبری رہتی ہے

مایا اور موہ میں اس واسطے پڑ کر بھائی حکم ٹالے جو بڑوں کا تو نہیں دانائی
عیش کے واسطے ہوتی ہے عبث رسوائی موہ سے کچھ نہیں پڑتا ہے مگر دکھلائی
خواہشیں بڑھتی ہیں انساں کی جہاں میں جیوں جیوں
(۱۴) اور بھی ہوتا ہے پابندِ الم وہ تیوں تیوں

دُنیوی عیش و خوشی عالمِ پیری و شباب تخت اور تاج ہیں یوں جیسے ہو پیاسوں کو سراب
دیکھتا جیو ہے ان میں عبث آرام کا خواب اِن میں راحت نہیں ہیں یہ سببِ رنج و عذاب
کیا زمیں چرخِ بریں آگ ہوا کیا پانی
(۱۵) جتنی چیزیں ہیں زمانہ میں وہ ہیں سب فانی

جس قدر بڑھتی ہے اِس جیو کو راحت کی تلاش دنیوی عیش میں جس کا نہیں اچھا پاداش
بے حقیقت ہے فریبوں سے بھرا جس کا تماش اُس قدر دل پہ شدید اور بھی پڑتا ہے خراش
خواہشیں جتنی ہیں سنسار کی دُکھدائی ہیں
(۱۶) غم و آفت سے بری صبر و شکیبائی ہیں

باپ ماں بھائی بہن اپنا نہیں ہے کوئی اقربا مرد نہ زن اپنا نہیں ہے کوئی
گیان کرم اندریاں تن اپنا نہیں ہے کوئی گھر ہو یا بن ہو وطن اپنا نہیں ہے کوئی
غفلتِ ہستی ہے نظروں میں بشر کی طاری
(۱۷) کچھ بھی جز خواب نہ شاہی ہے نہ ہے ناداری

دہر میں مثلِ مسافر ہیں اہالیٔ تبار سایہ ساں ایک جگہ پہ نہیں دولت کو قرار
موج کی شکل ہے دنیا میں جوانی کی بہار خواب ہے صحبتِ زن میں نہیں راحت کا گزار
زندگانی ہے ہر اک لمحہ جہاں میں گھٹتی
(۱۸) موت دم بھر کے لئے بھی نہیں آکر ہٹتی

منتظر پردۂ ہستی میں ہے ہر وقت اجَل ناتوانی کے لئے سر پہ ہیں امراض کے دَل
مانتا جسم کو اُس پہ بھی ہے یہ جیو اٹل اس لئے زندگی اور موت کا پاتا ہے پھل
کان عیبوں کی غرورِ تنِ انسانی ہے
(۱۹) جس نے سمجھا نہ اسے عقل وہ دیوانی ہے

طیش اس جیو کے بندھن کا ہے جگ میں کارن طیش ہی جیو کو ہے باعثِ تکلیف و محن
چھین لیتا ہے یہی جیو سے ست دھرم کا دھن سب سے بڑھ کر ہے یہی جیو کا جانی دشمن
ہے بھرا یہ شجرِ جسم کی ہر ڈالی میں
(۲۰) ہر گھڑی جیو کی رہتا ہے یہ پامالی میں

کرودھ ویتر نی ہے آساں نہیں کرنا جسے پار صبر سے قُلزُمِ آفاق میں ملتا ہے قرار
شانتی دل میں دکھا دیتی ہے جنّت کی بہار کوئی ہوتا ہے اگر غیر تو ہو جاتا ہے یار
آتما پاک کو عیبوں سے سروکار نہیں
(۲۱) پران اور من سے لگاوٹ اسے زنہار نہیں

اِندریوں کے لئے ممکن نہیں پانا اس کا کوئی آسان نہیں عقل میں آنا اس کا
ہے ہر اک جا نہیں مخصوص ٹھکانا اس کا رنج و آرام نہیں کام اُٹھانا اس کا
عیش و غم روحوں کی قسمت میں لکھے جاتے ہیں
(۲۲) عُنصری جسم یہ سب جن سے نظر آتے ہیں

آتما کرم کے بندھن سے ہے دراصل بری اس کو اکساں ہیں شہنشاہی و دریوزہ گری
ظرفِ قسمت میں ہیں اجناسِ غم و عیش بھری لکشمن اس لئے تم لو نہ عبث دردِ سری
گیان کا دے کے سبق بھائی کو اسطور یہ رام
(۲۳) بولے ماتا سے زمانہ پہ لگا کر الزام

اُن کے پڑجاتے ہی ہیں پاؤں میں اک دن چھالے کرم کی راہ پہ جو لوگ ہیں چلنے والے
اپنی نادانی سے بیکار نہ کر تو نالے لوحِ قسمت کا لکھا ٹل نہیں سکتا ٹالے
دھیان میرا نہ ترے دل سے اگر جائے گا
(۲۴) پل میں فرقت کا زمانہ یہ گزر جائے گا

دل کو اس طور پہ ڈھارس دیئے رہنا ماتا دُکھ نہ کوئی بھی پڑے گا مجھے سہنا ماتا
بن کے کانٹے مجھے بن جائیں گے گہنا ماتا حکم دے اب مجھے سُن لے مرا کہنا ماتا
ہو گا آزار نہ غربت میں دیا سے تیری
(۲۵) غم نہ کرنا مرا کچھ تجھ کو قسم ہے میری

گر پڑے پانوں پہ ماتا کے یہ کہہ کر رگھوبر دے اجازت مجھے بن کے لئے اب دیر نہ کر
گود میں لے کے اُنھیں ماتا نے با دیدۂ تر دی دعا شاد رہو کوئی نہ ہو خوف و خطر
سر پہ برہم و وشنو کا شیو کا رہے ہر دم سایا
(۲۶) دیوتا جتنے ہیں سب ساتھ رہیں رگھورایا

دیویاں ساری رہیں بن میں محافظ ہر دم بن تمھیں بڑھ کے اجودھیا سے کرے عیش بہم
بن گیا آج سے ایوان یہ مجھے خانۂ غم قسمت اُس بن کی جہاں جاکے پڑیں نقشِ قدم
گر پڑی رام کے قدموں پہ یہ کہہ کر ماتا
(۲۷) بھولنا پُتر نہ ماتا کا کبھی تم ناتا

اُس طرف رام نے جب ماں سے اجازت پائی بے قراری سے نہ لچھمن کو اِدھر کل آئی
تھے رواں اشک تھی چہرہ پہ اُداسی چھائی ہوتی ہر مُو سے عیاں پریم کی تھی سرسائی(۱) सरसाई(१)
رام جی سے یہ کہا چھو کے قدم جوڑ کے ہاتھ
(۲۸) ہو اجازت مجھے خدمت کو چلوں آپکے ساتھ

آپ نے ناتھ دیا ہے مجھے اپنا جو یہ گیان خواب کی طرح نظر آنے لگا سارا جہان
آپ ہی ہیں مرے جیون(۲) کا سہارا بھگوان ہوں نہ گر آپ تو ممکن نہیں بچنی مری جان जीवन(२)
میں نے ماں باپ کسی کو بھی نہ جانا اپنا
(۲۹) رشتہ اُلفت کا فقط آپ سے مانا اپنا

کس طرح یہ وہ گزاریگا بھلا چودہ برس جس کو دم بھر نہیں بے آپکے جینے کی ہوس
داس ہوں آپ کا میں آپ پہ کیا ہے مرا بس حکم میں آپ کے ہوگا مجھے کچھ پیش نہ بس
چھوڑئے مجھ کو نہ لیکن یہ کہوں گا سوامی
(۳۰) جان دے دونگا میں فرقت نہ سہونگا سوامی

مہرِ مادر سے زیادہ ہے مجھے آپ کا پیار آپ کے ساتھ ہے گلشن سے فزوں بن کی بہار
سب سے بڑھ کر مجھے اک آپ کا ہوگا دیدار آپ ہوں گے تو نہ ہوگا مجھے کچھ بھی درکار
رام جی پریم بھرے سُن کے یہ بھائی سے سخن
(۳۱) بولے منظور یہی ہے تو چلو ساتھ لکھن

راج مندر سے یہ کہہ کر دیئے تب رام جی چل آئے سیتا کی تشفّی کے لئے اپنے محل
تھیں جہاں جانکی جی فکر میں آتی نہ تھی کل منتظر ماہ کا جس طور سے ہوتا ہے جحل
دھو کر اک طشتِ طلائی میں چرن پریم کیساتھ
(۳۲) عرض کی جانکی نے اُن سے یہ تب جوڑ کے ہاتھ

پران پتی کیوں تمھیں راجہ نے بلایا تھا کہاں کیوں نہیں راج تلک ماتھے پہ ہوتا ہے عیاں
کیوں نہیں لائے ہو سیناؔ[1] کو بھی ہمراہ یہاں گو بجتے کیوں نہیں باجوں کی صداؤں سے مکاں
جسم پر کسوتِ شاہی نہیں کیوں ناتھ ہے آج
(۳۳) سر پر آتا نہیں کیوں مجھ کو نظر راج کا تاج

سُن کے سیتا کی یہ تقریر تعجب سے بھری مُسکراتے ہوئے یوں کہنے لگے اُن سے ہری
دی بیاباں کی ہے راجہ نے مجھے تاجوری ہے جہاں پر ستم ایجادوں کی بیدادگری
قصد بھی آج ہی ہے بادیہ پیمائی کا
(۳۴) دینے آیا ہوں سبق تم کو شکیبائی کا

بات سنتے ہی یہ سیتا کی بڑھی حیرانی بولیں کیوں بات ہے راجہ نے یہ دل میں ٹھانی
راج دے کر ہمیں صحرا کی جو دی نگرانی کیا خطا تم سے ہوئی کون ہے اس کا بانی
رام نے تب اُنھیں حالات وہ سب بتلائے
(۳۵) جس طرح رانی نے بردان تھے دونوں پائے

پھر کہا آج ہی ہوتا ہوں میں جنگل کو رواں چھوڑتا ہوں تمھیں خدمت کیلئے ماں کی یہاں
دل میں تم اپنے کسی بات کا کرنا نہ گماں پل میں کٹ جائیگا فرقت کا ہماری یہ زماں
جانکی جی نے کہا سُن کے یہ رگھوبر کے کلام
(۳۶) تم سے پہلے ہی میں کرتی ہوں اجودھیا کو پرنام

ہے جو منظور بنانا تمھیں صحرا کو وطن تو مجھے بھی نہیں کچھ خواہشِ دیدارِ چمن
تب کہا رام نے زیبا نہیں جانا اُسے بن جس کا پھولوں سے بھی بڑھ کر ہیں نازک ہو بدن
ساتھ لے چلنے میں تم کو نہیں کچھ عار مجھے
(۳۷) دُکھ جو ہوگا تمھیں ہوگا وہ گراں بار مجھے

[1] सेना

پربت اونچے کہیں دریا تو کہیں ہیں نالے　　پاؤں میں پڑتے ہیں چلنے سے زمیں پر چھالے
بھیڑیئے شیر کہیں ناگ ہیں کالے کالے　　دیکھ کر جان کے پڑ جاتے ہیں جن کو لالے
راچھس ایسے ہیں جو انسان کو کھا جاتے ہیں
(۳۸) اور بھی دُکھ ہیں وہاں ہم تمھیں بتلاتے ہیں

مُول پھل ملتے ہیں کھانے کو کہیں وہ بھی نہیں　　پانی جھرنوں کا بنا دیتا ہے رنجور و حزیں
چارپائی کی جگہ ملتی ہے سونے کو زمیں　　کام پتّوں سے لیا جاتا ہے بستر کا کہیں
جامۂ ملبوس فقط برگِ شجر ہوتا ہے
(۳۹) واسطے رہنے کے ایواں نہ تو گھر ہوتا ہے

بولیاں وحشیوں کی ہوتی ہیں دہشت سے بھری　　قبض ہو جاتی ہے سنتے ہی جنھیں روحِ جری
جو وہاں رہتے ہیں رہتے نہیں آفت سے بری　　ساتھ تم چل کے عبث مول نہ لو دردِ سری
ہو گا آزار تمھیں دھوپ سے اے چندر بدن[1]
(۴۰) جاڑے برسات میں تکلیف کا مشکل ہے سہن

ہو گا چلنا تمھیں پیدل ہی بیابان کی راہ　　مل نہیں سکتی جہاں پر کوئی کانٹوں سے پناہ
درد میں مُنھ سے تمھارے کبھی نکلے گی جو آہ　　دیکھ کر زار تمھیں ہو گا مرا حال تباہ
راہ زن راہ میں چھینیں گے جب اے سیم بدن
(۴۱) تب کرونگا میں بچانے کا تمھیں کون جتن

گو کہ عورت کیلئے کچھ بھی نہیں جائے خطر　　بن ہو یا اپنا وطن ساتھ ہو شوہر کے اگر
تو بھی آئے کہیں گر خطرۂ ناموس نظر　　اُس جگہ جانے سے لازم ہے کہ ہو اُسکو حذر
اس لئے ہو گی خوشی مجھ کو رہو تم جو یہیں
(۴۲) چودہ[۱۴] برسوں کی کوئی ایسی بڑی بات نہیں

جانکی جی نے سُنی رام کی تقریر یہ جب　　فرطِ کُربت سے پھڑکنے لگے اکبارگی لب
غمزدہ ہو کے کہا تب یہ بہ اندازِ غضب　　مجھ کو آتا ہے نظر حال تمھارا تو عجب
مایۂ لطف کہاتے ہو تم اے دھرم ندھان
(۴۳) چھوڑنے میں مجھے رہجائیگی کب دھرم کی شان

[1] चन्द्र-वदन

دھرم پتنی ہوں تمھاری نہ کرو مجھ سے حذر　　ہو مری زندگی اور موت کے باعث رگھوبر
ہو گی کم ہجر کے غم سے مجھے تکلیفِ سفر　　تم نہ ہوگے تو نہ ہو گی مری دم بھر بھی بسر

پران پتی تم ہی نہیں جب تو لگے راج کو آگ
(۴۴) اس مرے جسم کو دھن دھام کو سُکھ ساج کو آگ

ساتھ تم ہوگے تو ہو گا نہ کچھ آزار مجھے　　راستہ کچھ بھی نہ ہوگا کوئی دُشوار مجھے
بڑھ کے پھولوں سے بھی ہو جائینگے سب خار مجھے　　بن بھی بن جائیگا تم ہوگے تو گلزار مجھے

پربت اور کھوہ بیاباں کے ندی اور نالے
(۴۵) گھر سے سُکھ ہوں گے زیادہ مجھے دینے والے

ساتھ تم اپنے ہی رکھو گے جو پیارے مُجھ کو　　تاب کیا شیر کی ہو گی جو وہ مارے مُجھ کو
کب ڈرا پائیں گے حیوان بچارے مُجھ کو　　کون کھائے گا بھلا ہوتے تمھارے مُجھ کو

ہو گا ہر وقت تمھارا مجھے دیدار نصیب
(۴۶) ورنہ کیا کیا نہ دکھائے مجھے آزار نصیب

ساتھ میں ہو گی تمھارے نہ مجھے کوئی گزند　　جو ٹھے پھل مُول تمھارے مجھے آئیں گے پسند
ہو گا پانی مجھے جھرنوں کا بھی امرت سے دو چند　　چھال میں پاؤنگی مخمل سے زیادہ آنند

جاڑے برسات میں دُکھ ہو گا نہ مجھ کو ہے یقیں
(۴۷) دھوپ کی تیزی سے گل جاؤں کوئی موم نہیں

جب کبھی کسلِ مسافت سے تُم آجاؤ گے تنگ　　پیر دابوں گی تمھارے میں بڑھاؤنگی اُمنگ
دیگا آرام زیادہ مجھے مخمل سے بھی سنگ　　ہو گا درکار نہ تکیہ نہ بچھونا نہ پلنگ

چھین لے جائیں گے رہزن مجھے کیا ہوگے تم
(۴۸) دیکھ کر اُن کے بجا ہوش بھی ہو جائیں گے گم

عورتوں کے لئے سنسار کے سارے ناتے　　ہیں فقط رشتۂ شوہر ہی سے رونق پاتے
ہو نہ ہمراہ جو شوہر تو نہیں یہ بھاتے　　ہیں یہیں تک نہیں پرلوک میں کچھ کام آتے

راحت ایذا سے خوشی غم سے بدل جاتی ہے
(۴۹) کل کسی کل کبھی پل بھر بھی نہیں آتی ہے

جسم میں روح نہ دریا میں ہو جیسے پانی ۔ ہو فلک جیسے نہ ہو ماہ کی جب تابانی
لفظ مہمل ہو کہ بے سر ہو تنِ انسانی ۔ زندگی ہے یونہیں شوہر کے بِلا نسوانی
ساتھ اپنے نہیں لیتے تو قسم کھاتی ہوں
چھوڑ کر جسم کو میں خود ہی چلی جاتی ہوں (۵۰)

اور بھی کہتی ہوں میں تم سے جو آئے من میں ۔ اک نجومی نے جو اُستاد تھا اپنے فن میں
دیکھ کر مجھ کو بتایا تھا کبھی بچپن میں ۔ ساتھ شوہر کے پڑے گا مجھے رہنا بن میں
ساتھ لے لو تو سپھل یہ مرا تن ہو جائے
اور سچ ایک برہمن کا بچن ہو جائے (۵۱)

جتنی رامائنیں مشہور ہیں بر روئے زمیں ۔ چھوڑنا رام کا سیتا کو لکھا ہے بھی کہیں
کیا ملے گا تمھیں رکھنے میں یہاں مجھ کو حزیں ۔ پران پت سوچ کے انجام کو تب کہنا نہیں
بات یہ تم کو جو بھاتی نہیں اے ناتھ مری
روح تیار ہے جانے کے لئے ساتھ مری (۵۲)

بیقراری سے بھرے سُن کے یہ پُر درد کلام ۔ جانکی جی سے لگے کہنے تب اس طور پہ رام
ساتھ چلنے ہی میں سمجھا ہے جو تم نے آرام ۔ تو کرو چل کے بیاباں میں مرے ساتھ قیام
دان دے کر یہ سب اسباب و زر و زیور و مال
دنڈک[1] آرنیہ چلو کر کے فقیروں کا سا حال (۵۳) — (1) दण्डकारण्य

ہار ہیروں کا زر و سیم و گہر لعل و مکاں ۔ سیم و زر دوز لباس اپنے جو اب ہونگے گراں
دان گُرو پتنی[2] کو یہ سب ابھی دیدو مری جاں ۔ فکر رہ جائے نہ پھر جس سے کسی کی بھی وہاں — (2) गुरुपत्नी
کہہ کے یہ تھے جو مساکین طلب اُن کو کیا
مال و اسباب جو تھا دان وہ سب اُن کو دیا (۵۴)

اپنی ماتا سے کئے جا کے یہ لچھمن نے کلام ۔ ہو اجازت مجھے جانے کی بہ ہمراہیِ رام
صبر کی جا ہے نہیں فکر کا کوئی بھی مقام ۔ بات کی بات میں یہ چودہ برس ہونگے تمام
وقت پر کام نہ بھائی کے جو بھائی آئے
ایسے جینے سے تو بہتر ہے کہ وہ مر جائے (۵۵)

سُن کے باتیں یہ سُمترا کا گیا رنگ بدل   بولیں خوش ہو کے ہوئی آج مری گود سپھل
ہو نہ راحت میں کبھی اُن کے خبردار خلل   جس سے ہو رام کو آرام ہو وہ طرزِ عمل
جس کا دل رام کی خدمت کے لئے شاد نہیں
(۵۶) اُس کی ماں بانجھ بھلی صاحبِ اولاد نہیں

جانکی ماں ہیں تو ہیں باپ تمھارے رگھو چند   کر کے ہر طور سے خدمت اُنھیں رکھنا خرسند
ہے وہ خوش بخت ملے جس کو تم ایسا فرزند   دھیان اب دے کے سنو تم کو میں دیتی ہوں پند
نخوت و نفس پرستی حسد و حرص و ہوا
(۵۷) بھول کر دل میں نہ رکھنا کبھی تم ان کو روا

حکم ماتا سے جو پایا تو وہیں چھو کے قدم   آملے رام سے حیرانیٔ دل ہو گئی کم
باپ کے پاس چلے تینوں وہ تب ہو کے بہم   روئے تاباں سے نمایاں نہ خوشی اور نہ غم
شاد کرتے ہوئے دیدار سے سب کو شریرام
(۵۸) آئے اُس جا تھے جہاں پر شہِ والا اکرام

غزل

جیون کے ہو آدھار تم اے ناتھ ہمارے   جاتے ہو یہاں چھوڑ مجھے کس کے سہارے
کچھ غم ہے گدائی کا نہ کچھ راج کی پروا   دو دن کو ہیں دنیا میں یہ دُکھ سُکھ کے نظارے
سونپا تھا سمجھ کر یہی ماں باپ نے تم کو   اس عمر کی کشتی کو لگا دو گے کنارے
ماں باپ کو جانوں میں نہ کچھ ساس سُسر کو   آئیں گے مرے کام نہ گھر بار یہ سارے
خدمت کے لئے ناتھ میں ہمراہ چلوں گی   ڈر ہوگا بھلا کس کا مجھے ساتھ تمھارے
اک آہِ شرر بار سے جا ہوں تو جلا دوں   اس کرۂ اعظم کو کوئی دم بھی نہارے
رکھو گے اگر رنج و غم و یاس میں مجھ کو   یہ روح مری لجائے گی ہمراہ تمھارے
کہلا نہیں سکتی وہ ستی سچ ہے نراین
اک پل بھی جدائی میں جو شوہر کی گزارے

مکالمہ

چلے ہو بن کو بتا دو سوامی اکیلے کیوں مجھ کو چھوڑ کر کے
جیئوں گی فرقت میں کب بھلا عیش ہونگے کیا یہ زمانہ بھر کے
سفر ہے دشوار سخت مشکل کرو گی طے کس طرح سے منزل
نہ ہوں گے برداشت ماہِ کامل عذاب تم سے کبھی سفر کے
تمہارے دیدار سے میں رگھو بر رہوں گی تکلیف میں بھی خوشتر
بنیں گے کانٹے کبھی گلِ تر کبھی وہ زیور بنیں گے سر کے
نشاچروں سے بھرا ہے جنگل۔ قوی توانا مہیب ہیکل
جو ہرتے انسان کو ہیں چھل بل سے دیکے دھوکے فریب چر کے
رہو گے ہمراہ تم ہمارے تو کیا کریں گے اسُر بچارے
گریں گے تیروں سے کٹ کے سارے اگر نہ جائینگے بھاگ ڈر کے
بدن پہ کپڑے نہ ہوں گے زیور پلنگ تکیہ نہ ہو گا بستر
لباس چھالوں کا ہو گا تن پر تو بستر اوراق کا شجر کے
تمہاری سیوا ہی کے سہارے رہونگی ہر دم میں پران پیارے
بجائے تکیہ کے سنگ پارے پہ سو رہوں گی میں سر کو دھر کے
پہاڑ گرمی سے ہوں گے جلتے ملیں گے نالے ندی اُبلتے
رہیں گے سردی سے جسم گلتے نصیب ہونگے نہ عیش گھر کے
نہ ہوگی تکلیف تاب و تب سے نہ بارشِ ابر کے سبب سے
کٹیں گے جاڑوں کے دن طرب سے بدون دیوار اور در کے
پڑیگا جب رہزنوں سے پالا نہ کوئی ہو گا بچانے والا
تو ہو گا رنج و الم دو بالا۔ ادھر کے ہونگے نہ ہم ادھر کے
تمہارے ہوتے جو مجھ کو پالے ہے کون مجھ پر جو آنکھ ڈالے
وہیں وہ ہو جائیگا حوالے تمہارے اک تیر پر شرر کے

پڑیگا جھرنوں کا پانی پینا پھل اور پتّوں پہ ہوگا جینا
تمہارا تکلیف میں پسینا کرے گا ٹکڑے مرے جگر کے
تمہارے جوٹھے پھلوں کو کھا کر رہوں گی میں شاد تم کو پا کر
کروں گی خدمات دل لگا کر۔ نہ ہوں گے آزار رہگذر کے
نہ لے چلوگے جو ساتھ بن کو تو سُن لو نارآین اس پرَن کو
میں بھسم کردوں گی اپنے تن کو تمہارے چرنوں کا دھیان دھر کے

سوئیا

پیا جانت ہو سگری مَن کی تُم اَنتر جامی کہاوَت ہو
اپرادھ کہا۔ کیہی ہیت بھلا دُکھ دارُن موہیں دکھاوت ہو
پتِی پرَانن کے دُکھ کانن کے کہی کاہے کہو ڈر پاوَت ہو
تَن پرَان کہ کیوَل پرَان کہو کیہی کا سہی گامی بناوت ہو

دوہا۔ کرونانِدھی پر یا پرَان پتی۔ دھرم لوک بیوہار
تیہیں شوک پرَد پتی بِرہ جِم جگ بِن اُجیار

سرگ پانچواں

بھگوان رام کا بَن جانا

بیاس جی آگے اب سطور پہ کرتے ہیں رقم داستانِ محن و قصّۂ پُر درد و الم

सवैया—पिय जानत हो सिगरी मन की तुम अन्तर्यामी कहावत हो ।
अपराध कहा केहि हेतु भला दुख दारुण मोहिं दिखावत हो ।
पति प्राणन के ! दुख कानन के कहि काहे कहौ डरपावत हो ।
तनु-प्राण कि केवल प्राण कहो केहि का सहगामि बनावत हो ॥
दो०—करुणानिधि प्रिय प्राणपति, धर्म लोक व्यवहार ।
तियहिं शोक प्रद पति विरह, जिमि जग विनु उजियार ॥

شیونے گرجا کو سنایا تھا جو از راہِ کرم　　جس کو لکھتے ہوئے ہر لفظ پہ رکتا ہے قلم

جب خبر شہر میں بن باس کی مشہور ہوئی
(۱) سب پریشان ہوئے ساری خوشی دور ہوئی

دیکھ کر رام لکھن جانکی کو بر سرِ راہ　　لوگ آپس میں یہ کہتے تھے بصد حال تباہ
صادق القول شہنشاہِ اودھ دہر پناہ　　دام میں نفس کے پڑ کر ہوئے کیسے گمراہ

آ گئے رانی کی چالوں میں کوئی بس نہ چلا
(۲) اُن کو آیا نظر اپنا نہ بُرا اور نہ بھلا

پہلے تو رام سے کیکئی کو الفت تھی کمال　　آج کیا بات ہوئی جس کا ہوا اُس کو ملال
اِن کے بن باس کا کیوں دل میں آیا ہے خیال　　سوجھ پڑتا نہیں راجہ کو بھی کیا اس کا مآل

راستہ جانکی سے جب نہ چلا جائے گا
(۳) صبر تب رام کو کس طرح بھلا آئے گا

گھر سے باہر نہ نکالا تھا کبھی جس نے قدم　　آج تک سر پہ پڑا جس کے نہ تھا کوئی بھی غم
جس کے شبنم سے کفِ پا نہ ہوئے تھے کبھی نم　　فرش ہر وقت جسے تھا ورقِ گُل کا بہم

چیں بھی آئی نہ تھی جس کی کبھی پیشانی پر
(۴) داسیاں سیکڑوں تھیں جس کی مگس رانی پر

جس کو تکلیف میں دیکھا نہ کسی نے تھا کبھی　　راہ میں آج اُسے دیکھنے والے ہیں سبھی
بن کو جانے کی بھلا کونسی تھی عمر ابھی　　صبر کی جا ہے کہ ہمراہ چلیں گے ہم بھی

رام سیتا لکھن آرام جہاں پائیں گے
(۵) چل کے ہم لوگ وہیں اپنی کُٹی چھائیں گے

منتھرا ہی ہے سزاوارِ سزا پاپ کی مُول　　جس نے رانی کو دیا یہ سبق نامعقول
ہوگی اسکے لئے وہ سارے جہاں میں مخذول　　کیکئی کا بھی جو مطلب ہے وہ ہوگا نہ حصول

آج رگھو کُل میں جو جھگڑا یہ اُٹھایا اُس نے
(۶) سب کو آفت میں بِلا وجہ پھنسایا اُس نے

بات کرتے تھے جب اس طرح وہاں لوگ تمام　　دکھ کے کیکئی کے اور کُبری کے سر پر الزام

با مدیو آئے جو مُنیوں میں تھے والا اکرام اور یوں کہنے لگے از پئے تسکینِ عوام
رام و سیتا کے لئے فکر ہے بیکار تمھیں
(۷) لو سنو اب میں بتاتا ہوں سب اسرار تمھیں
ہیں پرم وشنو یہی رام یہی نارائین جانکی روپ میں ہیں لچھمی جی خود جلوہ فگن
ان کی خدمت کو ہیں پشیش کے اوتار لکھن ہو نہیں سکتی ہے ان کو کوئی تکلیف و محن
ہیں یہی جن پہ ہے موقوف وجودِ ہستی
(۸) یہ جو چاہیں تو نہ رہ جائے نمودِ ہستی
متسّ[1] کا لیکے انھیں نے تو جگت میں اوتار حشر کی بھکت ویوسّوت[2] کو دکھادی تھی بہار
مندراچل کا لیا بن کے کشف پشت پہ بار شکلِ باراہ میں بھی اپنا کیا تھا اظہار
جسمِ نرسنگھ میں کفّار کو مارا جس نے
(۹) بھکت پرہلاد کو سنکٹ سے اُبارا جس نے
چھل کیا جس نے تھا بلی راج سے بن کر بامن دور ادِتی کا کیا جس نے تھا سب رنج و محن
ہو کے بھر گو بنش میں جمدگن کے گھر جلوہ فگن دُشٹ چھتریوں کو دکھلائے کچھ آ رزم کے فن
شکلِ انساں میں وہی آج یہاں آیا ہے
(۱۰) دور کرنے کو جو دیتوں نے غضب ڈھایا ہے
ہے لکھی ہاتھ سے انسان کے راون کی ممات ٹل نہیں سکتی کسی طور سے بن باس کی بات
اس طریقہ سے ملے گی ہمیں دیتوں سے نجات دیوتا پہلے سے موجود ہیں بہرِ خدمات
مایا پت رام ہیں سیتا ہیں یہ مایا ان کی
(۱۱) راج کُل وشو ہے ہم سب ہیں رعایا ان کی
منتھرا کا ہے نہ رانی کا نہ راجہ کا قصور ہونے والا ہو جو کچھ ہو کے رہے گا وہ ضرور
دیکھ کر رام نے کفّار کے خود فسق و فجور دیوتوں منیوں کو آزار و ستم سے رنجور
کل کہا تھا کہ میں کل بن کو چلا جاؤں گا
(۱۲) جو مرا عہد تھا میں کرکے وہ دکھلاؤں گا
پھر کہا جس کے رہے وردِ زباں رام کا نام موت کے خوف سے بیخوف وہ رہتا ہے مدام

(۱) मत्स्य (۲) वैवस्वत

پس انھیں رام کو جو ہیں سببِ عیشِ انام کوئی کب دہر میں ہو سکتا ہے دہشت کا مقام
اُس طرف کہہ کے مہامُن تو یہ خاموش ہوئے
(۱۳) سب ادھر دوش سے مایا کے سبکدوش ہوئے

بیاس جی کہتے ہیں غور اس پہ کرے کوئی اگر رام کی بھکتی کا بے شبہہ ملے اُس کو ثمر
رازِ مخفی ہے یہ محرم نہیں اس کا وہ بشر جس کے دل میں نہیں بھگوان کی بھکتی کا اثر
اُس طرف چل دئیے اُپدیش تو دے کر مُنیش
(۱۴) نزدِ شاہنشہِ دشرتھ ادھر آئے جگدیش

بولے ماتا سے کہ صحرا کے لئے ہو کے بہم حکم لینے کو پتاجی کا یہاں آئے ہیں ہم
التجا ہے کہ رہے ہم پہ ترا مہر و کرم جس سے بن جائے بیاباں مجھے گلزارِ ارم
راستہ جس سے ہو آسان دعا دے وہ مجھے
(۱۵) جس طرح جا کے رہوں بن میں بتا دے وہ مجھے

فرطِ بیتابی سے راجہ نے دیا کچھ نہ جواب پارہ پارہ ہوا دل اُن کا برنگِ سیماب
کیکئی چھال کے ملبوس اُنھیں دے کے شتاب بولی آتا ہے ذرا تم سے تکلّم میں حجاب
اپنے مُنہ سے نہ کہیں گے یہ تمھیں جانے کو
(۱۶) یا جو کچھ حکم دیا ہے وہ بجا لانے کو

اس لئے ہو جو مناسب ہو وہی طرزِ عمل عہد میں ان کے نہ پڑ جائے کہیں جس سے خلل
رام لچھمن نے تو لی سُن کے یہ پوشاک بدل جانکی سے نہ سکے تن پہ وہ ملبوس سنبھل
ہاتھ میں لے کے اُنھیں سکتہ میں آئیں سیتا
(۱۷) آ گئی شرم ہین اُن کو نہ پائیں سیتا

مچ گیا دیکھ کے یہ سارے محل میں کہرام بن گیا خانۂ ماتم جو تھا عشرت کا مقام
بن کے جانے کا یکایک جو ہوا شہرۂ عام سب لگے کُبری و کیکیئی کو دینے دُشنام
ہم نشیں کیکئی کی کہتی تھیں اصرار نہ کر
(۱۸) اس میں ہو گا نہ بھلا ہٹ ہے یہ بیکار نہ کر

آج تک تو تھا سدا سے یہی رگھو کل میں رواج صرف شہزادۂ اکبر کو ملے مُلک کا راج

تجھ کو کیوں رسم کے برعکس یہ اصرار ہے آج اتنی کیوں کرتی ہے ضد چھوڑ کے سنسار کی لاج
رنج کیا ہو گا نہ اُن کو جو سنیں گے یہ بھرت؟
(۱۹) سلطنت رام کے ہوتے کبھی لیں گے یہ بھرت؟

دل پہ رانی کے ہوا کچھ نہ نصیحت کا اثر لہر ناگن کی طرح لینے لگی اور مگر
طیش میں ڈانٹ کے تب اُس سے یہ بولی مُن بَر اے ادھم دُشٹ[1] ذرا گردشِ ایام سے ڈر دُشٹ
تو نے اک رام کے بن باس کا بَر مانگا ہے
(۲۰) یا کہ سیتا کا بھی ہمراہ سفر مانگا ہے

چھوڑ کر راج کو پریوار کو گھر کو دَھن کو رام کے ساتھ اگر جاتی ہیں سیتا بن کو
ہے مجھے عین خوشی ہے یہی لازم زن کو عیش دے جیسے ہو شوہر کے وہ تن کو مَن کو
دل سے شوہر کی نہیں ہے جسے خدمت بھاتی
(۲۱) سُکھ نہ پرلوک نہ دُنیا میں ہے عزّت پاتی

ہونگے جب موجبِ تکلیف اُنھیں دشت و جبل جب کبھی یاد کریں گے وہ اجودھیا کا محل
یاد ماں باپ جب آئیں گے وہ پائینگے نہ کل دیکھ کر رام کا دل تب انھیں جائیگا بہل
چین پریوار کی فرقت میں نہ جب پائیں گے
(۲۲) کچھ تو مسرور انھیں دیکھ کے ہو جائیں گے

ہے سُہاگن[2] وہی جس کا ہے اک آدھار پتی پتی کو ایشور وہ سمجھتی ہے سدا ہے جو ستی سُہاگن
حُکم مانے جو پتی کا ہے وہی ستیہ وتی[3] پتی کی سیوا جو کرے من سے تو مِل جائے گتی سَتیہ وتی
تھا فسوں دل پہ جو کُبڑی کی کراماتوں کا
(۲۳) کچھ اثر ہی نہ ہوا رانی پہ ان باتوں کا

تب کہا منتری سے دشرتھ نے رلوا کر ان کو رتھ پہ تم اپنے ہی ہمراہ بٹھا کر ان کو
چار دن سیر بیاباں کی دکھا کر ان کو پھیر لانا کسی حیلہ سے منا کر ان کو
دیکھ لوں گا تو مری روح کو کل آئیگی
(۲۴) جسم سے جان مری ورنہ نکل جائے گی

ہو کے مایوس گرے فرش پہ کہہ کر یہ سخن دھار آنکھوں سے رواں اشکوں کی اور سوختہ تن

[1] दुष्ट
[2] सुहागिन
[3] सत्यवती

بیٹھ کر رتھ پہ ہوئیں جانکی یوں جلوہ فگن — چرخ پر ماہ کی جس طور سے ہوتی ہے پھبن
کر کے گورُ دیو کو ماتا کو پتا جی کو پرنام
(۲۵) رتھ پہ بیٹھے ہی تب کہکے سبھوں سے تنتری رام
ہوگا مونس وہی ہمدرد ہمارا غمخوار — جس سے پائیں گے شہنشاہِ اودھ صبر و قرار
ہو بھرت جی کے یہ پیغام مرا گوش گزار — نیت ہے یہ کہ نہیں راج سے واجب انکار
جتنی ماتائیں ہیں یکساں ہیں یہ رتبہ میں سبھی
(۲۶) فرق خدمات میں بھولے سے بھی آئے نہ کبھی
لے کے اس عرصہ میں دو ترکش و شمشیر و کماں — لکشمن جی بھی ہوئے چھوڑ کے گھر بار رواں
کہہ کے منتری سے کہ رُکنا نہیں زیبا ہے یہاں — دے دیا حکم کہ بس چھوڑ دو گھوڑوں کی عناں
اُٹھ کے دشرتھ نے کہا منتری سے ٹھہرو ٹھہرو
(۲۷) رام نے حکم دیا اُس کو کہ رکو نہ چلو
حکم ملتے ہی یہ افراس ہوئے تیز قدم — پھر گرے فرش پہ رو کر شہِ ذی جاہ و حشم
ہوش باقی نہ تھا آنکھوں میں تھی تاریکیٔ غم — رام کا نام فقط وردِ زباں تھا ہر دم
دیکھ کر رام کو سب گردوں پہ جیوں ماہ چلے
(۲۸) رشتۂ مہر سے کھنچتے ہوئے ہمراہ چلے
ہو گیا رام کی فرقت میں ہر اک دیوانہ — آشنا اپنا نظر آنے لگا بیگانہ
بن کو جاتے ہی ہوا سارا نگر ویرانہ — عیش کا تھا جو مکاں غم کا ہوا کاشانہ
سوگ اجودھیا میں تو لنکا میں ہوئے فال نگوں
(۲۹) اور سُر پُر میں ہوا غم و مسرت سے سکوں
دیر تک گریہ وزاری میں رہے دہر پناہ — نوکروں سے یہ کہا بعدہٗ با حال تباہ
رام کے ہجر میں ممکن نہیں ہو اپنا نباہ — سوجھ پڑتی نہیں بچنے کی مجھے اب کوئی راہ
لے چلو قصر میں کوشلیا کے تم مجھ کو اگر
(۳۰) کچھ دنوں روح مری جسم میں رہ جائے مگر
حکم پا کر یہ وہاں لے گئے راجہ کو غلام — جس محل میں تھیں شری کوشلا جی مادرِ رام

پھر گرے جاتے ہی بیہوش لیا رام کا نام لا سکے اپنی زباں پر نہ کوئی اور کلام
دوڑ کر رانی نے جلدی سے اُٹھایا اُن کو
(۳۱) مخملی فرش پہ لے جا کے لٹایا اُن کو

اِس طرف رام نے تمسا[1] کے کنارے آکر ختم کی روزِ نحستیں کی وہیں راہِ سفر
کچھ بھی جز پانی کے کھایا نہ پیا آٹھ پہر دھرم کے نیت کے آچار کے بانی رگھوبر
پیڑ کی جڑ پہ جو دل مائلِ آرام ہوا
(۳۲) سو گئے۔ کچھ نہ غمِ گردشِ ایام ہوا

پاسبانی کے لئے لے کے لکھمن تیر و کماں بیٹھے کچھ دور پہ جا کر وہیں منتری تھا جہاں
حال کچھ گیان کا ویراگ کا بھی کر کے بیاں بے ثباتی کا کیا راز زمانہ کی عیاں
کر لیا قصد بھی دن رات کی بیداری کا
(۳۳) دے دیا سب کو ثبوت اپنی وفاداری کا

ہم وطن جتنے تھے ہمراہ وہ سب آکے وہیں سو گئے چاروں طرف ہو کے مسافت سے حزیں
تھا ارادہ یہی سب کا تھا یہی سب کو یقیں چھوڑ کر رام کو ہم بن میں نہ جائیں گے کہیں
یا یہیں سے انھیں ہم پھیر کے لے جائینگے
(۳۴) یا تو ہمراہ بیاباں کو چلے جائیں گے

جاننے والے ضمائر کے شری رام نے تب یہ سمجھ کر کہ انھیں ہوگا عبث رنج و تعب
میں جو پھر جاؤں وطن کو تو یہ ممکن نہیں اب اور مجھے چھوڑ کے یہ لوگ یہاں جائینگے کب
حکم منتری کو دیا رتھ ابھی تیار کرو
(۳۵) اب یہاں پر نہ رُکو اِن کو نہ بیدار کرو

اس طرح پر جو شری رام کا پایا فرمان جوت کر گھوڑوں کو تب رتھ میں وہ لایا اُسی آن
راہ کی ماندگی اور اُس پہ تھی مایا کی بھی شان بے خبر سوتے رہے سب نہ رہا قصد کا دھیان
جا کے کچھ دور تک اُس رتھ پہ اجودھیا کی طرف
(۳۶) بولے منتری سے یہ تب صاحبِ الطاف و شرف

پھیر کر رتھ کو بس اب راہ بیاباں کی لو حکمت ایسی ہو کہ پہیوں کا کوئی نقش نہ ہو

[1] तमसा

کہہ کے منتری نے بہت خوب مجھے حکم ہو جو یاس دحرماں سے سوئے دشت چلا یا رتھ کو
راہ رہواروں کو چلنا تو تھا دشوار بہت
(۳۷) رام کا حکم تھا اِس سے تھے وہ ناچار بہت
خواب کا ہم وطنوں کے جو ہوا دور خمار ہوگئی رام کی فرقت میں زبوں حالت زار
رتھ کے پہیوں کا نشاں ڈھونڈ کے سب آخر کار جب نہ پایا تو پھرے سوئے اجودھیا ناچار
رام کا جب نہ ہوا شہر میں دیدار انھیں
(۳۸) زندگی اپنی ہوئی موجب آزار انھیں
سیر کرتے ہوئے جنگل کی لکھن سیتا و رام دیکھتے وادی و ویرانہ و میدان تمام
सिँगरौर[1] حیرت انگیز ندی نالے طرب خیز مقام پہونچے سنگرور[1] لب گنگ کیا سب نے قیام
خوش ہوئے دیکھ کے بہتے ہوئے نرمل جل کو
आतमबल[2] (۳۹) جس کا نظارہ بڑھا دیتا ہے آتم بل[2] کو
کرکے نت کرم وہاں شیو کا کیا بعدہٗ دھیان کھایا اُس روز کسی نے نہ کیا کچھ جل پان
بیٹھ کر سایہ میں شیشم کے تب آنند نِدھان حال وہ کرنے لگے لچھمن و سیتا سے بیان
جیسے سُرلوک سے اِس لوک میں آئیں گنگا
(۴۰) جیسے شیوجی کی جٹاؤں میں سمائیں گنگا
پھر کہا ہیں یہی سنسار کو پاون کرنی پار بھوسندھ سے کرتی ہیں یہ پاتک ہرنی
خشک ہو جس کے اشارے سے اگم ویترنی نام بھوسندھ سے اُترنے کو ہے جس کا ترنی
اک نظر جس کی اپاون کو بھی پاون کر دے
(۴۱) بات کی بات میں جو چار پدارتھ بھر دے
آج دنیا میں وہی اپنے چھپانے کے لئے پاپ دکھ ہر کس و ناکس کا مٹانے کے لئے
جگ میں مہاشری گنگا کی بڑھانے کے لئے راہ بتلاتی ہیں مُکتی کے پانے کے لئے
رام کے آنے کی لوگوں سے خبر پاکے نشاد
(۴۲) لیکے کچھ نذر کو پھل مُول ملا آکے نشاد
بہرِ تعظیم جو جھکتے ہوئے پایا اُس کو اُٹھ پڑے رام نے سینہ سے لگایا اُس کو

پریم سے پوچھی کُشل پاس بٹھایا اُس کو ۔۔ اک کرشمہ عظمت کا یہ دکھایا اُس کو
خوش نصیبی ہے۔ کہا جوڑ کے گہراج[۱] نے ہاتھ (۱) गुहराज
(۴۳)
تم نے خود آ کے دیا مجھ کو جو درشن رگھوناتھ

ہو گی اب کٹ ہوئی تم کو بھی پا کر جو کُشل ۔۔ لوک پاون ہو مرا آج ہوا جنم سپھل
وہم ہونے کا ادھم کُل میں گیا دل سے نکل ۔۔ مل گیا دیکھ کے تم کو پرم آنند کا پھل
پاک اب چل کے کرو رام ہمارا مسکن
(۴۴)
مُول پھل جو ہیں کرو اُن کو گوارا بھگوَن

بھگت کے پریم سے نکلے ہوئے سنکر یہ کلام ۔۔ ہو کے خوش اُس سے لگے کہنے تب اسطور سے رام
ہو گا پہلے تو مرا چودہ برس بن میں قیام ۔۔ تب کہیں جانے کا لونگا میں کسی بستی میں نام
مُول پھل بھی نہ گرہستوں کے دیئے کھاؤنگا
(۴۵)
مل سکیں گے نہ اگر بھوکا ہی سو جاؤنگا

عہد میرا ہے یہی ٹوٹ نہ جائے یہ کہیں ۔۔ مُول پھل لینے میں ورنہ مجھے انکار نہیں
راج دھن دھام ہے جو کچھ بھی تمہارا ہمیں ۔۔ ہے دل و جاں سے وہ سارا مجھے مقبول ترین
دیکے تسکین اُسے یوں دودھ منگایا بٹ[۲] کا (۲) बट
(۴۶)
رام و لچھمن نے مُکٹ سر پہ بنایا لٹ[۳] کا (۳) लट

بستر اپتّوں کا اور کُش کا ہوا تب تیار ۔۔ مخملی فرش سے بھی بڑھ کے جو دیتا تھا بہار
اُس پہ متھلیش للی اور اودھ راج کمار ۔۔ سوئے خوش ہو کے بہت زیب دہِ دشت و دیار
پاسبانی میں لکھن لے کے دھنش بان رہے
(۴۷)
جیسے انسان کا انسان نگہبان رہے

غزل

غفلت میں سو رہا ہے بشر اس جہان میں ۔۔ بیدار بس وہی ہے جو ہے اُسکے دھیان میں
جو ہر ہیں پانچ قالبِ انساں کے ساتھ ساتھ ۔۔ جن کے عدو بھی پانچ ہیں اس خاکدان میں
ہے پائیگاہِ راستی[۱] اعلیٰ تریں ضرور ۔۔ نقصِ دروغگوئی نہ ہو گر زبان میں

غیظ و غضب نہ توڑ دیں گر پائے عقل[2] کو　　ہمسر نہ اُس کا ہو کوئی دونوں جہان میں
مل جائے صبر[3] سے ابدی عیش کا پتا　　حائل ہوں گر نہ حرص و ہوس درمیان میں
دکھلائے اپنا قوتِ علم[4] و ہُنر کمال　　بڑھ جائے تمکنت سے اگر امتحان میں
فیض[5] و کرم بنا دیں شہنشاہِ مُلکِ دیں
ناراین آئے گر نہ تاسُّف گمُان میں

سوئیا

شُوک کلیش 'نراین'، بھُوپہیں بھا سیارامہیں جات نہاری
بھئی نگری سو مسان سمان بھے بھُوت پشاچ سبے نر ناری
باگن گے ترو بیل سُکھائے مَنہوں چہوں اور تے لاگ دواری
لوگ کہیں بھل بھُوپ نہ کینھ دیو بر جو بِن سوچ وچاری

دوہا

بِن رگھو بر جیوَن اَوَدھ۔ نہیں پُر جنن سُہانُ
جِم چکور بِنُ چندر کے۔ تیھا کمَل بِنُ بھانُ
جگ پر پنچ مِتھیا سَکَل۔ تجو ممتا دھن گیہ
ناراین۔ سوئی دھنّیہ اَتی۔ جیہی پربھو چرن سنیہ

सवैया—शोक कलेश 'नरायन' भूपहिं भा सियरामहिं जात निहारी।
भइ नगरी सो मसान-समान भे भूत पिशाच सबै नर नारी।
बागन गे तरु बेलि सुखाइ मनहुं चहुं ओर ते लागि दवारी।
लोग कहैं भल भूप न कीन्ह दियो बर जो बिनु सोच-बिचारी॥
दो०—बिनु रघुबर जीवन अवध, नहिं पुर-जनन सुहानु।
जिमि चकोर बिनु चन्द्र के, यथा कमल बिनु भानु॥
जग प्रपञ्च मिथ्या सकल, तजु ममता धन गेह।
'नारायण' सोइ धन्य अति, जेहि प्रभु-चरन-सनेह॥

سرگ چھٹواں

گنگا پار کرنا اور رام جی کی بھردواج اور بالمیک رشی سے ملاقات

دیکھ کر سوتے ہوئے رام کو سیتا کو نشاد یوں لگا کہنے لکھن لال سے ہو کر ناشاد
قصر جن کے لئے برہما نے کئے تھے ایجاد ردھیاں ساری بجا لاتی ہیں جن کا ارشاد
استراحت کے لئے جن کے ہیں زردوز پلنگ
(۱) ہیں کو بیر اندر بھی جن کی عظمت دیکھ کے دنگ

دینے والے ہیں جو سکھ سب کو وہی سیتا و رام آج اس طور سے کرتے ہیں زمیں پر آرام
بھر دیا کبری کی بدعقلی نے رانی کا مشام جس کی باعث وہ ہوئی موجب آزار عوام
ایک چیری کے سکھانے پہ کچھ اچھا نہ کیا
(۲) رنج کیکیئی نے بن باس کا جوان کو دیا

اس سے لچھمن نے کہا تب کہ سنو اے بھائی کوئی سکھدائی نہیں ہے نہ کوئی دکھدائی
اپنے کرموں نے ہے یہ شکل ہمیں دکھلائی ورنہ آتی نہ مصیبت یہ جو ہم پر آئی
کرم اپنا کبھی راحت کبھی غم دیتا ہے
(۳) ورنہ کب کون کسے عیش و الم دیتا ہے

جو کسی اور پہ کرتا ہے سکھ اور دکھ کا گمان ڈال دیتا ہے عبث اپنی وہ آزار میں جان
جیو کرموں پہ کیا کرتے ہیں ناحق ابھمان نیک یا بدکی بھی اپنے نہیں ممکن پہچان
جیو ہے اپنے ہی فعلوں کی رسن میں پابند
(۴) کوششیں لاکھ کرے کھل نہیں سکتی ہے کمند

کرم بس جیو ہے کٹھ پتلی کی مانند یہاں اس میں طاقت نہیں پہونچائے جو بیسود و زیاں
جیسے نٹ رقص میں کٹھ پتلی کو کرتا ہے رواں ویسے ہی ہاتھ میں برہما کے ہے جیوؤں کی عناں
چاہتا ہے وہ جہاں پر انھیں لے جاتا ہے
(۵) اور وہ کام کراتا جو اسے بھاتا ہے

جس طرح دہر میں انساں کے ہیں اعدا و رفیق　　عمر کے بھی ہیں یوں ہی راحت و غم دونوں فریق
اپنا کر لیتے ہیں انسان کو جس طرح خلیق　　نیک اعمال کیا کرتے ہیں راحت میں غریق

جیسے ہو جاتا ہے کج خُلقی سے ہر شخص عدو
(۶) یوں ہی پاتا ہے بد افعال سے آزار نمو

نفسِ امّارہ کا دنیا میں جو محکوم نہیں　　وصل سے شاد وہ ہوتا ہے نہ فرقت سے حزیں
ہو سبب کچھ کسی صورت میں ہو چاہے ہو کہیں　　کرم کا پھل نہیں مٹتا ہے کرو اس کو یقیں

اس لئے راحت و غم رنج و خوشی ہرش[1] بشاد[2]
(۷) جیو کو چاہئے کرنا نہ یہ اے شاہِ نشاد

(1) हर्ष　(2) विषाद

ہو کے ان راحت و غم ہی کے مراکب پہ سوار　　عرصۂ عمر کو ذی روح کیا کرتے ہیں پار
آگے پیچھے ہیں یہ دونوں صفتِ لیل و نہار　　گر نہ گلشن میں خزاں ہو تو ہو کیا لطفِ بہار

نیک و بد کاموں کے پھل ہی کیلئے ملتا ہے
(۸) جامۂ ہستی اسی دن کے لئے سِلتا ہے

جس طریقے سے ہیں کیچڑ میں نمایاں گل و آب　　ہیں اُسی طور سے اس عمر میں آرام و عذاب
جیسے حیرت میں نہیں کھیل سے آتا لعّاب　　ویسے عارف کو بھی دنیا یہ ہے اک عالمِ خواب

نعمتیں دہر کی ہیں جتنی ہیں معیوب سبھی
(۹) واجب انساں کو ہے ان سے نہ ہو مغلوب کبھی

بیٹھے بیٹھے انھیں باتوں میں گئی رات گذر　　آمدِ چشمۂ روشن میں کھُلا خاوری در
کر کے نت کرم نہا دھو کے فراغت پا کر　　رام جی بولے یہ گوہراج سے اے اہلِ ہُنر

ناؤ منگوا دو اب اُس پار کی تیاری ہے
(۱۰) مت کرو فکر کہ تقدیر سے ناچاری ہے

تب کہا رام سے منتری نے وہ راجہ کا پیام　　اور یوں دین بچن جوڑ کے ہاتھ اپنے کہ رام
ہو گا بے آپ کے دشوار اجودّھیا میں قیام　　زندگی بھی کہیں راجہ کی نہ ہو جائے تمام

دیجئے داغِ جدائی نہ یہ پیری میں اُنھیں
(۱۱) ہو گا رکھنا نہ روا غم کی اسیری میں اُنھیں

گر پڑا کہہ کے یہ پیروں پہ چلی اشکوں کی دھار — دل پہ قابو نہ رہا اُس کا گئے صبر و قرار
دیکھ کر رام نے منتری کی یہ تب حالتِ زار — اُس سے فرمایا کہ واجب نہیں کچھ سوچ وچار
تم کو معلوم ہیں سب دھرم کے اوصاف و نکات
دھرم کیا چیز ہے کیا تم سے کہوں دھرم کی بات (۱۲)

شیبو و دھیچ اور بلی راج ہرشچندر نریش[1] — دھرم کے واسطے ان سب نے اُٹھایا تھا کلیش[2]
سارے دھرموں میں ہے سچائی ہی اک دھرم وشیش — جانتے تم ہو کروں کیا تمھیں بیکار اُپدیش
آج میں پا کے وہی دھرم کا انمول رتن
گر نہ لوں تو نہ رہے دھرم کا دنیا میں چلن (۱۳)

جا کے ہر طور پتا جی کو یہ تم سمجھانا — دھرم کو چھوڑ کے پڑتا ہے عبث پچھتانا
جو گرا دھرم سے اپنے وہ نہیں ہے دانا — موت بہتر ہے اگر دھرم نہ اپنا جانا
دھرم وہ چیز ہے پتھر کو جو پارس کر دے
پل میں جو دولتِ دارین سے دامن بھر دے (۱۴)

لیں نہ گر آج وہی دھرم کی دولت پا کر — ہوگی رسوائی اجودھیا میں ہماری جا کر
دھرم کی بات اودھ راج کو تم بتلا کر — رکھنا جس طرح مناسب ہو انھیں سمجھا کر
چُپ ہوئے کہہ کے یہ کہنا کہ نہ کچھ دھیان دھریں
طفلِ نا فہم کی تقصیر فراموش کریں (۱۵)

رام کا حکم وہ گوہراج نے جس دم پایا — جا کر اک ناؤ وہ خود جلد وہاں لے آیا
جوڑ کر ہاتھ کہا اُس نے کہ اے رگھورایا — حکم جو آپ کا تھا اُس کو بجا میں لایا
لے چلوں خود میں اگر حکم ہو سرکار مجھے
نقد اُجرت نہیں اس کے لئے درکار مجھے (۱۶)

رام جی دیکھ کے اک ناؤ کنارے تیار — جانکی جی کو بٹھا کر ہوئے خود اُس پہ سوار
حکم سے رام کے تب سارے جگت کے آدھار — چڑھ گئے ساتھ لئے تیر کمان اور تلوار
حکم جب رام کا پایا تو چلی وہ کشتی
صورتِ موج بصد ناز بڑھی وہ کشتی (۱۷)

(۱) नरेश (२) कलेश

بیچ دھارا میں جو گنگا کی وہ کشتی آئی　　استتی جانکی نے بھاگیرتھی کی گائی
بعدۂ کر کے نمسکار کہا سن مائی　　پاپ سنتاپ ہرن تو ہے جگت سکھدائی
خیریت سے پلٹ آکر یہ ہے تمنا میری
پھول پتوں سے کروں مات میں پوجا تیری (۱۸)

وہ دعا دے مجھے بر آئے مری جس سے مراد　　دور ہو جائے پڑے آکے اگر کوئی فساد
ساتھ ان دونوں کے پھر آؤں یہاں خرم و شاد　　جلد کٹ جائے یہ چودہ برسوں کی میعاد
یک بیک آبِ مقدس سے صدا تب آئی
دھن بھاگ آج جو یہ ہم نے بڑائی پائی (۱۹)

رام کی پیاری ہے سیتا تو جگت کی ماتا　　تو ہے بھونیشوری[1] ہے تجھ سے ہی سب کا ناتا
سارا سنسار ہے تجھ سے ہی بڑائی پاتا　　تو وہی کرتی ہے جو من میں ہے تیرے آتا
کُل کہاں جزو کہاں مہ کہاں مہتاب کہاں
میں دعا دوں تجھے مجھ میں یہ بھلا تاب کہاں (۲۰)

صدق کا میری زباں پر ہو مگر جس سے اثر　　ہو کے محفوظ میں دیتی ہوں تجھے آج یہ بر
شاد و خرسند بہ ہمراہیٔ شوہر دیور　　واپسی بن سے ہو دشمن ہوں ترے زیر و زبر
کیرتی یہ تری سنسار میں چھائے سیتا
دھرم کی راہ یہ دنیا کو دکھائے سیتا (۲۱)

رام جی بیٹھے ہوئے جانکی اور بھائی کے سنگ　　ناؤ پر جاتے تھے دکھلاتے ہوئے جل کی ترنگ
جا کے پہونچی اسی عرصہ میں وہ کشتی لبِ گنگ　　تب کیا تینوں نے آگے کا اُتر کر آہنگ
عرض کی رام سے گوہ راج نے تب جوڑ کے ہاتھ
ہو اجازت مجھے خدمت کو چلوں آپ کے ساتھ (۲۲)

ہوگی راحت مجھے میں دیکھ جو پاؤں گا تمھیں　　مول پھل بن میں جہاں ہونگے بتاؤں گا تمھیں
سیر جنگل کی بیاباں کی کراؤں گا تمھیں　　راستے ہیں مرے دیکھے میں دکھاؤں گا تمھیں
بن کی نخچیر گہیں کچھ مجھے معلوم بھی ہیں
دیکھ لیں لوگ کہ خادم بھی ہے مخدوم بھی ہیں (۲۳)

(1) भुवनेश्वरी

ہنس کے فرمانے لگے اُس سے یہ تب دینیال — دل میں لاؤ نہ ہمارے کبھی دُکھ سُکھ کا خیال
ہم پھر آئینگے یہیں کاٹ کے بن باس کے سال — رد نہ ہوگا مرا کہنا کبھی اے نیک خصال
کردیا رام نے سمجھا کے یہ واپس اُس کو
حکم ٹالا نہ مگر رنج تھا از بس اُس کو (۲۴)

(1) आवाहन
مار کر بعد ازاں رام نے اک پاک ہرن — بھون کر آگ میں منتروں سے کیا آواہن[1]
کھا کے تب اُسکو بچا بعد جو کرنے کے ہون — سو گئے رگھوبر و سیتا۔ رہے بیدار لکھن

(2) नितकर्म
صُبح نت کرموں[2] کو کرکے لکھن و سیتا و رام
آکے پہونچے تھا بھردواج کا جس جا پہ قیام (۲۵)

اک رِشی پُتر سے مُن راج کو بھیجی یہ خبر — رام رگھوبنش میں شاہنشہِ دشرتھ کے پسر
بھائی اور جانکی کو ساتھ لئے چھوڑ کے گھر — آئے ہیں چودہ برس کرنے کو جنگل میں بسر

(3) तपोवन
ہیں کھڑے در پہ تپوبن[3] کے اجازت کیلئے
دیجئے حکم تو آئیں وہ زیارت کے لئے (۲۶)

(4) मुनिवर
آمدِ رام کی پائی یہ جو مُن[4] بر نے خبر — چھوڑ کر دھیان بہت جلد وہ پاکیزہ سیر
ہاتھ جوڑے ہوئے خود دوڑ کے آئے در پر — کرکے پوجا یہ کہا۔ پائی جو شفقت کی نظر
کیجئے آج اس استھان میں چل کر دایا
پاک کر دیجئے چرنوں سے اسے رگھورایا (۲۷)

خوش نصیبی ہے مری آپ جو آئے ہیں یہاں — بن گیا فیض سے کاشانہ مرا رشکِ جناں
دیکھ کر آپ کو حاصل وہ ہوئی راحتِ جاں — رام جی جس کا نہیں ہے مرے امکاں میں بیاں
آرزو دل میں تھی جو کچھ وہ بر آئی میری
ہوگئی آج عذابوں سے رہائی میری (۲۸)

کرکے یوں پریم بھرے رام سے مُن راج کلام — لے گئے ساتھ کُٹی میں اُنھیں آہستہ خرام
کی ہر اک طور تواضع و مدارات تمام — جوڑ کر ہاتھ لگے کہنے کہ اے شاہِ انام
درشن آکر جو دیا آپ نے رگھوراج مجھے
پھل عبادت کا جو چاہا تھا ملا آج مجھے (۲۹)

التجا آپ نے خود کر کے بدھاتا کی قبول دیکھ کر دیوتوں کو ظلم سے راون کے ملول
آپ نے عابدوں اور زاہدوں کی سن کے شغول کر کے اوصاف کو مایا کے خود اپنے میں شمول

عام لوگوں کی طرح جنم لیا دنیا میں
(۳۰)
کام جو کر نہ سکا کوئی کیا دنیا میں

ہے عبادت کا ثمر آپ کی یہ دید دیال ہے عیاں مجھ پہ ہر اک ماضی و مستقبل و حال
جانتے آپ ہیں جو کچھ ہے مرے دل میں خیال دیجئے اب مجھے بر دان کہ اے ذاتِ کمال

ہر گھڑی آپ کے قدموں میں مرا پریم رہے
(۳۱)
کرم اپنا ہو یہی دھرم یہی نیم رہے

رام سکھ دھام دیا سندھو اور آگر گن کے دل میں شرما گئے تقریر یہ اُن کی سُن کے
جوڑ کر ہاتھ شری رام نے آگے مُن کے یوں کہا فرق کو قدموں پہ جھکا کر اُن کے

چھتری کل میں ہیں ہم پیر برن آپ کا ہے
(۳۲)
ہم پہ ہو رحمت و شفقت یہ چلن آپ کا ہے

تب کیا رام نے مُن راج کے اوصاف بیاں اُن سے آئے تھے جو درشن کیلئے اُنکے وہاں
ہو کے خوش بھگتی سے مُن راج کی آرام جہاں رات کو سکھ سے وہیں رہکے ہوئے صبح رواں

مُن کماروں کی مدد سے سبب بحر و بر
(۳۳)
بیٹھ کر جالہ پہ جمنا سے گئے پار اُتر

چل کے اُس راہ پہ مُن برنے جو تھی دکھلائی جب گذرتے تھے کسی گاؤں سے دونوں بھائی
دیکھ کر شکل تب اُن کی وہ پرم سکھدائی مرد و زن جتنے تھے ہو جاتے تھے سب شیدائی

مجمع عام سرِ راہ گذر رہتا تھا
(۳۴)
ہو کے گرویدہ یہ ہر فردِ بشر کہتا تھا

لوگ خوش بخت ہیں وہ جنکے یہ ہیں راحتِ جاں وہ زمیں خوب ہے پیر ونکے پڑیں جس پہ نشاں
ہے نہیں ملک یہ جس ملک سے آئے ہیں یہاں کوہ و صحرا کی ہے تقدیر یہ جائیں گے جہاں

دیکھ کر ان کو مرا بخت بھی بیدار ہوا
(۳۵)
کوئی غم رہ نہ گیا دور سب آزار ہوا

جس جگہ جاتے تھے وہ کالبدِ فرحت و نور لوگ ہو جاتے تھے سب دیکھ کے دل میں مسرور
تھے کچھ ایسے بھی کہ جو پریم سے ہو کر مجبور اُنکے ہمراہ چلے جاتے تھے تکتے ہوئے دور
اس طرح دیکھتے دکھلاتے ہوئے بن کی بہار
(۳۶) جا بجا کرتے ہوئے جڑ پہ درختوں کی قرار

منزلیں کرتے تھے آرام سے طے رگھو رایا وہ جہاں جاتے تھے کر دیتے تھے بادل سایا
درمیاں دونوں کے سیتا کو تھا چلنا بھایا برہمہ اور جیو کے ہو بیچ میں جیسے مایا
جب کئی روز یوں ہی چلتے رہے رگھورائی
(۳۷) چترکوٹ اُن کو دیا دور سے تب دکھلائی

بالمیکؔ اور بہت رشیوں کا جس جا تھا نواس جس میں رتوراج[1] کا رہتا تھا سماں بارہ ماس ऋतुराज
جس جگہ جا کے نہ رہتا تھا کوئی غم نہ ہراس بھائی اور جانکی کو ساتھ لئے دھرم کی آس
ہو گئے جا کے کھڑے رام جھکائے سر کو
(۳۸) بالمیکؔ آئے تھے جب بن سے پلٹ کر گھر کو

دیکھ کر رام کو مُن برنے کہ آئے ہیں یہاں لچھمن اور جانکی کے ساتھ کئے ترک مکاں
خوبصورت ہیں مُکٹ سر پہ لٹاؤں کے عیاں تن پہ بلکل بسن[2] اور ہاتھ میں ہیں تیر و کماں वल्कल-वसन
اُٹھ کے فوراً اُنھیں سینہ سے لگایا اپنے
(۳۹) جذبہ اُلفت کا سرشکوں سے دکھایا اپنے

پریم اور بھکتی سے اُن تینوں کی کر کے پوجا بن سے لائے تھے جو پھل مول اُنھیں کھانے کو دیا
خوش تواضع سے ہوئے رگھوبر و سومترو سیا حال بن باس کا تب رام نے سب اُن سے کہا
حُکم سے رانی کے رکھنے کے لئے باپ کی بات
(۴۰) آئے ہیں رہنے کو جنگل میں ہم اے نیک صفات

جانتے آپ تو مُن برہیں بتانا ہے فضول کہئے کس طور سے ہو مطلبِ دل اپنا حصول
ہو گی اب جائے پسندیدہ وہی مجھ کو قبول میرے رہنے سے جہاں پر نہ ہوں عُبّاد ملول
اس لئے ایسی جگہ ہم کو بتائیں کوئی
(۴۱) ہم جہاں جا کے رہیں رنج نہ پائیں کوئی

ہنس کے مُنی نے دیا تب انھیں اسطرح جواب　　　ہفت اقلیم کے ہو تم ہی تو اک عیش مآب
تم ہو خورشیدِ جہاں تاب مگر زیرِ سحاب　　　کوئی جا ایسی نہیں ہے کہ تمھاری نہ ہو تاب
اب سنو تم کو بتاتا ہوں جہاں رام سدا
رہتے ہو اور رہو جا کے بہ آرام سدا　　　(۴۲)

شانتی روپ ہیں جو دھیان میں ہر وقت مگن　　　ایک ساں جنکا ہے سب کیلئے دنیا میں چلن
جن کو رہتی ہے لگی ایک تمھاری ہی لگن　　　جو کیا کرتے ہیں ہر وقت تمھارا ہی بھجن
وہ جو آسودہ ہیں بھکتی کو تمھاری پاکر
دل میں رہتے ہو تم ایسوں کے کرم فرماکر　　　(۴۳)

وہ جو سمجھتے ہیں تمھیں چھوڑ کے سب دھرم ادھرم　　　جن کا خالی نہیں سیوا سے تمھاری کوئی کرم
ہر گھڑی رہتے ہیں پوجا میں تمھاری سرگرم　　　تم کو خوش کرنے میں جنکو نہیں سنسار کی شرم
دلِ پاک اُنکے ہیں رہنے کے لئے خوب مکاں
ہیں تمھارے مع سیتا کے وہ مرغوب مکاں　　　(۴۴)

جن کے ہے نام تمھارا ہی فقط وِردِ زباں　　　چاہتے ہیں جو تمھارے قدموں ہی میں اماں
سختی و تنگیٔ اوقات نہیں جن کو گراں　　　ایکساں جن کو ہیں آرام و تکالیفِ جہاں
ہیں تمھارے رُخِ پُر نور کی جو چاہ لئے
دل میں تم اُن کے رہو بھائی کو ہمراہ لئے　　　(۴۵)

دُور ہے جن سے خودی دلمیں نہیں جن کے غرور　　　جن کو رہتا ہے تمھاری ہی محبت کا سرور
دل سے رکھتے ہیں جو اپنے طمع و حرص کو دور　　　سیم و زر خاک و حجر ایک ہی ہیں جنکے حضور
جانتے جو ہیں کہ سب جاہ و حشم فانی ہیں
اُن کے دل رام تمھیں کو شکِ سلطانی ہیں　　　(۴۶)

کرم پھل اپنا جو کر دیتے ہیں ارپن[1] تم کو　　　جانتے رام ہیں جو اپنا تن اور دھن تم کو　　　अर्पण[1]
عیش و عشرت کا سمجھتے ہیں جو مخزن تم کو　　　مانتے دل سے ہیں رحمت کا جو دامن تم کو
دھیان میں روپ ہے ہر وقت تمھارا جنکے
دل میں تم اُن کے ہو اک تم ہو سہارا جن کے　　　(۴۷)

جانتے مایا ہیں سنسار کی چیزیں جو تمام — واسطے جن کے نہیں دہر یہ راحت کا مقام
چھ بدل جنم۔ مرن۔ عالمِ ہستی میں قیام — بڑھنا اور گھٹنا زمانہ میں بدلنا اجرام
جسم کی خاصیتیں ان کو جو کرتے ہیں یقیں
دل میں اُن کے ہو لئے بھائی کو ساتھ اپنے مکیں (۴۸)

پران کا دھرم ہے جنکے لئے ہو بھوک کہ پیاس — دھرم بدّھی کا سمجھتے ہیں جو تکلیف و ہراس
پاپ اور پونّیہ[1] جگت دھرم سبھی بھوگ بلاس — دور ہیں جن سے یہ سچے ہیں تمہارے وہی داس (1) पुण्य
مکت جیون ہیں وہی رہتے ہیں آنند گھن میں
صاف مَن اُنکے ہیں تم رہتے ہو اُنکے من میں (۴۹)

سرو[2] ویاپی تمھیں ست ہو تمھیں چیتن سروپ — پران وگیان منومے[3] ہو تم آنند انوپ (2) सर्व (3) मनोमय
تم ہی نرلیپ[4] انت آدی ہو تم دھرم کے یوپ[5] — تم پرم آتما ہو آکے ہوئے ہو نر بھوپ (4) निर्लेप (5) यूप
جانتے ہیں تمھیں ایسا جو وہ ہیں سرور دیں
دل میں تم اُنکے مع لچھمن و سیتا ہو مکیں (۵۰)

دل سے بھلتے ہیں سبھی کام تمھارے جن کو — ساری دنیا میں ہو اک تم ہی سہارے جن کو
خوش نہیں آتے ہیں ہستی کے نظارے جن کو — رام تم پران سے بھی بڑھ کے ہو پیارے جن کو
جن میں طیش اور رعونت کا کوئی نام نہیں
اُن کے دل صاف ہیں کرتے ہو تم آرام وہیں (۵۱)

کہتے سنتے ہیں تمھارے ہی جو دن رات چرتر — جن کے دل میں ہے تمہارا ہی سمایا ہوا چتر[6] (6) चित्र
باپ ماں بھائی ہو اے رام تمھیں جنکے ہو متر — دل میں تم رہتے ہو اُن کے ہے وہ استھان پوتر
رکھتے بھگتوں پہ تمھارے ہیں جو عزت کی نگاہ
اُن کے دل میں ہو شری جانکی جی کے ہمراہ (۵۲)

بولتے سچ ہیں سدا جنمیں نہیں جھوٹ کا نام — جو کسی سے نہیں کرتے ہیں کبھی سخت کلام
آسرا کچھ بھی نہیں پریم ہے جن کو نشکام[7] — دل میں تم خاص کر ایسوں کے رہا کرتے ہو رام (7) निष्काम
حال جو تھا مرا پہلے وہ سناتا ہوں تمھیں
پھر ملی جیسے یہ عزت وہ بتاتا ہوں تمھیں (۵۳)

(سرگذشت بالمیک جی)

کرتے ہیں بالمیکِ سخن سنج نکتہ داں
قصّہ تمام اپنا شری رام سے بیاں

جس طرح رتبہ برہمہ رشی کا ملا انھیں
دنیا میں رام نام کی مہما ہوئی عیاں

بولے تھا پہلے ساتھ مرا کول بھیل کا
ہر وقت بس اُنھیں کے میں رہتا تھا درمیاں

پیدا تو میں ہوا تھا برہمن کے گھر ضرور
تھے کام شودروں کے سے لیکن ضرر رساں

کچھ دن کے بعد مجھ سے کراتن کے بطن سے
پیدا کئی پسر ہوئے جب میں ہوا جواں

آتا نہ تھا مجھے کوئی آچار دھرم کا
رہتے تھے تیر ہاتھ میں اور دوش پر کماں

طرزِ معاش چوری ہوئے اور رہزنی
بچوں کی پرورش کا ہوا بار جب گراں

گر رہزنی سے ہاتھ نہ آتا تھا کچھ جب مجھے
کرتا تھا قتل کھانے کو حیوانِ بے زُباں

اک دن کا واقعہ ہے کہ جنگل میں جب میں تھا
ناگاہ سپت رِشی مجھے آئے نظر وہاں

تھے روے پُر ضیا پہ نشانِ توانگری
دیکھا جو اُن کو میں نے ہوا دل میں شادماں

لالچ سے کر کے اُن کا تعقّب کہا رُکو
اب بچ کے میرے ہاتھوں سے جاتے ہو تم کہاں

کہنے لگے وہ مجھ سے کہ اے دُشٹ برہمن
کیوں روکتا ہے ہم کو تو آتا ہے کیوں یہاں

پریوار کی یہ میں نے کہا اُن سے پرورش
لازم ہے ہر بشر پہ درایں خلقتِ جہاں

اسواسطے مجھے بھی تمنّا ہے مال کی
بھوکے ہیں بال بچے مرے کرتے ہیں فغاں

جو کچھ تمھارے پاس ہو رکھ دو اُسے یہیں
بے خوف لیکے اپنے چلے جاؤ جسم و جاں

لیکن ہوا جو اس میں تامّل تو جان لو
تم کو دکھائیں گی رہِ ملکِ عدم سناں

بولے وہ تب یہ مجھ سے کہ اے نیچ برہمن
کے دن رہے گی جان ترے جسم میں نہاں

اک دن نہ ایک دن تو پڑے گا عذاب میں
آئیں گے کام تیرے نہ یہ تاب اور تواں

انجام کو تو سوچ نہ پریوار دے گا ساتھ
دوزخ میں جب اُٹھانی تجھے ہونگی سختیاں

جا پوچھ ہوگا روزِ جزا تیرے واسطے
مُتحمّلِ سزا بھی کوئی اہلِ خاندان

ہوگا نہ اس میں فرق رہیں گے یہیں یہ ہم
جب تک پلٹ کے تُو نہ پھر آجائیگا یہاں

جا کر جو میں نے پوچھا وہ اہل و عیال سے
جو کچھ کہا تھا رشیوں نے اے شاہِ دوجہاں

انکار کر کے سب نے مجھے دے دیا جواب
سمجھایا میں کہ کوئی بھی اپنا نہیں یہاں

ساتھی ہیں عیش کے سبھی غم کا کوئی نہیں — جائیں گے اپنے فعل ہی ہمراہ بے گماں
نادم تھا دل میں اپنے بہت اپنے فعل سے — دکھلائی دیتا تھا مجھے دارالمحن مکاں
اُس دم سے دل ہٹا مرا دنیا سے اس قدر — آنے لگی نظر چمن دہر میں خزاں
رنجیدہ لوٹ کر میں پھر آیا اُسی جگہ — گھر کو گیا تھا چھوڑ کے رشیوں کو میں جہاں
دیکھا جو میں نے اُن کو تو پیروں پہ گر پڑا — ہاتھوں سے پھینکے تیر و کماں خنجر و سناں
چلّایا میں بچا لو مجھے اے مُعینِ دیں — دوزخ کا آرہا ہے نظر مجھ کو اب سماں
ہے ورطۂ الم میں پڑی کشتیٔ حیات — بادِ کرم چلے وہ کہ ہو صورتِ اماں
تب کھا کے بیکسی پہ مری رحم سپت رِشی — بولے کہ اُٹھ ملے گا تجھے عیشِ جاوداں
درشن سے ہوگا سنتوں کے تجھ کو ضرور فیض — ملنا ہمارا جا نہیں سکتا ہے رائیگاں
آپس میں بات کرنے لگے تب وہ اس طرح — اُپدیش سے ہے بچ کے گو سر بسر زیاں
آیا ہے اب شرن میں ہماری یہ برہمن — واجب ہے دور کرنا گناہوں کی بیڑیاں
اُن سب کو آگئی جو مرے حال پر دیا — اُپدیش کر دیا مجھے اس طور بعد ازاں
اے رام نام آپ کا اُلٹا مرا مرا — مجھ سے کہا کہ اس کا تو کر ورد بر زباں
خواہش نہ دل میں ہو کوئی یکسو رہے خیال — جب تک نہ آئیں ہم ہے یہی تیرا امتحاں
کہہ کر یہ چل دیئے وہ اُدھر اور میں ادھر — جپنے لگا وہ کر گئے جس طور سے بیاں
یکسو ہوا جو دل تو ہوئیں دور خواہشیں — بھولا میں خود کو بس میں ہوئیں ساری اندریاں
اپنی جگہ سے جب نہ ہلا میں بہت دنوں — دیمک نے کر دیا مرا مٹی سے تن نہاں
گذرے ہزاروں جُگ یوں ہی تب آکے سپت رشی — بولے کہ اب اُٹھو شہِ اقلیمِ عابداں
آیا نکل یہ سنتے میں مٹی ہٹا کے یوں — خورشیدِ صبح ابر سے ہو جس طرح عیاں
اے رام بالمیک مرا نام رکھ کے تب — سُرلوک کی طرف ہوئے وہ سپت رشی رواں

مہما تمھارے نام کی ہے جس سے یہ مرا
نخلِ حیات باغِ جہاں میں ہوا عیاں

لچھمن اور جانکی کے ساتھ تمھیں رگھورایا مل گیا دیکھ کر آنند مجھے من بھایا

(1) निर्मल پاپ سب دور ہوئے ہوگئی نرمل(1) کایا سب ہوس مٹ گئی جب تم نے کرم فرمایا

چل کر اب ایسی جگہ تم کو دکھاتا ہوں میں

(۵۴) فرحت افزا جو تمھارے لئے پاتا ہوں میں

سرگذشت اپنی شری رام سے یوں کر کے بیاں لیکے ہمراہ گئے تب اُنھیں رِش راج وہاں

(2) शैल تھی زمیں اندر پوری سے بھی کہیں بڑھ کے جہاں اک طرف شَیل(2) تھا اک سمت تھیں گنگا جی رواں

پاس جس کے کوئی مسکن تھا نہ کاشانہ تھا

(۵۵) دیکھ کر شاہِ بہاراں بھی جسے دیوانہ تھا

دو مکاں رِش نے اُسی جا پہ کرائے تیار اُن میں ہر مایۂ عشرت کا لگایا انبار

ہر طرف اُن کے تھا شاداب گلوں سے گلزار بڑھ کے جنت سے بھی دلچسپ تھی اُس بن کی بہار

ہو کے خوش رہنے لگے اُن میں لکھن سیتا و رام

(۵۶) ہر طرف رنج نہ کوسوں تھا نہ آزار کا نام

آکے جس دن سے کیا رام نے اُس بن میں نواس نخل طوبیٰ سے بڑھا شان میں ہر نخلِ پلاس

جا بجا ہوگئے کانوں سے نمایاں الماس مٹ گیا اُن کا جو رہتے تھے وہاں پر افلاس

عابدوں نے بھی وہیں آکے کیا اپنا قیام

(3) स्वर्ग (۵۷) دیوتا چھوڑ کے سورگ(3) آئے پئے خدمتِ رام

یہ کمال دیکھ کر اُن کے جو ہوئی دل میں حزیں تھی جو پتھر سی وہ مخمل سی ہوئی نرم زمیں

لچھمن و جانکی کرتے تھے جو گھر یاد کہیں غم غلط کرتے تھے سو طرح سے رگھوناتھ وہیں

بھائی اور جانکی جس بات میں سکھ پاتے تھے

(۵۸) رام جی کر کے وہی شاد انھیں فرماتے تھے

غزل

زمیں کیا فلک کوئی تارا نہیں کہ جلوہ ہے جس میں تمھارا نہیں

جہاں میں ہے وہ کونسی جا جہاں بتا دو تمھارا نظارا نہیں

نہیں جس میں حرص و حسد نام کو — جو ظالم ستم گر خود آرا نہیں
اُسی دل میں رہتے ہو ہر دم جسے — تمھارے سوا کوئی پیارا نہیں
جو سنتا ہے ہر دم تمھاری کتھا — جو دُنیا کی لذّت کا مارا نہیں
ہمیشہ اُسی دل میں رہتے ہو تم — جو سب سے الگ تم سے نیارا نہیں
لگی اک تمھیں سے ہے جس کی لگن — جسے اور کوئی سہارا نہیں
تمھیں سے ہیں سب جسکے رشتے۔ جسے — کوئی اور دھن دھام دارا نہیں
وہ دل ہے تمھارا مکاں۔ اور کے — جو تیرِ محبت کا مارا نہیں
جسے ہے تمھارا ہی اک آسرا — کسی اور کا جس کو یارا نہیں
بُرائی کسی کی کبھی بھول کر — وہ جس نے ہو سوچا وچارا نہیں
وہی دل تمھارا مکاں ہے جسے — جدائی تمھاری گوارا نہیں
سبھی کا ہری نے ہرا درد و غم — اَدھم کون ہے جس کو تارا نہیں

مناسب ہے ناراین اُس کی شرن
کچھ اس کے سوا اور چارا نہیں

سوئیا

نِت سیوت ہیں تج کام سبے مَن میں نہیں آلس آنت ہیں
کُل موہ تتھا رتی بھوگ وشئے نہیں جو ہتکارک جانت ہیں
مَن تے مد روش تجیو جن جو جگ سوارتھ میت بکھانت ہیں
سوئی سیوک ہیں ہری کے تِن کو ہری آپن کے پہچانت ہیں

सवैया—नित सेवत हैं तजि काम सबै मन में नहिं आलस आनत हैं।
कुल-मोह तथा रति भोग विषय नहिं जो हितकारक जानत हैं।
मन ते मद रोष तज्यो जिन जो जग स्वारथ-मीत बखानत हैं।
सोइ सेवक हैं हरि के तिन को हरि आपन कै पहिचानत हैं॥

سدگورُو سُمتی سُومتر اَرُو نیت ندھان نریش
دُرلبھ پانچو ماتُ پِتُو۔ کرہیں جو سد اُپدیش
رام بھکتی سُکھ مُول ہے سُلبھ سبہیں سب کال
نارآین سُکھ جو چہے۔ بھجے سو دینندیال

سرگ ساتواں

راجہ دشرتھ کا سُرپُر جانا اور بھرت جی کا ننہال سے آنا

اس طرح کرتے ہیں اب شیوجی اُماجی سے بیاں — حالِ پُرغم وہ جو دشرتھ کا ہوا اُس کے وہاں
کرکے دامن سے سچو(۱) اپنی اُدھر شکل نہاں — شام کے وقت ہوا روتے ہوئے گھر کو رواں
چھوڑ کر دور مع گھوڑوں کے اپنے رتھ کو
ڈھونڈنے چھپ کے وہ نظروں سے لگا دشرتھ کو (۱)

روئے پُردرد سے ہوتے تھے عیاں حسرت وغم — پیر اُٹھتے نہ تھے آگے کے لئے ایک قدم
تھے نمایاں درودیوار سے آثارِ الم — حال راجہ کا جو تھا ہو نہیں سکتا وہ رقم
کہہ کے آہستہ سے جے جیو(۲) کیا اُن کو پرنام
آ گئے ہوش میں یکبارگی سُنکر یہ کلام (۲)

پوچھا راجہ نے یہ منتری سے کہ ہیں رام کہاں — ہیں لکھن جانکی کے روے دلارام کہاں
چھوڑا کس جا پہ اُنھیں صبح ہوئی شام کہاں — کیسے کرتے ہیں بسر اپنے وہ ایام کہاں
اب میں کیسے اُنھیں دیکھوں گا بتاؤ تو مجھے
مجھ کو پیغام جو بھیجا ہو سُناؤ تو مجھے (۳)

(۱) सचिव
(२) जयजीव

दो०—सद्गुरु सुमति सुमित्र अरु. नीति-निधान नरेश ।
दुर्लभ पांचौं मातु-पितु, करहिं जे सद्-उपदेश ॥
राम-भक्ति सुख मूल है, सुलभ सबहिं सब काल ।
'नारायण' सुख जो चहै, भजै सो दीन-दयाल ॥

پڑ گیا عقل پہ بدبختی کا اک لخت نقاب　　اس طرح جس کے سبب آج ہوا خانہ خراب
دیکھتے رام نہیں کیوں مرا تم آکے عذاب　　عازمِ ملکِ عدم ہوں میں ہے اک پا بہ رکاب
گر پڑا حیف نہ کیوں کٹ کے مرا سر یہ وہیں
کیوں نہ نکلی دمِ فرقت مری یہ جانِ حزیں (۴)

کہہ کے رونے لگے ہا رام سیا رام لکھن　　کیوں نظر آتے نہیں تم مجھے سنتاپ شمن[۱]
میری پیری میں توانائی کے انمول رتن　　چل دیئے چھوڑ کے کیوں تم مجھے اس عمر میں بن
بے سبب موت سمجھتی ہے خطاوار مجھے
دیتی ہے غیر کے بدلہ میں جو آزار مجھے (۵)

دیر تک روتے رہے یوں ہی شہنشاہِ انام　　تب کیا منتری نے اس طور بیاں قصۂ رام
جا کے شرنگ ویر کیا ساحلِ گنگا پہ قیام　　پیش لا کر کئے گوہراج نے پھل مول تمام
لے لئے رام نے گو پریم سے وہ پاک ثمر
سب کے سب پھیر دیئے کھایا کسی نے نہ مگر (۶)

دودھ تب رام نے برگد کا وہیں منگوا کر　　بٹ کے بالوں کو مکٹ اپنے بنایا سر پر
تب کہا میں نے اودھ پھرنے کو با دیدۂ تر　　حیف صد حیف نہ تیار ہوئے آنے کو گھر
بیٹھ کر ناؤ پہ فرمانے لگے مجھ سے یہ رام
جا کے کہنا مرا ماتا سے پتا جی سے پرنام (۷)

عرض کرنا مری جانب سے یہ تم جوڑ کے ہاتھ　　دکھ نہ ہوگا مجھے کوئی جو لکھن لال ہیں ساتھ
دھرم دُھر دھاری ہو تم دھرم کے پالک رگھوناتھ　　دھرم پر چلنے سے اونچا ہی بنا رہتا ہے ماتھ
پھر کہا مجھ سے کہ بہتر ہے وہی طرزِ عمل
دلِ رنجورِ شہنشاہِ اودھ جائے بہل (۸)

جانکی جی نے بھی بھیجا ہے یہ غمناک پیام　　جا کے کہنا مرا ساس اور سسر جی سے پرنام
ساتھ شوہر کے نہیں کوئی مجھے ڈر کا مقام　　فکر کچھ بھی نہ کریں میرے لئے شاہِ انام
دیکھا اُس ناؤ کو جب تک نظر آئی مجھ کو
موت کم بخت نہ اُس دم مگر آئی مجھ کو (۹)

(۱) सन्ताप-शमन

داستاں سُن کے یہ رانی کو ہوا اور ملال   بولیں روتے ہوئے راجہ سے وہ تب غمزدہ حال
ہو کے خوش تم نے بھرت کو تو دیا جاہ و جلال   کچھ بھی آیا نہ مگر دل میں مرا تم کو خیال
بیٹھ کر رونے سے اب کیا شہِ والا ہوگا
(۱۰) دُکھ رعایا کو ہمیں رنج دو بالا ہوگا

بھر کے اشک آنکھوں میں بولے یہ شہنشاہِ جہاں   کیوں چھڑکتی ہے نمک زخمِ جگر پر مری جاں
مان لے اب ہوں کوئی آن کا مہمان یہاں   سچ ہوئی بات وہ کی تھی جو رکھیشر نے بیاں
باعثِ فرقت و آزار بتاتا ہوں تجھے
(۱۱) جس طرح شاپ ملا تھا وہ سناتا ہوں تجھے

تھا جوانی میں جو طاقت سے میں اپنی سرشار   کھیلتا بن میں تھا میں رات کو بھی جا کے شکار
ایک شب کا یہ وقوعہ ہے کہ دریا کے کنار   آئے تھے بھرنے کو پانی کوئی رِشراج کمار
سُن کے آواز کو پانی سے بھرا جب وہ سبو
(۱۲) میں یہ سمجھا کہ ہے ہاتھی کوئی وحشی لبِ جو

شبد[1] بیدھی وہیں تب منتر کو پڑھ کر میں نے   لیکے اک تیر کو ترکش سے کیا سر میں نے   [1] शब्द-बेधी
پھر سنے ہائے یہ الفاظ مکرر میں نے   خونِ ناحق ہے کیا کیا تھا ستمگر میں نے
اُڑ گئے ہوش پڑی جب یہ صدا کانوں میں
(۱۳) آ گئی کشتیٔ دل رنج کے طوفانوں میں

ہو کے غمگین کہے جا کے یہ تب اُن سے سخن   ہے یہ تقصیر مری آپ کی آیا ہوں شرن[2]   [2] शरन
نام دشرتھ پسرِ اج ہوں اجودھیا ہے وطن   میں نے دیکھا نہ کہیں آپ یہاں جلوہ فگن
گر پڑا عرض یہ کرتے ہوئے قدموں پہ وہیں
(۱۴) ہو کرم مجھ پہ سزا کا میں سزاوار نہیں

تب لگے کہنے وہ یوں مجھ سے کہ اے شاہِ زمیں   برہمہ ہتیا نہ لگے گی تمہیں میں بپر نہیں
ویش ہوں تپ میں کیا کرتا تھا نزدیک یہیں   پیاس کے مارے ہیں ماں باپ مرے سخت حزیں
پانی میں اُن کے لئے لینے کو آیا تھا یہاں
(۱۵) انتظار اُن کو مرا ہوگا بہت اب تو گراں

اس لئے جاؤ وہاں تم نہ کرو کچھ پس و پیش　　ورنہ دیدینگے مرے باپ تمھیں شاپ نہ لیش
خاک ہو جائیگا سب راج تمھارا او دھیش　　دیکے پانی انھیں بتلانا یہ تب کردۂ خویش
کھینچ لو تیر کو دل سے کہ نکل جائے یہ روح
(۱۶) بچ نہ پاؤں گا میں اب مجھ کو نہ رکھو مجروح

کھینچ کر تیر کیا جسم سے جب میں نے جدا　　طائرِ روح نے اُس تن کا قفس چھوڑ دیا
لیکے ہاتھوں میں سبو تب وہ میں آیا اُس جا　　جس جگہ پیاس سے تھا اُنکا بہت حال بُرا
ضعف سے تن میں نہ طاقت تھی نہ بینائی تھی
(۱۷) پیاس کے مارے کچھ اب جان پہ بن آئی تھی

بیکسی اور پریشانی تھی چہروں سے عیاں　　تھا نہ جز رنج و الم کوئی رفیقِ تن و جاں
منھ سے دونوں یہی بیٹھے ہوئے کہتے تھے وہاں　　اب تک آئے نہیں تم پسر گئے ہائے کہاں
رات کا وقت ہے حامی نہیں غمخوار نہیں
(۱۸) چارہ گر کوئی بھی اپنا دلِ ناچار نہیں

دیکھ سکتے نہ تھے تم لال کبھی ہم کو اُداس　　آج کیوں آکے بجھاتے نہیں ماں باپ کی پیاس
زندگی کی ہو تمھیں ایک بڑھاپے میں اساس　　دیر کرنے میں تمھارے ہمیں ہوتا ہے ہراس
کیا سبب اتنی توقف کا ہے اے لختِ جگر
(۱۹) آکے ماں باپ کی لیتے نہیں کیوں جلد خبر

پاکر آہٹ میرے پیروں کی کہا باپ نے تب　　کس لئے دیر ہوئی تم کو تھا کیا اسکا سبب
تشنگی اتنی بڑھی خشک ہیں ہم دونوں کے لب　　کیا پس و پیش ہے پانی نہیں دیتے ہیں اب
بات سُن کر یہ جو تھی اُنکی بہت درد بھری
(۲۰) تھام کر میں نے جگر آہ تب اک سرد بھری

گر کے قدموں پہ لگا کہنے یہ میں اُن کے حضور　　ہوں میں دشرتھ۔ نہ تمھارا پسرِ نیک شعور
خوف کھاتا ہوں بیاں کرتے ہوئے اپنا قصور　　گو خطا میری نہ تھی عقل کا تھا اس میں فتور
جانور جان کے سر میں نے جو اک تیر کیا
(۲۱) کیا کہوں لختِ جگر آپ کا نخچیر کیا

بعدۂ جیوں ہی سُنی میں نے بشر کی آواز کہہ کے صد حیف گیا پاس میں اے بندہ نواز
کر گئے ہوش مرے دیکھ کر اُن کو پرواز میں نے تب عرض یہ کی اُن سے بصد عجز و نیاز

بے خبر تھا میں نتیجہ سے خبردار نہیں
ہو گئی مجھ سے خطا ہوں میں گنہگار نہیں (۲۲)

کیجئے رحم مرے حال پہ اے صاحبِ دیں قہر کی آگ میں جل جاؤں نگاہیں ورنہ یہیں
بولے ہیں پیاس سے ماں باپ مرے سخت حزیں پانی دینا اُنھیں پینے کے لئے جا کے قریں

تب غلط فہمی کا سب حال بتانا اُن کو
بخش دیں گے تمھیں تم صبر دلانا اُن کو (۲۳)

(۱) वैश्य کھینچ لو تیر کہ اب درد کا مشکل ہے سہن برہمہ ہتّیا نہ لگے گی کہ میں ہوں ویش[(۱)] برن
دل کو تسکیں ہوئی کچھ میں نے سنے جب یہ بچن تیر کو کھینچتے ہی چھوڑ دیا روح نے تن

سر پہ لایا ہوں میں رکھ کر یہ سبُو پانی کا
ہے یہی قصّۂ کوتاہ پشیمانی کا (۲۴)

سرگذشت اپنی سنائی یہ جو میں نے پُر درد دونوں چلّا کے لگے رونے وہیں عورت و مرد
پیٹتے سر کبھی چھاتی تھے دہ بھر کر دم سرد اور کبھی سکتہ میں آجاتے تھے وہ دشت نورد

دیر تک گریۂ و زاری کا یہی حال رہا
میں اُنھیں دیکھ کے شرمندۂ اعمال رہا (۲۵)

عرض پھر میں نے یہ کی اُن سے کہ اے بابِ کرم باپ ماں کی طرح مانیں گے تمھیں آج سے ہم
ہونے دیں گے کوئی تکلیف کبھی رنج نہ غم داسیاں داس بھی خدمت کے لئے ہونگے بہم

(۲) कांवर ہو اجازت تو میں خود کاندھے پہ کانوَر[(۲)] لادوں
حکم ہو ورنہ اسی جا پہ محل بنوا دوں (۲۶)

تب یہ ماتا نے کہا کہہ کے ستمگار مجھے پُتر کہنا تجھے ہو جائے گا آزار مجھے
راج دھن دھام ترا کچھ نہیں درکار مجھے اب مری روح یہ ہے تن میں گراں بار مجھے

ہم کو لے چل۔ یہ کہا دونوں نے تب مجھ سے وہاں
جس جگہ پر ہے وہ آرامِ جگر راحتِ جاں (۲۷)

جس جگہ تھا لبِ جُو اُن کا مرا پُتر پڑا
لے گیا تب اُنھیں میں حکم یہ پا کر اُن کا
پُتر پانی ہمیں جلدی سے پِلا ۔ پیاس بُجھا
لاش کو پا کے لگے رونے وہ چلّا چلّا
بولتا کیوں نہیں اُٹھتا نہیں کیوں ۔ ہائے ستم
(۲۸) ٹھہر جا ٹھہر تو چلتے ہیں ترے ساتھ ہی ہم

بیٹھے تب اُس میں مع لاش کے دونوں دِلدار
حکم سے اُن کے چِتا بھی وہیں کر دی تیار
بولے باپ اُن کے یہ مجھ سے سخنِ سینہ فگار
آگ دینے پہ مرے جلتے ہوئے آخرکار
جا تُو اِس کرم کا بھگوان سے پھل پائے گا
(۲۹) آتشِ فرقتِ فرزند میں جل جائے گا

آخرش آ ہی گیا وقت وہ سچ بات ہوئی
آج تک چین سے اپنی بسر اوقات ہوئی
فرقتِ نورِ نظر موجبِ آفات ہوئی
رات وہ اُنکی مرے واسطے یہ رات ہوئی
رام کا نام زباں پہ مری اب جاری ہے
(۳۰) آخری وقت ہے ۔ پرلوک کی تیاری ہے

آ کے جب موت نے اکبارگی کھینچی رگِ جاں
ختم کر بھی نہ ابھی پائے تھے اپنا یہ بیاں
رام ہا رام گئے چھوڑ کے تم مجھ کو یہاں
بسترِ غم پہ تڑپنے لگے وہ کہہ کے کہاں
سچ ہے کچھ دوش تمھارا ہے نہ رانی کا گِلا
(۳۱) اپنا جو کرم تھا پھل اُس کا مجھے آج مِلا

رام ہا رام کہا ہی تھا کہ تن چھوڑ دیا
رام ہا رام ۔ رما رام لکھن رام سیا
پرم سے بھگتی ملی اُن کو ۔ پرم پد نہ لیا
جا کے آرام سے سُردھام میں بسرام کیا
رانیاں رونے لگیں پیٹ کے چھاتی اپنی
(۳۲) زندگی ہجر میں اُن کو نہ تھی بھاتی اپنی

جس طرف دیکھئے روتے تھے کنیز اور غلام
بن گیا رنگ محل نوحہ و ماتم کا مقام
بات کی بات میں کُل شہر میں پھیلا کہرام
دیتا کیکیئی کو تھا ہر کس و ناکس دشنام
صبح دم آئے مشیروں کو لئے ساتھ بسِشٹ[1]
(۳۳) دور دُکھ سب کا کیا دیکھے اُنھیں گیانی درِشٹ[2]

[1] वसिष्ट
[2] दृष्टि

راستہ صبر کا مُن بر نے اُنھیں دکھلایا لاش کو تیل بھری ناؤ میں تب رکھوایا
راج دوتوں کو بھی فی الفور وہیں بلوایا کہہ کے جانے کو یُدھاجت کے نگر فرمایا
میری جانب سے بھرت لال سے کہنا کہ چلو
(۳۴) اب وطن۔ اپنی پرجا۔ باپ کو ماں کو دیکھو

حکم پاکر یہ ہوئے دُوت رواں مثلِ خدنگ بادِ صرصر بھی ہوئی دیکھ کے رفتار کو دنگ
تھا بھرت جی کا اُدھر اور بھی بگڑا ہوا رنگ بدشگوں اور زبوں خواب کیا کرتے تھے تنگ
دم بدم یاد اجودّھیا کا وطن آتا تھا
(۳۵) لمحہ اک سال کی مانند اُنھیں جاتا تھا

جاکے دُوتوں نے یدھاجت سے کہا کرکے پرنام آپ کے پاس یہ بھیجا ہے گُورُوجی نے پیام
بھیجدیں راجکماروں کو نہ ہو اس میں کلام اُن کے دیدار کا مشتاق ہے ہر خاص و عام
کرکے تب شترودمن اور بھرت جی سے خطاب
(۳۶) حکم جو کچھ تھا گُورُوجی کا سنایا وہ شتاب

اس طرح پر جو سُنا حکم کا مُرشد کے سُخن چلدیئے لے کے اجازت بھرت اور شترودمن
ہر قدم پر اُنھیں رکھتے تھے جو وہ سوئے وطن فالِ ناقص سے عیاں ہوتے تھے آثارِ فتن
دل میں بڑھتی تھی تپش اُٹھ نہ قدم پاتے تھے
(۳۷) ہر طرف اُن کو نظر ماتم و غم آتے تھے

پہونچے آخر جو اجودّھیا میں بصد دشواری غمزدہ دیکھ پڑی اُن کو رعایا ساری
ہر طرف نالہ و فریاد تھی آہ و زاری قصرِ شاہی پہ بھی ماتم کا سماں تھا طاری
دل میں کچھ فکر بڑھی ماں کو جو تنہا پایا
(۳۸) شک بڑھا اور بھی جب پیکِ نظر دوڑایا

گود میں لیکے اُنھیں تب یہ کیا ماں نے سوال کیا ہوا ہے تمھیں کس کا ہے مرے لال خیال
کیسے ماں باپ ہیں میرے کہو نہال کا حال کس لئے چہرہ پہ ہوتے ہیں عیاں فکر و ملال
تھی جو تشویش بھرت نے نہ دیا کوئی جواب
(۳۹) کاٹ کر بات وہ اسطرح کیا ماں سے خطاب

خیر تو گھر میں ہے بتلاؤ پتا جی ہیں کہاں کیا ہوا ہے تمھیں تم آج جو تنہا ہو یہاں
ہے کسی جا بھی نہیں شہر میں رونق کا نشاں شکل سے سب کی ہیں کیوں سوگ کے آثار عیاں
بھر کے تب آنکھوں میں اشک اپنی پر از مکر و ریا
(۴۰) اس طرح بات کا رانی نے جواب اُن کو دیا

پُتر کیا ظلم کروں چرخِ ستمگر کا بیاں کر دیئے خاک میں ارمان مرے جس نے نہاں
ناگہاں چھوڑ کے ہم سب کو شہنشاہِ جہاں ہو گئے دارِ الم سے سوئے سُرلوک رواں
اَشو میدّھوں[1] سے جو راجاؤں نے پھل پایا ہے
(۴۱) انکے وہ عہد وفا کرنے سے ہاتھ آیا ہے

گر پڑے فرش پہ سنتے ہی بھرت لال یہ حال ہا پتا. رو کے کہا کچھ نہ کیا میرا خیال
میری جانب سے ہوا آپ کو کیا ایسا ملال بیکسی میں جو مجھے چھوڑ گئے دیندیال
کر گئے کیوں نہ مجھے رام کے زیرِ سایا
(۴۲) ہے قلق دیکھ نہ میں نے دمِ آخر پایا

گود میں لیکے اُنھیں پونچھ کے تب اشکِ رواں بولی کیکیئی مناسب نہیں یہ آہ و فغاں
سلطنت اتنی بڑی ہاتھ میں آتی ہو جہاں چاہیئے تم کو خوشی موقعِ ماتم ہے کہاں
لو اُٹھو جلد یہ بیکار غم و زاری ہے
(۴۳) راج تم پاؤ گے. کی میں نے وہ تیاری ہے

داستاں تب اُنھیں رانی نے وہ سب بتلائی جس طرح چال یہ کُبری نے اُسے سکھلائی
یاد بَر دان کی جس طرح تھی اُس کو آئی سلطنت جیسے تھی راجہ سے اُنھیں دلوائی
جس طرح بن کو لکھمن جانکی اور رام گئے
(۴۴) جس طرح شاہِ اودھ ہجر میں سُردھام گئے

گر پڑے فرش پہ پھر حال یہ سارا سُنکر صدمۂ برق سے گرتا ہے کوئی جیسے شجر
جب سنا بھائی کا بن باس ہوا حال بتر رہ گئی یاد نہ کچھ باپ کے مرنے کی خبر
بڑھ گیا رنج ہوا قصّہ جو معلوم اُنھیں
(۴۵) بولی کیکیئی یہ پھر دیکھ کے مغموم اُنھیں

[1] अश्वमेधों

دے گئے راج تمھیں کو ہیں اودھ کا اودھیش — کس لئے کرتے ہو لینے میں اسے تم پس وپیش
بے سبب کرتے ہو کیوں رنج اُٹھاتے ہو کلیش — دُکھ کرو دور رعایا کا۔ ہے یہ دھرم وشیش
کرکے معلوم بھرت جی نے جو تھی فتنہ گری
(۴۶) بات اس طور پہ کیکیئی سے کی قہر بھری

دین و دنیا کا ذرا بھی تجھے کیا خوف نہیں — حیف صد حیف تری ذات پہ نفریں نفریں
کیوں زمیں شق نہ ہوئی پھٹ نہ پڑا چرخِ بریں — گر گئی کیوں نہ زباں کٹ کے ترے مُنہ سے وہیں
کس لئے سوجھ پڑی اپنی پرائی تجھ کو
(۴۷) سلطنت رام سے بھائی کی نہ بھائی تجھ کو

بطن سے تیرے ہوا میں تو ملا اُس کا یہ پھل — مارا شوہر کو دیا تُو نے مجھے راج اچل
زہر کھاؤں گا میں یا آگ میں خود جاؤنگا جل — تیرے کہنے پہ کرونگا نہ کبھی کوئی عمل
جنم لیتے ہی مجھے مار جو ڈالا ہوتا
(۴۸) آج دنیا میں مرا مُنھ تو نہ کالا ہوتا

رام کا پاس اگر مجھ کو نہ کرتا مجبور — راہ دوزخ کی دکھاتا میں ابھی تجھ کو ضرور
ہائے پتی گھاتنی(۱) کیوں مجھ کو کیا رام سے دور — دی سزا تُو نے مجھے کیا تھا مرا اسمیں قصور
رنج اور غم سے بھرے چل دیئے یہ کہکے وہاں
(۴۹) مبتلائے غم و ماتم تھیں جہاں رام کی ماں

اپنے قدموں پہ جو ماتا نے بھرت کو پایا — رو پڑیں زور سے اکبارگی دل بھر آیا
گود میں فرطِ محبت سے اُنھیں بٹھلایا — حال بَردان کا معلوم تھا جو بتلایا
جس طرح زیبِ بدن دلقِ گدائی کرکے
(۵۰) بَن گئے چھوڑ کے سب عیش کے ساماں گھر کے

باپ کے حکم سے۔ بولیں۔ نہ کیا کچھ بھی عدول — عہد جو کچھ تھا وہ کرکے بسر و چشم قبول
منتظر اپنا مجھے چھوڑ کے غمگین و ملول — بن کو راہی ہوئے کچھ بھی نہ سُنی میری فنخول
لال تم گھر سے اگر دور نہ اُس دم ہوتے
(۵۱) آج اجودھیا میں نہ یہ غم نہ یہ ماتم ہوتے

(۱) पति-घातिनी

دوش رانی کا ہے اس میں نہ تمھارا چارا　　ہے بھرت کھیل یہ قسمت کا ہماری سارا
بھولتا ہی نہیں مُکھ چندر وہ پیارا پیارا　　ہر گھڑی ہے مری آنکھوں میں وہی نظّارا
جس طرح آئے تھے لینے کو اجازت مرے پاس
(۵۲) جس طرح دی تھی مرے اس دلِ مایوس کو آس

کم یہ ہونے بھی نہ پایا تھا مرا دردِ جگر　　کر دیا راجہ نے جب عالمِ فانی سے سفر
پھٹ پڑی ہائے مُصیبت یہ مُصیبت مجھ پر　　سوجھ پڑتا نہیں کچھ اب کہ کہاں جاؤں کدھر
رام سا جس کو پسر مالکِ کونین سے ملے
(۵۳) حیف اُس ماں کو نہ دنیا میں اگر چین ملے

درد اور غم سے بھری تھی یہ جو ماں کی تقریر　　یوں لگی دل پہ بھرت لال کے جس طرح سے تیر
گر کے پھر قدموں پہ ماں کے پئے اظہارِ ضمیر　　زور سے رو کے یہ بولے سخنِ قلب پذیر
وہ ستم جن کے سبب سے میں یہ دُکھ پاتا ہوں
(۵۴) ہوں مرے ساز سے تو میں یہ قسم کھاتا ہوں

ہو مجھے برہمن اور گائے کی ہتّیا کا عذاب　　قتلِ ماں باپ سے ہوتا ہو جو ہو مجھ پہ عتاب
زہر دینے کی ملے مجھ کو سزا روزِ حساب　　پاپ سب مجھ کو لگیں ہو مرا انجام خراب
مارنے کا ہو گرو[1] کے جو وہ ہو پاپ مجھے
(۵۵) چھل کپٹ کرنے سے جو ہو وہ ہو سنتاپ مجھے

کام اور کرودھ میں ہر دم جو جلا کرتے ہیں　　مال و دولت کو جو اوروں کے تکا کرتے ہیں
وہ جو اخلاص کے پردے میں دغا کرتے ہیں　　اور بھگتوں کی جو توہین کیا کرتے ہیں
رام کی یاد نہیں بھول کے آتی جن کو
(۵۶) پوجا بھوتوں ہی کی دن رات ہے بھاتی جن کو

جو گتی ملتی ہے ان سب کو ہو میری بھی وہی　　یا چلا جاؤں رساتل[2] کو میں پھٹ جائے مہی[3]
اتنا کہہ کر ہوئے چُپ آنسوؤں کی دھار بہی　　دیکھ کر اُن کو یہ کوشلّیا نے تب بات کہی
لال تم بھول کے بھی دل میں نہ لانا یہ خیال
(۵۷) باعثِ کرب ہے مجھ کو تمھیں آنا یہ خیال

(1) गुरु
(2) रसातल
(3) मही

دل سے تم اُن کو ہو وہ دل سے ہیں تم کو پیارے اور تم دونوں ہو آنکھوں کے ہماری تارے
چاند سے زہر گرے برف سے آتش یا رے گیان ہوتے ہوئے بھی موہ نہ جائے بارے
ماہ سے مہر کی ممکن ہے ضیا چھپ جائے
(۵۸) یہ نہ ہوگا کہ بدی دل میں تمہارے آئے

نیت اور دھرم کے تم جاننے والے ہو بھرت تم سے خود کیا میں کہوں تم میں جو پاتی ہوں صفت
وہ جو اس فتنہ میں کچھ تم یہ دھریں گے تہمت سُکھ نہ دنیا میں وہ پائیں گے نہ مر کر جنت
اُنکے آنے کی اُسی وقت خبر پا کے بسشٹ
(۵۹) راج مندر میں بھرت جی سے ملے آکے بسشٹ

دیکھ کر فکر میں غرق اُن کو پئے صبر و شکیب بولے دکھلا کے زمانہ کے فراز او رنشیب
پڑتے ہو موہ میں کیوں دیکھ کے دنیا کا فریب تم سے داناؤں کو ماتم نہیں دیتا ہے یہ زیب
کچھ شکایت ہے کسی کی نہ کسی کا ہے قصور
(۶۰) بات ہونے کو جو ہوتی ہے وہ ہوتی ہے ضرور

نیک نامی و بدی سُود و زیاں موت و حیات اپنا بس ان میں نہیں کچھ ہیں یہ تقدیر کے ہات
راجہ دشرتھ کے لئے فکر کی ہے کون سی بات تخت آدھا جنھیں سُرپت کا ملا بعدِ وفات
خوش نصیب اُن سا نہ کوئی نہ خوش انجام ہوا
(۶۱) مالکِ ہر دو جہاں جن کا پسر رام ہوا

اُس برہمن کے لئے کرنا ہے افسوس روا وید پڑھنے کی نہ کی ہو کبھی جس نے پروا
موہ کی گیان سے اپنے نہ ہو کی جس نے دوا دل میں تا عمر رہی جس کے ہو بس حرص و ہوا
چھتّری ہے وہی افسوس کے قابل جگ میں
(۶۲) جوشِ پیکار بھرا جس کے نہ ہو رگ رگ میں

حیف اُس ویش پہ ممسک ہو جو دولت پا کر شیو مہاراج کی بھکتی کا نہ ہو جس میں اثر
حیف اُس شودر پہ جس کو نہ برہمن کا ہو ڈر تمکنت اپنے ہی علم اور ہنر پر ہو اگر
حیف اُن پر ہے جو اوروں کی بُرائی میں مریں
(۶۳) حیف اُن پر ہے جو ماں باپ کا کہنا نہ کریں

جان سے بڑھ کے رعایا کی جسے چاہ نہ ہو ‏ حیف راجہ پہ ہے جو نیت سے آگاہ نہ ہو
جسکے چھل[1] چھند[2] کپٹ ڈنبھ[3] کی کچھ تھاہ نہ ہو ‏ اپنے شوہر کی وہ عورت جو ہوا خواہ نہ ہو

حیف اُس پہ جو نہ شوہر کا کہا کرتی ہو
(۶۴) شان میں اپنی ہی ہر وقت رہا کرتی ہو

حیف اُس پہ ہے گُرو کی نہ خوش آئی جسے پند ‏ برہمچاری نہ ہوا جو کہ نیم[4] کا پابند
ہو کے ویکھانس[5] اگر نفس کا چاہا آنند ‏ خانہ دار آیا نہ جس کو کبھی دھرم اپنا پسند

خواہشیں چھوڑ نہ دیں ہو کے اگر سنیاسی
(۶۵) حیف ان پہ ہے یہ سب ہونگے نرک[6] کے باسی

حیف اُن پہ ہے جو ہوں کام میں اور ونکے مخل ‏ جنکو خود بینی و غیبت میں ہو راحت حاصل
رام کی بھگتی میں جس نے نہ لگایا کبھی دل ‏ ہے وہ افسوس کے دراصل زیادہ قابل

شاہ دشرتھ نہیں افسوس کے قابل ہیں کبھی
(۶۶) نیت سے راج کیا بھوگ لئے بھوگ سبھی

جسم ناپاک ہے دنیا میں نہیں جسکو ثبات ‏ آتما پاک ہے فانی نہیں جس کی کبھی ذات
اس لئے دونوں رہیں ساتھ یہ ممکن نہیں بات ‏ ایک میں ایک کے برعکس ہیں موجود صفات

آتما تو ہے امر کب اُسے موت آتی ہے
(۶۷) جسمِ فانی سے فقط روح نکل جاتی ہے

زیبِ تن کرنے میں ہوتا ہے نہ کچھ غم نہ ہراس ‏ جس طرح جامۂ نو چھوڑ کے پارینہ لباس
مرنے جینے پہ کرے غم نہ خوشی کا احساس ‏ یوں ہی دنیا میں جو انساں ہو حق و کذب شناس

گیانی۔ دنیا سے جسے موہ نہیں ہوتا ہے
(۶۸) موت پہ اپنے عزیزوں کی نہیں روتا ہے

رنج بیکار ہے اس واسطے دانا کے حضور ‏ موت لازم ہے ہر اک شخص کی ہوگی وہ ضرور
لمحہ بھر کے لئے کردے جو کوئی موت کو دور ‏ ساری دنیا میں کسی کا نہیں ایسا مقدور

گیان ہے تم کو تو معلوم ہے سب بات بھرت
(۶۹) دل میں کیوں لاتے ہو تم ایسے خیالات بھرت

[1] छल [2] छन्द [3] दम्भ [4] नियम [5] वैखानस [6] नरक

جن کو ہے گیان سمجھتے ہیں وہ سنسار اسار(۱) — زندگی پر نہیں کرتے ہیں بھروسہ زنہار (۱) असार
بھوگتے کرموں کا پھل اپنے ہیں وہ لیل و نہار — ہوتے شادی سے ہیں خوش اور نہ تکلیف سے زار
زندگی برگ پہ ہے قطرۂ شبنم کی طرح
(۷۰) وقت نا وقت سمجھتی نہیں یہ دم کی طرح

ہو چکا رنج اُٹھو دھرم جو کہتا ہے کرو — تیل کی ناؤ سے جسمِ شہِ مرحوم کو لو
تم مع منتریوں کے لاش کو خود لے کے چلو — وہ مرتک کرم کرو سب ہیں لکھے شاستر میں جو
حکم پایا جو گورو کا یہ تو مجبور ہوئے
(۷۱) کی اکریا جسم کی جو رنج تھے سب دور ہوئے

گیارھویں روز بھرت جی نے دیا بپروں کو دان — گاؤں دھن دھام دئے کر کے ہر اک طور سے مان(۲) (۲) मान
سُورگ ملنے کے لئے جتنا بھی ہے وید بدھان — سَو گنا اُس کا کیا کیسے کرے کوئی بکھان
رام کے ہجر میں سب عیش تھا آزار انہیں
(۷۲) کل کسی وقت نہ دیتا تھا دلِ زار انہیں

اس قدر فکر بڑھی کر نہ سکے راج کا کام — ہر گھڑی کہتے تھے کیکیئی کو دے کر دشنام
ہائے۔ پاپن یہ ہوئی ہے سببِ فرقتِ رام — دیکھ کر اس کو جل اُٹھتا ہے مرا جسم تمام
اب کسی طرح اجودھیا میں نہ رہ پاؤں گا
(۷۳) بن میں ہیں رام جہاں میں بھی وہیں جاؤں گا

غزل

بات سچ ٹھہری بالآخر یہ دلِ ناکام کی — ہے ریاضت کی جگہ دنیا نہیں آرام کی
ایک ہی حالت میں رہ سکتا نہیں کوئی یہاں — کہہ رہی ہے ہر گھڑی گردش یہ صبح و شام کی
جسم فانی ہے مگر ہے لازوالی آتما — وہ سدا محکوم طاقت اس میں ہے احکام کی
ہو لباسِ نو کی حاجت جس طرح سے جسم کو — یوں ہی ہوتی ہے ضرورت روح کو اجسام کی
آتما چیتن اُس پرماتما کا انش ہے — اس لئے ہوتی ہے پوری آرزو ہر کام کی
بھوگتی ہے روح ہر دم اپنے ہی کرموں کا پھل — کب ملے دکھ سکھ اگر خواہش نہ ہو انجام کی

قابلِ افسوس نارائن ہے اُس کی زندگی
جسمِ انسانی میں جس نے کی نہ بھکتی رام کی

کبت - گیان کو ندھان جو ہے سرو شکتی مان "برہمہ"
پار جاکو شیش او مہیش ہُو نہ پاوہیں
سرو شکتی ہین مان موہ میں پروین دین
کرم کے ادھین "جیو" تاہی وید گاوہیں
جیو جنتو برہمہ سے ورکت شکتی برہمہ کی جو
جیو آدی جاکے ہیتو برہمہ کو بھلاوہیں
آدی ہے نہ انت جاکو روپ ہیں انت جاکے
تاہی وید "مایا" واہی برہمہ کی بتاوہیں

دوہا - جڑ چیتن دھن کامنی - مایا روپ وشیش
جیو کہا موہیں جگت - برہما وشنو مہیش
گیانی یوگی سادھو جن کیہی نہیں کیو ادھیر
نارائن سوئی بچیو - راکھیو جیہی رگھو بیر

कवित्त—ज्ञान को निधान जो है सर्व-शक्तिमान 'ब्रह्म',
पार जाको शेष औ महेश हू न पावहीं ।
सर्व-शक्तिहीन मान-मोह में प्रवीन दीन,
कर्म के अधीन 'जीव' ताहि वेद गावहीं ॥
जीव जन्तु ब्रह्म से विरक्त शक्ति ब्रह्म की जो,
जीव आदि जाके हेतु ब्रह्म को भुलावहीं ।
आदि है न अन्त जाको रूप हैं अनन्त जाके,
ताहि वेद 'माया' वाही ब्रह्म की बतावहीं ॥

दो०—जड़ चेतन धन कामिनी, माया रूप विशेष ।
जीव कहा मोहहिं जगत्, ब्रह्मा विष्णु महेश ॥
ज्ञानी योगी साधु जन, केहि नहिं कियो अधीर ।
'नारायण' सोई बच्यो, राख्यो जेहि रघुबीर ॥

سرگ آٹھواں

بھرت جی کا چترکوٹ جانا

اب بیاں کرتے ہیں برہما رشی نارد سے وہ حال مٹ گیا سنکے جسے شیو سے اُماجی کا ملال
ہوگئیں دل میں بہت اپنے مگن اور نہال پریم کا حال سُنا جب تو ہوا پریم کمال
ہو چکیں ختم مِرتک کرم کی جب رسم رسوم
(۱) مُن بسشٹ اور جو مُن بیٹھے وہاں گنجِ فہوم

قصرِ کوشلیا میں آئے اُنھیں لے کر ہمراہ جیسے گردوں پہ لئے ماہ ستاروں کی سپاہ
بیٹھ کر مسندِ زرّیں پہ بصد شوکت و جاہ نیت اور دھرم کا بتلاتے ہوئے سب کو نباہ
بولے۔ دشرتھ نے دیا ہے جو بھرت راج تمھیں
(۲) تاج دینے کے لئے آئے ہیں ہم آج تمھیں

مالکِ تخت ہو تم تھا یہی پہلا بَر دان دوسرا بَر تھا کہ بن باس کریں رام سُجان
جیتے جی وہ نہ پھرے کہہ کے یہ دونوں پیمان جان تک دیدی نہ جانے دی مگر دھرم کی شان
اس لئے تم بھی نہ انکار بھرت لال کرو
(۳) عہد پورا ہو وہ تم راج جو فی الحال کرو

ورطۂ غم میں رعایا جو پڑی ہے ساری فکر دشرتھ کو بھی اس بات کی ہوگی بھاری
راج میں جس کے رعایا پہ الم ہو طاری جھیلنی پڑتی ہے دوزخ کی اُسے دشواری
سلطنت ہاتھ میں تم لیلو جو فی الحال بھرت
(۴) تو رعایا بھی نہ ہو رنج سے پامال بھرت

رام کی ماں نے بھرت جی سے کہا بعد ازاں حکم مُن بر کا مناسب ہے یہ اے راحتِ جاں
تم ہی ہم سب کے لئے ایک سہارا ہو یہاں راج لے لو تو رعایا کو ملے امن و اماں
ہوگا سُرپُر میں پتا کو بھی تمھارے سنتوش(۱)
(۵) رام کیا کوئی بھی سُنکر یہ نہ دیگا تمھیں دوش

(۱) सन्तोष

بات ماتا کی یہ اور حکم گورو کا سُنکر　　بولے یہ اُن سے بھرت لال جھکائے ہوئے سر
آپ کے حکم سے انکار مجھے ہو کیوں کر　　آپ لوگوں کی تو ہے میری بھلائی پہ نظر
خادم رام ہوں میں راج سے کچھ کام نہیں
(۶) دُکھ اُٹھانے کو بنا ہوں کوئی آرام نہیں

عیش ہوتا کہیں لکھا مری قسمت میں اگر　　فخر ہوتا نہ کہ کیکیئی کا کہلاؤں پسر
کس کا آفاق میں ہے مجھ سا بھلا دامن تر　　رام جی جس کے سبب سے گئے بن چھوڑ کے گھر
جُز مرے اور وہ میں گود میں ہوں جس کی پلا
(۷) کون ایسا ہے جسے رام نہ بھاتے ہوں بھلا

عقل میں کون ہے کیکیئی کی دنیا میں نظیر　　جس نے سب کاموں کی بَردان نکالی تدبیر
بن دیا رام کو اور مجھ کو دیا تاج و سریر　　خود ہوئیں بیوہ رعایا کو کیا غم کا اسیر
حوصلہ کون سا نکلا نہیں میرے جی کا
(۸) آپ اب دیتے ہیں جس کے لئے مجھ کو ٹیکا

سربسر کھیل ہے قسمت کا مری ورنہ کہیں　　آپ کے مُنہ سے نکلتا کہ میں ہوں تخت نشیں
ہو گی ہٹ آپ کی اس میں تو یہ ہے مجھ کو یقیں　　راج فی الفور چلا جائے گا سب زیر زمیں
سنگدل ہو گا نہ مجھ سا کوئی دنیا بھر میں
(۹) رام تو بن میں رہیں راج کروں میں گھر میں

ہے یہ خواہش مری ہو جاؤں میں کل بن کو رواں　　رام جی کو کسی صورت سے منا لاؤں یہاں
اور بھی لوگ جو چاہیں تو چلیں ساتھ وہاں　　ساری ماتائیں ہوں لیکن نہ ہو وہ ننگِ جہاں
اور اگر کوئی بھی تیار نہ ہو جانے کو
(۱۰) تو بھی میں جاؤں گا تنہا اُنھیں لے آنے کو

جیسے بیدل وہ گئے جی میں ہے اُس طور چلوں　　مُول اور پھل کے سوا کچھ بھی نہ کھاؤں نہ پیوں
صرف چھالوں کی ہو تن پر مرے پوشاکِ زبوں　　موج پر رام کی اُلفت کا ہو دریائے جنوں
ہو نظر میں رُخِ پُر نور کا جلوہ نہ مٹے
(۱۱) رام کی یاد میں بس منزلِ دشوار کٹے

چپ ہوئے کر کے بھرت لال تو اتنی تقریر دل میں اپنے ہوئے خوش سُن کے جسے مرشد پیر
آفریں کہنے لگے سب اُمرا اور وزیر بڑھ گئی لوگوں کی نظروں میں بھرت کی توقیر
جا کے منتری نے اُدھر فوج کو تیار کیا
(۱۲) مُدّعا کا جو بھرت جی کے تھا اظہار کیا

یک بیک ہو گئی کُل شہر میں مشہور یہ بات کر کے ساماں ہوئے تیّار سبھی نیک صفات
قیدِ آزار سے ملنے کو جو تھی راہِ نجات کچھ نہ معلوم ہوئی صبح کی اُمید میں رات
نیند بھی مارے خوشی کے نہ کسی کو آئی
(۱۳) کون ایسا تھا نہ تھا رام کا جو شیدائی

صبح دم ہو گئے موجود سب آ کر در پر مجمع عام تھا اتنا کہ تھا دشوار گذر
دھیان تھا رام جہاں تھے نہ تھی کچھ اور خبر تھے بہت ایسے بھی جو بھول گئے رختِ سفر
شترو ہن جی کو لئے ساتھ بھرت لال چلے
(۱۴) تن پہ بلکل تھا فقط جسم پہ تھے خاک ملے

پیچھے پیچھے ہوئے اُن دونوں کے سب لوگ رواں کوئی ہاتھی پہ تھا اور کوئی تھا مرکب پہ دواں
دائیں بائیں تھے بسشٹ اور رکھیشر ہمرہ واں مل کے اک اک سے چلے جاتے تھے سب خوردو کلاں
ساری ماتائیں محافوں میں تھیں ہمراہ اُنکے
(۱۵) تا چیوشی کا بھی سامان تھا دلخواہ اُنکے

روزِ اوّل ہوا تمسا کے کنارے پہ قیام دوسرے روز ہوا گومتی کے پاس مقام
جا کے شرنگ دیر جو پہونچے تو ہوئی تیسری شام فوج نے ڈالدیئے ساحلِ گنگا پہ خیام
سُن کے آنا یہ بھرت جی کا مع فوج و عتاد
(۱۶) دل میں حیرت سے لگا سوچنے یوں شاہِ نشاد

کیا سبب اُن کو جو سامانِ حشم بھائے ہیں سلطنت پا کے وہ کیوں اسقدر اترائے ہیں
ساتھ میں فوج وہ کیوں اتنی بڑی لائے ہیں دل میں فاسد تو خیالات نہیں آئے ہیں
ہو کہیں زعم نہ اس لشکرِ فانی کا اُنھیں
(۱۷) رام کی ہو نہ خیال ایذا رسانی کا اُنھیں

ہو جو ہو چل کے میں دیکھوں تو ذرا حال اُدھر   دل میں کیا اُن کے سمائی جو یہ لائے لشکر
فوج یہ کیا ہے زمانہ میں ہیں جتنے بھی بشر   دیوتا تک جو کہاتے ہیں اجر اور امر
ہے یقیں مجھ کو اگر مل کے بھی سب آئینگے
(۱۸) ایک سو مِتر کو ہی جیت نہیں پائیں گے

بولا ملّاحوں سے تب اپنا بدل کر بانا   جا کے دیکھوں تو ہے کیا دل میں بھرت نے ٹھانا
چاہتا ہوں میں اِدھر تم کو بھی یہ بتلانا   جانے پائیں نہ اگر پار وہ چاہیں جانا
ہوں گے سب کینہ و اُلفت کے عیاں راز مجھے
(۱۹) خود بخود دے گا پتا اُن کا ہر انداز مجھے

سب کے سب رہنا اشارے پہ ہمارے تیار   ایک کشتی نہ بہم ہو اُنھیں چاہیں وہ ہزار
نوبتِ جنگ جو آ جائے تو لینا تلوار   جیتے جی جانے نہ پائیں کبھی اس پار سے پار
رام کے واسطے جاتی ہے اگر جان تو جائے
(۲۰) رام کی کچھ عظمت فوج وہ پہچان تو جائے

کہہ کے یہ نذر کو کچھ اُنکے لئے لے کے نشاد   ساتھ اعزّا کے چلا ڈر تھا کہیں ہو نہ فساد
دل میں آتی تھی ہر اک لحظہ اُسے رام کی یاد   دور سے مُن کو پرنام اُسنے کیا با دلِ شاد
رام کا داس جو مُن راج نے پایا اُس کو
(۲۱) دی دعا اور بھرت جی سے ملایا اُس کو

تن پہ بلکل بسن اور سر پہ لٹائیں وہ دراز   رام کا نام زباں پر ہوئے بس کا شفِ راز
گر پڑا سامنے تعظیم سے با عجز و نیاز   وہم سے نیچی نگاہیں تھیں نہ ہوتی تھیں فراز
مل کے خود اُس سے بھرت جی نے کہا مِتر کہو
(۲۲) سب کشل چھیم تو ہے راحت و آرام سے ہو؟

پریم کے ساتھ یہ پوچھا کہ بتاؤ بھائی   کیا تمھیں سے تھے یہاں آ کے ملے رگھورائی
اُن کے آنے کی خبر تم نے تھی کیسے پائی   کس طرح اور کہاں پر وہ رہے سُکھدائی
آفریں تم کو ہوا رام کا دیدار نصیب
(۲۳) حیف مجھ کو نہ ہوا جلوۂ دلدار نصیب

بولا تب اُن سے نشاد اُن کا اشارہ پا کر — لطف کی رام کے پڑ جائے کبھی جس پہ نظر
پوچھنا کیا ہے بھلا اُس کی کُشلتا[1] کی خبر — رام کا رام ہو تو کیوں نہ ہو راحت سے بسر
جس کے پرتو کی مہ و مہر میں تابانی ہے
(۲۴) کون دُشوار بھلا اُس کی خبر پانی ہے

داس جانا مجھے اور پہلے مجھے اپنایا — سچ ہے قسمت تھی مری جس نے وہ دن دکھلایا
دیکھئے شب کو تھا آرام وہاں فرمایا — رُک گیا کہہ کے یہ اشک آگئے۔ دل بھر آیا
دونوں بھائی بھی لگے رونے جو دیکھا اُسکو
(۲۵) لیکے ہمراہ گئے اپنے تب اُس جا اُس کو

تھی جہاں جانکی اور رام نے کی رات بسر — دیکھ کر سخت زمیں دیدہ ہوئے اور بھی تر
بستر ادیکھ کے کچھ اور بڑھا زخم جگر — پائے کچھ ریزے بھی زیور کے گئے تھے جو بکھر
رونے چلاّ کے لگے زور سے بھر کر دم سرد
(۲۶) اس قدر چوٹ لگی دل پہ ہوا رنگ بھی زرد

بولے گوہ راج سے یوں کرتے ہوئے شوک و لاپ — حیف صد حیف ملا رام کو مجھ سے سنتاپ
میں نہ ہوتا جو تو آتے نہ وہ بن آپ سے آپ — مر کے بھی چاہوں تو ہوگا نہ کبھی دور یہ پاپ
جانکی جس پہ ہے سب دار و مدارِ ہستی
(۲۷) پائے دُکھ مجھ سے وہ تھا یہ مرا بارِ ہستی

پاپ کا پُتلا وہ ہوں میں ہے بھرا جس میں غرور — بطن کیکیئی سے ہوتا نہ مرا ورنہ ظہور
آفریں بخت کو لچھمن کے جو ہیں اُن کے حضور — لمحہ بھر کو جو کبھی رام سے ہوتے نہیں دور
رام و سیتا کی ہے خدمات سے دل شاد اُنکا
(۲۸) سارا جیون غمِ فرقت سے ہے آزاد اُن کا

تم کو معلوم اگر ہو تو بتا دو وہ مقام — ہے جہاں اب لکھن و رگھوبر و سیتا کا قیام
دیکھ لوں چل کے کسی طور سے میں جلوۂ رام — کوششیں جن سے بھر آئیں وہ کرونگا میں تمام
سوچ کر دید کا میں اُن کے سزاوار نہیں
(۲۹) ڈر ہے آنا مرا سُنکر وہ نہ ہٹ جائیں کہیں

[1] कुशलता

دل میں رہتی ہے ہر اک لمحے جسے رام کی یاد آفریں آپ کو یہ کہنے لگا شاہِ نشاد
دور ہیں آپ سے حرص و حسد و کبر و عناد رام کی بھکتی کی درگاہ کے ہیں آپ عماد
چتر کوٹ ایک عیاں شاخ ہے بندھیاچل کی
(۳۰) پاس ہی بہتی ہے مندا کنی نرمل جل کی

اک پہاڑی پہ لکھن ایک یہ ہیں جانکی رام اُس کے نزدیک ہی بستے ہیں جہاں سنت مُدام
چل کے دکھلاؤنگا میں آپ کو وہ سُکھ کا مقام مُول پھل ملتے ہیں موجود ہیں آرام تمام
آپ لشکر کو یہ دیں حکم کہ تیار رہو وہ
(۳۱) ناویں منگوادوں میں اس پار سے اُس پار رہو وہ

سب کو آگاہ کیا اُس سے تھا جس بات کا ڈر اس طرف کہہ کے یہ اور بھیج کے اُس سمت خبر
لایا خود کشتی وہ اک جس میں تھی زیبائش و فر پانچ سَو ناویں۔ دیا حکم۔ ملیں۔ وقتِ سحر
بادشاہوں کے لئے تھی جو نہ تھی بہرِ عوام
(۳۲) بیٹھے اُس پر شری گُرُو دیوجی اور مادرِ رام

اور ناؤں میں رعایا تھی بھری اور تھے داس بیٹھا اک ناؤ پہ جز کوشلا سارا رنواس
دے دیا حکم چلو۔ بیٹھ کے کوشلیا کے پاس دیکھ کر سب کا بھرت شترودمن جی نے سُپاس[1] (۱) सुपास
ہوگیا پار بس اک بار میں لشکر وہ عظیم
(۳۳) مُن بھردواج کے استھان پہ تب صورتِ دم

چھوڑ کر پیچھے ذرا دور یہ سب فوج و حشم دونوں بھائی وہ کئے گردنِ تسلیم کو خم
جا کے قدموں پہ گرے اُن کے لئے چوم قدم لے کے گُروراج کو جوڑے ہوئے ہاتھوں کو بہم
رام کے عشق کی مے دل کا رہے جام سدا
(۳۴) اور آنکھوں میں رہے نورِ رُخِ رام سدا

کیوں جٹا سر پہ ہیں اور کیا ہے فقیری کا سبب دے کے آسن یہ کہا اُن سے بھردواج نے تب
سلطنت کیوں نہیں کرتے ہو تم آرام سے اب شکل کیوں کی ہے یہ کیوں ترک کئے عیش و طرب
بولے یوں اُن سے بھرت لال تب آنسو بھر کر
(۳۵) کیا کہوں آپ تو خود رکھتے ہیں ہر دل کی خبر

آپ کر سکتے ہیں معلوم ہر اک شخص کا حال　　　دُنیوی عیش و خوشی کو میں سمجھتا ہوں وبال
"ارتھ" اور دھرم نہ ہے کام نہ مکتی کا سوال　　　زندگی کا مجھے کچھ غم نہیں جو کچھ ہو مآل　(۱) अर्थ

ہو کسی طور مگر رام کا دیدار مجھے
اک فقط اس کے سوا کچھ نہیں درکار مجھے　(۳۶)

وہ دیا سندھُ سدا دین پہ کرتے ہیں دیا　　　دیکھ کر دُکھ میں مجھے رحم نہ کھائیں گے وہ کیا
جب قدم لونگا میں اُنکے بہ دلِ صدق و صفا　　　بخش دیں گے وہ مجھے دل یہی کہتا ہے مرا

دل میں جو کچھ ہے مرے ہے وہ عیاں اُن پہ سبھی
کیکئی سے مری سازش وہ کہیں گے نہ کبھی　(۳۷)

دیں گے گورو دلوا اُنھیں راج تلک چل کے وہیں　　　سونپ دونگا اُنھیں اسباب غرور و تمکیں
اُن کی خدمت کو میں سمجھونگا متاعِ دل و دیں　　　پھر نہ میں چھوڑ کر اُن کو کبھی جاؤں گا کہیں

بولے مُن راج کہ سب سچ ہے جو تم کہتے ہو
رام کے پریم میں ہر وقت مگن رہتے ہو　(۳۸)

رام کی بھگتی بھرت دل میں تمھارے ہے اٹل　　　دوش دینگے تمھیں جو جائینگے پاپ اگنی میں جل
رام کا مجھ کو جو دیدار ہوا تپ کا تھا بل　　　پھر ملے تم تو ہوا اُن کا وہ دیدار سپھل

راج کرتے بھی جو تم تو بھی کچھ الزام نہ تھا
کیونکہ دُکھ میں تھی رعایا اُسے آرام نہ تھا　(۳۹)

آرزو دل کی ہمارے ہے جو گذرے نہ گراں　　　آج کے دن مع لشکر کے ٹھہر جاؤ یہاں
شانِ شاہی کے بہم گو کہ ہیں سامان کہاں　　　ہے یہ کاشانہ گداؤں کا نہ شاہوں کا مکاں

تو بھی امکاں میں ہے جو کچھ وہ کرونگا میں بہم
چاہیئے تم کو نہ اک رات کی تکلیف کا غم　(۴۰)

سُن کر اس حکم کو جو اُن پہ ہوا تھا جاری　　　فکر سے رنج ہوا دل میں بھرت کے بھاری
ہاں نہیں دونوں کے کہنے میں ہوئی دشواری　　　بولے وہ چھو کے قدم تب یہ بصد ناچاری

دیجیئے گا مجھے جو حکم بجا لاؤں گا
ہے مرا دھرم یہی اس میں ہی سکھ پاؤں گا　(۴۱)

بات مُن راج بڑوں کی نہیں ٹالی جاتی — رائے ہے سب کی یہ۔ ہے تجربہ میرا ذاتی
راجہ دشرتھ کے جو کہنے پہ ذرا شرماتی — کیکئی دُکھ نہ تو پاتی نہ مصیبت ڈھاتی
آپ جو کچھ بھی کہیں سب ہے وہ منظور مجھے
(۴۲) دیر تک رام سے رکھئے نہ مگر دور مجھے

خوش ہوئے سُن کے بھردواج بھرت لال کی بات — دی دعا اور بڑھیں پریم کے دل میں جذبات
سِدّھیاں رِدّھیاں موجود تھیں سب جنہیں صفات — آ کے حاضر ہوئیں تو اُن سے کہا آج کی رات
سارے لشکر کی بھرت لال کے پہونائی ہو
(۴۳) دور تکلیفِ مسافت ہو اگر آئی ہو

رِدّھیوں نے یہ سمجھ کر ہے نصیبہ بیدار — کوئی مہماں نہ ملے گا ہمیں ایسا زنہار
سیکڑوں قصر کئے چشم زدن میں تیار — ہو گئی جن میں امرلوک سے بھی بڑھ کے بہار
کامنا(1) ہی سے مُنیشور نے یہ سب کام کیا
(۴۴) تھی جسے جس کی تمنّا وہی آرام دیا

داسیاں داس فراہم ہوئے خدمت کیلئے — ساری چیزیں بھی بہم ہو گئیں راحت کیلئے
پائے عُبّاد نے سامان عبادت کے لئے — اور تھے جتنے عوام اُن کی ضرورت کیلئے
ساری دنیا کا بہم عیش کا سامان ہوا
(۴۵) ہر بشر اُن کی کرامات سے حیران ہوا

صبح جب سب نے نہا دھو کے فراغت پائی — پاس تب جا کے بھردواج کے دونوں بھائی
جوڑ کر ہاتھ لگے کہنے کہ اے مُن رائی — عمر بھر یاد رہے گی ہمیں یہ پہونائی
آپ کے لطف و نوازش کی ثنا ہو کیونکر
(۴۶) شکر اس مہماں نوازی کا ادا ہو کیونکر

رات بھر آپ کے رہکر درِ دولت پہ مقیم — میزبانی سے ہوئے شاد نفر تا بہ ندیم
آپ نے ہم پہ کیا ہے یہ جو احسانِ عظیم — کچھ نئی بات نہیں آپ کا ہے طرزِ قدیم
ہو اجازت ہمیں اور اتنی دعا ہو جائے
(۴۷) نارسا بخت ذرا بختِ رسا ہو جائے

(1) कामना

آخر شہ پا کے اجازت ہوئی وہ فوج رواں　　دھیان سب کا تھا وہاں رام جی رہتے تھے جہاں
راہ میں کرتے ہوئے رام کے الطاف بیاں　　جا بجا اُن کو دکھاتے ہوئے پیروں کے نشاں
بڑھتا جاتا تھا لئے دونوں کو ہمراہ نشاد
(۴۸) اس قدر پریم بڑھا بھول گیا راہ نشاد

پھول برسا کے بتاتے تھے اُنھیں راہ امر　　سایہ ہو جاتا تھا جاتے تھے بھرت لال جدھر
دیکھ کر یہ عظمت اُن کی ہوا اِندر کو ڈر　　چل نہ دیں بھائی کے کہنے پہ کہیں رام جی گھر
بولا مُرشد سے ہو وہ بات کہ یہ بات نہ ہو
(۴۹) رام جی اور بھرت جی سے ملاقات نہ ہو

ہنس دیئے بات یہ سُرپت کی برہسپت سُنکر　　بولے ہے کچھ تمھیں بھگتی کی بھرت کی بھی خبر
ہیں ہزار آنکھیں مگر کچھ نہیں آتا ہے نظر　　کہیں اُلٹا نہ دکھائے یہ فریب اپنا اثر
تم تو کیا چیز ہو شیو جی کی بھی یہ تاب نہیں
(۵۰) اس تمنا کا شجر پھول کے شاداب نہیں

सुमत[1] رام کے بھکت ہیں جو اُنمیں ہیں سرتاج بھرت　　کس کی طاقت ہے بھلا پھیر جو دے اُنکی سُمت[1]
विपत[2] رہنے دو ہاتھ میں تم اُنکے اب اپنی قسمت　　ورنہ آجائیگی یکبارگی سُرپُر میں بپت[2]
رام جی کو بھی تو ہے فکر و خیالِ وعدہ
(۵۱) اس روش سے تو پھلے گا نہ نہالِ وعدہ

ساتھ گُوہراج کے دونوں بھرت اور شتروہن　　جا بجا راہ میں کرتے ہوئے درشن پرسن
پہونچے اُس جا پہ جہاں بہتا تھا دریائے جمن　　دیکھ کر رنگ وہ پانی کا ہوئے دل میں مگن
بیٹھ کر ناؤں پہ دریا کے سب اُس پار ہوئے
(۵۲) تھے نگہبانی پہ جو لوگ وہ ہُشیار ہوئے

رات کی سب نے وہ جمنا کے کنارہ پہ بسر　　کوچ آگے کا ہوا دوسرے دن وقتِ سحر
رتھ پہ ہاتھی پہ تھے گھوڑوں پہ تھے کچھ اہلِ سفر　　سب سے پیچھے بھرت اور شتروہنِ نیک سیر
پا برہنہ تھے عیاں شکل سے حیرانی تھی
(۵۳) مثل مجذوبوں کے تھے بے سروسامانی تھی

جب کسی جا پہ نشاں پاؤں کے آتے تھے نظر بہرِ تعظیم وہاں اپنا جھکا دیتے تھے سر
یوں ہی کرتے ہوئے کوہ اور بیاباں سے گذر دونوں بھائی وہ نہ تھی جنکو سُکھ اور دُکھ کی خبر
شوق میں رام کے دیدار کے جاتے تھے چلے
(۵۴) آبلے پھوٹ کے رہ جاتے تھے تلووں کے تلے

گانوں ملتا تھا کوئی راہ میں جب اُن کو کہیں ٹھہر جاتے تھے وہاں دیکھ کے لشکر کو حزیں
پوچھتے پھرتے تھے لوگوں سے جو رہتے تھے وہیں رام و سیتا و لکھن کو کہیں دیکھا تو نہیں
حال جو اُن کو شری رام کا بتلاتے تھے
(۵۵) جان کی طرح عزیز اُن کو وہ ہو جاتے تھے

یوں ہی کرتے ہوئے طے راہ مصیبت سے بھری پہونچے اُس شیل کے نزدیک جہاں پہ تھے ہری
دُکھ ہوا دور مٹی فکر کی سب دردسری خود بخود آ گئی کچھ جاتے ہی سینے میں تری
تپشِ دل نہ رہی کسل مسافت نہ رہا
(۵۶) وہم وہ جس سے نظر آتی تھی آفت نہ رہا

سارے لشکر کو وہیں چھوڑ کے کچھ دور پہ تب کیوٹ اور بھائی کے ہمراہ بھرت جی با ادب
راستہ چلتے ہوئے مُنیوں سے مِل جاتے تھے جب گِر کے قدموں پہ یہی کرتے تھے بردان طلب
دل مرا پریم کے جل سے نہ کبھی خالی ہو
(۵۷) جس سے بھکتی کے شجر میں مرے ہریالی ہو

چلتے چلتے یوں ہی آخر نظر آیا وہ نواس رام اور جانکی جی جس میں کیا کرتے تھے باس
دیکھا پھر رام کے بلکل کو گئے اور جو پاس اشک آنکھوں میں بھر آئے ہوئے پھر من میں اُداس
رنج ہوتا تھا کبھی تو کبھی ہوتی تھی نشاط
(۵۸) شادی و غم کے تھی مُہروں سے بھری دل کی بساط

غزل

خیال رام کا آنکھوں میں شکل رام کی ہے زباں پہ رٹ بھی ہر اک لحظہ رام نام کی ہے
نہ آرزو ہے کوئی اور نہ ہے ہوس کوئی جو فکر کچھ ہے تو منزل کے اختتام کی ہے

برہنہ پائی اِدھر تو اُدھر مصائبِ راہ
رمق بھی قالبِ لاغر میں صبح و شام کی ہے
سوال کرتے تھے جب عابدوں سے ملتے تھے
جگہ وہ کون سی ہے اُن کے جو قیام کی ہے
نظارۂ رخِ رگھوبر نصیب ہو مجھ کو
کہ ایک شکل یہی راحتِ دوام کی ہے
گروںگا پانوں پہ جب میں تو کیوں نہ خوش ہونگے
نہ کب مٹائی ہوس مجھ سے تشنہ کام کی ہے
گناہ میرے نہیں بڑھ کے رحم سے اُس کے
درِ کرم پہ نظر جس کے خاص و عام کی ہے
اثر کلام میں پیدا ہو جس سے نارائن
ہو فیض یاب یہی التجا غلام کی ہے

سوئیا

رام کو پریم ادھار نراین، راہیں کے پد چت دیئے
انگ اُمنگ پرپھولیہ شریر ہیں سنگ انی چترنگ لئے
باس کہوں پگ ریکھ بلوکت ہیں مگ ماں مُنی بھیش کئے
جات مناون ہیں سیا رام کو لوچن نیر ادھیر ہئے

سورٹھا

یہی بدھی پہونچے جائے۔ بھرت سکل سینا سہت
جہاں بست رگھورائے۔ چترکوٹ پربت نکٹ

सवैया—राम को प्रेम अधार 'नरायन' रामहिं के पद चित्त दिए ।
अंग उमंग प्रफुल्ल शरीर हैं संग अनी चतुरंग लिए ।
बास कहूं पग रेख विलोकत हैं मग माँ मुनि-वेष किए ।
जात मनावन हैं सियराम को लोचन नीर अधीर हिए ।।
सोरठा—यहि विधि पहुंचे जाय, भरत सकल सेना सहित ।
जहां बसत रघुराय, चित्रकूट-पर्वत-निकट ।।

سرگ نواں

بھرت جی کا رام جی سے ملاپ اور اُنکی واپسی اور رام جی کا اتری منی کے استھان کو جانا

جا بجا کرکے نظر رام کے قدموں کے نشاں　　انکس(۱) اور بجر(۲) کی دھوج(۳) پدم(۴) کی ریکھائیں عیاں
پریم سے رہ نہ گئی کچھ خبرِ جسم نہ جاں　　گر پڑے شترودمن اور بھرت لال وہاں
لوٹے اُن نقش پہ قدموں کے وہ دونوں بھائی
(۱) کہہ کے تقدیر ہماری سی ہے کس نے پائی

(۱) अंकुश (۲) वज्र (۳) ध्वज (۴) पद्म

خوش نصیبی ہے جو نقشِ قدمِ رام ملا　　مایۂ عیش و مرامِ دلِ ناکام مِلا
چارۂ روح فزا نسخۂ آرام ملا　　دافعِ درد و ملال و غمِ ایام مِلا
تقویت دل کو ہوئی آس کی کچھ پیاس مٹی
(۲) رہ گیا کوئی نہ کلفت کا نشاں یاس مٹی

اور آگے جو بڑھے پریم میں یوں ہو کے مگن　　دیکھتے کیا ہیں کہ ہیں رام وہاں جلوہ فگن
مہر ساں روئے منوّر پہ نہیں کوئی شکن　　تاج سر پہ ہے جٹاؤں کا تو بلکل کا بسن
جانکی جی کہ وہ مسرور ہیں باتیں سُن کے
(۳) لکشمن کرتے ہیں پد کنج کی سیوا اُن کے

جا کے بیہوش گرے رام کے قدموں پہ وہ تب　　کہہ سکے فرطِ مسرت سے نہ کچھ بند تھے لب
دیکھا قدموں پہ بھرت لال کو رگھوناتھ نے جب　　اُٹھ پڑے جوشِ محبت سے ہوا حال عجب
رہ گیا دھیان نہ ملبوسِ بدن کا اپنے
(۴) ہوش مطلق نہ رہا جان کا تن کا اپنے

رام نے ہوش جب آیا تو اُٹھایا اُن کو　　بار بار اپنے کلیجہ سے لگایا اُن کو
اشک آنکھوں میں بھرے پاس بٹھایا اُن کو　　ہجر کے داغ جو دل پہ تھے مٹایا اُن کو
برق ساں اُس تنِ بیجاں میں جو پھر جاں آئی
(۵) رہ گیا رنج نہ صبحِ شبِ ہجراں آئی

ہو گئے عُقدے وہ حل اُنکی جو تھے مشکل کے بارور ہو گیا اُمّید کا غُنچہ کِھل کے
دور سب وہم ہوئے رام سے جب یوں مِل کے حوصلے بڑھ گئے کچھ اور بھرت کے دِل کے
رکھ دیا سر وہیں سیتا کے چرن کملوں پر
(۶) یوں ملے جیسے ملے بچھڑی ہوئی ماں سے پسر

دل میں تب اپنے یہ دی جانکی نے اُن کو دعا رام کی بھگتی رہے۔ رام سے ہو پریم سدا
ہاتھ جوڑے جو بھرت جی نے لکھن کو دیکھا پریت کے ساتھ لیا سینہ سے جلد اُن کو لگا
مِل کے تب شتروگھن جی سے ہوئے رام جی شاد
(۷) گر پڑے بعدہٗ قدموں پہ سنجو[1] اور نشاد

خود کرم کر کے اُٹھایا اُنھیں بھگوان نے تب دل میں باقی نہ رہا اُن کے کوئی رنج و تعب
عرض گوہراج نے کی اُن سے بہ تعظیم و ادب ہے پرجا ساتھ میں گورُ دیو ہیں ماتائیں بھی سب
آپ کے سوزِ جُدائی سے ہیں رنجور سبھی
(۸) دیکھنے آئے ہیں مُکھ چندر کا یہ نور سبھی

سُن کے ماتاؤں کا مُن بر کا پرجا کا آنا چھوڑ کر شتروگھن و سیتا کو بے تابانہ
چل دیئے اُن کی زیارت کو وہ مشتاقانا جا کے پہونچے تھے جہاں مُرشدِ پیرو دانا
جاتے ہی پانوٴں پہ مُن بر کے گرے رام و لکھن
(۹) دی دعا اُن کو گورُو جی نے ہوئے دل میں مگن

پہلے کیکیئی کے قدموں پہ گرے رگھو رائی دل کو تسکین ہوئی اُس کے تھی وہ گھبرائی
یہ روشِ خُلق و محبت کی جو اُس نے پائی اپنے کرموں پہ جو پچھلے تھے بہت شرمائی
رام نے ماں کے سمترا کے قدم جا کے چھوئے
(۱۰) ملکے ماتاؤں سے لچھمن بھی بہت شاد ہوئے

رو پڑی دیکھ کے مُن بھیش میں اُن کو ماتا حال اُلفت کا نہیں ضبطِ رقم میں آتا
مِل کے ہر شخص سے تب جس سے تھا جیسا ناتا لے کے ہمراہ گئے سب کو وہاں سُکھ داتا
جس جگہ رِشی نے گھر اُن کے لئے بنوایا تھا
(۱۱) اندر سب عیش کے سامان جہاں لایا تھا

[1] सचिव

کر کے اُنکے لئے آئے تھے جو آرام بہم   تا کہ رہ جائے مسافت کا نہ باقی کوئی غم
یاد پھر کر کے جو دنیا میں تھے راون کے ستم   اپنے برادان کی اور باپ کا وہ قول وقسم
تھا جو جس کے لئے موزوں وہی آسن دیکر
رام جی بولے یہ مُن بر سے اجازت لے کر (۱۲)

ہوں میں خوش بخت نصیبہ مرا بیدار ہے آج   جو ملا مجھ کو یہاں آپ کا درشن مُن راج
کہئے کیفیت و خوشنودیٔ فرخندہ مزاج   سب کُشل گھر پہ تو ہے کہئے ہے کس حال میں راج
کہئے کچھ حال پتا جی کا وہ آرام سے ہیں
حکم اُن کا جو مرے واسطے ہو آپ کہیں (۱۳)

رُک کے کچھ تب یہ دیا رام کو مُن بر نے جواب   کیا کہوں ہجر میں حالت جو ہوئی اُنکی خراب
کہہ کے رام و لکھن و جانکی ہو کر بیتاب   کر دیئے بند سدا کے لئے انفاس کے باب
رام جی سُن کے یہ مُن بر سے کلامِ جانکاہ
گر پڑے فرش پہ رو کر بھری اک زور سے آہ (۱۴)

تیر کی طرح لگی رام کے دل پر جو یہ بات   رو کے بولے کہ ہوئی کیسی یہ بے وقت ممات
کیا کہیں کر نہ سکے وقت پہ اُن کی خدمات   ہائے کس طرح ہماری ہو اب اس غم سے نجات
رو دیئے روتے ہوئے دیکھ کے سب لوگ اُنھیں
زخمِ دل تازہ دوگونہ یہ ہوا سوگ اُنھیں (۱۵)

دے کے مُن بر نے اُنھیں تب سبقِ صبر و شکیب   کچھ زمانہ کے بھی دکھلائے فراز اور نشیب
دُنیوی مایا کے بتلا کے پھر اطوارِ فریب   یہ کہا رام تمھیں سوگ یہ دیتا نہیں زیب
دیکھ کر تم کو ہیں سب لوگ پریشانی میں
کوئی سنتا نہیں کچھ عالمِ گریانی میں (۱۶)

گریہ موقوف کیا سُن کے یہ مُن بر کے سخن   سب کو مندا کنی پر لے گئے تب رام و لکھن
پاک دریا میں نہانے سے ہوا اُن کا بدن   جن کے ہر نام کو کہتے ہیں سبھی پاپ ہرن
جن کو پا کر نہ رہے کرم نہ خواہش پھل کی
آج دنیا کو دکھاتے ہیں وہ مہما جل کی (۱۷)

رکھ کے برت سب نے دیا راجہ کو اُس دن جل دان[۱]   اِنگدی پھل کو منگا کر وہیں آنند دھان — (1) जलदान
رام نے کہہ کے کہ ویدوں نے کیا ہے یہ بیان   جو بہم ہے ہمیں پیارا ہے پتر[۲] کو سامان — (2) पितर
شہد سے پنڈ کی صورت میں بنایا اُن کو
دے کے خود دان اُنھیں لچھمن سے دلایا اُن کو (۱۸)

جا کے منداکنی[۳] پر سب نے کیا پھر اشنان   حسب توفیق دیا نام پہ اودھیش کے دان — (3) मन्दाकिनी
ست اور پریم کا کرتے ہوئے دشرتھ کے بکھان   رام کے ساتھ سب آئے تھا جہاں پر استھان
دوسرے دن کیا پھل مول پہ پھر سب نے بسر
بولے تب رام سے آ کر بھرتِ نیک سیر (۱۹)

جانتے آپ ہیں سب اے شہِ افلاک و زمیں   کیا کہوں ڈر ہے مجھے بے ادبی ہو نہ کہیں
میں ہوں جس حال میں وہ آپ سے پوشیدہ نہیں   موت سے شاہِ اودھ کی ہے رعایا بھی حزیں
دیکھ کر آپ کے بلکل مجھے شرم آتی ہے
سخت جانی سے مگر جان نہیں جاتی ہے (۲۰)

رام جی میرے سبب آپ نے زحمت پائی   میں ہی ہوں جو کہ ہوا باپ کو بھی دُکھدائی
ہوں وہ کمبخت رعایا پہ بھی آفت ڈھائی   ہائے کیوں جنم نہ لیتے ہی مجھے موت آئی
منزلت دی تھی مجھے آپ کے کیوں بھائی کی
ایسی ماں دے کے بدھاتا نے جو رسوائی کی (۲۱)

ہو معافی تو مٹے زخم کا اس دل سے اثر   کرتے دانا نہیں نادان کی باتوں پہ نظر
رام جی آپ ہیں بخشندۂ تقصیرِ بشر   التجا ہے یہ مری کیجئے منظور اگر
ساتھ مُن راج کے موجود ہے سامان تمام
ہو تِلک آپ کو نکلے مرا ارمان تمام (۲۲)

راج نیتی یہی کہتی ہے ملے آپ کو راج   گو یہ ظاہر ہے نہیں آپ کچھ اس کے محتاج
ہو گا اس طرح رعایا کے مگر دُکھ کا علاج   تھا ارادہ یہ پِتا کا بھی کہ دیں آپ کو تاج
آرزو دل کی ہے میرے جو نکل جائے گی
اور ماتا کی طبیعت بھی سنبھل جائے گی (۲۳)

ہیں بڑے آپ کو منصب ہے پدر کا حاصل		میں ہوں ناداں۔ ہے مرا جرم عطا کے قابل
آپ پر خوب عیاں ہے مری بیتابیٔ دل		کیجئے سب کی ہو جس طور سے آساں مشکل
کیجئے غور رعایا کی پریشانی پر
(۲۴) دیجئے دھیان نہ کیکیئی کی نادانی پر

کہہ کے یہ ہو گئے چپ اور نہ کچھ کہہ پائے		ہو گئی بند زباں پریم کے آنسو آئے
انکساری سے بھرت دل میں بہت سکچائے		گر پڑے پانوں پہ وہ رام کے دل کو بھائے
جلد تب فرطِ محبت سے اُٹھا کر اُن کو
(۲۵) یوں کہا رام نے سینہ سے لگا کر اُن کو

تم جو کہتے ہو بھرت بات وہ سب سچ ہے مگر		ہے مناسب ہمیں کرنا وہ جو ہو حکم پدر
اُن کا منشا تھا کروں چودہ برس بن میں بسر		لو اُدھر راج میں تم ساری رعایا کی خبر
دھرم نبھ جائے اگر باپ کی یہ بات رہے
(۲۶) تاکہ مر کر نہ سفر در پئے آفات رہے

پھر بھرت جی نے کہا رام سے اے دینِدیال		کیجئے اُن کی نہ اس بات کا مُطلق بھی خیال
آ گیا عقل میں تھا نفس پرستی سے زوال		اس لئے آئی سمجھ میں نہ تھی کیکیئی کی چال
ہوش تھا کچھ نہ خبر تھی اُنھیں ان چالوں کی
(۲۷) کوئی پروا بھی کرتا نہیں متوالوں کی

سُن کے یہ بات کہا رام نے اے نیک شعور		تابع نفس نہ تھے عقل میں کچھ تھا نہ فتور
اپنے بردان کو پورا جو تھا کرنا منظور		بن دیا مجھ کو تمھیں راج کا سارا مقدور
ہیں جو ذی شان وہ کب کذب روا رکھتے ہیں
(۲۸) دل میں ڈر جھوٹ کا دوزخ سے سوا رکھتے ہیں

عہد میرا بھی پتا سے تھا کہ ہوگا نہ عدول		کب مناسب ہے کہ اب جاؤں میں اس بات کو بھول
ڈر ہے پڑ جائے نہ رگھوکُل کے شوبھا پہ کہیں دھول		راج تم جا کے کرو اس لئے فی الحال قبول
دوش اس بات کا جو تم کو لگائے گا بھرت
(۲۹) بعد مرنے کے بھی وہ چین نہ پائے گا بھرت

عرض کی پھر یہ بھرت جی نے کہ اے کانِ کرم آپ واپس ہوں اودھ کو لئے سب فوج و حشم
بن کو جانے کی ضرورت ہے تو بن جائیں گے ہم غم رعایا کا تو ہو جائے گا اس طرح سے کم
سر پہ لٹ ہوں مرے اور تن پہ ہو بلکل کا بسن
لو لگی آپ کے چرنوں میں ہو رہنے کو ہو بن (۳۰)

آپ ہی کے ہو تصوّر سے لگا تارِ نفس طائرِ روح ہو عکس آپ کا دل ہو یہ قفس
اور معیشت کو ہو رگ رگ میں بھرا پریم کا رس عمر کُل کاٹ دوں یوں ہی ہے یہی دل کی ہوس
کر کے ماتا سے رعایا سے گُورُو جی سے خطاب
پھر دیا رام نے اس طور سے بھائی کو جواب (۳۱)

سلطنت ہو انہیں پہلا تھا یہی عہدِ پدر دوسرا یہ تھا کہ جس سے میں ہوا شہر بدر
ہے یہ بہتر نہ ہو کچھ ردّ و بدل اس میں اگر ورنہ ست دھرم ہمارا نہ رہے گا ہے یہ ڈر
پاس کرتا ہے بھرت کا مجھے مجبور بہت
دل مگر دھرم سے پھرنے میں ہے رنجور بہت (۳۲)

ہو گئی فکر مری سوچ کے اس بات کو کم اِن پہ گُورُو دیو کا ماتا کا ہے کچھ خاص کرم
دھرم میں اِن سا نہ ہوگا کوئی لے لاکھ جنم اِن کو ممکن نہیں ہو تمکنتِ جاہ و حشم
مُنھ پہ کرتے ہوئے تعریف ہچک جاتا ہوں
ایسا بھائی کہیں دنیا میں نہیں پاتا ہوں (۳۳)

اب یہ تشویش ہے جس سے نہیں پاتا ہوں قرار ہوں شش و پنج میں کچھ کر نہیں سکتا اظہار
اک طرف دھرم ہے تو ایک طرف بھائی کا پیار کیا کروں کیا نہ کروں ہے یہی اک سوچ وچار
حکم دیں آپ جو مُن راج میں لاؤں وہ بجا
آپ کے ہاتھ میں ہے سب کی مصیبت کی دوا (۳۴)

بن کے آزار سے ہے دُکھ میں رعایا ساری مُول پھل ملتے ہیں لیکن وہ بصد دشواری
عیش و آرام کے سامانوں سے ہے ناداری اُس پہ ہے موت کا غم شاہِ اودھ کی طاری
آپ تو سب کی بھلائی پہ نظر رکھتے ہیں
علم عرفاں سے زمانہ کی خبر رکھتے ہیں (۳۵)

آپ کے ہوتے ہوئے کونسی حیرانی ہے آپ سا کون زمانہ میں بھلا گیانی ہے
آپ کا حکم ہمارا خطِ پیشانی ہے آپ سے کچھ جو کہوں میں تو یہ نادانی ہے
آج تک ہو کے رہا آپ کا کہنا مُن ناتھ
(۳۶) چاہتا کون نہیں چین سے رہنا مُن ناتھ

بولے مُن راج یہ تب رام سے اے نیک شعور بات کہتے ہو جو سب سچ ہے وہ دانا کے حضور
کیا کروں پریم سے ہوں میں بھی بھرت کے مجبور چاہتے اپنا بھلا اہلِ زمانہ ہیں ضرور
رائے میری ہے نہ چاہیں جو بھرت لال نہ ہو
(۳۷) عشق کے سامنے اندیشۂ اعمال نہ ہو

تب بھرت جی نے کہا رام سے اے دھرم نِدھان دل کی ہر بات کا ہر شخص کے ہے آپ کو گیان
واپسی سے نہ کریں آپ جو پورا ارمان لیجئے مجھ کو بھی ہمراہی میں اپنی بھگوان
اور اس بات کی بھی دل میں اگر راہ نہیں
(۳۸) چھوڑ دوں جسم کو اس کی مجھے کچھ چاہ نہیں

اَرتھ اور دَھرم سے ہے کچھ نہ مجھے کام سے کام ہفت اقلیم کو چاہوں نہ تو ہے خواہشِ نام
ہیچ ہیں میرے لئے خُلد کے بھی عیش تمام مجھ کو نِروان[(1)] ملے یہ بھی نہیں دل کا مرام نِروان
میں جہاں جاؤں وہاں۔ ایسی ہو قسمت میری
(۳۹) آپ کے ہو قدمِ پاک سے اُلفت میری

دھوپ میں بیٹھ گئے کہہ کے بھرت لال یہ بات رو بہ مشرق کئے اور رام کو جوڑے ہوئے ہات
ٹھان کر دل میں کہ کر دیں گے یہیں ختم حیات خوش ہوئے سوچ کے ہو جائیگی اب غم سے نجات
اس طرح دیکھ کے اصرار یہ قائم اُن کو
(۴۰) رام جی نے کیا آنکھوں سے اشارہ مُن کو

اس کنایہ پہ شری رام کے مُن راج نے تب حال خلوت میں بھرت جی سے کہا جاکے وہ سب
جس طرح ڈھایا تھا دیتوں نے بہت ظلم و غضب دیوتوں مُنیوں کو تھا جو سببِ رنج و تعب
اَستُتی جاکے چتر مکھ نے تھی جس طرح سے کی
(۴۱) جس طرح پایا تھا بردان وہ سب بات کہی

جیسے اوتار لیا رام نے دشرتھ کے یہاں   داستاں جنم کی سیتا کے بھی کی اُن سے بیاں
لکشمن روپ میں فرمایا کہ ہیں شیش نہاں   آج جو رام کی ہمراہی میں ہیں بن کو رواں
ساتھ یہ چھوڑ نہیں سکتے ہیں تم لاکھ کہو
اور کب راج رہے گا کوئی راجہ جو نہ ہو   (۴۲)

جائیں گے رام مع جانکی اور بھائی کے بن   قتل کفّار کو اس میں نہیں کچھ جائے سخن
بعد بن باس کے آئیں گے پلٹ کر یہ وطن   دیوتوں کا ہے جسے کُبری کا سب کہتے ہیں فن
پریم جو رام سے تھا۔ تم سے نہ تھا رانی کا
اُن کا کیا دوش یہ کرتب ہے شری بانی کا   (۴۳)

کر دیا میں نے بھرت راز کا تم سے اظہار   ہے انھیں مدِّ نظر سارے جگت کا اُدّھار[1]
چھوڑ دو ہٹ یہ پھریں گے نہ ابھی تو زنہار   کچھ دنوں راج کو تم چل کے سنبھالو ناچار
قومِ کفّار کو یہ ملکِ عدم پہنچا کر
ہوں گے تب زیب دہِ تختِ اجودھیا آکر   (۴۴)

راز اوتار کا معلوم ہوا اُن کو یہ جب   جا کے نزدیک بھرت جی نے شری رام کے تب
جوڑ کر ہاتھ کہا اُن سے بہ تعظیم و ادب   ہو گیا آپ کے اوتار کا معلوم سبب
آپ کا حکم بجا لاؤں مرا فرض یہ ہے
دل کو تسکیں ہو مگر جس سے مری عرض یہ ہے   (۴۵)

آپ کے پانوں کے مل جائیں کھڑاؤں مجھے گر   تو یہ ممکن ہے کہ ہو جائے مرا وقت بسر
ہوں گے ہر دم مرے ہر کام میں وہ پیشِ نظر   اُن کی خدمت میں رہوں گا میں لگا شام و سحر
کہہ کے یہ پیش کئے لا کے مزیّن قبقاب
تاب سے جن کی نہ رہ جاتی تھی مہتاب کی تاب   (۴۶)

دیکھ کر بھکتی بھرت جی کی یہ اور پریم کا حال   شاد و مسرور ہوئے دل میں شری رام کمال
دیکر اپنے وہ کھڑاؤں انھیں تھا جن کا سوال   راج نیتی انھیں سکھلانے لگے دین دیال
ایک ساں ساری رعایا کو سمجھنا بھائی
رحم و انصاف سے ہو کام ہے یہ دانائی   (۴۷)

[1] उद्धार

اُن مشیروں سے جو رکھتے ہوں بھلائی پہ نظر مشورہ لے کے گُرُو جی کا بھی ہو حکم اگر
راج کے کام وہ کرنا ہو نہ کچھ جن میں خطر تپسیوں اور نہ مُنیوں کو ہو تکلیف مگر
جان سے بڑھ کے رعایا ہو تمھیں اپنی عزیز
(۴۸) بے سبب رنج نہ پہونچے اُسے اے اہلِ تمیز

لیکے تب اُن کے کھڑاؤں وہ بھرت پریم کے ساتھ رام کو کر کے پرنام اپنا جھکائے ہوئے ماتھ
عاجزی کرتے ہوئے کہنے لگے جوڑ کے ہاتھ عرض ہے داس کی یہ آپ سے اے وِشو کے ناتھ
وقتِ موعود سے اک دن بھی جو بڑھ جائیگا
(۴۹) طائرِ روح مرے تن میں نہ رہ پائے گا

کیجیۓ بات جو کہتا ہوں میں اے رام یقیں جان جائیگی جو اک دن کی ہوئی دیر کہیں
دے کے تسکیں اُنھیں بولے شہِ افلاک و زمیں دیر اک دن کی بھی ہو جائے یہ ممکن ہی نہیں
پندرھویں سال کے پہلے ہی دن آجائینگے ہم
(۵۰) عہد میں اپنے نہ کچھ فرق کبھی لائیں گے ہم

کر کے حل تھی جو گرہ بھائی کی دشواری کی پھیرا سکھلا کے اُنھیں راج کی سب باریکی
حکم پایا تو اودھ چلنے کی تیاری کی باری تب کیکئی کی آئی غم و زاری کی
غم کے جب ضبط کا کیکیئی کو یارا نہ رہا
(۵۱) اور کہیں جز قدمِ رام سہارا نہ رہا

بولی تنہائی میں مایا تھی فقط آپ کی رام وجہ سے جس کی ہوا راج میں رخنہ یہ تمام
کیجیۓ دور اب آپ اپنے کرم سے الزام مِل گیا خوب مجھے اپنے کئے کا انجام
دشمنوں پر بھی کرم اہلِ کرم کرتے ہیں
(۵۲) میں تو اُن میں ہوں جو خود کردہ پہ غم کرتے ہیں

آپ ہیں برہمہ سگُن روپ میں اے رام سُجان ستیہ[1] گُن کے بھی ہیں اور آپ ہی سنسار کی جان
آپ کی مرضی سے مایا نے بنایا ہے جہان آپ مایا سے الگ آپ ہیں مایا کے ندھان
آپ سے فعلِ بد و نیک نظر آتے ہیں
(۵۳) جس سے ذی روح سزا اور جزا پاتے ہیں

(۱) सत्यगुणमय

دیوتاؤں کی غرض تھی جو لیا ہے یہ شریر   آپ اب قتل بھی دیتوں کو کرینگے رگھوبیر
کیجئے اپنی دیا سے کوئی ایسی تدبیر   جس سے ہو عفو مری کی ہوئی ساری تقصیر
بعدۂ گیان مجھے دیجئے مایا نہ رہے
موہ دھن پُتر کا اب دل میں سمایا نہ رہے (۵۴)

مسکرا کر یہ کہا رام نے کیکیئی سے تب   مجھ سے جو کچھ بھی کہی تم نے وہ سچ بات ہے سب
میری مرضی تھی کیا تم نے جو بردان طلب   دیوتا ہیں نہیں تم موت کا راجا کی سبب
ہے اُنھیں کا یہ نہیں دوش تمھارا کوئی
تھا لکھا یوں ہی نہیں اس کا تھا چارا کوئی (۵۵)

رات دن جا کے کرو دھیان ہمارا ماتا   اس سے پا جاؤ گی کچھ گیان ہمارا ماتا
کیا کرے گا کوئی اپمان[1] ہمارا ماتا   ہے کوئی جان نہ انجان ہمارا ماتا
گیان ہے جن کو مرا اُن کو خبر ہے میری
ایک ساں سارے زمانہ پہ نظر ہے میری (۵۶)

(1) अपमान

جس طرح اپنی بنائی ہوئی چیزوں کی بشر   قدر کرتا ہے کم و بیش نہ کچھ اُن سے حذر
بس اُسی طرح مری سب پہ برابر ہے نظر   ہاں مگر کرتے ہیں جو یاد مجھے شام و سحر
اُن پہ اوروں سے دیا اپنی سوا کرتا ہوں
میں ہی اُن کے مرضِ غم کی دوا کرتا ہوں (۵۷)

گیان جن کو نہیں میرا ہے اُنھیں کو آزار   جان سکتے نہیں مایا کو وہ میری زنہار
میرے ہی نام کا ہو وِرد زباں پہ ہر بار   روپ میرا ہی بسا دل میں رہے لیل و نہار
اس طریقہ سے رہائی تمھیں مل جائے گی
ہو گی آسان جو مشکل بھی کوئی آئے گی (۵۸)

جاں فزا رام کے کیکیئی نے سُن کر یہ کلام   دل میں مسرور بہت ہو کے کیا اُن کو پرنام
پریم اُس روز سے بڑھتا ہی گیا دل میں مدام   کام تھا رام سے دنیا کے نہ تھا کام سے کام
رکھ لئے سر پہ کھڑاؤں جو بھرت نے پائے
اپنے ہمراہ لئے سب کو وطن میں آئے (۵۹)

بھیج کر سب کو تھا جس جس کا جہاں پر مسکن　　کی وہ تدبیر رہے جس سے پرجا ساری مگن
مشورہ لے کے وزیروں سے جو تھے نیک چلن　　پا کے پھر اپنے گورو دیو کا بھی انوشاسن(۱)
نندی گرام(۲) آ کے بھرت تھا جو نگر سے کچھ دور
(۶۰) رام کی یاد میں رہنے لگے ہر دم مسرور

وہ کھڑاؤں جو ملے تھے پئے تسکیں اُن کو　　رکھ دئے تخت پہ سونے کے پہ تمکیں اُن کو
تھے وہ تو قید میں سلطانِ سلاطیں اُن کو　　درحقیقت وہی دنیا تھے وہی دیں اُن کو
رات دن اُن کی پرستش میں رہا کرتے تھے
(۶۱) ساری تکلیفِ ریاضت وہ سہا کرتے تھے

سر پہ بالوں کی لٹیں جسم پہ بلکل کا بسن(۳)　　مُول پھل ہی تھا فقط اور نہ تھا کوئی اشن(۴)
اندریاں بس میں تھیں کرتے تھے وہ دھرتی پہ شین(۵)　　کرتے برہمچریہ(۶) کا پالن تھے وہ اور فسردہ من
دل میں خواہش نہ زمانہ کی کوئی اور رہی
(۶۲) فکر اک رام کے دیدار کی ہر طور رہی

راج کے کام جو کچھ ہوتے تھے اُن کو جا کر　　عرض کرتے تھے کھڑاؤں سے بھرت وقتِ سحر
رام کے آنے کے دن گنتے تھے بس آٹھ پہر　　برہمہ رشیوں کی طرح یاد میں کرتے تھے بسر
غم کسی کو نہ نگر میں تھا نہ آزار کوئی
(۶۳) فکر تھی اور نہ بجز خواہشِ دیدار کوئی

اُس طرف تو تھا بھرت اور رعایا کا یہ حال　　اِس طرف رام کو فرقت کا ہوا اُن کی ملال
دل میں آتا تھا کبھی بھائی کی اُلفت کا خیال　　خدمتِ جانکی جی سے کبھی ہوتے تھے نہال
رشیوں مہرشیوں میں وقت اپنا بسر کرتے تھے
(۶۴) بن کے پھل مُول پہ صرف اپنی گذر کرتے تھے

جب اسی طور سے کچھ روز رہے رام وہاں　　غم کا رشیوں کے ہوا دور جو تھا بارِ گراں
اُن کے جس جس نے سنا حسن و مروت کا بیاں　　آیا دیدار کو اُن کے وہیں ہر خورد و کلاں
مجمع عام وہاں آٹھ پہر رہنے لگا
(۶۵) خواہشِ دید میں ہر اہلِ نظر رہنے لگا

(۱) अनुशासन
(۲) नन्दिग्राम
(۳) वसन
(۴) अशन
(۵) शयन
(۶) ब्रह्मचर्य

بھیڑ رہنے لگی اُس جا پہ جو مرد و زن کی اور عبادت میں نظر آیا خلل مُن جن کی
یاد سب آ گئی بیداد و جفا راون کی راہ لی پوچھ کے تب مُنیوں سے ڈنڈک بن کی
آئے اُس شیل سے استھان پہ اتری مُن کے
(۶۶) جوڑ کر ہاتھ جھکے قدموں پہ آگے اُن کے

راجہ دشرتھ کا پسر ہوں میں کہا نام ہے رام لکشمن جانکی ہیں آپ کو کرتا ہوں پرنام
باپ کے حکم سے آکر ہے کیا بن میں قیام آپ کا حکم جو ہو دوں میں اب اُس کو انجام
خوش نصیبی ہے جو آج آپ کا دیدار ہوا
(۶۷) آپ کی وجہ سے یہ بن مجھے گلزار ہوا

بعد ازاں رام نے حالات وہ سب بتلائے جس طرح حکم سے ماں باپ کے بن میں آئے
خوش ہوئے اتری سگن پر بہمہ کے درشن پائے دیکھتے رہ گئے کچھ دیر اُنھیں اتنا بھائے
بن کے پھل مُول سے تب تینوں کی پہونائی کی
(۶۸) خوش تواضع سے ہوئے رام جی مُن رائی کی

دوہا

شُچی آسن آسین کری۔ مُنی اتی پُوجا کینہ
استُتی کری کر جور کے۔ جنم سپھل کری لینہ

استُتی

چوپائی۔ جے شری پتی رگھوبیر دیالا جے شرناگت پال کرپالا
بھگتن من مندر سکھ مُورت چرن کمل ابھلاشا پُورت

दो०—शुचि आसन आसीन करि, मुनि अति पूजा कीन्ह ।
अस्तुति करि कर जोरि के, जन्म सुफल करि लीन्ह ॥

स्तुति

चौ०—जय श्रीपति रघुवीर दयाला । जय शरणागत-पाल कृपाला ॥
भक्तन मन-मन्दिर सुख मूरति । चरणकमल अभिलाषा पूरति ॥

پد امبج اکام جو دھیاوہِں — بِن پریاس تو دھام سو پاوہِں
لوچن نو راجیو سمانا — شیام بدن لکھی مدن لجانا
رام نام بھو سِندھوہیں سیتو — سمپورن آنند نِکیتو
بھج بشال ویبھو نہیں تھاہا — دھنو شر پانڑی وشو کے ناہا
نروِکار تم انگھ اکاما — پورن سچدانند سُدھاما
پرنوہوں تمھیں دین ہتکاری — دنج وناشک تم اسُراری
بھانو ونش بھوشن اکھلیشا — بندت پد بدھی وشنو مہیشا
سیتا لکھن سہت گھن شیاما — مم اُر باس کرہو نت راما
چرن کمل بندوں تو سوامی — سیا انج سہ تمھیں نمامی
گیان روپ تم دوشن ہاری — نرگن تدپی سگن اوتاری
نام کلپ ترو بھکتن لاگی — تو درشن پاوہیں بڑ بھاگی
جگت جنک تم الکھ نرنجن — مد مارادی دوش دکھ بھنجن
مو پر کرپا کینھ اتی سوامی — رام نمامِ نمامِ نمامی

पद-अम्बुज अकाम जो ध्यावहिं । बिनु प्रयास तव धाम मो पावहिं ॥
लोचन नवराजीव-समाना । श्याम-बदन लखि मदन लजाना ॥
राम नाम भव सिन्धुहिं सेतू । सम्पूरन आनन्द निकेतू ॥
भुज विशाल वैभव नहिं थाहा । धनु-शर-पाणि विश्व के नाहा ॥
निर्विकार तुम अनघ अकामा । पूर्ण सच्चिदानन्द सुधामा ॥
प्रणवहुँ तुमहिं दीन-हितकारी । दनुज-विनाशक तुम असुरारी ॥
भानु-वंश-भूषण अखिलेशा । बन्दत पद विधि विष्णु महेशा ॥
सीता-लखन-सहित घनश्यामा । मम उर बास करहु नित रामा ॥
चरण-कमल बन्दउं तव स्वामी । सिया अनुज सह तुमहिं नमामी ॥
ज्ञान रूप तुम दूषण-हारी । निर्गुण तदपि सगुण अवतारी ॥
नाम कल्पतरु भक्तन-लागी । तव दर्शन पावहि बड़भागी ॥
जगतजनक तुम अलख निरञ्जन । मद–मारादि–दोष–दुख–भञ्जन ॥
मो पर कृपा कीन्ह अति स्वामी । गम नमामि नमामि नमामी ॥

دوہا۔ موہیں بھکتی نج دیہو پربھو۔ مانگہوں یہ بردان
بسیں سدا تو پد کمل۔ مم ہئے کرپا ندھان

رام جی شاد ہوئے من کی یہ استتی سُن کر جس سے بھکتی ہو زیادہ وہ دیا تب اُنھیں بر
رکھا سیتا نے اُدھر پاؤں پہ مُن پتنی کے سر فخر و اعزاز سے۔ یاد آ گیا اپنا اُنھیں گھر
دی دعا پیار سے چھاتی سے لگا کر اُن کو
(۶۹) پاس انسویا[1] نے تب اپنے بٹھا کر اُن کو

وشو کرما سے جو کنڈل تھے اُنھوں نے پائے اور کپڑے وہ کبھی جن کی نہ زینت جائے
خود ہی سیتا کو پہنا کر اُنھیں تب بتلائے دھرم پتی برت کے وہ دنیا میں ہیں جو چل آئے
اپنا شوہر ہی ہمارے لئے سُکھ دائی ہے
(۷۰) راہ ویدوں نے سدا سے یہی دکھلائی ہے

باپ ماں بھائی ہیں سنسار کے جتنے ناتے سب یہیں ہیں نہیں پرلوک کے کچھ کام آتے
جانتی تم تو ہو رُکتی ہے زباں بتلاتے پریم ہو پتی میں تو کیا دیر ہو مُکتی پاتے
ہر طرح خوش ہو پتی اپنا ہے بس پریم یہی
(۷۱) برت اگر ہے تو یہی دھرم یہی نیم یہی

پتی برتا چار طرح کی ہیں بتاتے ہیں پوران ایک جو دھرم کو رکھتی ہیں گنوا دیتی ہیں جان
غیر کا کرتیں نہیں خواب میں بھی بھول کے دھیان سب سے بہتر ہیں وہ سب کرتے ہیں ایسوں کا بکھان
اُن کا ہو سکتا کسی سے بھی ہے ایمان نہیں
(۷۲) کون مشکل ہے جو اُن کے لئے آسان نہیں

دوسری وہ ہیں جو کہلاتی ہیں اوسط ناری باپ بھائی کی طرح اُن کو ہے دنیا ساری
پاپ سے بچتی ہیں جو کُل کی سمجھ کر خواری نیچ ایسوں کو بیاں کرتے ہیں دھرم آچاری[2]
ڈر سے اور گھات نہ ملنے سے جو رُک جاتی ہے
(۷۳) ہے وہی چوتھی بُری یوں جگ میں وہ کہلاتی ہے

[1] अनसूया
[2] धर्माचारी

दो०—मोहिं भक्ति निज देहु प्रभु, मांगहुँ यह वरदान।
बसहिं सदा तव पद-कमल, मम हिय कृपा-निधान॥

غیر کی چاہ کرے پتی کو جو دھوکا دے کر سیکڑوں کلپ کرے گی وہ نرک ہی میں بسر
کرکے شوہر کو خفا جنم بھی پائے گی اگر بیوہ ہو جائے گی آتے ہی جوانی کی سحر

سُکھ سے پل بھر کے جو آپ[1] ورگ بدل لیتی ہے
(۷۴) اُس کی کرنی ہی اُسے کرم کا پھل دیتی ہے

جانکی تم کو تو ہے دھرم زیادہ معلوم دھرم کی ہوگی تمہارے تو سکل وشو میں دھوم
مدّعا تھا مرا کہنے میں یہ تم سے مکتوم کہ نہ دنیا میں رہیں عورتیں اس سے محروم

فاجرہ ہو جو ذرا سُن کے وہ اسکو شرمائے
(۷۵) اور جو سمجھی نہ ہو اُس کی سمجھ میں آجائے

[1] अपवर्ग

غزل

زوجۂ اتری جس کی تھی کشور دیں میں سروری جانکی جی سے یوں لگی کہنے بہ مہر مادری
گو ہے یہ تیری کسر شاں تجھ سے کروں جو میں بیاں تیری تو سب پہ ہے عیاں دھرم کے فن میں برتری
دہر کی عورتیں مگر سُن کے ہوں اس کو با خبر ہے یہی مدّعا اگر تیری ہو بندہ پروری
بھائی بھی ماں بھی باپ بھی یوں تو ہیں دہر میں سبھی عُقبیٰ میں کوئی بھی کبھی کر نہیں سکتا یاوری
مخزنِ عیش و التفات معرجِ سرمدی حیات کس کی برائے زن ہے ذات ہے تو ہے ذاتِ شوہری
بھولے نہ بھول کر کبھی اپنا پتی کسی گھڑی دھرم ہمارا ہے یہی بس ہے اسی میں بہتری
کور ہو یا کہ ہو اصم۔ تن میں ہو یا برص کا سم بخت میں اُس کے ہو رقم مفلسی یا تونگری
قہر و غضب کرے ستم۔ خواہ وہ اُلفت و کرم دھرم نہیں ہے اپنا ہم اُس کی کریں برابری
مرد کو اپنے چھوڑ کر ڈالے جو غیر پر نظر ڈھائے گا اُس پہ عمر بھر قہر سپہرِ چنبری
مرد سے اپنے خوش نہ ہو چاہے جو دل سے اور کو ہوتی ہے نابکار وہ خوار ز نفس پروری
خوش نہ رہے گی جیتے جی رنج اُٹھائیگی سبھی مرکے نہ ہوگی پھر کبھی نارِ سقر سے جاں بری

سُن کے نہ جو اسے ڈری بولی یہ پھر رکھیشوری
ایک نہ اک دن آئیگی اُس کی نراین ابتری

سوئیا

چار پرکار کی پتی ورتا ناری اہیں جو پُوران بتاوت ہیں
ایک سوئی جو نہ اور کوئی نر کو نج دھیان میں لاوت ہیں
دُوجی جو اورن کے پتی کو سُت بندھو پتا سم دھیاوت ہیں
تیجی جو دھرم وچار رہیں اور چوتھی نہ اوسر پاوت ہیں

دوہا

جو نج بھرتا کو کرے ۔ ادھم ناری اپمان
بھوگے رَو رَو نرک سو پاوے بِپت مہان
چھل جو نج پتی سوں کرے اورن کے پرتی پریم
سو بِدھوا ترونی بھئے ہوئے امٹ یہ نیم

सवैया—चारि प्रकार की पति-व्रता नारि अहैं जो पुराण बतावत हैं।
एक सोई जो न और कोई नर को निज ध्यान में लावत हैं।
दूजि जो औरन के पति को सुत बंधु पिता सम ध्यावत हैं।
तीजि जो धर्म विचारि रहैं अरु चौथि न अवसर पावत हैं॥

दो०—जो निज भर्ता को करे, अधम नारि अपमान।
भोगै रौरव नरक सो, पावै विपति महान॥

छल जो निज पति सों करै, औरन के प्रति प्रेम।
सो विधवा तरुनी भए, होय अमिट यह नेम॥

بن کانڈ

سورٹھ۔ بلکل رُچر شریر۔ جٹا جُوٹ شوبھت سُبھگ
بندوں شری رگھوبیر۔ ششی لاجت مُکھ کی چھٹا

دوہا۔ بام بھاگ دھرنی سُتا۔ داہِن لکھن سمیت
اتی منگل مے دھیان یہ۔ جو سب کہاں سُکھ دیت

سرگ پہلا

براؔدھ[1] بدھ[2]

[1] विराध [2] वध

کر کے مُن اترمی کے استھان پر اُس رزنواس — عرض کی جا کے یہ تب رام نے مُن راج کے پاس
تاب میری ہے کہاں آپ کی ہو مجھ سے سپاس — ہاں مگر ہم یہ دیا یوں ہی رہیگی ہے یہ آس
ڈنڈوت کر کے سبھی رشیوں کو اور مُن جن کو
ہو اگر حکم۔ کہا۔ جاؤں میں ڈنڈک بن کو (۱)

सो०—वल्कल-रुचिर शरीर, जटा-जूट-शोभित सुभग ।
वन्दउं श्री रघुवीर, शशि लाजत मुख की छटा ॥
दो०—वाम भाग धरणी-सुता, दाहिन लषन-समेत ।
अति मंगल-मय ध्यान यह, जो सब कंह सुख देत ॥

خوش ہوئے پا کے اجازت شہِ افلاک و زمیں — اور پھر عرض بہ تعظیم یہ کی اُن سے وہیں
راہ مجھ کو کوئی بن کے لئے معلوم نہیں — اس لئے دیں وہ مُرید اپنے جو بھٹکیں نہ کہیں
بن کے دلچسپ مقامات دکھا کر ہم کو
(۲) پھر پلٹ آئیں گے وہ راہ بتا کر ہم کو

ہنس کے مُن بر نے کہا جب یہ سنی رام کی بات — آپ کا نام ہی گمراہوں کو ہے راہِ نجات
دیوتوں کے لئے آدھار ہے اک آپ کی ذات — آپ کی سارے جہاں کو ہیں برابر برکات
چیز دنیا میں کوئی آپ سے مکتوم نہیں
(۳) راہ وہ کون ہے جو آپ کو معلوم نہیں

لوک بیوہار کے بس آپ ہیں اِس وقت مگر — اس لئے کام وہ کرتے ہیں جو کرتا ہے بشر
تب مُریدوں کو جنہیں تھی رہِ منزل کی خبر — بھیج کر رام کے ہمراہ پھر آئے مُن بر
چل کے دو میل نظر اُن کو ندی اک آئی
(۴) کر گئے پار جسے ناؤ پہ رگھو کُل رائی

جا کر اُس پار مُریدوں سے کہا رام نے تب — آ گئے دور بہت آپ پلٹ جائیے اب
حکم اس طور سے پایا تو پھرے گھر کو وہ سب — پُرخطر بن کی طرف رام بڑھے لے کے سلب
گونجتا بن وہ درندوں کی تھا آوازوں سے
(۵) تھا ہر اک سمت بھرا خوف کے اندازوں سے

سہمتا دل تھا اُٹھاتے ہوئے اُس بن میں نظر — بھیڑیئے باگھ تھے ملتے تھے وہاں شیر ببر
دیتا دکھلائی نہ تھا ایک بھی انسان کا گھر — راچھس ایسے تھے کہ کھالیں کہیں پا جائیں اگر
اُن سے کچھ کم نہ تھا ڈر مردمِ صحرائی کا
(۶) ہوش سب گم تھا وہاں صبر و شکیبائی کا

(1) नागों ایسے ناگوں[1] سے بھرا تھا وہ بیابانِ عظیم — جو نکل جاتے تھے حیوانِ توانا و جسیم
جا بجا قافلے دیتوں کے تھے جنگل میں مقیم — راہ کوئی نہ تھی جس میں کہ نہ ہو خطرہ و بیم
راہ زن لوٹتے اور برسرِ رسوائی تھے
(۷) خارِ صحرا بھی کفِ پا کے تمنائی تھے

بولے لچھمن سے شری رام جی یہ دیکھ کے حال   لو کماں ہاتھ میں اور تیر کو ترکش سے نکال
جانکی بیچ میں دونوں کے ہوں اے نیک خصال   راہ مخدوش ہے واجب ہے ہر اک سمت خیال
اور سیتا سے یہ کہتے ہوئے کچھ خوف نہیں
باتوں باتوں ہی میں طے کر گئے چھ کوس زمیں (۸)

دیکھی اک پشکرنی[1] تب تھے کھلے جس میں کمل   پاس ہی جس کے درختوں میں تھے ہر قسم کے پھل — (۱) पुष्करिणी
ہنس بیٹھے تھے کناروں پہ بہت صاف تھا جل   ڈور ہو کسل جسے پینے سے دل جائے بہل
دل ہوئے اُن کے تر و تازہ جو پانی وہ پیا
لمحہ بھر سایہ میں تب تینوں نے آرام کیا (۹)

دیکھا اک دیت کو تب اپنی طرف آتے ہوئے   مُنہ کو کھولے ہوئے اور دانتوں کو دکھلاتے ہوئے
شور کرتے ہوئے سب جیووں کو ڈرواتے ہوئے   رشیوں بنچروں[2] اور ہاتھیوں کو کھاتے ہوئے — (۲) बनचरी
جیو ایسے بھی کئی تھے جو چھدے شول[3] میں تھے — (۳) शूल
اور بہت ایسے جو پامال وہیں دھول میں تھے (۱۰)

رام جی بولے لکھن لال سے یہ دیکھ کے تب   شکل سے اسکی ہیں دیکھو تو عیاں قہر و غضب
ہیں جو بزدل یہ اُنھیں کیلئے ہے ڈر کا سبب   لو اسی سمت کو آتا ہے یہ آ ہی گیا اب
لکشمن بان شراسن پہ چڑھا لو اپنے
جانکی تم نہ ڈرو دل کو سنبھالو اپنے (۱۱)

اُٹھ کے جب رام ہوئے شیر کی مانند کھڑے   دیت نے ہنس کے تب اُن سے کہے فقرے یہ کڑے
نظر آتے ہو دھنش بان سے مغرور بڑے   بن میں تم کب سے ہو دیتوں کے جو پالے نہ پڑے
بھیش مُنیوں کا مگر ساتھ میں ناری کیوں ہے
کھینچ لے آئی تمھیں موت تمھاری کیوں ہے (۱۲)

نام تم سب کے ہیں کیا رہتے ہو تم لوگ کہاں   کام کیا تھا تمھیں تم کس لئے آئے ہو یہاں
رام جی بولے ہمارا ہے اجودھیا میں مکاں   بھائی لچھمن ہے یہ ہے رام مرا نام عیاں
میری پتنی[4] ہیں یہ پرانوں سے بھی پیاری سیتا — (۴) पत्नी
ہیں یہ متھلیش جنک راج دُلاری سیتا (۱۳)

باپ کے حکم سے ہم آئے ہیں اے فتنہ شعار　　قصد بھی ہے کہ کریں تم سے ہی دیتوں کا شکار
لو سنبھل جاؤ عبث کرتے ہو اتنی تکرار　　بچ کر اب ہم سے تو تم جا نہیں سکتے زنہار
ابتدا خوب ہوئی روز ملیں گے اک آدھ
(۱۴) ہنس پڑا زور سے اِن رام کی باتوں پہ براَدھ

پھر کہا اُس نے ابھی کیا تمھیں معلوم نہیں　　مجھ کو کہتے ہیں براَدھ اور میں رہتا ہوں یہیں
کانپتے خوف سے ہیں میرے فلک اور زمیں　　بھاگتے دور مرے نام سے ہیں گوشہ نشیں
دیکھ کر تم کو مگر دل میں ترس کھاتا ہوں
(۱۵) ہاتھ اُٹھاتے ہوئے تم بچوں پہ شرماتا ہوں

جان کی خیر اگر چاہو تو تم جاؤ نکل　　دے دو سیتا کو مجھے چھوڑ دو آہنگِ جدل
جانکی جی کی طرف کہہ کے یہ دوڑا وہ دغل　　کر دیا رام نے تب کاٹ کے ہاتھ اُسکے عزل
مُنھ کو پھر کھول کے رگھوناتھ کیجانب وہ بڑھا
(۱۶) پھر لیا رام نے بان اپنے شراسن پہ چڑھا

کاٹ کر پھینک دیئے پیر کیا تیر جو سر　　لنج تب ہوکے زمیں پر وہ گرا مثلِ شجر
جانکی جی کی نہ کچھ اپنی رہی اُس کو خبر　　پیٹ کے بل وہ بڑھا جلدی سے تھے رام جدھر
کر دیا رام نے تب کاٹ کے سر تن سے جُدا
(۱۷) جسم سے روح ہوئی اُسکی خودی مَن سے جُدا

دیوتاؤں کے نگاڑوں کی ہوئی عرش پہ دھوم　　اپسراؤں کا ہوا کنّروں[۱] کا خوب ہجوم　　(1) किन्नरों
اس طرف چھوڑ کے اُس جسم کو روحِ مرحوم　　پا گئی دوسرا قالب ہوئے سب دور غموم
تاب کم جس کی نہ کچھ مہرِ جہاں تاب سے تھی
(۱۸) کم نہ گہنوں کی چمک چشمۂ سیماب سے تھی

رام کو کرکے پرنام اپنا جھکائے ہوئے سر　　بولا بھکتوں کی سدا لیتے ہیں آپ اپنے خبر
بیکسوں پر ہے بس اک آپ کی شفقت کی نظر　　آپ جن کے ہیں نہیں اُن کو کوئی خوف و خطر
ساتھ سنسار کی مایا کا چھڑاتے ہیں آپ
(۱۹) روح کو زحمتِ تناسخ سے بچاتے ہیں آپ

اے کمل نین شری رام مری عرض سنو — جس سے انو راگ بڑھے اپنی وہ بھگتی مجھے دو
دھیان چرنوں کا تمہارے کبھی جائے نہ پربھو — وِرد میں نام تمہارا ہی زباں پر مری ہو
دُور آنکھوں سے مری عارضِ پُر نور نہ ہوں
(۲۰) ہاتھ خدمت سے تمہاری کبھی معذور نہ ہوں

پیر اُٹھیں گر تو نہ اب راہِ ستم پر سوامی — سر جھکے آپ ہی کے صرف قدم پر سوامی
غم نہیں کرم سے دُکھ آئے جو ہم پر سوامی — آپ کی ہے جو نظر مہر و کرم پر سوامی
وِدّیا دھر تھا میں یہ چھپا تا نہیں کچھ آپ سے میں
(۲۱) بن گیا دیت تھا دُرباسا کے اک شاپ سے میں

ہو گیا آج بری اُس سے اب اے نیک صفات — بھول سکتا ہی نہیں آپ کے میں احسانات
سَتّ چت اور پرم آنند ہے اک آپ کی ذات — جو شرن آپکی آتے ہیں وہ پاتے ہیں نجات
دیجئے رام مجھے بھگتی چرن کی اپنے
(۲۲) ہو جواب حکم تو لوں راہ وطن کی اپنے

اس طرح پر جو کیا قصۂ غم اپنا بیان — ہو کے خوش اُس سے دیا رام نے اُسکو بردان
میرے درشن سے کہا میرا تُو وِدّیا دھر مان — اب کرے گی نہ یہ مایا مری تجھ کو حیران
ہو گی حاصل تجھے بھگتی مری دیتا ہوں یہ بر
(۲۳) خود بخود جس سے ملے گا تجھے مُکتی کا ثمر

کہہ کے پرکھکیت اُماجی سے یہ فیضِ شری رام — جس طرح دیت کو بھگتی سے دیا عیشِ مُدام
بولے سننے سے ملے گا اِسے دنیا میں مرام — بعد ازاں ہو گا سدا کے لئے جنّت میں قیام
جو پڑھے گا اِسے وہ رام کو پیارا ہو گا
(۲۴) جنم دنیا میں نہ پھر اُس کا دوبارا ہو گا

غزل

زمانہ میں وہ ہر جگہ جلوہ گر ہے — نہ آئے نظر تو یہ نقصِ نظر ہے
ہیں نرگُن سگُن دو نوں ملزوم و لازم — وہی دیکھتا ہے جو اہلِ نظر ہے

کہیں پر ہے مہر اور کہیں اُس کا پرتو — کہیں ماہتاب اور کہیں پر قمر ہے
کہیں پر عیاں ہے نہاں ہے کہیں پر — کہیں پر حرارت کہیں پر شرر ہے
کہیں گیان ہے اور کہیں پر ہے بھکتی — شجر دو مگر ایک اُن کا ثمر ہے۔
خبردار ہے وہ ہی اُسکے نشاں سے — جو اپنی ہی ہستی سے خود بے خبر ہے
وہی جاگتا ساری دنیا ہے سوتی — جسے خواب سارا جہاں سربسر ہے
نظر آئے وہ گر کھلے چشمِ باطن — ہے جس کی تجسس یہ دل اُسکا گھر ہے
خودی کا جو پردہ اُٹھے اپنے دل سے — تو اک لمحہ بھر میں ادھر سے اُدھر ہے
نہیں کوئی حامی ہے نارائن اپنا — نہ دل ہے نہ قالب نہ سودا نہ سر ہے
سہارا ہے اک اُسکے فیض و کرم کا — وہی بندہ پرور وہی راہبر ہے

بچالے اگر وہ تو ہے شکر اُسکا
یہی روح ورنہ یہی رہگزر ہے

سوئیا۔ یگیہ کرے چاہے یوگ نرائن ہوت کہا جو گنوائے دے پرانا
رام کے نام کو جاپ کرے کلی میں نہیں اور اُپاؤ ہے آنا
آن کی آن میں دیت سُدھار کہاں لگ اور کروں میں بکھانا
ہوئے نورتّ تُرنت جو انت سمے ہیئے میں رہے رام کو دھیانا

دوہا

سنمکھ آئے جیو کے۔ نہیں دیکھت اپرادھ
کو ہے رام سمان جن۔ بھکتی دینھ براد ھ

सवैया—यज्ञ करे चाहे योग 'नरायन' होत कहा जो गंवाय दे प्राना ।
राम के नाम को जाप करे कलि में नहिं और उपाउ है आना ।
आन की आन में देत सुधार कहां लगि और करौं मैं बखाना ।
होइ निवृत्ति तुरन्त जो अन्त समय हिय में रहे राम को ध्याना ॥
दो०—सम्मुख आये जीव के, नहिं देखत अपराध ।
को है राम-समान जिन, भक्ती दीन्ह विराध ॥

نارآین کلی کال مہاں - رام نام آدھار
اور کئے کچھو نا سرے - یوگ یگیہ آچار

سرگ دوسرا

شربھنگ(۱) اور ستیچھن رشیوں وغیرہ سے رام کی ملاقات

(१) शरभंग

شاپ سے دیکے اُسے رام جی اسطرح نجات — بھائی اور جانکی سے کہتے ہوئے دھرم کی بات
ہر طرف دیکھتے دشٹوں کی بچاتے ہوئے گھات — پہونچے جس جا یہ تھے شربھنگ رشی نیک صفات
خوش ہوئے دیکھ کے دلکش وہ تپوبن مُن کا
جانفزا عیش و طرب خیز تھا آشرم اُن کا (۱)

رام کو آئے ہوئے دیکھ کر اُٹھے شربھنگ — تن میں پلکاولی اور دل میں اُٹھی پریم اُمنگ
گر پڑے دوڑ کے قدموں پہ نہ کی کچھ بھی درنگ — دے کے تعظیم سے پھولوں کا سنگھاسن گلرنگ

(२) आनंद-घन

پوجا ہر طور سے حالت ہوئی آنند گھن(۲) کی
اپنے تن کی نہ رہی یاد نہ اپنے مَن کی (۲)

کند پھل مُول سے شربھنگ نے کی پہونائی — جوڑ کر ہاتھ کہا تب کہ سنو رگھورائی
ایک مُدّت سے تھی دل میں جو ہوس بر آئی — تھی تمنّا ہمیں جس شکل کی دی دکھلائی
تپ کا پھل اپنے تمہیں آج دیئے دیتا ہوں
مُکتی میں اس کے عوض تم سے لئے لیتا ہوں (۳)

کر دیا کہہ کے یہ پھل دھرم کا اُن کو اَرپن — دل میں ویراگ بڑھا ہٹ گیا سنسار سے مَن

(३) प्रदक्षिणा

پھر پردچھن(۳) کیا رگھوبر کا جُھکا کر گردن — تب چتا پر ہوئے آسین بہت ہو کے مگن
دھیان اُس شیام برن روپ کا دل میں دھر کے
بولے یوں لچھمن و سیتا کو مخاطب کر کے (۴)

'नारायन' कलि-काल मंह, राम-नाम आधार।
और किये कछु ना सरे, योग यज्ञ आचार॥

दीनों[1] رام ساکون ہے دُکھ سکتا ہو دُکھیوں کا جو ہَر رام ساکون ہے لیتا ہو جو دینوں[1] کی خبر
رام ساکون ہے بھکتوں پہ جو رکھتا ہو نظر رام ساکون ہے وہ جس کی کرے یاد بشر
رام ساکون ہے جو دامنِ مقصد بھر دے
(۵)
رام ساکون ہے ارمان جو پورا کر دے

یاد کرنے سے مرے آئے ہیں رام آج کہاں ورنہ یہ وادیٔ پُرغم وہ اودھ راج کہاں
میں گدا اور یہ راجاؤں کے سرتاج کہاں مخزنِ فیض یہ میں بندۂ محتاج کہاں
ہیں یہ بے مثل کہ ثانی نہیں ان کا کوئی
(۶)
بانیٔ دہر ہیں بانی نہیں ان کا کوئی

सुघर[2] دھیان تب رام لکھن جانکی جی کا دھر کر وہ کمل نین جٹا جوٹ مکٹ رُوپ سُگھر[2]
بولے شربھنگ کہ اے رام رمایت رگھو بر جاتے برہما کے تھے ہم دھام مگر پا کے خبر
بن میں تم آتے ہو دیدار تمھارا ہو گا
(۷)
رُک گئے تھے کہ سپھل جنم ہمارا ہو گا

کی دَیا تم نے دِیا آکے جو درشن بھگوان رہ گیا اب نہ جو پورا نہ ہوا ہو ارمان
सुजान[3] آرزو ہے تو یہی ہے فقط اے رام سُجان[3] ہمرہِ جانکی دل میں رہو میرے ہر آن
دیر تک دھیان وہ تب رام کا دل میں کر کے
(۸)
رام کے دھام گئے آگ چِتا میں دھر کے

دل میں مُن بَر کے جو تھا رام کی بھکتی کا خیال اس لئے رہ نہ گیا مُکتی کے ملنے کا سوال
تھے جو مُن لوگ وہاں خوش ہوئے یہ دیکھ کے حال مانگا پھر سب نے یہ بردان کہ اے ذاتِ کمال
یوں ہی ہم سب پہ دیا آپ کی رگھو بیر رہے
(۹)
دل کے پردے پہ کھنچی آپ کی تصویر رہے

جوڑ کر ہاتھ کیا رام نے مُنیوں کو پرنام تب اُنھوں نے یہ کہا۔ دیکے دعا اُن کو کہ رام
करुणा[4] آپ بھگوان ہیں ایشور ہیں نہیں اسمیں کلام رُوپ کرونا[4] کے ہیں اور آپ ہی آنند کے دھام
جانکی لچھمیں ہیں اور شیش کے اوتار لکھن
(۱۰)
شنکھ اور چکر ہیں دونوں بھرت اور شترودمن

آپ نے سُن کے بدھاتا کی زبانی فریاد   اور خود دیکھ کے ہوتی تھی جو ہم پر بیداد
تنِ انسانی میں اے فضل و کرم کی بنیاد   آج ہم سب کا کیا آکے یہاں پر دل شاد
دیجیئے رام جی اب دُکھ سے رہائی ہم کو
(۱۱) کیجئے دور دیا کر کے ہمارے غم کو

چلیئے دکھلائیں گے ہم چلتے ہیں اے نیک شعار   ظالموں کے ہوئے جس طور سے ہم لوگ شکار
ہم نے ایذائیں سہیں ہم کو جو دیں لیل و نہار   اُس پہ یہ ظلم کہ لاشوں کے لگائے انبار
قتل ہم سب کو وہ کرتے ہیں درندوں کی طرح
(۱۲) بھاگتے پھرتے ہیں ہم اُن سے پرندوں کیطرح

سُن کے یہ قصّۂ پُر درد بڑھے اور جو رام   جا بجا دیکھتے کرتے ہوئے رشیوں کو پرنام
راہ میں اُن کو نظر آئے کئی ایسے مقام   تھیں جہاں سوکھی ہوئی کھوپڑیاں اور عظام
پوچھا رگھوناتھ نے پڑتی یہ جو دکھلائی ہیں
(۱۳) ہڈیاں کس کی ہیں اور کیسے یہاں آئی ہیں

ہاتھ تب جوڑ کے یہ رام سے مُنیوں نے کہا   جانتے آپ ہیں کیا پوچھتے ہیں ہم سے بھلا
ہم پہ جو ظلم ہوا ہے یہ نمونہ اُس کا   اور چلیئے تو ابھی آپ نے دیکھا ہی ہے کیا
اس قدر دیکھئے دیتوں نے ستم ڈھایا ہے
(۱۴) ہڈیاں سر کی یہ اُن کے ہیں جنھیں کھایا ہے

اشک بھر آئے سُنے دُکھ سے بھرے جب یہ بچن   آگیا جوش پڑی طیش سے ماتھے پہ شکن
دیکھ کر اُن کی مصیبت جو بڑھی دل کی جلن   تو کیا رام نے اُن سب کو سُنا کر یہ پرن[(۱)]
رام ہے نام جو میں سب کو دکھا دوں تو سہی
(۱۵) نام دیتوں کا زمانہ سے مٹا دوں تو سہی

گھومتے کرتے ہوئے رشیوں کے درشن شری رام   کچھ دنوں کر گئے آرام سے اُس بن میں مقام
بعدہٗ آئے جہاں پہ تھا سُتیچھن[(۲)] کا قیام   خوبیاں رہتی تھیں ہر فصل کی جس جا پہ مدام
تھے اگست ان کے گرو اُنکے یہ انوگامی[(۳)] تھے
(۱۶) رام کے نام کے جپ میں یہ بڑے نامی تھے

(۱) परण
(۲) सुतीक्ष्ण
(۳) अनुगामी

جب سُنا رام کا استھان پر اپنے آنا　　دوڑے یوں اُٹھ کے ہو جس طور کوئی دیوانا
بادۂ عشق سے پُر دل کا ہوا پیمانا　　کچھ نہ سُوجھا کہ کدھر جاؤں کہاں ہے جانا
بے خودی پہلے سے تھی راہ بھی اب بھول گئے
(۱۷) دل میں تھے جتنے خیالات وہ سب بھول گئے
آگے بڑھتے کبھی پیچھے کو وہ پھر جاتے تھے　　رقص کرتے کبھی ہنستے تو کبھی گاتے تھے
جذبۂ عشق میں آنسو کبھی بھر لاتے تھے　　رام جی دیکھتے تھے چھپ کے یہ سُکھ پاتے تھے
بادۂ عشق سے مخمور جو پایا اُن کو
(۱۸) دل میں تب رام نے روپ اپنا دکھایا اُنکو
پریم کے مارے سکے پیر نہ جب اُنکے سنبھل　　راہ میں بیٹھ گئے تھک کے وہیں ہو کے اَچل
پھل ملا تپ کا اُنھیں اپنے ہوا جنم سپھل　　تن میں پلکاولی تھی آنکھوں میں تھا پریم کا جل
خوش ہوئے رام جی یہ دیکھ کے حال اُنکا عجیب
(۱۹) خوابِ راحت سے جگانے کو گئے اُن کے قریب
کوششیں اُن کو جگانے کیلئے رام نے کیں　　تھے وہ بے خود مگر اتنا کہ تھا کچھ ہوش نہیں
جب کسی طور نہ مُن راج نے آنکھیں کھولیں　　چوبُھجی روپ دکھایا اُنھیں تب دل میں وہیں
دیکھ کر روپ سو تیچھن جی وہ گھبرا کے اُٹھے
(۲۰) کُھل گئیں آنکھیں وہیں ہوش میں تب آ کے اُٹھے
سامنے دیکھ کے شری رام کا وہ شیام بدن　　گر پڑے دوڑ کے قدموں پہ پڑا کچھ جو نہ بن
تن کی کچھ سُدھ نہ تھی تھے پریم میں اتنا وہ مگن　　خوش ہوئے دیکھ کر اُن کو شری سیتا و لکھن
تب دیا ندھِ نے دیا کر کے اُٹھایا اُن کو
(۲۱) ہرش اور پریم سے چھاتی سے لگایا اُن کو
لا کر استھان پر اُن تینوں کو با شوکت و شاں　　مُن سو تیچھن نے بہت عجز سے یوں کھولی زباں
کیسے ہو آپ کی تعریف بھلا مجھ سے بیاں　　رکرم شب تاب کہاں چشمۂ سیماب کہاں
شیام تن سر پہ جٹا۔ روپ جو من کو ہر لے
(۲۲) ایسا پاون کہ اپاون کو بھی پاون کر لے

آپ گنجینۂ اکرام ہیں اے جانکی ناتھ رکھتے ہیں آپ کے قدموں پہ جہاں دیو بھی ماتھ
ساری دنیا کی بھلائی ہے بس اک آپکے ہاتھ مایا رہتی ہے الگ آپ سے اور آپ کے ساتھ
اُس کا دُکھ جس پہ نظر آپ کی ہو کٹ جائے
(۲۳) سُکھ ملے گیان سے مایا کا جنوں ہٹ جائے

پدکمل آپ کے یہ ناؤ ہیں بھوسِندھ کو رام بھگت جن اِن کے سہارے سے اُترتے ہیں مُدام
میں تو ہوں آپکے داسوں کے بھی داسوں کا غلام مجھ کو جکڑے ہوئے ہے دُنیوی آرام کا دام
وہ دیا کیجئے ابھماں ہمارا چھوٹے
(۲۴) موہ دھن استری اور پُتر کا سارا چھوٹے

آپ کا رُوپ یہ اے رام مَنوہر سُندر دھیان میں شیو کے جو رہتا ہے سدا آٹھ پہر
جانکی جی کے رہا کرتا ہے جو پیشِ نظر اور ہے آپ کے بھگتوں کے لئے سُکھ کا جو گھر
آرزو یہ ہے کبھی دل سے مرے دور نہ ہو
(۲۵) موت آجائے جو یہ آپ کو منظور نہ ہو

نام ہی آپ کا ہے جن کو سہارا بھگوان رہتے ہیں رام جی آپ اُن کے محافظ ہر آن
جو نہیں کرتے مگر بھول کے بھی آپکا دھیان عیش و عشرت کے نہیں چھوٹتے جن سے سامان
جو سمجھتے ہیں کہ گھر سُکھ کا یہی گیتی ہے
(۲۶) آپ کی مایا اُنھیں اور بھی دُکھ دیتی ہے

آپ ہی کرتے ہیں تکوینِ جہاں دینِدیال آپ ہی اُس کی نگہبانی کا رکھتے ہیں خیال
آخرش آپ ہی کر دیتے ہیں اُس کو پامال آپ اَج[1] آپ ہَری[2] آپ ہیں ہَر[3] ذاتِ کمال
نام جپتے ہیں چرت آپ کے جو گاتے ہیں
(۲۷) دور دُکھ کرتے ہیں آپ اُنکا وہ سُکھ پاتے ہیں

دور اگیان سے گو آپ ہیں اے جانکی بَر تو بھی اِن پدکملوں پر ہے مرا آج یہ سر
دھیان میں آپ کے مسرور ہیں جو آٹھ پہر آپ اُنھیں دہر کی ہر شکل میں آتے ہیں نظر
جس طرح لاکھوں ظروف اُن میں اگر پانی ہو
(۲۸) منعکس ہوں وہ سب اک مہر کی تابانی ہو

(۱) अज (۲) हरी (۳) हर

ہنس کے تب رام نے مُن راج سے یہ فرمایا   تم سے مُنیوں کے ہی دیدار کو ہوں میں آیا
دُور بھکتی سے مری رہتی ہے ساری مایا   اک طریقہ یہی ویدوں نے بھی ہے بتلایا
اور کو چھوڑ کے جو میری شرن میں آئے
(۲۹)
وہ ہمیشہ مرے سُکھ روپ کے درشن پائے

مانگ لو دل میں تمھارے کوئی خواہش ہو اگر   خوش ہوا تم سے میں اُستُتی[1] یہ تمھاری سُن کر
جوڑ کر ہاتھ یہ تب رام سے بولے مُن بر   آج تک میں نے کسی سے بھی نہ مانگا کوئی بر
آپ تو خود ہی ہیں حاکم کوئی محکوم نہیں
(۳۰)
ساری چیزیں بھی جہاں کی مجھے معلوم نہیں

آپ کو پا کے میں اب آپ سے مانگوں بھی تو کیا   آپ کے دل میں جو آئے مجھے کیجیے وہ عطا
بولے تب رام کہ کیا دوں تمھیں بھکتی کے سوا   گیان ویراگ ہے اور جس میں ہے وگیان بھرا
اپنی بھکتی وہی دیتا ہوں تمھیں آج مُنیش
(۳۱)
تا رہو تم نہ کسی بات کے محتاج مُنیش

عرض پھر کی یہ سوتیچھن نے کہ اے رگھورایا   آپ نے بر جو دیا مجھ کو وہ میں نے پایا
آپ نے کی ہے اگر مجھ سے ادھم پر دایا   تو مجھے دیجیے وہ بر ہے جو مجھ کو بھایا
جانکی لکشمن اور آپ کا نت باس رہے
(۳۲)
دل میں ہر وقت مرے آپ کی اک آس رہے

دے کے مُن بر کو یہ بردان بہ الطاف و کرم   رام جی بولے ہماری یہی خواہش ہے کہ ہم
جا کے کُنبھج[2] رشی کا بھی کریں دیدارِ قدم   اور ست سنگ ہم ہو ہیں اُن کا کوئی دم
اُن کے دیدار سے راحت ہمیں حاصل ہوگی
(۳۳)
شکل کب اُن کی ان آنکھوں کے مقابل ہوگی

عجز سے پھر یہ کہی رام سے مُن راج نے بات   کیجیے کر کے کرم آپ قیام آج کی رات
صبح کل آپ کے ہمراہ میں اے نیک صفات   چل کے گورُ دیو کی کچھ روز کروں گا خدمات
رام جی نے یہ کہا آپ جو فرماتے ہیں
(۳۴)
لیجیے آج کی شب ہم یہیں رہ جاتے ہیں

(۱) असतुति
(۲) कुम्भज

غزل

ہ ہردم رہے زباں پہ اے رام نام تیرا — گلزارِ عرش دل ہو گر ہو مقام تیرا گ
م موجود ہر جگہ پہ ہے اک ترا ہی جلوہ — رہتا جہاں میں سب پہ ہے لطفِ عام تیرا ر
ت تیری عنایتوں کا شاکر ہوں میں تو کیوں کر — ناچیز نا سمجھ ہوں میں اک غلام تیرا ن
ب بندوں کی اپنے خاطر کیا کیا کیا نہ تو نے — احسانِ سرمدی ہے بہرِ انام تیرا ا
ہ ہیں تیری ہی تجلّی سے مہر و ماہ روشن — رہتا ہے ذرّہ ذرّہ میں بھی قیام تیرا ر
ا اے خالقِ جہاں تُو کرتا ہے حکمرانی — آتا نظر ہر اک جا ہے انصرام تیرا ا
د دنیا میں آکے اُس نے حاصل کیا نہ کچھ بھی — یک لحظہ دھیان جس کو آیا نہ رام تیرا ی
ر رحمت کی آس تجھ سے نارائن اک یہی ہے — نگہِ کرم ہو پائے بیکنٹھ دھام تیرا ن

سوئیا

پاپ پیودھ سے پار کریں پربھو پریت کئے پد پنکج میں
نام تے لیت اُبار پرنت سو بھاؤ رہے جو رہیو گج میں
دھیان دھرے نہیں راکھت ہیں کچھو انتر جیون میں اج میں
چھاڑ سبے کرُ نیہہ نرائن تُو اُن پاون کی رج میں

سورٹھ- بھوندھ اگم اپار۔ پوت پدامبج پریم درڑھ
جیو جاسو آدھار۔ جاہیں پار سندیہہ بن

دوہا- بھکتن کے ہت کون سو۔ جو نہیں کیو اُپائے
لاج نہ راکھی داس کر۔ کہاں رام رگھورائے

सवैया—पाप-पयोधि से पार करें प्रभु प्रीति किये पद-पङ्कज में।
नाम ते लेत उबार परन्तु सो भाव रहै जो रह्यो गज में।
ध्यान धरे नहिं राखत हैं कछु अन्तर जीवन में अज में।
छांड़ु सबै करु नेह 'नरायन' तू उन पाँवन की रज में॥

सो०—भव-निधि अगम अपार, पोत पदाम्बुज प्रेम दृढ़।
जीव जासु आधार, जाहिं पार सन्देह बिनु॥

दो०—भक्तन के हित कौन सो, जो नहिं कियो उपाय।
लाज न राखी दास कर, कहां राम रघुराय॥

سرگ تیسرا

بھگوان رام کا اگست مُنی کے آشرم پر آنا

حال اب کہتے ہیں شیو جی وہ پسندیدۂ عام جس کو سننے سے ہو ویراگ کا حاصل انعام
رات بھر کرکے سوتیچھن کی کُٹی پر بِسرام ہو گئے صبح کو اُس بن سے روانہ شری رام
ساتھ سو متر سوتیچھن کو سیا کو لے کر
(۱) تھے اگن جِہّیہ[1] جہاں آئے وہاں پر رگھوبر

خوش ہوئے دیکھ کے مُن راج کی خاطر داری رات کی سب نے بسر رہ کے وہیں پر ساری
دوسری صبح کو پھر رام نے کی تیاری آئے کُنبھج کا تپو بن تھا جہاں مَن ہاری
تھا یہ بن اُن کا جنھیں کام نہ تھا کچھ دھن سے
(۲) تھا کسی بات میں بھی کم نہ یہ نندن[2] بن سے

پیڑ اس بن میں پھلے رہتے تھے ہر دم پھل کے میٹھے سوتے کئی اس جا پہ تھے نِرمل جل کے
جھونکے لاتی تھی ہوا نشتر کے ہلکے ہلکے رہتے حیوان تھے مِل مِل کے سب اس جنگل کے
بولیاں چڑیوں کی ہر سمت تھیں پیاری پیاری
(۳) جتنی چیزیں تھیں یہاں پر وہ تھیں ساری پیاری

جا کے استھان پہ کُنبھج کے جو پہونچے شری رام بھیجا باہر سے سوتیچھن کی زبانی یہ پیام
جا کے کہہ دو کہ ہے دروازہ پہ موجود غلام ہے اودھ کے شہِ دشرتھ کا پسر رام ہے نام
آپ کے قدموں کے دیدار کو وہ آیا ہے
(۴) ساتھ میں جانکی اور بھائی کو بھی لایا ہے

جا کے پہونچے جو سوتیچھن جی بہت تیز خرام دیکھتے کیا ہیں کہ گھیرے ہیں اُنھیں بھکت تمام
زاہد و عابد و عارف کا ہے اک مجمعِ عام جن سے کرتے ہیں بیاں وہ کرم و رحمتِ رام
جوڑ کر ہاتھ سوتیچھن نے جھکا کر سر کو
(۵) عرض گورُدیو سے کی لایا ہوں سیتا بر کو

[1] अगिन जिह
[2] नन्दन

آپ رہتے ہیں مگن جن کے بھجن میں ہر دم آج آئے ہیں یہاں وہ پئے دیدارِ قدم
دست بستہ ہیں کھڑے جانکی اور رام بہم ہو اجازت اگر آنے کی تو لائیں اُنھیں ہم
خوش ہوئے سُن کے سوتیچھن کی یہ باتیں مُن راج
(۶) بولے ہو تیرا بھلا اور مجھے دھن[1] ہے آج

جن کا پاتے ہیں بڑے بھاگ سے دیدار مُنیش دھیان میں رہ کے سدا جنکے مگن ہیں جوگیش
جن کے قدموں پہ جھکاتے ہیں اَج[2] اور وشنو بھی شیش خوش نصیبی سے وہ رگھوبنس بِبھوشن[3] جگدیش
داس کے واسطے تکلیف گوارا کر کے
(۷) گھر مرے آئے ہیں خود گھر سے کنارا کر کے

جلد لے آؤ یہاں اُن کو سوتیچھن جا کر جن کے درشن کیلئے بن میں بسا ہوں آ کر
آج دو جنم کا پھل مجھ کو اُنھیں دکھلا کر کوئی خواہش نہیں رہ جاتی ہے جن کو پا کر
کہہ کے یہ بات بڑھے خود بھی سماگم[4] کے لئے
(۸) منتظر رہ نہ سکے دید کے دو دم کے لئے

جا کے نزدیک مع رشیوں کے یوں فرمایا خوش نصیبی ہے جو آج آپ کا درشن پایا
آئیے رام جی استھان میں کریئے دایا گو بھکاری ہوں میں اور آپ چراچر رایا
لیکن اعلیٰ ہیں جو اسفل پہ کرم کرتے ہیں
(۹) جو بھلے ہیں وہ نظر عیب پہ کم کرتے ہیں

پریم سے اور تو کچھ کہہ نہ سکے رِشی رائی دھار آنکھوں سے چلی تن میں پھُرہری چھائی
بات کانوں میں جو یہ رِشی کی زبانی آئی اُن کے قدموں پہ گرے دوڑ کے دونوں بھائی
بس میں بھکتوں کے جو اس طور سے پایا اُنکو
(۱۰) خوش ہوئے رِشی نے کلیجہ سے لگایا اُن کو

پریم اُس وقت کا مُن بَر کے ہو کس طور بیاں چشمِ پُرنم سے تھا اور تن کے ہر اک مو سے عیاں
ہاتھ میں ہاتھ لئے دل میں ہزاروں ارماں لے چلے ساتھ بہ اعزاز اُنھیں سوئے مکاں
لا کر اندر مع سیتا و لکھن کے اُن کو
(۱۱) مُول پھل۔ دیکے کُش آسن دئے بن کے اُنکو

[1] धन्य
[2] अज
[3] विभूषण
[4] समागम

جوڑ کر ہاتھ کہا رام سے رِشی راج نے تب | چھیر ساگر پہ گئے برہما تھے پاس آپکے جب
اور کیا قتل کا راون کے تھا بردان طلب | سوچ کر تب سے کہ دنیا ہے مصائب کا سبب

بن میں آیا ہوں کہ ہوگا مجھے دیدار نصیب
(۱۲) یدکمل آپ کے ہو جائیں گے سرکار نصیب

مل گیا دیکھ کے رام آپ کو تپ کا مجھے پھل | دل میں ارماں تھا جو میرے وہ گیا آج نکل
میری تقدیر پھری شومیٔ قسمت گئی ٹل | ہو نہ جز بھکتی کے اب اور کوئی دل میں اَمَل

پریم سے کہہ نہ سکے اور کوئی بات اگست
تب لگے رام کی یوں کرنے مُناجات اگست

اَستُتی

جے جے رام جگت ہتکاری | کیہی بِدھی استُتی کروں تمھاری
نہیں کو اُو پاؤ آدی نہیں اَنتا | تم اکھلیش ایک بھگونتا
سیتا شکتی روپ تو مایا | موہت سبھیں چرا چر رایا
تیہی مایا کر نام انیکا | کو اُو بندھن کو اُو کہہ اویکا
ویدتا ہی اوّیا کرت گاوت | مُول پرکرتی تیہی سانکھ بتاوت
مہت تتو کر کارن سوئی | جاتے اہنکار دِرڑھ ہوئی
ست رج تم گُن کارن ماہیں | تاتے اہنکار پرت جا ہیں

स्तुति

जय जय राम जगत-हितकारी । केहि विधि अस्तुति करउं तुम्हारी ॥
नहिं कोउ पाव आदि नहिं अन्ता । तुम अखिलेश एक भगवन्ता ॥
सीता शक्ति-रूप तव माया । मोहति सबहिं चराचर-राया ॥
तेहि माया कर नाम अनेका । कोउ बन्धन कोउ कह अविवेका ॥
वेद ताहि अव्याकृत गावत । मूल प्रकृति तेहि सांख्य बतावत ॥
महत्तत्त्व कर कारण सोई । जाते अहङ्कार दृढ़ होई ॥
सत रज तम गुण कारण माहीं । ताते अहंकार प्रति जाहीं ॥

شبد سپرش روپ رس گندھا   اہنکار تامسی پربندھا
ایک شبد تا سوں آکاسا   شبد سپرش وایو کر باسا
شبد سپرش روپ مل ہوئی   جا کہاں اگنی کہیں سب کوئی
شبد سپرش روپ رس باری   سب مل ہوہیں بھومی آکاری
راجس اہنکار تے اُتپن   ہوہیں کرم ارُ گیان اندریہ گن
ساتوِک اہنکار رگھورائی   مَن ارُ اندریہ سُر سمُدائی
نیترن سوُرج شروتر دِش جانا   توچا پوَن جانہو بھگوانا
رسنا کیر ورُن آکارا   گھران باس اشونی کمارا
واک دیو اگنی کہاں کہیں   اندر ہست اندریہ کر اہہیں
وشنو پاؤں کر مِتر گدا کر   برہما لنگ اندریہ کر رگھوبر
شبد آدی تن ماتر کہاوت   تے پُن لنگ دیہہ اپجاوت
لنگ شریر سوتر ہے سوئی   روپ وِراٹ پُرش تیہی ہوئی
تیہی وِراٹ سُر ہوہیں انوپا   ترےیک یونی ارُ مانوروپا

शब्द स्पर्श रूप रस गन्धा। अहङ्कार तामसी प्रबन्धा॥
एक शब्द तासों आकासा। शब्द स्पर्श वायु कर बासा॥
शब्द स्पर्श रूप मिलि होई। जा कंह अग्नि कहैं सब कोई॥
शब्द स्पर्श रूप रस, वारी। सब मिलि होहिं भूमि आकारी॥
राजस अहङ्कार ते उत्पन्न। होहिं कर्म अरु ज्ञानेन्द्रिय गन॥
सात्त्विक अहङ्कार रघुराई। मन अरु इन्द्रिय-सुर समुदाई॥
नेत्रन सूर्य्य श्रोत्र दिशि जाना। त्वचा पवन जानहु भगवाना॥
रसना केर वरुण आकारा। घ्राण बास अश्वनीकुमारा॥
वाक्-देव अगनी कंह कहहीं। इन्द्र हस्त-इन्द्रिय कर अहहीं॥
विष्णु पाँव कर मित्र गुदा कर। ब्रह्मा लिंगेन्द्रिय कर रघुवर॥
शब्द आदि तन्मात्र कहावत। ते पुनि लिङ्गदेह उपजावत॥
लिङ्ग-शरीर सूत्र है सोई। रूप विराट पुरुष तेहि होई॥
तेहि विराट सुर होहिं अनूपा। तिर्यक्-योनि अरु मानवरूपा॥

جانوں رام ایک میں باتا ۔ تم ہیں تے سب جگ کر ناتا
رج گن کری بدھ جگ نرمانا ۔ ست گن پالن ہری بھگوانا
تم گن رودر دیہہ تم دھاری ۔ پرلے کال تم ہیں سنگھاری
ست رج تم سب جیون ماہیں ۔ جاگرت سوپن سوشپتی کہاہیں
تم ہیں ساچھی روپ کھراری ۔ دیکھو سبہیں جگت ہتکاری
تم ہیں نت چیتنّ سجانا ۔ تاتے نہیں بدلو نج بانا
لیلا کرن چہو تم جب ہیں ۔ مایا کری اولمبن تب ہیں
پرم آتما نرگن روپا ۔ مایا مل دھری سگن سوروپا
جگ پرکار تو مایا راما ۔ ودیا اپر اودیا ناما
جیو ہیں ودیا دیت نورتی ۔ ملے اودیہیں ہوت پرورتی
پائے نورتی بھکتی درڑھ ہوئی ۔ تاتے مکتی پاؤ سب کوئی
منتر جاپ درڑھ بھکتی سہائی ۔ جیو ہیں اوش مکتی سکھ دائی
سادھ سنگ بن ہوئے نہ بھکتی ۔ تیہی بن جیو ہیں ملے نہ مکتی

जानउं राम एक मैं बाता । तुमहीं ते सब जग कर नाता ॥
रज-गुन करि विधि जग निर्माना । सत-गुन पालन हरि भगवाना ॥
तम-गुन रुद्र-देह तुम धारी । प्रलय-काल तुम ही संहारी ॥
सत रज तम सब जीवन माहीं । जाग्रत् स्वप्न सुषुप्ति कहाहीं ॥
तुमहीं साखी रूप खरारी । देखहु सबहिं जगत्-हितकारी ॥
तुमहीं नित चैतन्य सुजाना । ताते नहिं बदलौ निज बाना ॥
लीला करन चहहु तुम जबहीं । माया करि अवलम्बन तबहीं ॥
परम आतमा निर्गुण-रूपा । माया मिलि धरि सगुन स्वरूपा ॥
युग प्रकार तव माया रामा । विद्या अपर अविद्या नामा ॥
जीवहिं विद्या देत निवृत्ती । मिले अविद्यहिं होत प्रवृत्ती ॥
पाइ निवृत्ति भक्ति दृढ़ होई । तातें मुक्ति पाव सब कोई ॥
मन्त्र-जाप दृढ़ भक्ति सुहाई । जीवहिं अवशि मुक्ति-सुख-दाई ॥
साधु-सङ्ग बिनु होइ न भक्ती । तेहि बिनु जीवहिं मिलै न मुक्ती ॥

سوئی سادھو تات میں جانا ۔ جو سکھ اُر دُکھ سم پہچانا
اچھّا رہت شانت جیہی بھاؤ ۔ تپ کلیش نہیں کام پربھاؤ
سنیم نیم بھجن نشکرما ۔ کیول جو جانے نج دھرما
اندری جِت مَن بش کر راکھا ۔ سوئی سادھو وید اس بھاکھا
جب ہیں سادھو سنگ اس پاوے ۔ تب ہیں منج چرن چت لاوے
تو پد کمل اُپج جب پریتی ۔ تب درڑھ بھکتی ہوئے یہ ریتی
ملے بھکتی تے نرمل گیانا ۔ تاتے ملے موکش پرمانا
رام موہیں پد پریت ابھنگا ۔ دیہو بھکتی بھکتن کر سنگا
یگیادک پھل دینھ جنائی ۔ جنم سپھل تو درشن پائی
تو سوروپ اِن نینن دیکھوں ۔ میں نج کہاں کرتگیہ کر لیکھوں

دوہا

سیتا سہت ہردے مم ۔ کرو ہو رام تُم باس
تو سُمرن بن نہیں کبھوں ۔ نکسے ایکہو شواس

सोई साधु तात मैं जाना । जो सुख अरु दुख मम पहिचाना ॥
इच्छा-रहित शान्त जेहि भाऊ । तप-कलेश नहिं काम-प्रभाऊ ॥
संयम नियम भजन निष्कर्मा । केवल जो जाने निज धर्मा ॥
इन्द्रिय-जित मन वश करि राखा । सोई साधु वेद अस भाखा ॥
जबहीं साधु-सङ्ग अस पावे । तबहीं मनुज चरन चित लावे ॥
तव पद-कमल उपज जब प्रीती । तब दृढ़ भक्ति होइ यह रीती ॥
मिलै भक्ति ते निर्मल ज्ञाना । ताते मिलै मोक्ष परमाना ।
राम मोहिं पद-प्रीति अभङ्गा । देहु भक्ति भक्तन कर सङ्गा ॥
यज्ञादिक फल दीन्ह जनाई । जनम सफल तव दर्शन पाई ॥
तव स्वरूप इन नयननि देखौं । मैं निज कहं कृतज्ञ करि लेखौं ॥

दो०—सीता-सहित हृदय मम, करहु राम तुम बास ।
तव सुमिरन बिनु नहिं कबहुं, निकसै एकहु श्वास ॥

استتی رام کی یوں کر کے انھیں دی وہ کماں لا کے پہلے ہی سے جو اندر نے رکھی تھی وہاں
اور دو کیش بھی پر جنکے تھے تیروں سے دہاں تیر کم ہوتے نہ تھے جن میں تھا یہ وصفِ نہاں
بھائیوں کو وہ دیئے رام کو تلوار بھی دی
(۱۴) اور تب رام سے رشی راج نے یہ بات کہی

آپ کا قہر اگر اے شہِ والا ہو جائے چکر دشمن کے لئے ماہ کا ہالا ہو جائے
ہو امر تو بھی اجل کا وہ نوالا ہو جائے آپ اگر چاہیں تو دنیا تہ و بالا ہو جائے
آپ بھکتوں کو جرأت اپنے دکھانے کے لئے
(۱۵) آئے سنسار میں راون کو مٹانے کے لئے

آپ جا کر انھیں ہتھیاروں سے اے واقفِ حال ماریئے دیتوں کو ہم سب کا مٹے رنج و ملال
آگے کچھ دور یہ ہے پنچ بٹی دینڈیال پاس دریا بھی ہے جس میں ہے بھرا آبِ زلال پنچ-بٹی
گوتمی نام سے مشہورِ جہاں ہے وہ ندی
(۱۶) سربسر مطہرِ قالب وجاں ہے وہ ندی

جا کے کچھ روز وہیں کیجئے اے رام قیام ہر طرح آپ کو اس بن میں ملے گا آرام
ہوگا پورا وہیں جا کر ہے جو کچھ دل کا مرام چل دیئے سن کے یہ اور لیکے اجازت تسری رام
راہ طے کر گئے وہ شیرِ نیستاں کی طرح
(۱۷) بن گیا ان کے لئے بن بھی گلستاں کی طرح

غزل

تعریف تری مجھ سے بیاں کیسے بھلا ہو محدود ہو کس طرح وہ جو حد سے سوا ہو
آگاہ نہ تجھ سے ہو جو بے خود نہ ہو خود سے تیری ہی جو رحمت ہو تو یہ عقل رسا ہو
آغاز نہ ہے کوئی نہ انجام ہے تیرا کچھ تیری حقیقت کا پتا ہو بھی تو کیا ہو
وہ گردشِ تقدیر کو سمجھے نہ صعوبت در جس کے لئے تیری عنایات کا وا ہو
احسانِ گرانبار ہے خلقت یہ جہاں کی ممکن نہیں بندوں سے ترا شکر ادا ہو
اک قطرۂ ناچیز بھی دامانِ صدف میں تیرا ہی کرم ہے کہ دُرِ بیش بہا ہو

ہوتا نہیں مایوس تری ذات سے کوئی — عاصی کوئی کتنا ہی سزاوارِ سزا ہو
کھُل جائے گنہگار پہ بھی بابِ ارم کا — رحمت کی نظر تیری اگر اُس پہ ذرا ہو
یکتا ہے تو ثانی کہیں تیرا نہیں کوئی — جُز تیرے نہیں کوئی بھی جس کو نہ فنا ہو
کس مُنہ سے کروں اپنی رہائی کی تمنّا — کرموں کا ملے پھل مجھے اچھا کہ بُرا ہو
پروا نہیں مجھ کو ہو تلافیِ معاصی — اور ہو کے رہے بخت میں جو کچھ بھی لکھا ہو
لیکن ہے دعا اتنی کہ ہو تیرا تصوّر — یہ روح جب اس قالبِ خاکی سے جدا ہو

نزدیک نراین نہ سوا تیرے ہو کوئی
اور سر یہ مرا تیرے ہی قدموں پہ دھرا ہو

کبت

تاریو پرہلاد اور تاریو دس مول بالی — تارے گج گیدھ گوال کوُبجا بچاری ہے
تاریو دھرو بھکت اور تاریو دھن ہین بپر — دیکھی دین نرسی کیر ہنڈوی سکاری ہے
تاریو تم سُور اور تاریو تم تلسی داس — تاردے میں بھکت کے مہتّو کون بھاری ہے
تاردیو موہیں سمان پاتکی تو جان لیہوں — ستّیہ وید گاویں نام پاپ دوش ہاری ہے

دوہا۔ مو سمان پاپی نہیں تم سمان اگھ ہارِ
نارآین یہ ستّیہ تب۔ جب موہیں لیہو اُبار

कवित्त—तारयो प्रह्लाद और तारयो दशमौलि वालि,
तारे गज गीध ग्वाल कूबजा बिचारी है।
तारयो ध्रुव भक्त और तारयो धनहीन विप्र,
देखि दीन नरसि केर हुन्डवी सकारी है॥
तारयो तुम सूर और तारयो तुम तुलसीदास,
तारिबे में भक्त के महत्व कौन भारी है।
तारि देउ मोहिं समान पातकी तो जानि लेहुँ,
सत्य वेद गावें नाम पाप-दोष-हारी है॥
दो०—मो समान पापी नहीं, तुम समान अघहारि।
'नारायन' यह सत्य तब, जब मोहिं लेहु उबारि॥

سرگ چوتھا

گیدھ متر تا پنچ بٹی پر نواس اور لچھمن جی کو اُپدیش

راہ طے کرتے ہوئے جاتے تھے جب رگھورائی یک بیک شکلِ مہیب اک اُنھیں دی دکھلائی
تب کہا رام نے لچھمن سے کہ دیکھو بھائی ہے سرِ کوہ کہ عفریت کوئی دُکھدائی
دو دھنش بان ہمیں بھاگ یہ جائے نہ کہیں
(۱) ہاتھ پیر اپنے یہ پاس آکے چلائے نہ کہیں

خوف سے کانپ اُٹھا سنتے ہی یہ رام کی بات سوچ کر دل میں کہ ایسا نہ ہو آجائے ممات
زور سے گدّھ یہ چلّایا کہ اے نیک صفات کیا سبب ہے مجھے کرتے ہو جو محرومِ حیات
ہوں ادھم گدّھ جٹایو ہے مرا نام سنو
(۲) راجہ دشرتھ کا میں غمخوار ہوں اے رام سنو

مٹ گئی پاکے مری حسرتِ دیدار تمھیں چاہیئے قتل نہ کرنا مجھے سرکار تمھیں
کوئی ہوگا نہ مری ذات سے آزار تمھیں ہر طرح دوں گا مدد ہوگی جو درکار تمھیں
تم اگر جاؤ گے باہر کسی حاجت کے لئے
(۳) جانکی جی کی رہوں گا میں حفاظت کے لئے

رام جی بولے جٹایو سے یہ سُن کر بہ ادب آپ خوش ہو کے رہیں بن میں بہ آرام و طرب
چین سے آپکے سایہ میں رہیں گے ہم سب آپکے ہوتے ہوئے ڈر ہمیں ہوگا کوئی کب
آپ کا لطف نہ کم مہر پدر سے ہوگا
(۴) عیش کب ہم کو یہاں کم کوئی گھر سے ہوگا

کرکے اس طرح بہ اخلاص و محبت کے کلام اپنے ہمراہ لئے جانکی اور بھائی کو رام
پہونچے آکر تھا جہاں پنچ بٹی نام مقام راحت افزا تھا جو اور تھا نہ گذرگاہِ عوام
آکے گوداوری دریا کے شمالی لب پر
(۵) رام جی رہنے لگے پریم تھا یکساں سب پر

دیوتا رہتے ہیں سُرلوک میں جس طرح مگن	یوں وہاں رہنے لگے جانکی رام اور لکھن
بن گیا بڑھ کے کہیں باغِ ارم سے بھی وہ بن	کوئی تکلیف وہاں تھی نہ تھا آزار و محن
جانکی اور لکھن ہوتے تھے جس طور سے شاد
(۶) رام جی طرز وہی کرتے تھے ہر دم ایجاد

رام کو یاد اجودھیا کی نہ آتی تھی کبھی	دل کو اُن کے نہ کوئی فکر دُکھاتی تھی کبھی
پریت شری جانکی کی دل کو لُبھاتی تھی کبھی	اور لکھن لال کی طاعت اُنھیں بھاتی تھی کبھی
بَن سے پھل مُول لکھن روز نئے لاتے تھے
(۷) پہرہ پر رہتے تھے جب رام جی سو جاتے تھے

کرتے لچھمن تھے ہر اک طور سے خدمت اُنکی	اُن کو بھاتا تھا وہی جسمیں تھی راحت اُن کی
جانتے تھے عظمت اور کرامت اُن کی	اس لئے دل سے وہ کرتے تھے عبادت اُنکی
استراحت سے نہ کھانے سے نہ تھا خواب سے کام
(۸) تھا تو بس رام کی خدمات کے اسباب سے کام

رام جی بیٹھے تھے اک روز بیابان میں جب	جا کے نزدیک لکھن لال نے کی عرض یہ تب
ہے یہ خواہش کہ سنوں آپ سے مُکتی کا سبب	اس لئے مختصراً وہ مجھے بتلائیے اب
حال کچھ گیان کا ویراگ کا بتلائیے آپ
(۹) جانتے آپ ہیں بہتر مجھے سمجھائیے آپ

سُن کے یہ بات شری رام نے تب فرمایا	تم کو دیتا ہوں میں اب گیان کا وہ سرمایا
ہے جسے رشیوں نے اور مُنیوں نے بھی کم پایا	جھوٹ ہو جاتی ہے سنسار کی جس سے مایا
یہ نہیں گیان وہ جو آج رہے کل نہ رہے
(۱۰) اس سے ویراگ ہو مایا کبھی اک پل نہ رہے

رُوپ مایا کا ہے جو پہلے کروں گا وہ عیاں	بعدہٗ گیان کا کچھ حال کروں گا میں بیاں
گیان وِگیان کا اک ساتھ عمل بعد ازاں	ہو گا ظاہر ہے جو پرماتما کا رازِ نہاں
جان کر جس کو خوشی اور نہ آزار رہے
(۱۱) راحت و غم نہ رہے پھر نہ یہ سنسار رہے

آتما کا ہے جو اس جسم میں انساں کو گُمان — ہے یہ مایا ہے اثر میں تو اسی کے انسان
ہے اِسی مایا کی خوبی کا نتیجہ یہ جہان — کرتے دو روپ بیاں مایا کے ہیں وید پُران
ایک وہ جس سے ہے عالم میں ظہورِ تفریق
(۱۲) دوسری شکلِ حجابِ دوئی ہے باعثِ ضیق

گیان ہونے سے یہ دنیا نہیں رہتی کوئی چیز — جیسے رسّی میں بھرم سانپ کا اے اہلِ تمیز
جسم خود اپنا یہ۔ دنیا کی جو چیزیں ہیں وہ نیز — دیکھ سُن پڑتی ہیں معلوم جو ہوتی ہیں عزیز
کچھ حقیقت نہیں رکھتی ہیں یہ ہیں خواب تمام
(۱۳) یہی مایا ہیں پھنسانے کے ہیں اسباب تمام

جسم اس عالمِ فانی کی ہے بنیادِ متیں — اسلئے اپنوں سے اُلفت ہے تو غیروں سے ہے کیں
جسم اور آتما دونوں ہیں الگ ایک نہیں — اب سنو جسم کا حال اس کو کرو ذہن نشیں
دہر میں پانچ عناصر جو کہے جاتے ہیں
(۱۴) ان سے دنیا میں سب استھُول[1] نظر آتے ہیں

دوسرا جسم جسے کہتے ہیں سب لنگ[2] شریر — رُوپ رس گندھ وغیرہ کی ہے اس میں تنویر
بھاس[3] چیتن کا من۔ بدّھی۔ اہنکار کثیر — اور دس اندریوں سے ملکے ہوا ہے تعمیر
کرم کا پھل یہی ہر ایک کو دلواتا ہے
(۱۵) ہے خودی اس میں خودی ہی سے یہ بنجاتا ہے

جیو اور آتما ہیں ایک کوئی فرق نہیں — جیو کو برہم بیاں کرتے ہیں سب عالمِ دیں
ہو جو یہ گیان تو ہرگز نہ ہو انسان حزیں — اُنس ہو سب سے نہ دشمن کوئی رہجائے کہیں
سب پہ یکساں ہو نظر اپنی پرائی نہ رہے
(۱۶) دل میں غیروں کی بدی اپنی بھلائی نہ رہے

اب بتاتا ہوں عمل جس سے ہو یہ گیان بہم — خواب میں بھی نہ کرے اوروں پہ انسان ستم
سمجھے وہ سب کو برابر نہ زیادہ نہ تو کم — بھول کر راہِ خودی پر کبھی رکھے نہ قدم
کوئی سامان زمانہ کا نہ بھائے اُس کو
(۱۷) موہ پریوار کا مطلق نہ ستائے اُس کو

[1] स्थूल
[2] लिङ्ग-शरीर
[3] भास

اُس کو آزار نہ کوئی نہ مسرت ہووے　　دُنیوی لوگوں کی اُلفت نہ تو قربت ہووے
میری بھکتی کی طرف اُسکی طبیعت ہووے　　صاف دل آئینہ مطلق نہ کدورت ہووے
دھرم کی راہ کو بھولے سے بھی چھوڑے نہ کبھی
(۱۸)　مُنھ مرے داسوں کی سیوا سے وہ موڑے نہ کبھی
ہر گھڑی آتما کے گیان کی ہی چاہ رہے　　دھیان میں ویدوں کی بتلائی ہوئی راہ رہے
حرص دولت کی نہ تو آرزوِ جاہ رہے　　شکل اک میری ہی بس نظروں میں دلخواہ رہے
بات نکلے بھی جو کچھ مُنھ سے تو سچّائی کی
(۱۹)　دل میں کچھ بھی نہ تمنّا ہو خود آرائی کی
پران۔من۔بُدھ۔اہنکار[1] وغیرہ یہ شریر　　آتما میں الگ ان سب سے ہے میری تنویر　अहङ्कार[1]
گیان اس علم کو کہتے ہیں جو عارف ہیں کبیر　　گیان سے ہوتی ہے وِگیان کی حاصل تدبیر
گیان وِگیّان ہو دیدار مرا گر ہو جائے
(۲۰)　مُکتی مل جائے اُسے وصل میسر ہو جائے
آتما سارے زمانہ میں ہے موجود لکھن　　اُس کو ہوتا ہے نہ آرام نہ آزار و محن
عیب سے پاک ہے یہ عیش و خوشی کا مخزن　　جسم کو نُور سے کرتا ہے یہ اپنے روشن
دُکھ نہ مرنے کا نہ جینے کا ستاتا ہے اسے
(۲۱)　گیان کا روپ ہے سب جگ نظر آتا ہے اسے
گیان سے ملتی تو بے شبہ ہے انساں کو نجات　　ہو نہ بھکتی مری تو ہو نہیں سکتی ہے وہ بات
آنکھ ہوتے ہوئے جس طرح اندھیری ہو جو رات　　نظر آئے نہ بلا نُور کے خود اپنا ہی ہات
یوں ہی دل میں مری بھکتی کا اگر نور نہیں
(۲۲)　آتما اپنا کوئی دیکھے یہ مقدور نہیں
اب سنو بھکتی مری ہوتی ہے جس طرح نصیب　　مُکتی دینے میں جو رکھتی ہے اثر اپنا عجیب
سیوا بھکتوں کی کرے میرے۔ رہے اُنکے قریب　　آسرا ہو مرا۔ ہو اور نہ کوئی ترغیب
رات دن وِردِ زباں صرف مرا نام رہے
(۲۳)　اک سوا دھیان کے میرے نہ کوئی کام رہے

دل میں رہتی نہیں خواہش جو ملے بھگتی کہیں　اپنے بھگتوں سے مجھے بڑھ کے کوئی اور نہیں
دیکھ سکتا نہیں داسوں کو میں رنجور و حزیں　وہ جہاں رہتے ہیں رہتا ہوں میں ہر وقت وہیں

مختصر حال یہی گیان کا وگیان کا ہے
میری بھگتی کا ہے اور مُکتی کے سامان کا ہے　(۲۴)

پاٹھ اگر روز کرے گا کوئی اس کا انسان　اُس میں اگیان کا کوئی بھی رہے گا نہ نشان
مُکتی پائے گا اس اُپدیش پہ رکھے گا جو دھیان　میری اور سنتوں کی سیوا پہ ہے مُکتی قربان

جو مراد اس ہے اُس سے نہ چھپانا اس کو
جو نہیں بھگت اُسے ہرگز نہ بتانا اس کو　(۲۵)

غزل

ہردم زباں پہ نام ہو دشرتھ کمار کا　اور دل میں دھیان ہو اُسی پروردگار کا
دل سے خودی ہو دُور تو آجائے خود نظر　جھگڑا اُٹھے سدا کے لئے بار بار کا
کب تک رہے گی نفس پرستی دماغ میں　کے دن رہے گا عمر میں موسم بہار کا
ہے زن زمین و زر پہ نظر سب کی آج کل　کچھ ہو رہا ہے رنگ عجب روزگار کا
کبر و غرور چھوڑ کے چل راہِ دیں پہ تو　گر خوف دل میں کچھ بھی ہو روزِ شمار کا
غافل نہ یاد سے کبھی پرماتما کے ہو　کیا اعتبار زندگیٔ مستعار کا
مائل بہ شر نہ ہو تو بشر پھر کہائے کیوں　معدوم سلسلہ نہ ہو کیوں گُل سے خار کا
جا کر پھرا نہ ساحلِ دریائے فیض سے　لب تشنہ کب رہا کسی اُمیدوار کا

نارائن اُس کے در پہ رہے رات دن جبیں
کیونکر نہ ہو گا دیکھیں تو دیدار یار کا

سوئیا۔ جوگ وراگ تے گیان ملے اُر بھگتی سداست سنگ کئے
دھرم ملے اُپکار کئے اُر پُونیہ سدا ہری نام لئے

सवैया—योग विराग ते ज्ञान मिले अरु भक्ति सदा सत्सङ्ग किए।
धर्म मिले उपकार किए अरु पुण्य सदा हरिनाम लिए।

مان ملے سنمان نرآین راج ملے دھن دھانیہ دیئے
رام کو رُوپ نہ دیکھ ملے یدی پریم ترنگ اُٹھے نہ ہیئے

دوہا۔ کام کرودھ تج مان مد۔ کرُ سنتن کو ساتھ
نارآین درِڑھ پریم کرُ تب ملہیں رگھو ناتھ

سرگ پانچواں

کھردوشن بدھ

جب اسی طرح گئے اُن کو کچھ ایّام گذر — اور مُن لوگ بھی رہنے لگے بیخوف وخطر
شوُرپنکھا[1] جس میں بھرا کوُٹ کے تھا فتنہ وشر — ایک دن گھومتے پھرتے ہوئے آنکلی اُدھر (शूर्पणखा)
تھی یہ راون کی بہن ظلم وستم پیشہ تھی
(۱) بدسلیقہ تھی بداطوار تھی بدکیشہ تھی

ریگ میں رام کے قدموں پہ نظر جب ڈالی — بادۂ نفس پرستی سے بنی متوالی
سُرمہ آنکھوں میں لگا دانتوں میں مسّی کالی — حوُر کی شکل بنی دل کو لُبھانے والی
نازو انداز سے اٹھلا کے سُبک گام چلی
(۲) اُن نشانوں کے سہارے سے سوئے رام چلی

جس جگہ جانکی اور رام جی تھے جاکے وہیں — غمزۂ وعشوہ دکھاتے ہوئے وہ کافر دیں
یوں لگی رام سے کہنے کہ کہیں تم سا حسیں — مجھ کو آیا نہ نظر ڈھونڈھ پھری ساری زمیں
کس کے ہو نورِ نظر نام تمہارا کیا ہے
(۳) کیوں ہے مُن بھیش یہاں کام تمہارا کیا ہے

मान मिले सन्मान 'नरायन' राज मिले धन धान्य दिए।
राम को रूप न देखि मिले यदि प्रेम तरङ्ग उठे न हिए॥
दो०—काम क्रोध तजि मान मद, करु सन्तन को साथ।
'नारायन' दृढ़ प्रेम करु, तब मिलिहैं रघुनाथ॥

ہوں میں راون کی بہن راچھسی شوپنکھا راج راون سے ملا ہے مجھے سارے بن کا
چاہتی ہوں میں جو لیتی ہوں وہ شکل اپنی بنا گر کہیں پاتی ہوں منیوں کو تو جاتی ہوں میں کھا
خوف کوئی بھی کسی کا نہ خطر ہے مجھ کو
(۴) صرف عشرت پہ نظر آٹھ پہر ہے مجھ کو

رام ہے نام مرا بولے یہ تب رگھو رائی پتی برتا ہے مری سیتا یہ جنک کی جائی
ساتھ لچھمن بھی مرے ہے مرا چھوٹا بھائی اسکی مجھ سے بھی کہیں بڑھ کے ہے سندرتائی
چاہتی کیا ہو کہو تم کو تمنّا کیا ہے
(۵) کس لئے آئی ہو تم دل میں ارادا کیا ہے

راچھسی کہنے لگی چھوڑ کے تب شرم و حیا کیا کہوں دل میں تمنّا ہے جو اے ماہ لقا
عرض ہے یہ کہ تمہاری ہو اگر چشمِ عطا ہوں بغل گیر تو ہو میرا کلیجہ ٹھنڈا
دل کرو شاد مرا چل کے جو جینا چاہو
(۶) شربتِ وصل ہے تیار جو پینا چاہو

دیکھ کر جانکی کو ہنس کے یہ بولے شری رام سندری مجھ سے ترا ہو نہیں سکتا کوئی کام
ہر طرح دیتی ہے سیتا مجھے آرام تمام چھوڑ دوں اس کو بھلا کون سا رکھ کر الزام
بھول کر شکل نہ بھائے گی سَوت[1] کی تجھ کو
(۷) ڈاہ[2] دن رات جلائے گی سَوت کی تجھ کو

ہاں مگر تجھ کو بتاتا ہوں میں اک اور بھی راہ ہے یہ ممکن کہ ملے اس میں مرادِ دلخواہ
ہیں اکیلے نہیں ہمخوابہ یہ لچھمن ہمراہ عرض کر ان سے تو شاید کہیں اٹھ جائے نگاہ
دلربا شکل پسند ان کو اگر آئے گی
(۸) جو تمنّا ہے ترے دل میں وہ بر آئے گی

رام کا پا کے اشارہ یہ گئی دوڑ وہاں مستعد بیٹھے تھے دربانی میں سومترج جہاں
دیکھ کر ان کو بصد ناز کہا اے مری جاں مرہمِ زخمِ جگر چارہ گرِ دردِ نہاں
محوِ الفت ہوں پریشان ہوں مجبور ہوں میں
(۹) نشۂ نفس پرستی میں بہت چور ہوں میں

(۱) सवत
(۲) डाह

ہم بغل کیجئے ہو دور مری حسرتِ دل حکم ہے آپ کے بھائی کا نہ ہوں آپ خجل
چلئے ہمراہ مرے ہو نہ جہاں کوئی مُخل کیجئے دیر نہ۔ تا وصل ہو جلدی حاصل

کام کی آگ بھڑکتی ہے نکالو جلدی
(۱۰) مجھ کو اے جان کلیجہ سے لگالو جلدی

لکشمن جی نے دیا تب اُسے اس طور جواب زندگی کرتی ہے کیوں اپنی مرے ساتھ خراب
دیکھتی ہے مرے ہمراہ عبث عیش کا خواب مجھ سے ہوگا نہ ترا نخلِ تمنّا شاداب

داس اُن کا ہوں مجھے عیش سے کچھ کام نہیں
(۱۱) اُنکی خدمت کے سوا خواہشِ آرام نہیں

کر کے اپنا مجھے خاوند تُو کیا پائے گی خادمِ رام ہوں تُو خادمہ کہلائے گی
بس میں اپنے اُنھیں لیکن تُو اگر لائے گی وہ شہنشاہ ہیں شاہی تجھے مِل جائے گی

اُنکے امکاں میں نہ ہو ایسی کوئی بات نہیں
(۱۲) رام سے بڑھ کے کسی میں بھی کرامات نہیں

بات سُنکر یہ ہوئی قہر و غضب سے بدحال رام کے پاس گئی آنکھیں نکالے ہوئے لال
ڈانٹ کر بولی کہ چلتے ہو دغابازی کی چال یاد رکھّو نہ کبھی ہوگا بھلا اس کا مآل

خود سری کے یہ طریقے نہیں دانائی کے
(۱۳) بولتے جھوٹ ہو درپے مری رسوائی کے

کم یہی کیا تھا کیا میں نے جو مجبور نہیں کونسی بات کا ورنہ مجھے مقدور نہیں
اتنی رسوائی پہ بھی وصل جو منظور نہیں لو میں کھالیتی ہوں سیتا کو کہیں دور نہیں

جانبِ جانکی کہہ کر یہ بصد جوش چلی
(۱۴) کھول کر مُنھ کو وہ عیّارہ ستم کوش چلی

سچ کہا ہے کہ پدر ہو کہ پسر یا بھائی دیکھ کر حُسن کو ہو جاتی ہے زن شیدائی
نشچری کی نہ کسی طور سے جب چل پائی صورتِ خوف و خطر جانکی کو دکھلائی

رام کا پایا اشارہ تو لکھمن لال اُٹھے
(۱۵) ہاتھ میں لے کے کھڑگ وہ پےِ امثال اُٹھے

تھی غرض ناک سے ہے شرم سے بے بہروری کان کاٹے تو بتا یا نہ سُنی بات کھری
سامنے بھائی کے روتے ہوئے تب خوں سے بھری گر پڑی جا کے وہ کہہ کر کہ مَری ہائے مَری
تیرے ہوتے ہوئے حالت یہ ہماری اب ہو
(۱۶) حیف صد حیف کہ یوں ذلّت وخواری اب ہو

کیا ہوا کھر نے کہا۔ کس نے کیا یہ ترا حال کر دیا تجھ کو کُورُویا یہ ہوئی کس کی مجال
مجھ سے کہہ کون ہے جینا ہے جسے اپنا وبال کون ہے موت کا اپنی جسے آیا نہ خیال
نام بتلا تو ابھی قتل اُسے کروا دوں
(۱۷) ہو اگر کال بھی وہ تو بھی اُسے مروادوں

بولی تب شورپنکھا بھائی کے سُن کر یہ سخن رام دشرتھ کے پسر جانکی جی اور لکھن
دور کرنے کے لئے مُنیوں کا سب رنج ومحن آبسے ہیں لبِ گوداوری پہ دُکھ ہرن
اب بچے گا کوئی راچھس نہ تو دا[1]نو کوئی
(۱۸) کال گویا ہیں ہمارے نہیں ما[2]نو کوئی

[1] दानव
[2] मानव

آتے ہی دور کیا شاپ بھی دنڈک بن کا اُن کو بھاتا ہے جو کرتے ہیں وہ اپنے مَن کا
غول کا غول ہے پھر آکے بسا مُن جن کا خوف کچھ اُن کو تمہارا نہ رہا راوَن کا
اُسی لچھمن نے یہ ایذا مجھے پہونچائی ہے
(۱۹) سُن کے راوَن کی بہن کی مری رسوائی ہے

راچھسی کُل میں لیا جنم ہے تم سب نے اگر ہو تمھیں شرم اگر اپنی ہو رسوائی کا ڈر
قتل کر دو انھیں جاکر تو مٹے دردِ جگر چھوڑ کر جسم کو ورنہ میں ابھی جاؤنگی مر
مانس کھالوں گی جو اُنکا تو میں بچ جاؤنگی
(۲۰) ہوگا دل ٹھنڈا اگر اُن کا لہو پاؤں گی

قصّۂ ظلم ہوا کھر کے جو یہ گوش گذار خشمگیں ہو کے ہوا جنگ وجدل پہ تیار
گھر سے فوراً نکل آیا لئے تلوار کٹار فوج ہمراہ چلے حکم دیا۔ چودہ ہزار
دوشن و ترشرا سب فوج لئے ساتھ چلے
(۲۱) لے کے ہتھیار بڑھے جانبِ گھونا تھ چلے

رام جی دیکھ کے آتا ہوا بادل سا وہ دَل بولے یہ لچھمن و سیتا سے کہ جاؤ کہیں ٹل
شور برپا ہے کسی سَمت سے ہے قصدِ جدل اب تمہارے لئے دم بھر نہیں رُکنے کا محل
تم سے سو مرتبہ بتاتا ہوں میں جو بات سُنو
آگیا لڑنے کو اب لشکرِ بدذات سُنو (۲۲)

کندراؤں[۱] میں چھپا دو انھیں لیجا کے کہیں کُشت و خوں دیکھ کے ہو جائینگی ورنہ یہ حزیں (1) कन्दराओं
میں ہی اُن سب کیلئے بس ہوں یہ ہے مجھکو یقیں تم کو میری قسم اب کہنے کا کچھ وقت نہیں
لکشمن چلدیئے بھائی کا یہ فرماں پا کر
درّۂ کوہ میں سیتا کو چھپایا جا کر (۲۳)

رام جی لے کے کماں ہو گئے تیار ادھر دونوں ترکش بھی نہ کم ہوتے تھے جنکے کبھی شر[۲] (2) शर
آگیا لشکرِ جرّار بھی کٹنے کو اُدھر فوج سے اپنی مخاطب ہوا اِس طور پہ کھر
گھیر لو بڑھ کے کہیں بھاگ نہ جانے پائیں
چھین لو جلد نہ عورت کو چھپانے پائیں (۲۴)

دے کے یہ حکم بڑھا اور تو دیکھا کہ وہاں ہے نہ لچھمن کا پتا اور نہ سیتا کا نشاں
ہیں مقابل میں فقط رام لئے تیر و کماں بولا کھر اُن سے کہ سیتا کو چھپایا ہے کہاں
دے کے تم اُس کو چلے جاؤ جو جانا چاہو
جان بچ جائے اگر اب بھی بچانا چاہو (۲۵)

بیکسی ہے یہ تمہاری جو میں کھاتا ہوں ترس رحم آتا ہے لڑکپن پہ تمہارے مجھے بس
جانکی دیدو اگر ہو تمھیں جینے کی ہوس ورنہ اب اور ہو اس دہر میں دو چار نفس
رام جی بولے کہ تُو کیا مجھے دھمکاتا ہے
دیکھ کر حال بہن کا نہیں شرماتا ہے (۲۶)

تجھ سے دُشٹوں کی مجھے رہتی ہے ہر وقت تلاش ہیں ستمگار جو ہے ظلم و جفا جن کا قماش
ٹھہر جا ٹھہر جا ملتا ہے کئے کا پاداش دم کے دم میں گری جاتی ہیں یہاں لاش پہ لاش
خون کی نہر اسی جا پہ بہا دوں تو سہی
جادۂ مُلکِ عدم تجھ کو دکھا دوں تو سہی (۲۷)

بات یہ جیوں ہی سُنی کھر کا بڑھا قہر و غضب   قتل کا حکم دیا خود بھی بڑھا لے کے سلب
وار پر وار لگے کرنے ہر اک سمت سے سب   سر کیا تیر شراسن سے شری رام نے تب
سیکڑوں تیر و تبر سیکڑوں سر کاٹ دیئے
(۲۸) جسم پر جسم لعینوں کے وہیں پاٹ دیئے

دم کے دم میں وہ ہوا لشکرِ جرّار تباہ   دیوتا خوش ہوئے مایوسی سے بھرتے تھے جو آہ
ہٹ نہ پائی تھی ذرا دیکھنے والوں کی نگاہ   جبکہ لی مُلکِ عدم کی کھر و دوشن نے بھی راہ
قتل ترشرا بھی ہوا کوئی نشاچر نہ بچا
(۲۹) رام کے سامنے اُٹھے جو کوئی سر نہ بچا

جنگ میں رام نے انداز یہ جب دکھلائے   کوئی ایسا نہ بچا رن میں نظر جو آئے
پھول آکاش سے تب دیوتوں نے برسائے   جانکی جی کو لکھمن لال وہاں پر لائے
دیکھ کر جانکی جی رام کو مسرور ہوئیں
(۳۰) کلفتیں جتنی غمِ ہجر کی تھیں دور ہوئیں

دیکھ کر شورپنکھا دوشن و کھر کا سنگھار   مارے دہشت کے گئی بھاگ بہت زار و نزار
سامنے جا کے وہ راون کے گری فتنہ شعار   کہہ کے لعنت ترے اس راج پہ تجھ پہ پھٹکار
حیف صد حیف کہ یوں موردِ بیداد ہوں ہم
(۳۱) اور ترے ہوتے ہوئے مائلِ فریاد ہوں ہم

یوں اُسے خوف زدہ دیکھ کے بولا راون   حال یہ کس نے کیا ہے ترا اے نیک چلن
اندر، یم یا کہ برن[1] کون ہے تیرا دشمن   ناسمجھ کون ہے جو سانپ کو سمجھا ہے رسن   (۱) वरुण
مجھ سے کہہ کس نے یہ ایذا تجھے پہنچائی ہے
(۳۲) کون ہے نام بتا کس کی قضا آئی ہے

نشچری بولی کہ شاہنشہِ دشرتھ کے پسر   رام جی لچھمن و سیتا کو لئے چھوڑ کے گھر
بن میں آ کر ہیں بسے ساحلِ گوداوری پر   اب کسی طرح ہمارا نہیں ممکن ہے گذر
ترشرا دوشن و کھر مار کے چھوڑے رن میں
(۳۳) دیکھ لے چل کے کٹی فوج پڑی ہے بن میں

ہر گھڑی عیش میں رہتا ہے پڑا مستِ شراب کیا غرض تجھ کو ہوا ہم پہ جو یہ ظلم و عذاب
وصلِ جاناں ہی فقط ہے ترا دن رات کا خواب سلطنت کیسے رہے گی تری اے خانہ خراب

پانوں پھیلا کے یہاں عیش میں تُو سوتا ہے
(۳۴) علم کچھ تجھ کو نہیں راج میں کیا ہوتا ہے

بولا راون کہ بتا تو سہی ہے کون وہ رام کس لئے آیا ہے کیوں کرتا ہے صحرا میں قیام
کس لئے قتل کیا لشکرِ جرار تمام کیوں سزا دی تجھے تھا کون سا تجھ پر الزام

حال بتلا تو ابھی چل کے اُسے قتل کروں
(۳۵) دل بھی ہو تو معِ دل[1] بل کے اُسے قتل کروں

راچھسی نے یہ کہا تب کہ سنو اے بھائی ایک دن جب کہ طبیعت مری کچھ گھبرائی
میں جن[2] استھان سے گوداوری تٹ پر آئی تب وہاں سے مجھے دی پنچ بٹی دکھلائی

تھی جگہ پہلے جو منیوں کی سہاون پاون
(۳۶) جس جگہ تپسیہ رشی کرتے تھے پاون پاون

پہونچی اُس جا تو نظر آئے مجھے رام و لکھن جن کی تعریف میں قاصر ہے زباں بند دہن
خوبرو ایسے کہ قربان ہو دیکھے جو مدن من ہرن ایسے کہ ہر لیتے ہیں ہر شخص کا من

کوئی دم پیشِ نظر اُن کا جو جلوا ہو جائے
(۳۷) کس میں یہ تاب ہے جو اُن پہ نہ شیدا ہو جائے

زوجۂ رام بھی ہے ساتھ میں اُن کے آئی جس کی ہر بات میں پیدا ہے عجب زیبائی
روئے انور سے چھٹا چاند کی بھی شرمائی صورت ایسی نہیں دیتی ہے کہیں دکھلائی

جانکی جی میں کوئی نقص کسی طور نہیں
(۳۸) خوبرو اُن سا زمانہ میں کوئی اور نہیں

یک بیک دل میں تمھارا مجھے آیا جو خیال اُس کو لانے کی چلی میں نے تمھارے لئے چال
سن کے لچھمن مری اُس بات کو اے نیک خصال آ گئے طیش میں کچھ اتنا ہوا اُن کو ملال

دیکھتے تم ہو جو حالت یہ مری کر ڈالی
(۳۹) باغِ عالم کی ہنسے گی مجھے اب ہر ڈالی

[1] दलबल
[2] पंचबटी

دوڑ کر روتے ہوئے جا کے پکارا کھر کو قتل دم بھر میں کیا رام نے کل لشکر کو
کس طرح تم سے بیاں میں کروں اُس منظر کو جیت لیں پل میں اگر چاہیں وہ دنیا بھر کو
اُن سا بلوان زمانہ میں کوئی اور نہیں
(۴۰) اُن پہ چل پائے گا کوئی ستم و جور نہیں

بولی پھر شوپنکھا حال یہ سب بتلا کر جیت پاؤ گے نہ تم اُن کے مقابل جا کر
بس میں کر لو اُنھیں مایا کا فسوں دکھلا کر ہو گے مسرور بہت جانکی جی کو پا کر
جانکی جی جو ملیں جنم سپھل ہو جائے
(۴۱) دل کو تسکیں ہو مرے داغ الم دھو جائے

دی تسلّی اُسے راون نے بہت سمجھایا اُٹھ کے دربار سے پھر اپنے مکاں پہ آیا
سوچ اور وہم بڑھا چین نہ دم بھر پایا کاٹ دی رات اسی فکر میں دل گھبرایا
رام ہے کون بشر جس نے کہ مارا کھر کو
(۴۲) کس طرح جیت لیا اتنے بڑے لشکر کو

کیا عجب ہے کہیں ایشور نے لیا ہو اوتار جس نے کی قتل یہ اک لمحہ سپاہِ جرّار
ورنہ تھا مارنا کھر کا نہ کچھ آساں زنہار قتل تھا دوشن و ترشرا کا بھی از حد دشوار
ہم سے طاقت میں وہ تھے کم نہ کسی حالت میں
(۴۳) جیت سکتے تھے اُنھیں ہم نہ کسی حالت میں

دشمنی رام سے بہتر ہے کہ میں چل کے کروں مجھ کو جنّت ہو نصیب اُن کے جو ہاتھوں سے مروں
ورنہ انسان اگر ہیں وہ تو سیتا کو ہروں گو ہر حسن سے دامانِ مطالب کو بھروں
ہر طرح اُن سے لڑائی میں بھلائی ہوگی
(۴۴) عیش دنیا کا کہ دنیا سے رہائی ہوگی

غزل

عجب ہے کچھ گردشِ زمانہ نہیں کسی کو خبر کسی کی
کہیں یہ راحت کے ہیں جو ساماں تو ہے کہیں چشم تر کسی کی

کوئی کسی فکر میں ہے غلطاں کسی کو ہے سوجھتی ہنسی کی
کٹی کسی کی نہ چین سے کب بنی رہی عمر بھر کسی کی
یہ ناز و انداز شورپنکھا نے کہا یہ رگھوبر کے پاس جا کر
کہ ہو گئی پار اب جگر کے ہمارے تیغِ نظر کسی کی
ہو وصل ممکن تو چین آئے یہ قلبِ مضطر قرار پائے
نہیں ہے اس میں زیاں کسی کا جو آئے امید بر کسی کی
جواب میں رام جی نے ہنس کر کہا سوت سے حذر ہے بہتر
نظر تو کر حسنِ لکشمن پر ہو چاہ دل میں اگر کسی کی
وہ پاس تب لکشمن کے جا کر یہ بولی غمزہ سے مسکرا کر
کہ جان و دل سے ہوئی ہوں قربان شکل کو دیکھ کر کسی کی
کہا لکھن نے نہیں ہے مطلب ہمیں سوا رام کے کسی سے
ہمارے دل پر کبھی نہ مطلق کریں گی باتیں اثر کسی کی
میں اُنکا خادم ہوں وہ ہیں مالک نہ چین پائے گی ساتھ میرے
تجھے بھی کرنی پڑے گی خدمت مدام آٹھوں پہر کسی کی
وہ ہیں شہنشاہِ ہفت کشور نہیں ہے اُن کو کسی کا کچھ ڈر
کریں جو چاہیں وہ اُن کو روکے مجال کب اسقدر کسی کی
گئی وہ پھر رام تھے جہاں پر بنا کے شکلِ مہیب اپنی
کہا کہ کھا لوں گی جانکی کو کہ ہے یہی رخنہ گر کسی کی
اُٹھے کھڑگ لیکے لکشمن تب اُڑا دیئے ناک کان دونوں
ہوئی ندامت کسی کو اور دشمنی ہوئی مشتہر کسی کی
بڑھی زیادہ جو بیقراری تو جا کے کی کھر سے آہ و زاری
کٹا دی دم بھر میں فوج ساری چلی نہ اُن سے مگر کسی کی
وہ چاہیں دنیا کو نیست کر دیں بنا دیں نارائن اُسکو پھر سے
بگڑ کے اُن سے نہ شاخِ حسرت ہوئی کبھی بارور کسی کی

سوئیا۔ دش آنن کے پرت شورپنکھا کھر دوشن ہار نہاری گئی
ارُ بولی سکوپ اناری بھئے مل نارِن تے متی ماری گئی
شٹھ سووت گوڑ پساریکے جاگو نشاچر سین سنگھاری گئی
مم کان گئے ارُ ناک گئی اُٹھ بنش کی لاج سُراری گئی

سورٹھ۔ سُن بھگنی کے بَین - راون بھیو سبھیت اتی
نیند پڑی نہیں نَین - رَین گنوای سوچ بس
بھا کو اس بلوان - جو ماریو نشیچر کٹک
راون من انومان - لینھ ایش اوتار اب

سرگ چھٹواں

راون کا ماریچ کے پاس جانا

کی اسی فکر میں کُل رات وہ راون نے بسر ٹھان کر دل میں بھلی موت ہے اُن سے ہو اگر
چل دیا رتھ پہ اکیلے وہ ہوئی جیوں ہی سحر آیا ماریچ جہاں پر تھا سمندر کے ادھر
تھی جٹا سر پہ بنا بھیش تھا جیسے مُن کا
تھا سمادھی[1] میں وہ تھا دھیان اُسے نِرگن کا (۱)

[1] समाधी

सवैया—दशआनन के प्रति शूर्पनखा खर-दूषन हार निहारि गई।
अरु बोली सकोप अनारी भये मिलि नारिन ते मति मारि गई।
शठ सोवत गोड़ पसारि के जागु निशाचर-सेन संघारि गई।
मम कान गये अरु नाक गई उठु वंश की लाज सुरारि गई॥

सोरठा—सुनि भगिनी के बैन, रावण भयो सभीत अति।
नींद परी नहिं नयन, रैन गँवाई सोच-वश॥
भा को अस बलवान, जो मारेउ निशिचर-कटक।
रावन मन अनुमान, लीन्ह ईश अवतार अब॥

ختم ہونے پہ سمادھی[1] کے جو فرصت پائی دیکھتا کیا ہے کہ بیٹھا ہے نشاچر رائی
ماتھا ٹھنکا کہ مصیبت کوئی اب پیش آئی پھر کیا غور کہ کیا ہے سببِ تنہائی

جوڑ کر ہاتھ طبیعت کی بھی حالت پوچھی
(۲) زحمت آنے کی ہوئی جس سے وہ حاجت پوچھی

پھر کہا شکل سے ہوتی ہے عیاں حیرانی فکر کیا ہے تمھیں کیا بات ہے دل میں ٹھانی
کچھ سُنوں میں بھی اگر راز نہ ہو پنہانی ہے یہ ممکن۔ ہو مری ذات سے کچھ آسانی

حکم لاؤں گا بجا میں جو کوئی پاپ نہ ہو
(۳) بہرِ انصاف ہو جس کام میں سنتاپ نہ ہو

بولا راون کہ شہنشاہِ اجودھیا کا پسر ہو گیا ہے کسی تقصیر پہ جو شہر بدر
بھائی اور جانکی کو ساتھ لئے چھوڑ کے گھر گھومتے پھرتے نکل آیا ہے صحرا میں ادھر

آکے گھر پنچ بٹی میں ہے بنایا اپنا
(۴) رنگ ہے تختِ بیاباں پہ جمایا اپنا

بانیٔ ظلم ہے کرتا ہے وہ دیتوں پہ ستم اُس کو مطلق بھی کسی کے نہیں دُکھ درد کا غم
ہم سبھوں سے تو بلا وجہ ہوا ہے برہم رہنے دیتا ہی نہیں چین سے ہم کو کوئی دم

بے خطا فوج ہماری ہوئی برباد تمام
(۵) کیا یہ انصاف ہے آزاد ہیں عُبّاد تمام

ظلم سے روتی ہوئی شورپنکھا آئی ہے رام نے بے سبب ایذا اُسے پہنچائی ہے
شرم کچھ اُس کو نہ کچھ خطرۂ رسوائی ہے حُسنِ سیتا میں یہ سنتا ہوں کہ یکتائی ہے

تم کرو چل کے مدد میری تو سیتا ہرلوں
(۶) بس میں اپنے اُسے اسطور سے شاید کرلوں

خوشنما بن کے ہرن اپنے کو تم دکھلاتا دُور دوڑا کے اُسے گھر سے کہیں لے جانا
کیا سکھاؤں تمھیں میں تم تو ہو خود ہی دانا پھر نہاں ہو کے مکاں اپنے پلٹ تم آنا

دو جو امداد تو سیتا کو میں ہرلے جاؤں
(۷) ساری اُمّید بر آئے اُسے گھر لے جاؤں

[1] समाधी

سُن کے ماریچ نے یہ بات دیا اُسکو جواب   راہ کس نے یہ دکھائی ہے تجھے خانہ خراب
ہاتھ آئے گا نہ کچھ اس میں بجز رنج و عذاب   رام سے لڑنے کی دنیا میں کسی کو نہیں تاب
کُل[1] ہو برباد ترا جس سے یہ تدبیر وہ ہے
(۸) جس نے بتلائی ہو یہ قابلِ تعزیر وہ ہے

آج تک اُن کی جو طاقت مجھے یاد آتی ہے   ہوش گم ہوتا ہے سب عقل چلی جاتی ہے
نام سے اُن کے مری روح بھی تھرّاتی ہے   اور قالب میں ذرا چین نہیں پاتی ہے
دشمنی بھول کے بھی اُن سے نہ کرنا راون
(۹) جان لے لے گا ترا جانکی ہرنا راون

ساتھ کوشک کے لڑکپن میں وہ آنا اُن کا   یگیہ کو مُنیوں کے دیتوں سے بچانا اُن کا
مجھ پر اک تیر تپوبن میں چلانا اُن کا   چار سَو کوس پہ لے آکے گرانا اُن کا
یہ حیرت اُن کے مجھے یاد جب آجاتے ہیں
(۱۰) رام ہی رام ہر اک سمت نظر آتے ہیں

دشمنی پہلے کی اک دن جو مجھے آگئی یاد   دل میں آیا کہ عوض لیکے نکالوں میں عناد
مرگ بن کر میں گیا جیوں ہی لئے اپنی مُراد   تیر اک رام نے مارا مجھے بن کر جلّاد
میرا یا راچھسوں کا اُنھیں ڈر کچھ نہ ہوا
(۱۱) سہمگیں شکل کا بھی میری اثر کچھ نہ ہوا

چھد گیا دل مرا اُس تیر کے لگتے راون   تر بتر جسم ہوا خون سے پُر میرا دہن
کچھ نہ بن آئی تو بھاگا میں وہیں چھوڑ کے بن   اس جگہ رہنے لگا آکے بنا کر مسکن
راج رتھ رمنی[2] رتن جب کبھی سُن پاتا ہوں
(۱۲) رام یاد آتے ہیں، ڈرا، سنتے ہی ڈر جاتا ہوں

سُن کے یہ بات کہ آئے ہیں وہی رام یہاں   چھوڑ کر میں نہیں جاتا ہوں کہیں اپنا مکاں
دیکھتا خواب میں ہوں اُنکو لئے تیر و کماں   جاگتے پر بھی وہی سامنے رہتا ہے سماں
مار ڈالیں گے مجھے اُن کو اگر مل جاؤں
(۱۳) دل یہ کہتا ہے نہ میں اُن کے مقابل جاؤں

(1) कुल
(2) रमनी

مان کر بات مری تُو بھی دشانن پھر جا　　جا کے گھر راج کا کر اپنے تُو پالن پھر جا
اُن سے تکرار مناسب نہیں راجن پھر جا　　نسل اپنی نہ مٹا دہر سے راون پھر جا
اُس بیاباں کی عبث آرزوِ سیر نہ کر
(۱۴) راز کی بات بتاتا ہوں تجھے بیر(۱) نہ کر　　(۱) बैर

مجھ سے ست جُگ میں کیا تھا کبھی نارد نے بیاں　　ہوگا اوتار پرم برہمہ کا دشرتھ کے یہاں
سر سے دنیا کے ہٹانے کے لئے بارِ گراں　　اور دینے کے لئے رشیوں کو مُنیوں کو اماں
رام انساں نہیں ایشور ہیں بشر کے تن میں
(۱۵) مارنے کے لئے ہم سب کو ہیں آئے بن میں

لَوٹ جا اپنے مکاں اُن سے تُو تکرار نہ کر　　چھیڑ کر شیر کو ناحق اُسے بیدار نہ کر
جُرم کا مجھ کو بھی ساتھ اپنے خطاوار نہ کر　　پھر بھی کہتا ہوں میں تُو اُن سے نہ کر رار(۲) نہ کر　　(۲) यार
کون ایسا ہے جو ہو اُن کا برابر والا
(۱۶) دس تو دس لڑ نہیں سکتا کوئی سَو سر والا

سُن کے ماریچ کی یہ بات دشانن نے کہا　　مان بھی لوں ہے وہ بھگوان تو نقصان ہے کیا
مار ڈالے گا تو ہو جاؤں گا دنیا سے رہا　　چین سے ورنہ بسر ہوگی اگر جیت لیا
دونوں شکلوں میں ہے اُمید بھلائی کی مجھے
(۱۷) اس لئے بھائی ہے تدبیر لڑائی کی مجھے

میں نہ مانوں گا عبث دیتے ہو اس بات کو طول　　تم سے کہتا ہوں میں جو بات کرو اُس کو قبول
ڈر نہیں کوئی مجھے خوف دلانا ہے فضول　　قتل کر دونگا ابھی حکم میں گر ہوگا عدول
موت یوں ہی ہے اگر تو تمھیں مرنا ہوگا
(۱۸) تم رعیت ہو جو کہتا ہوں وہ کرنا ہوگا

دل میں ماریچ نے تب غور کیا آخر کار　　طیش کھا کر کہیں ایسا نہ ہو ڈالے مجھے مار
ہوگا بہتر ہوں اگر رام کے ہاتھوں سے شکار　　مکتی مل جائے گی ہو جائے گا میرا اُدّھار
ہوگا پھر پھر کے جو اُن کا مجھے دیدار نصیب
(۱۹) مغفرت پاؤں گا ہو جائے گا بیدار نصیب

اس کے ہاتھوں سے اگر موت ہماری ہوگی — دوسرے جنم میں پھر زندگی بھاری ہوگی
سوچ کر یہ کہ عبث ذِلّت و خواری ہوگی — بولا ہوگا وہی مرضی جو تمہاری ہوگی
حکم جو کچھ ہمیں دیتے ہو بجا لائیں گے ہم
(۲۰) تم جو کہتے ہو ہرن بننے کو بن جائیں گے ہم

کہہ کے یہ بیٹھ کے تب رتھ پہ گیا ساتھ وہاں — رام جی رہتے تھے گوداوری کے پاس جہاں
شکلِ آہو میں وہیں ہوگیا ماریچ عیاں — خوشنما جسم پہ تھے جس کے چمکدار نشاں
سینگیں رتنوں کی سی ہیرونکے سے تھے سُم اُسکے
(۲۱) تھی چمک آنکھوں میں نیلم سے تھے مردم اُس کے

غزل

یاری کسی بشر سے نہ یارانہ چاہیئے — دل میں فقط تصوّرِ جانانہ چاہیئے
اس کے لئے نہ کعبہ نہ بُتخانہ چاہیئے — مسجد نہیں ضرور نہ میخانہ چاہیئے
قصر و مکاں نہ کلبہ و کاشانہ چاہیئے — معمورہ چاہیئے نہ تو ویرانہ چاہیئے
شانِ شہی نہ طورِ فقیرانہ چاہیئے — لعلِ یمن نہ گوہرِ یک دانہ چاہیئے
عقلِ زبوں نہ دانشِ فرزانہ چاہیئے — وہ شعلہ رُو ہے اُسکو تو پروانہ چاہیئے
طور اپنا زاہدانہ نہ رندانہ چاہیئے — لبریز راحِ عشق سے پیمانہ چاہیئے
اُٹھے جو شکر میں اُسی دستِ دعا سے کام — شیدا ہوا اُس کا جو دلِ دیوانہ چاہیئے
نارائن اپنا کام اگر ہے تو صبر سے
اُمّید حق سے ہمّتِ مردانہ چاہیئے

غزل

کرنا ستم نہ ظلم کبھی ڈھانا چاہیئے — آفت زدوں پہ سب کو ترس کھانا چاہیئے
ہرلاؤں جانکی کو دشانن نے یہ کہا — ماریچ آرزو مری بر آنا چاہیئے
مِٹ جائیگا حباب نما نقشِ تخت و تاج — دو دن کی زندگی پہ نہ اترانا چاہیئے

مایا کا کُل طلسم ہو جس کی نگاہ میں — اُس کو فسوں نہ مایا کا دکھلانا چاہیئے
غیبت میں اُن کی جانکی ہر بھی جو لی تو کیا — شاہوں کو اپنا طرز بھی شاہانا چاہیئے
لانے میں جانکی کے نہیں خیر جان کی — اس راہ پر نہ بھول کے بھی جانا چاہیئے
نارائن اُس کی وصف بیانی کا مشغلہ
اچھا ہے دل کو اس میں ہی بہلانا چاہیئے

سوئیا۔ پھینک دیو شت جوجن ایکہیں بان چلائے بنا پھرہوں
بھرنگ سمان بھئی متی مور جہاں تہاں دیکھ دواُ ڈرہوں
سیوک جاسو برنچ ہیں وشنو ہیں شیش مہیش دنیشور ہوں
ناہیں برودھ بھلو اُن سوں گھر جاہو دشانن پاں پرہوں

دوہا۔ نارائن تربھون پتی۔ مار سکے سنسار
کئے بیر تا سوں اوشی نشچر کُل سنگھار

سرگ ساتواں

سیتا ہرن

اس طرف رام جی معلوم ہے سب کا جنہیں حال — جن سے پوشیدہ کسی کا نہیں دنیا میں خیال
کر کے معلوم جو تھی راون و ماریچ کی چال — بولے تنہائی میں سیتا سے بہ اخلاصِ کمال
جب کھر و دوشن و ترشرا کا سہارا نہ رہا
اور باقی کسی غمخوار کا یارا نہ رہا (۱)

सवैया— फेंकि दियो शत योजन एकहिं बान चलाय बिना फरहूं ।
भृङ्ग-समान भई मति मोरि जहाँ तहँ देखि दोऊ डरहूं ।
सेवक जासु विरञ्चि हैं विष्णु हैं शेष-महेश-दिनेश्वर हूं ।
नाहिं विरोध भलो उनसों घर जाहु दशानन पाँ परहूं ॥
दोहा—'नारायन' त्रिभुवन-पती, मारि सकै संसार ।
किये वैर तासों अवशि, निशिचर-कुल-संहार ॥

روتی چلاتی ہوئی دوڑ کے بھرتی ہوئی آہ لی ہے جا شوپنکھا نے شہِ راون کی پناہ
اب یہ خواہش ہے مری تم سے کہ اے غیرتِ ماہ سال بھر رہ کے کرو آگ میں تم اپنا نباہ
آنے والا ہے یہاں بھیش بدل کر راون
(۲) آکے لے جائے گا لنکا کو تمھیں ہر راون

(۱) हितकारी

مجھ کو منظور ہے اک کھیل جگت ہتکاری[۱] اُس میں امداد کی آئی ہے تمھاری باری
چاہیے تم کو بھی اُس کے لئے کچھ تیاری چھوڑ دو شکل اک اپنی سی بنا کر ساری
ورنہ راون تو نہ تم کو کبھی چھو پائے گا
(۳) ہاتھ اگر تم کو لگائے گا تو جل جائے گا

جبکہ ہو جائے گا کُل لشکرِ راون پامال یوں ہی لونگا میں تمھیں آگ سے اُس وقت نکال
جانکی آگ میں پیوست ہوئیں سُن کے یہ حال عکس اپنا سا وہیں چھوڑ کے اپنا سا جمال
جا جس طرح سے جو کام وہ دلخواہ ہوا
(۴) یعنی بھائی بھی نہ اس راز سے آگاہ ہوا

مایا کی جانکی نے دیکھ کے مایا کا ہرن کر کے تعریف کہے رام سے ہنس کر یہ سخن
دیکھئے جسم پہ ہیں نقش چمکتا ہے بدن اسکو پا جاؤں گی زندہ تو میں بہلاؤنگی من
دیر کچھ کیجئے اے ناتھ نہ اب جائیے آپ
(۵) باندھ کر اس کو کسی طور سے لے آئیے آپ

ہاتھ میں لے کے شری رام جی تب تیر و کماں بولے لچھمن سے کہ سیتا کے رہو تم نگراں
مایاوی[۲] راچھسوں کا یہ بیاباں ہے مکاں دور جانا نہ کہیں چھوڑ کے تم ان کو یہاں
جانکی جی کو تمھیں سونپ کے میں جاتا ہوں
(۶) باندھ کر اس کو ابھی ساتھ لئے آتا ہوں

(۲) मायावी

جوڑ کر ہاتھ شری رام سے بولے یہ لکھن ہے حقیقت میں یہ ماریچ نہیں کوئی ہرن
دیکھئے جسم ہے رتنوں سے مُزیّن ہمہ تن آتی ہے بوئے دغا اس میں ہمیں رگھونندن
حکم لیکن مجھے جو کچھ ہے بجا لاؤں گا
(۷) چھوڑ کر جانکی جی کو نہ کہیں جاؤں گا

سُن کے بھائی کے سخن ہنس کے یہ بولے رگھوبر — مار ڈالوں گا اسے میں ہے یہ ماریچ اگر
ورنہ لے آؤں گا زندہ اسے اے نیک سیر — کیونکہ آتا ہے یہ سیتا کو پسندیدہ نظر
کہہ کے یہ رام بڑھے آہوئے پُرفن کی طرف
(۸) چلدیا دیکھ کے ماریچ اُنھیں بن کی طرف

موہنی وشنو کی قابو میں ہے جس کے مایا — گیان کا روپ ہے ویدوں نے جسے بتلایا
راز کو جس کے کسی نے بھی نہ اب تک پایا — عام جیووں کی طرح وہ ہی چراچر رایا
دوڑتا پھرتا ہے مایا کے ہرن کے پیچھے
(۹) جیسے لوبھی[1] کوئی سنسار میں دھن کے پیچھے

اس سے ظاہر یہ ہوا بھکت بچھل ہیں بھگوان — ورنہ دنیا میں ہیں سب جیو اُنھیں ایک سمان
جانکی جی کا جو منظور تھا رکھنا اُنھیں مان — بن گئے جان کے مایا کے ہرن کو انجان
دوڑتا تھا کبھی وہ اور کبھی رُک جاتا تھا
(۱۰) چوکڑی بھر کے کبھی ڈر سے ٹھٹھک جاتا تھا

ہو کے روپوش کبھی سامنے اُن کے آکر — لے گیا دیت اُنھیں کچھ دور یوں ہی دوڑا کر
تیر تب رام نے مارا اُسے موقع پاکر — جس کے لگتے ہی زمیں پر وہ گرا چِلّا کر
اس قدر چوٹ لگی دل پہ کہ وہ سہ نہ سکا
(۱۱) جسم مایا کا بنایا تھا جو وہ رہ نہ سکا

بہہ چلا مُنھ سے لہو پہونچی جو سینہ میں گزند — رام کو دیکھ کر آنکھیں ہوئیں ماریچ کی بند
لکشمن جی کو صدا دی یہ بہ آوازِ بلند — دو مدد آکے سومترا کے دُلارے فرزند
پھر کہا رام کی آواز میں 'مارا مجھ کو
(۱۲) دوڑو دوڑو کہ ہو جینے کا سہارا مجھ کو'

زور سے کہہ کے یہ پھر دل میں لیا رام کا نام — جسم بے جاں ہوا نکلا نہ کوئی اور کلام
ایک ہی تیر میں بس اُس کا ہوا کام تمام — بات کی بات میں جنت کا ملا عیشِ مدام
سچ ہے گر رام زباں پر دمِ آخر آئے
(۱۳) مُکتی حاصل ہو نہ سنسار میں وہ پھر آئے

[1] लोभी

رام کے نام نے دنیا میں نہ تارا کس کو رام کے نام نے دُکھ سے نہ اُبارا کس کو
رام کو جیت سکے اس کا ہے یارا کس کو رام کو پا کے جدائی ہے گوارا کس کو

رام میں جا کے ملی نکلی جو ماریچ کی روح
(۱۴) نام کا پھل ہے یہ اُونچے کی ہو یا نیچ کی روح

رام جی گھر کو پھرے جبکہ گیا دیت وہ مر اُس کی آواز پڑی کان میں سیتا کے اُدھر
سوچ کر دل میں کہ آفت کوئی آئی سر پر یوں لگیں کہنے وہ لچھمن سے بہ حالِ مضطر

دیکھو جا کر اُنھیں کیا حادثہ پیش آیا ہے
(۱۵) دوڑو دوڑو کوئی اس سمت سے چلایا ہے

کیا خبر تھی کہ ہرن میں ستم آرائی ہے سر پہ آفت یہ مرے جس نے نئی ڈھائی ہے
شاید ایذا کوئی اُس مرگ نے پہنچائی ہے میرے کانوں میں ابھی اُنکی صدا آئی ہے

کیا سُنا نام بھی اپنا نہیں لیتے اُن کو
(۱۶) جا کے جلدی سے مدد کیوں نہیں دیتے اُن کو

جوڑ کر ہاتھ یہ لچھمن نے کیا گوش گذار ہو نہیں سکتی ہے دیوی یہ کبھی اُنکی پکار
بات کی بات میں سکتا ہو جو سنسار کو مار کون دے سکتا ہے بتلاؤ تو اُس کو آزار

ڈر کسی کا نہیں کچھ اُن کو تو بیبا کی ہے
(۱۷) یہ صدا اُس کی ہے کچھ اس میں بھی چالاکی ہے

یہ لکھن لال کی تقریر ہوئی باعثِ غم طیش میں آگئیں سیتا جی ہوئے دیدہ بھی نم
ڈانٹ کر بولیں یہ پھر اُن سے کہ اے دُشٹ ادھم تجھ کو ایسا تو کبھی بھول کے سمجھے نہ تھے ہم

اپنے بھائی کی ہے تکلیف گوارا تجھ کو
(۱۸) اب میں سمجھی ہے بھرت ان سے بھی پیارا تجھ کو

آج معلوم ہوا مجھ کو بھرت سے ترا ساز دشمنی کے ترے در پردہ ہیں سارے انداز
وقت پر بھائی کی امداد سے تو آتا ہے باز ساتھ آنے کا ترے جان گئی میں جو تھا راز

یاد رکھ تو مجھے زنہار نہیں پا سکتا
(۱۹) جان دینا مری طاقت سے نہیں جا سکتا

ہم کو مطلق نہ خبر تھی تری ان چالوں کی ٹھہر دیتی ہوں سزا میں ترے اعمالوں کی
شکل دیکھوں گی نہ تجھ جیسے میں چنڈالوں کی لے ابھی توڑتی ہوں قید میں جنجالوں کی

کہہ کے اب زندگی مجھ کو نہیں بھاتی اپنی
(۲۰) رُو کے ہاتھوں سے لگیں کوٹنے چھاتی اپنی

جانکی جی کی یہ تقریر جو آئی نہ پسند کر لیا ہاتھوں سے کانوں کو لکھن لال نے بند
جوڑ کر ہاتھ کہا پھر ہوں ترا میں فرزند ایسے نازیبا سخن کہتے نہیں دانشمند

ناسزا بات یہ ہے آبرو کھونے والی
(۲۱) کچھ نہ کچھ شدنی ابھی اور ہے ہونے والی

کہہ کے یہ سونپ کے بن دیوی کو متھلیش للی جس طرف رام تھے لچھمن نے بھی لی راہ وہی
پایا راون نے جو موقع یہ تو صورت بدلی اس طرح پر کہ ہو معلوم کوئی سنیاسی

جانکی جی تھیں جہاں جا کے وہاں پر پہنچا
(۲۲) ڈرتے ڈرتے بہت آہستہ سے چھپ کر پہنچا

سچ ہے گر راہِ بدی پر کوئی رکھتا ہے قدم شان رہتی نہیں اور زور بھی ہو جاتا ہے کم
کچھ سمجھتا نہیں وہ عقل بھی کر جاتی ہے رم دل میں ہوتا نہیں محسوس کسی کا اُسے غم

دیکھو راون شہِ عفریت جو کہلاتا ہے
(۲۳) آج ہر گام پہ دہشت سے وہ تھرّاتا ہے

جا کے پہونچا وہ جہاں جانکی جی تھیں دلگیر دیکھ کر اُس کو وہ سمجھیں کوئی آیا ہے فقیر
دے کے پھل مُول ہر اک طرح سے کر کے توقیر پوچھ کر حال طبیعت کا یہ کی پھر تقریر

آپ بیٹھیں مرے سوامی ابھی آجائیں گے
(۲۴) آپ کا حکم جو ہوگا وہ بجا لائیں گے

پوچھا راون نے ہو تم کون کمل دَل[1] لوچن کون سوامی ہیں تمہارے کہو اے رشکِ چمن
کیا سبب تھا تمھیں کرنا جو پڑا ترکِ وطن کس لئے آ کے بنایا ہے یہاں پر مسکن

حال جو کچھ بھی ہو سارا وہ بتا دو مجھ کو
(۲۵) قصد جواب ہو تمھارا وہ بتا دو مجھ کو

(۱) कमल-दल-लोचन

ہیں شہنشاہِ اجودھیا کے جو فرزندِ کبیر خوش قد و قامت و خوش سیرت و رو و تقریر
اہلیہ اُن کی ہوں دُختر ہوں جنک کی دل گیر لکشمن ساتھ میں ہیں جو مرے دیور ہیں صغیر
حُکم ہے چودہ برس باس کا بن میں ہم کو
(۲۶) سال بھر اور ہے جانے کو وطن میں ہم کو

آپ ہیں کون ہے کیا نام کہاں پر ہے قیام آپ آئے ہیں یہاں کس لئے ہے کون سا کام
لایا تب اپنی زباں پر وہ بھکاری یہ کلام بشروا مُن کا ہوں فرزند میں راون بدنام
سارے دیتوں کا شہنشاہ کہاتا ہوں میں
(۲۷) سلطنت ہے مری لنکا میں بتاتا ہوں میں

حُسن کا سُن کے زمانہ میں تمہارے چرچا دیکھنے کی ہوئی خواہش مرے دل میں پیدا
تم کو دیکھا تو بڑھی اور یہ اب حرص و ہوا تختِ لنکا پہ جو تم بھی ہو تو زینت ہو سوا
چھوڑ و اس قیدِ بیاباں کو چلو لنکا میں
(۲۸) سلطنت رہ کے مرے ساتھ کرو لنکا میں

عیش کی عمر ہے بن باس کی یہ عمر نہیں تپسیوں[1] کے نہیں قابل ہو تم اے ماہ جبیں تपसियों[1]
رہ کے جنگل میں عبث ہوتی ہو رنجور و حزیں لو چلو ساتھ مرے چھوڑ دو منیوں کو یہیں
تم جو چاہو گی بہم چیزیں وہ ساری ہوں گی
(۲۹) رانیاں جتنی ہیں باندی وہ تمہاری ہوں گی

ڈر گئیں جانکی جی سنتے ہی راون کی یہ بات بولیں لاتا ہے عبث ایسے زباں پر کلمات
سر پہ آ پہونچی ہے معلوم ہوا تیری حمات ٹھہر جا دیر نہیں آتے ہی ہوں گے رگھونات
جادۂ ملکِ عدم تجھ کو وہ دکھلائیں گے
(۳۰) راج دھن دھام ترے خاک میں ملجائیں گے

ایک ہی تیر میں کر دیں گے ترا کام تمام وہ ترا جاہ و حشم ایک بھی آئے گا نہ کام
اپنی طاقت نہ دکھا تا مجھے اے نا فرجام ورنہ ہو جائے گا جینا بھی تجھے اپنا حرام
شیرنی کو کوئی گیدڑ کبھی چھو سکتا ہے
(۳۱) بند کر اپنی زباں دُشت تو کیا بکتا ہے

سُن کے یہ قہر سے راون پہ ہوا غش طاری رہ گئی شکل نہ تھی جس سے عیاں دینداری
دہشت انگیز بنی صورتِ راون ساری دس سر اور بیس بھُجائیں ہوئیں بھاری بھاری
ابرساں جسم سیہ اُس کا نمودار ہوا
(۳۲) دیکھنا جانکی جی کا جسے دشوار ہوا

کانپ اُٹھی ڈر سے اُسے دیکھ کے بن دیوی بھی ہو گئے خوف زدہ جتنے تھے جاندار سبھی
سوچ کر چھُو نہیں سکتا ہوں میں سیتا کو کبھی اور ایسا نہ ہو رام ولکھن آ جائیں ابھی
ناخنوں سے وہ زمیں جس پہ تھا سیتا کا قدم
(۳۳) کاٹ کر ہاتھ پہ راون نے اُٹھا لی اُسی دم

رکھ کے پھر رتھ پہ چلا اُسکو۔ اُڑا مثلِ سحاب جانکی رونے لگیں غم سے ہوا حال خراب
رو کے چلائیں کہ آتے نہیں کیوں ناتھ شتاب رکھتے ہو ہم پہ روا کیوں ستم و جور و عذاب
دُکھ میں داسی ہے تمھاری اسے کیا بھول گئے
(۳۴) تم دیا سندھُو ہو کیوں اپنی دیا بھول گئے

ظلم راون نے کیا مجھ کو اکیلی پا کر دُکھ مرا کون تمھیں ہائے سُنائے جا کر
پران پتی[1] مجھ کو اس آفت سے نکالو آکر کہہ کے یہ اور بھی رونے وہ لگیں چلّا کر (۱) प्राणपति
دشتِ پُرہول ہے کوئی نظر آتا بھی نہیں
(۳۵) اس نشاچر سے مجھے کوئی چھُڑاتا بھی نہیں

جیوں ہی کانوں میں جٹایو کے پڑی آہ وفغاں بولا سیتا نہ ڈرو تم میں ہوں موجود یہاں
مار کر دُشٹ کا دُنیا سے مٹاتا ہوں نشاں ٹھہر جا ٹھہر۔ کدھر جائے گا راون تو کہاں
تجھ کو معلوم بھی ہے کس کو لئے جاتا ہے
(۳۶) جانکی رام کی پیاری یہ جگت ماتا ہے

کہہ کے یہ دوڑ کے جلدی سے وہ رتھ موڑ دیا زور سے داب کے جنگل میں اُسے توڑ دیا
چونچ سے مار کے گھوڑوں کو وہیں چھوڑ دیا چوٹ پر چوٹ سے راون کا بھی سر پھوڑ دیا
زخم وہ جسم پہ آئے کہ گرا غش کھا کر
(۳۷) پھر اُٹھا اور بھی غصہ میں بھرا جھلّا کر

دونوں پر کاٹ دیئے ہاتھ میں لے کر تلوار لنج تب ہو کے گرا گدھ بہت خستہ و زار
طاقت اُٹھنے کی رہی اور نہ تابِ پیکار رام ہا رام کہا آپ کی مہما ہے اپار(۱)

(۱) अपार

خجل اِدھر میں ہوں اُدھر جانکی بھی روتی ہے
(۳۸) ہو جو بات آپ کو منظور وہی ہوتی ہے

دوسرے رتھ پہ کیا مایا سے جو جلد بہم جانکی جی کو بٹھا کر وہ اُڑا پھر اُسی دم
مضطرب ہو کے ہوئیں جانکی پھر محوِ الم دیکھ کر حال جٹایو کا بڑھا اور بھی غم

ڈالی ہر سمت اُٹھا کر پئے امداد نظر
(۳۹) کوئی آیا نہ مگر سن لے جو فریاد نظر

ہائے کیوں دکھ یہ ہوا چرخ سے مجھ پر نازل ہائے رگھوناتھ ہو کیوں میری طرف سے غافل
کس طرح اپنی دکھاؤں تمھیں بیتابیِ دل دور کرتے نہیں کیوں آکے یہ میری مشکل

بیکسی میں ہوں میں اور تم کو خبر کچھ بھی نہیں
(۴۰) کیا مری آہ میں اے ناتھ اثر کچھ بھی نہیں

کیا نہیں کوئی بھی سر سے جو یہ آفت ٹالے پڑ گئے حیف مری جان کے اب تو لالے
ناتھ جلد آؤ مرے پران ہیں جانے والے کیا کروں جس سے پہنچ جائیں یہ تم تک نالے

دیوِ بدرو گرفتارِ ستم ہوتی ہوں
(۴۱) ہائے تم بھی نہیں سنتے ہو جو میں روتی ہوں

دیکھ سکتے نہ تھے تکلیف میں تم مجھ کو سجن(۲) ہے گوارا تمھیں کیوں کر یہ مرا رنج و محن
تھی خطا میری تمھارا نہ تھا کچھ دوش لکھن تھی یہ نادانی کہے میں نے جو معیوب سخن

(۲) सजन

بخش دو مجھ کو میں شرمندہ ہوں پچھتاتی ہوں
(۴۲) جو کہا تھا تمھیں یہ اُس کی سزا پاتی ہوں

کیا نہیں کوئی بھی راون پہ ہو جس شخص کا بس کیا نہیں کوئی بھی کھائے جو مجھ ابلا پہ ترس
کام اک ایک کے آتے ہیں سبھی ناکس و کس کاش پھٹ جائے زمیں جائے یہ رتھ اُسمیں ہی دھنس

کہہ کے سیتا نے یہ نیچے جو نظر دوڑائی
(۴۳) پانچ وانر اُنھیں پربت پہ دیئے دکھلائی

باندھ کر کپڑے میں سیتا نے کچھ اپنے زیور | پھینکا اُس جا پہ اُسے بیٹھے تھے جس جا وانر
تھا یہ مطلب کہ اِدھر رام جی آئیں گے اگر | اُن کو مل جائے گی راون کی شرارت کی خبر

کر کے طے رتھ پہ سمندر کو دشا نن چھن میں
(۴۴) اپنے رنواس کے لایا اُنھیں نرجن[1] بن میں

اُن کے آرام کے سب کرکے مُہیا سامان | داسیاں دے کے بجا لائیں جو اُن کا فرمان
ہر طریقہ سے اُنھیں مان کے ماتا کی سمان | دل میں ڈرتے ہوئے ہو جائے نہ کوئی اپمان

قصر میں رہنے لگا آکے وہاں سے راون
(۴۵) دھیان رکھتا تھا اُنھیں کا دل وجاں سے راون

جانکی جی کو نہ بھاتے تھے وہ آرام تمام | رات دن اُن کی زباں پر تھا فقط رام کا نام
جیسے آہو کی طرف تھے وہ بڑھے تیز خرام | بس اُسی روپ کے رہتا تھا اُنھیں دھیان سے کام

دن بدن رام کی فرقت میں لگیں مُرجھانے
(۴۶) ہو نہ سورج تو لگے جیسے کمل کُمھلانے

غزل

وقفِ رنج و غم و عذاب ہوں میں | قیدیٔ دامِ اضطراب ہوں میں
ہوں حسیر و مریضِ بے درماں | حسرتِ دیدۂ پُر آب ہوں میں
ظلم و بیداد و قہر و جور و جفا | رات دن موردِ عتاب ہوں میں
بے خبر جو رہے۔ وہ بیداری | منتشر جو رہے وہ خواب ہوں میں
جاں بلب مبتلائے آہ و فغاں | دہر میں خانماں خراب ہوں میں
ناتھ کیوں اس قدر ہوئے غافل | کیا سزاوارِ اجتناب ہوں میں
مجھ کو ابرِ کرم نہ بھولو تم | صفتِ سایۂ سحاب ہوں میں
دُکھ ہرن نام ہے تو دُکھ ہر لو | اک غریب الوطن مُصاب ہوں میں
جل رہی ہوں تپِ جدائی سے | ہمہ تن مثلِ التہاب ہوں میں
ہے ستاتا اشوک بن بھی مجھے | سنگ دل مرکزِ صعاب ہوں میں

[1] निर्जन

آتے ہو تم نہ موت آتی ہے   بدنصیبوں میں انتخاب ہوں میں
واۓ ناکامی اپنی نارآین
تم کو پاؤں تو فیض یاب ہوں میں

سوئیا۔ آرت ناتھ پکارت ہوں سدھ کارن کون بسار دئی
ہاۓ نہ آۓ سہاۓ کو سوامی میں ٹیرت ٹیرت ہار گئی
ایک ادھار تمہار 'نراین' ساگر شوک سوار مئی
ساس کی جو ابھلاش رہی سب پورن سو کرتار بھئی

دوہا۔ بن کی بپدا سب سہی۔ پتی سن بھیو بیوگ
نارآین نردوش سب۔ کٹھن کرم کر بھوگ

سرگ آٹھواں

گیدھ کریا

جب پھرے مار کے ماریچ کو رگھوکل رایا   دیکھ کر بھائی کو اور چہرہ بھی کچھ مرجھایا
خوش ہوئے دل میں کہ مطلب تھا جو وہ بر آیا   جانکی ہرنے کا راون نے یہ موقع پایا
بعدہٗ دل میں کیا رام نے یہ غور اپنے
(۱) رنج کے چاہئے دکھلانے ہمیں طور اپنے

सवैया—आरत नाथ पुकारत हौं सुधि कारन कौन बिसार दई।
हाय न आये सहाय को स्वामि मैं टेरति टेरति हार गई।
एक अधार तुम्हार 'नरायन' सागर शोक सिवार मई।
सासु की जो अभिलाष रही सब पूरन सो करतार भई॥
दोहा—बन की विपदा सब सही, पति सन भयो वियोग।
'नारायन' निर्दोष सब, कठिन कर्म कर भोग॥

گو ہر اک کام جو ہونا ہے وہ ہے مجھ پہ عیاں ہونے والا ہے جو کچھ وہ بھی نہیں مجھ سے نہاں
تو بھی لازم ہے کروں میں وہ غم و آہ و فغاں عام انسان کی حالت میں جو ہوتے ہیں بیاں
جس سے میرا نہ لکھن لال پہ یہ راز کھلے
(۲) مایا کی جانکی ہرنے کا نہ انداز کھلے

اس بہانے سے میں کرتے ہوئے سیتا کی تلاش جا کے دش شیش کا کر دونگا مع فوج کے ناش
اس طرح راز بھی میرا ہے جو ہوگا نہ وہ فاش دیوتاؤں کے بھی رہجائے گی دل میں نہ خراش
جانکی جی کو میں تب آگ سے واپس لوں گا
(۳) شاپ اور بر جو ہیں پورا میں انھیں کردوں گا

جسم انساں میں لیا جنم ہے میں نے آکر پس کروں گریہ وزاری میں یہاں دکھلا کر
ہونگے خوش بھکت مرے سارے چرت یہ گا کر مکتی پائیں گے نہ آئیں گے یہاں سے جا کر
رام جی بھائی سے بولے کہ کہاں آئے ہو
(۴) جانکی کو کسے تم سونپ وہاں آئے ہو

کھا گئے ہوں گے اسے دیت بڑے منہ والے کسی عفریت کے یا پڑ گئی ہو گی پالے
یا تو ہر لے گئے ہوں آکے دنج[1] متوالے کر رہی ہو وہ پڑی یا تو کسی جا نالے
اپنی سیتا کو میں اب ہائے کہاں پاؤں گا
(۵) کون منہ لے کے اجودھیا کو میں اب جاؤں گا

جوڑ کر ہاتھ لکھن لال نے تب عرض یہ کی دوڑو دوڑو کی صدا کان میں جب جا کے پڑی
میرے آنے پہ مصر مجھ سے ہوئیں جانکی جی میں نے سمجھایا بہت ایک بھی لیکن نہ سنی
جو نہ شایاں تھیں انھیں مجھکو کہیں وہ باتیں
(۶) شرم آتی ہے بتا سکتا نہیں وہ باتیں

کہتے سنتے ہوئے اس طور پہ رام اور لکھن تیز رفتار سے آپہونچے جہاں تھا مسکن
جانکی جی کو نہ پایا تو بڑھا رنج و محن بھر کے آنسو یہ کہے رام نے بھائی سے سخن
میری آواز کو بھی تم نے نہ پہچان لیا
(۷) ایک عورت نے کہا جو اسے سچ مان لیا

[1] दनुज

سچ ہے مشہورِ جہاں چرخ کی بیدادگری گر پڑے کہہ کے یہ اور زور سے اک آہ بھری
حیف اتنی مرے نالوں میں ہوئی بے اثری جانکی کیوں ہے مرے غم سے تجھے بے خبری
کام آتا ہے جو اوروں کی پریشانی میں
(۸) آج دکھلاتا ہے دُکھ پیکرِ انسانی میں

بولے پھر رام جی دوڑا کے ہر اک سمت نظر دُکھ یہ اک اور پڑا آکے ہمارے اوپر
کیا لکھا ہی نہ تھا قسمت میں کبھی سُکھ سے بسر کیا نہ تا عمر مٹے گا مرا اب دردِ جگر
راج ملنے کو تھا بن باس کا دُکھ پاتا ہوں
(۹) اور اُس پر یہ کہ سیتا سے چُھٹا جاتا ہوں

کوئی ایسا نہیں جو دے ہمیں سیتا کا پتا پیڑ خاموش ہیں کچھ بھی نہیں کہتی ہیں لتا[1] (1) लता
دیوتا بن کے جو ہو دو ہمیں کچھ تم ہی بتا جانکی گر ہو چھپی تو نکل آ اب نہ ستا
اتنی اے اہلِ نظر عرض پذیرائی ہو
(۱۰) ہم کو بتلا دو نظر تم کو اگر آئی ہو

جانکی میں نے اودھ میں تجھے سمجھایا تھا کیسے دُکھ پڑتے ہیں جنگل میں یہ بتلایا تھا
لیکن اُس وقت سمجھ میں نہ تری آیا تھا میں نے جو تجھ سے کہا تھا نہ تجھے بھایا تھا
آخرش آکے مرے ساتھ مصیبت ڈھائی
(۱۱) جو نہ آنی تھی کبھی سر پہ وہ آفت آئی

بولو کچھ تم ہی بتا دو مجھے اے جانورو طائرو کیا ہے جو تم چُپ ہو زباں کھولو تو
اے زمیں کس نے ہے کاٹا تمھیں کچھ تم ہی کہو بولتا مجھ سے نہیں کوئی گئے کیا سبھی سو
جا بجا پوچھتے اس طرح سے رگھوناتھ چلے
(۱۲) غرقِ بحرِ غم و کاوش میں لکھن ساتھ چلے

جا کے کچھ دور جہاں گیدھ جٹایو تھا وہاں دیکھ کر رام جی ٹوٹے ہوئے رتھ چھتر کماں
بولے اسطور لکھن سے ہمہ بین و ہمہ داں اس جگہ ہوتے ہیں کچھ جنگ کے آثار عیاں
آؤ ممکن ہے کوئی اہلِ وفا مل جائے
(۱۳) یا کسی غیر کا اندازِ جفا مل جائے

بڑھ کے دیکھا جو ذرا اور پڑا اگدھ نظر　　کوہ ساں جسم تھا جسکا تھا مگر خون سے تر
رام جی جن کو ہے ہر بات کی ہر وقت خبر　　بولے روتے ہوئے بھائی سے یہ مانندِ بشر

ہے یہی دیت جو سیتا کو مری لایا ہے (۱۴)
خون گرتا ہے یہ ظاہر کہ یہاں کھایا ہے

بھر گیا پیٹ تو اب نیند اسے آئی ہے　　یہ سمجھتا ہے یہاں گوشۂ تنہائی ہے
ہے یہی جس نے یہ آفت مرے سر ڈھائی ہے　　مار ڈالوں میں اسے اب یہی دانائی ہے

دو لکھمن تیر و کماں دیکھو تو غراتا ہے (۱۵)
ٹھہر جا اپنے کئے کا ابھی پھل پاتا ہے

بات یہ رام کی سُن کر وہ بہت گھبرایا　　پھر بڑھا پریم جو دیکھا اُنھیں دل بھر آیا
بولا چلّا کے وہیں سے کہ سُنو رگھو رایا　　میں جٹایو ہوں ادھم[1] کیجئے مجھ پر دایا　　[1] अधम

موت کا غم نہیں مرنے سے نہ میں ڈرتا ہوں (۱۶)
مارتے آپ ہیں کیا مجھ کو میں خود مرتا ہوں

ہے اگر کچھ بھی تو ہے آپ کے دیدار کی چاہ　　جاں بلب ہوں میں مرا حال ہے اے رام تباہ
آپ کو ظلم سے راون کے تو کر دوں آگاہ　　بعد ازاں لوں میں ہمیشہ کیلئے خُلد کی راہ

آیئے جلد کہ اب پران مرے جاتے ہیں (۱۷)
داستان ظلم کی ہم آپ سے بتلاتے ہیں

جا کے نزدیک ہوئی بات یہ جب گوش گذار　　رام جی رونے لگے دیکھ کے اسکا تنِ زار
رکھ کے تب ہاتھ پہ زخمی سرِ غمخوار کا بار　　پوچھ کر اشک وہ آنکھوں سے بندھا جنکا تھا تار

دستِ شفقت تنِ مجروح پہ جس دم پھیرا (۱۸)
عین راحت کی طرف اُس کا رُخِ غم پھیرا

رام جی بولے کہو کچھ دلِ ناشاد کا حال　　کس نے ایذا تمھیں پہونچائی ہے اے نیک خصال
زندگی بخشدوں گر دل میں ہو جینے کا خیال　　یا جو چاہو تو کروں راحتِ عقبیٰ سے نہال

جانکی کا کہو کچھ حال اگر دیکھا ہو (۱۹)
اُس کو جاتے جو سرِ راہ گذر دیکھا ہو

تب دیا رام کو اس طرح جٹایو نے جواب کیا کہوں ہاتھ سے راون کے جو آیا ہے عذاب
ہر کے لایا تھا وہ سیتا کو بصد جور و عتاب لے گیا ہے اُنھیں لنکا کی طرف رتھ پہ شتاب
لے طرح جانکی جی روتی تھیں چِلاتی تھیں
(۲۰) آتشِ صدمۂ فرقت میں جلی جاتی تھیں
دوڑ کر روک دیا رتھ جو سُنی آہ و فغاں توڑ کر میں نے اُسے مار دیئے اسپِ دواں
جسمِ راون پہ دیئے چوٹ کے دِن رات نشاں کر سکا میں جو۔ کیا میں نے وہ شاہِ دو جہاں
کیا کروں رام کہ بس کچھ بھی مرا چل نہ سکا
(۲۱) تھا لکھا میرے مقدّر میں یہی ٹل نہ سکا
اُس نے تلوار سے کاٹے مرے دونوں بازو جسم مجروح ہے یہ دیکھئے جاری ہے لہو
اب نہیں تاب کہوں آپ سے میں ظلمِ عدو زندگانی کا مری جام ہے لب ریز پر بھو
آپ کے سامنے میں ملکِ عدم جاتا ہوں
(۲۲) لوگ پاتے ہیں جو کم میں وہ گتی پاتا ہوں
روح جب تک مری اس جسم میں ہے بار مجھے چھوڑ کر آپ نہ جائیں مرے سرکار مجھے
خوش ہوں راون سے ملا ایسا جو آزار مجھے آخری وقت ہوا وشنو کا دیدار مجھے
ہو گئی بند زباں مُنہ میں یہ کہتے کہتے
(۲۳) تھم گئے اشکِ رواں آنکھ سے بہتے بہتے
چھوڑ کر اُس نے ادھم تن وہ پَرم پَد پایا عیش و عشرت کا جسے کہتے ہیں سب سرمایا
اُس کے مرنے پہ ہوئے اشک فشاں رگھورایا گویا اک اور نیا زخم یہ دل پر کھایا
دیر تک خشک وہ پھر دیدۂ پُر نم نہ ہوئے
(۲۴) باپ کے غم سے یہ اندوہ و الم کم نہ ہوئے
بعد کچھ دیر کے بھائی سے کہا رام نے تب تھا لکھا یہ بھی کہ ہم موت کا اسکی ہوں سبب
ہم کو لازم ہے کریں اپنے ہی ہاتھوں سے ہم اب سنسکار اگنی کا اور اسکا مِرتک کرم بھی سب
لکڑیاں بِن[1] کے تم اس واسطے لاد و جلدی
(۲۵) اک چتا سورگ میں جانے کو بنا دو جلدی

[1] बिन

رام کا حکم یہ پایا تو اُٹھے جلد لکھن لکڑیاں جا کے وہ لے آئے اُسی دم کئی من
ہوئی تیار چتا اور بنا چھالوں کا کفن رکھ کے تب رام نے اُس کرگسِ مقتول کا تن

اُس کی کی داہ کریا شرطِ وفا دکھلائی
(۲۶) جو گتی پائی نہ دشرتھ نے وہ اس نے پائی

ہوگیا دیکھتے ہی دیکھتے پاپوں سے بری دُور دُکھ درد ہوا شکل میں ہم شکل ہری
تھی گدا سنکھ پدم چکر کی بھی جلوہ گری تن پہ تھے پیت[1] بسن زیورِ لعل و گہری

کریٹ کُنڈل کی چمک چاروں طرف جاتی تھی
(۲۷) روشنی جن سے مہ و مہر کی شرماتی تھی

اُس کی خدمت کے لئے دُوت وہاں پر آئے دشنو کے لوک سے اک رتن سنگھاسن لائے
پھول آکاش سے تب دیوتوں نے برسائے یوگیوں نے بھی وہیں آکے ہری گُن گائے

بیٹھ کر رتن سنگھاسن پہ وہ تب جوڑ کے ہاتھ
(۲۸) اس طرح کرنے لگا حمد و ثنائے رگھوناتھ

اے خالق و مالکِ دو عالم اے چارہ گر و رفیق و ہمدم
اے موجدِ علم و فہم و دانش اے مصدرِ بخشش و نوازش
اے کوہِ عظیمِ تاب و طاقت اے بحرِ عمیقِ عیش و راحت
اے معدنِ نورِ نیّر و ماہ اے مخزنِ عزّ و حشمت و جاہ
اے مبدءِ انبساط و آرام اے چشمۂ التفات و اکرام
ہر بات کا ہے تمھیں کو یارا ہر چیز میں جلوہ ہے تمھارا
تم ہر جگہ اور ہر زماں ہو ظاہر ہو کہیں کہیں نہاں ہو
ہیں بس میں تمھارے آگ پانی سب پر ہے تمھاری حکمرانی
ارض و فلکِ بریں تمھیں ہو دُنیا ہو تم اور دیں تمھیں ہو
تھے تم ہو تمھیں رہو گے دائم جانِ بشر و جن و بہائم
بنیاد تمھیں ہو اس جہاں کی ہو تم ہی اساس آسماں کی
قائم ہے تمھیں سے نامِ دنیا ہو تم ہی رفاہِ عامِ دُنیا

[1] पीत बसन

ہر پھول میں اک تمہاری بو ہے ہر اک کو تمہاری جستجو ہے
ہے تم سے ہی داستانِ دنیا چاہو تو مٹے نشانِ دنیا
میرا یہ سرِ نیاز خم ہے جب تم ہو تو مجھ کو کون غم ہے
بدھ شمبھو ہیں مدح خواں تمہارے شرتیں ہیں تمہارے ہی سہارے
پڑھتے ہیں یہ جب کسی محن میں آتے ہیں تمہاری ہی شرن میں
پاتے ہیں تمہیں سے سکھ ہمیشہ کٹتا ہے تمہیں سے دکھ ہمیشہ
رہتے ہیں جو دھیان میں تمہارے بر آتے ہیں اُن کے کام سارے
مارا ہے تمہیں نے پاپیوں کو تارا ہے تمہیں نے پاپیوں کو
جمنا سا تمہارا شیام تن ہے غنچہ سا کھلا ہوا دہن ہے
روشن ہے تمہارا نامِ نامی کرتا ہوں تمہیں پرنام سوامی
ہیں ناؤ چرن کمل تمہارے بھوسندھ میں بھکت کو سہارے
کر دیتے یہی ہیں داس کو پار اُودّھار ہے ورنہ سخت دشوار
خواہش نہیں جن کے دل میں کوئی جو کرتے نہیں ہیں یاد گوئی
اوروں کا ہے جنکو عیش بھاتا غیروں کا ہے جنکو غم ستاتا
پاتے ہیں وہی تمہارا درشن اک جن کے تمہیں ہو دھام اور دھن
تم بھکت بچھل ہو پاپ ہاری آیا ہوں شرن میں میں تمہاری
برہما ہو تمہیں مہیش بھی ہو ہو وشنو تمہیں دِنیش[1] بھی ہو (1) दिनेश
سنسار کے من ہرن تمہیں ہو ہری بھکت کو سکھ کے بن تمہیں ہو
دھرتے ہیں تمہارا دھیان جوگی پا سکتے نہیں ہیں تم کو بھوگی
داسوں میں ہوا ہے نام میرا ہے رام تمہیں پرنام میرا
استتی سن کے جٹایو کی یہ بولے شری رام ہو کے خوش تم سے میں دیتا ہوں تمہیں وشنو کا دھام
جو پڑھے خواہ سنے گا مری استتی یہ تمام دے گا اُس کو مرا سا روپ یکہ آرام مدام

پا کے بر دان جٹایو یہ پرم دھام گیا
وشنو کا روپ ملا اُس کو خوش انجام گیا (۲۹)

غزل

تمھاری اک نظر لطف و مہر گر ہو جائے
تو بالیقیں جو گدا ہو وہ تاجور ہو جائے

اگر تمھاری محبّت میں چشم تر ہو جائے
گرے جو آنکھ سے آنسو تو وہ گہر ہو جائے

تمھیں سے چرخ پہ ہیں جلوہ گر مہ و خورشید
جو چاہو تم تو ہر اک ذرّہ جلوہ گر ہو جائے

تمھاری یاد سے غافل ہیں اہلِ بزم جہاں
تمھیں نہ بھولے تو تم سا ہر اک بشر ہو جائے

تمھارے دامنِ شفقت میں لے پناہ اگر
تو ساری عمر نہ کیوں عیش سے بسر ہو جائے

جسے ہو چاہ تمھاری رہے نہ چاہ کوئی
جسے خبر ہو تمھاری وہ بے خبر ہو جائے

ترستے جسکو ہیں یوگی گتی وہ گِدھ کو دی
عجب تمھاری ہے چشمِ عطا جدھر ہو جائے

بس اک تمھیں سے ہے اُمیدوار نارائن
تمھارے لُطف کی اُس پر بھی اک نظر ہو جائے

سوئیا۔ تارت ہو بھوساگر تے تم دوش کلیش نوارت ہو
آرت ہوئے جو پکارت ہے تیہی کہاں گہی بانھ اُبارت ہو
دینن کے ہت ہیتو 'نراین'، دیہہ انیکن دھارت ہو
داسن کے بش میں تم ہو اک پریمہیں تے تم ہارت ہو

دوہا

نیچ گیدھ کہاں دینھ تم۔ نج ساکیت نواس
کرپا سندھو تم سم نہیں۔ بنے داس کر داس

सवैया—तारत हो भवसागर ते तुम दोष-कलेश निवारत हो।
आरत ह्वै जो पुकारत है तेहि कहँ गहि बाँह उबारत हो।
दीनन के हित-हेतु 'नरायन' देह अनेकन धारत हो।
दासन के वश में तुम हो इक प्रेमहिं ते तुम हारत हो॥

दोहा—नीच गीध कहँ दीन्ह तुम, निज साकेत-निवास।
कृपा-सिन्धु तुम सम नहीं, बने दास कर दास॥

دیا درشٹ راکھت سدا شرناگت کی اور
'ناراین' دِشِ دیکھئے۔ دیا درشٹ کی کور

سرگ نواں

کبندھ بدھ

دے چُکے گدّھ کو دُرلبھ(۱) گتی جب شری رام دوسرے بن کو چلے چھوڑ کے اُس بن کا قیام
جا بجا کرتے مُنیشوں کی کُٹی پر بسرام پوچھتے پھرتے تھے سیتا کو سرِ راہِ عوام
غم جو سیتا کی جدائی کا ستاتا تھا اُنھیں
(۱) کھاتے پیتے تھے نہ منظر کوئی بھاتا تھا اُنھیں

اس طرح جب وہ چلے جاتے تھے با حالِ تباہ فکرِ سیتا میں لئے بھائی کو اپنے ہمراہ
پایا خود کو نئی آفت میں اُٹھائی جو نگاہ دیکھا اک دیت نہ بچنے کی تھی جس سے کوئی راہ
شکل ایسی تھی جسے دیکھ کے ڈر بھی ڈر جائے
(۲) موت بھی سامنے اُس کے اگر آئے مر جائے

مُنھ تھا اک پیٹ میں کچھ اور نہ تھا مُنھ کے سوا دونوں ہاتھ اُسکے دراز اتنے کہ تھے دستِ قضا
چل نہ سکتا تھا بس اک جا پہ وہ رہتا تھا پڑا خود بخود ہاتھوں میں آجائے جو لیتا تھا وہ کھا
نام اُس دیت کا دنیا میں تھا مشہور کبندھ
(۳) دھرم کی راہ سے رہتا تھا بہت دور کبندھ

ہاتھ اُس وقت جو عفریت تھا وہ پھیلائے اُسکے پھندے میں شری رام و لکھن بھی آئے
رام تو دیکھ کے اُس دیت کو کچھ جھلّائے اور لکھن پڑ گئے حیرت میں نہ کچھ کہہ پائے
دیکھ کر بھائی کو بولے یہ شری رام سخن
(۴) سہمگیں شکل کو دیکھو تو ذرا اس کی لکھن

(۱) दुर्लभ

दया-दृष्टि राखत सदा, शरणागत की ओर ।
'नारायण' दिशि देखिये, दया-दृष्टि की कोर ॥

ایک جو جن کے ہیں ہاتھ اس کے کوئی پیر نہیں درمیاں ان کے جو آ جائے تو پھر خیر نہیں
سب سے ہے خاص کسی سے اسے کچھ بیر نہیں سب کا دشمن کوئی اپنا اسے یا غیر نہیں
پیٹ میں منھ ہے فقط آنکھ سے خالی بالکل
(۵) اور دیتوں سے ہے شکل اس کی نرالی بالکل

پھنس گئے ہم بھی انھیں ہاتھوں میں اے نیک شعور اب نہ چھوڑے گا یہ جیتا ہمیں کھا لے گا ضرور
بھاگنا چاہیں تو ہیں بھاگنے سے بھی مجبور جانبری ہم کو نظر آتی ہے اس دیت سے دور
کیا کریں کیا نہ کریں عقل ہے حیرانی میں
(۶) آئی سر پر نئی آفت یہ پریشانی میں

بولے لچھمن جی کہ اس کا نہیں کچھ بھی ہمیں غم آپ ہیں ساتھ تو ڈرتے نہیں مطلق اسے ہم
ہاتھ اس کے یہ عیاں جن سے ہے اندازِ ستم لے کے تلوار کئے دیتے ہیں یک لخت قلم
اس میں رگھوناتھ مناسب ہمیں تاخیر نہیں
(۷) کارگر اس کے سوا اب کوئی تدبیر نہیں

رام نے کہہ کے بہت خوب چلائی تلوار دوسری سے کیا لچھمن نے بھی اک ساتھ ہی وار
کر دیا کاٹ کے ہاتھ اس کے اسُر کو بیکار ہو گیا دور رہا سر میں نہ باقی پندار
گر گئے ہاتھ وہیں دونوں زمیں پر کٹ کر
(۸) ہو گیا جیسے شجر ہو کوئی شاخیں چھٹ کر

پڑ کے حیرت میں کیا رام سے اس نے یہ سوال کون ہو آئے ہو کیوں بن میں ہے کیا دل میں خیال
کاٹ کر کیوں مرے ہاتھوں کو دیا رنج و ملال پیٹ بھرنا بھی مجھے آج سے اب ہوگا محال
تاب انساں کی نہ تھی آ کے ستاتا مجھ کو
(۹) دیوتا دیت کوئی جیت نہ پاتا مجھ کو

ہنس کے اس طرح کئے رام نے تب اس سے کلام راجہ دشرتھ کا پسر ہوں میں مرا نام ہے رام
لکشمن ساتھ ہے بھائی مرا فرخ فرجام اہلیہ بھی مری تھی ساتھ پسندیدہ خرام
ایک دن ہم جو گئے تھے کہیں باہر گھر سے
(۱۰) لے گیا جانکی جی کو کوئی نشیچر ہر کے

جا بجا کرتے ہوئے ہم اُسی سیتا کی تلاش — آئے اس جا تو کھُلا ہم پہ تمہارا یہ قماش
پڑ کے ہاتھوں میں تمہارے ہوئے جینے سے نراش(۱) — اپنی جان پہ جب ہم نے دیئے ہاتھ تراش (1) निराश
دیکھ کر جسم تمہارا ہمیں حیرانی ہے
یہ تمنا ہے سُنیں راز جو پنہانی ہے (۱۱)

تب دیا رام کو اُس دیت نے اس طرح جواب — پوچھتے حال ہو کیا مجھ سے تم اے عیش مآب
ہے گناہوں سے بھرا عالمِ طفلی و شباب — اس جہاں میں نہ کیا میں نے کوئی کارِ ثواب
لیکن اب آکے دیا تم نے جو درشن مجھ کو
عیشِ جاوید کا باعث یہ ہوا تن مجھ کو (۱۲)

رہ گیا کچھ بھی نہ ہاتھوں کے مجھے کٹنے کا غم — ہو گیا مجھ کو اب آرام زمانہ کا بہم
تھا نہاں ظلم کے پردے میں جو اندازِ کرم — مل گئی مجھ کو نجاتِ ابدی عیشِ اتم
اب سنو رام میں حال اپنا سناتا ہوں تمہیں
بد دعا جیسے ملی تھی وہ بتاتا ہوں تمہیں (۱۳)

تھی حکومت مری گندھربوں پہ پہلے بھگوان — تاب و طاقت میں نہ تھا کوئی مجھ ایسا بلوان
مہ جبینانِ جہاں ہوتی تھیں مجھ پہ قربان — ہو کے خوش تپ سے یہ برہما نے دیا تھا بردان
موت سے بھی میں اگر سینہ سپر ہو جاؤں
تو بھی آئے نہ مجھے موت امر ہو جاؤں (۱۴)

ہو گیا پا کے یہ بردان میں بے خوف و خطر — رہ گیا مجھ کو کسی کا بھی نہ باقی کوئی ڈر
خوف کھاتے تھے سبھی مجھ سے میں جاتا تھا جدھر — دست یاری کو کسی کا میں نہ تھا دست نگر
مجھ کو آئے نظر اک بار مُنی اسٹاوکر(۲) (2) अष्टावक्र
میں ہنسا ہو گئے بیزار مُنی اسٹاوکر (۱۵)

بد دعا دی مجھے مُن راج نے یہ کر کے عتاب — دیکھ کر مجھ کو ہنسا کس لئے اے خانہ خراب
ہے سزا تیری ہو تو دیت بد اطوار شتاب — وہ بُری شکل ہو تیری کہ نہ ہو جس کا جواب
کانپ کر خوف سے قدموں پہ گرا میں اُن کے
آ گیا ہوش مجھے مُن کے سخن یہ سُن کے (۱۶)

دیکھ کر چہرۂ پُرتاب یہ پھر اُن کے غضب جوڑ کر ہاتھ کہا میں نے بہت عجز سے تب
دل میں نادم میں معافی کا طلبگار ہوں اب فخر جس کا مجھے تھا بھول گئی بات وہ سب
اب کبھی ایسی خطا مجھ سے نہ سرزد ہوگی
(۱۷) یہ تو بتلائیے اس غم کی کبھی حد ہوگی
دیکھی مُن راج نے جب یوں مری بیچارہ گری ڈالی اک بار نظر میری طرف رحم بھری
बद دعا کہہ کے یہ کی ختم کہ ترے یُگ[1] میں ہری پاس آئینگے ترے ہوگا تو تب غم سے بری त्रेता
اُن کے آتے ہی بُرے دن یہ پلٹ جائینگے
(۱۸) ایک جوجن کے ترے ہاتھ بھی کٹ جائینگے
شکل جو تیری ہے ہو جائیگی پھر تجھ کو نصیب اب کسی مُن پہ نہ ہنسنا کبھی اے بد تہذیب
چلدیئے جب وہ رہائی کی بتا کر ترکیب دفعتاً ہو گئی دیتوں سی مری شکل عجیب
کچھ دنوں رنج رہا اپنے اُن اعمالوں کا
(۱۹) پھر نشانہ میں بنا دہر کے جنجالوں کا
زعم پھر مجھ کو ہوا اپنے توانا تن کا خوف مطلق نہ رہا دل میں کسی دشمن کا
جیت لوں سب کو یہ ارماں جو تھا میرے من کا میں طلبگار ہوا اندر سے اندراسن[2] کا इन्द्रासन
بجر اک اندر نے مارا مجھے ایسا کس کر
(۲۰) رہ گئے پیٹ میں سر پیر بھی میرے دھس کر
ہاں مگر پہلے جو برہما نے دیا تھا بردان بچ گیا اُسکے سبب سے میں نہ نکلی مری جان
دیوتوں نے مجھے بے مُنھ کے جو دیکھا حیران آگیا رحم انھیں حال پہ میرے بھگوان
التجا جاکے سبھوں نے یہی کی سُرپت سے
(۲۱) پیٹ بھرنے کی تو صورت ہو کسی صورت سے
بولے تب اندر ترس کھا کے مری حالت پر بجر کا مٹ نہیں سکتا کسی صورت سے اثر
ہاں مگر آئے ہو تم اسلئے دیتا ہوں یہ بر ہوں بھجائیں بڑی اور پیٹ میں مُنھ آئے نظر
تب سے بس نام تمھارا میں پڑا لیتا تھا
(۲۲) دونوں ہاتھوں کو جو ملتا تھا وہ کھا لیتا تھا

کٹ گئے ہاتھ تو اب جان ہوئی مجھ کو وبال — اس لئے میں جو کہوں تم وہ کرو دینِدیال
कुण्ड(1) چھوڑ دو جلتے ہوئے کُنڈ(۱) میں ہے یہ ہی سوال — عین راحت مجھے ہوگی نہ ذرا ہوگا ملال
شکل میری تھی جو پہلے وہ میں پا جاؤں گا
(۲۳) حال سیتا کا بھی تب کچھ تمہیں بتلاؤں گا

بات سُن کر یہ اشارہ جو ملا بھائی کا — دی لکھن لال نے فی الفور وہیں آگ جلا
رام نے آگ میں تب جسم کو اُس کے ڈالا — لکڑیاں ڈال کے پھر اور دیا اُس کو دبا
اک نیا جسم مِلا آگ میں جل جانے سے
(۲۴) تپ کے جیسے ہو طلا سانچہ میں ڈھل جانے سے

خوش قد و قامت و خوش وضع و اطوار و دہن — زیوروں کی چمک ایسی کہ تھا پُر نور بدن
मदन(2) حُسن چہرہ کا جو دیکھے تو ہو حیران مدن(۲) — پرتوِ ماہ تھا جسم اُس کا وہ گویا ہمہ تن
جوڑ کر ہاتھ کیا پہلے طوافِ شری رام
(۲۵) استتی اُن کی یہ کی بعد ازاں کر کے پرنام

استتی

سنو ہو رام سروگیہ سُجانا — سب کے ہردے بسو ہو بھگوانا
ایک اَنادی اَننت اَنُوپا — سگُن اگُن دواو برہمہ سُوروپا
گھٹ گھٹ باس کرہو تم سوامی — گیان روپ پربھو انتریامی
مہما میں کِم کہوں بکھانی — نہیں جانیں تم کہاں مُنی گیانی
پرے ہرنیہ گربھ رگھورائی — گیان رُوپ تو ویدن گائی

स्तुति—सुनहु राम सर्वज्ञ सुजाना । सब के हृदय बसहु भगवाना ॥
एक अनादि अनन्त अनूपा । सगुण अगुण दोउ ब्रह्म स्वरूपा ॥
घट-घट वास करहु तुम स्वामी । ज्ञान-रूप प्रभु अन्तर्यामी ॥
महिमा मैं किमि कहौं बखानी । नहिं जानहिं तुम कहँ मुनि ज्ञानी ॥
परे हिरण्यगर्भ रघुराई । ज्ञान रूप तव वेदन गाई ॥

جو نہیں جان سکیں یوگی جن　　سو میں رام کرہوں کم ورنن
من کہاں اگم سو رگھو کل کیتو　　استتی باک بپھل تیہی ہیتو
چت پرتی بمب بدھی جب پرئی　　جیو روپ سو جگ وسترئی

دوہا

جگ سمست جڑ وستو جو۔ ساکشی تا سو نہ جیو
جیہی بھاست جڑ جگت سو۔ انتریامی سیو

چوپائی۔ من بانی تے پرے سو ایشا　　چیتن شدھ برہم جگدیشا
اکھل بھون ویاپک سوئی راما　　سدا ایک رس پورن کاما
نروکار ار سروسوروپا　　سب گن رہت سکل گن بھوپا
تاہی لنگ دیہہ جو کہئی　　سو اگیان کوپ ماں رہئی
جے تو کرہیں بھجن نشکاما　　دیہو رام تن کہاں نج دھاما
بھوت بھوشیہ آدی تیہوں کالا　　وشوپال تم دین دیالا
جگ ویاپک تم جگ تے نیارے　　روپ وراٹ بسہیں جگ سارے
تیہی پد تل پاتال کہاوا　　ایڑی تا سو مہاتل گاوا

जो नहिं जानि सकैं योगीजन। सो मैं राम करहुँ किमि वर्णन॥
मन कहँ अगम सो रघु-कुल-केतू। अस्तुति वाक् विफल तेहि हेतू॥
चित्प्रतिबिम्ब बुद्धि जब परई। जीव-रूप सो जग विस्तरई॥
दोहा—जग समस्त जड़ वस्तु जो, साक्षी तासु न जीव।
जेहि भासत जड़ जगत सो, अन्तर्यामी सीव॥
चौपाई—मन वाणी ते परे सो ईशा। चेतन शुद्ध ब्रह्म जगदीशा॥
अखिल-भुवन-व्यापक सोइ रामा। सदा एक-रस पूरण-कामा॥
निर्विकार अरु सर्व-स्वरूपा। सब-गुण-रहित सकल-गुण-भूपा॥
ताही लिङ्ग-देह जो कहई। सो अज्ञान-कूप महँ रहई॥
जे तव करहिं भजन निष्कामा। देहु राम तिन कहँ निज धामा॥
भूत भविष्य आदि तिहुँ काला। विश्वपाल तुम दीनदयाला॥
जग-व्यापक तुम जग ते न्यारे। रूप विराट बसहिं जग सारे॥
तेहि पद-तल पाताल कहावा। एड़ी तासु महातल गावा॥

دوہا- تاکر گُلف رساتَل - پھلّی تلاتَل دیش
جانو دو اُوتاکر سُتَل - جنگھا وِتل رمیش

چوپائی- وِتَل اُپر جو جگھن کھراری ۔ اتَل لوک کہہ وید پُکاری
کٹی مہی لوک جاہی کہہ دھرنی ۔ نابھی بھُوَر لوک سب بَرنی
سُورگ لوک وَکش استھل باسا ۔ گریوا مَہر لوک پرَکاسا
مُکھ مَنڈل جَن لوک بتاوا ۔ تپ للاٹ جو مُنی مَن بھاوا
ستّیہ لوک مَستک رگھونندن ۔ رہت بھُجا بِچ لوکپال گَن
دَس دِشِ دواُو کرن کرتارا ۔ ناسا دواو اشوّنی کمارا
آنن اگنی سُوریہ دواُو لوچن ۔ مَن ہے چندر سنو ہو دُکھ موچن
پربھو تَو بھرکُٹن بِچ بَس کالا ۔ بُدّھی سوراچاریہ مہپالا

دوہا- اہنکار بس رُودر ارُ - واک وید کر باس
داڑھن یَم نَکشتر گَن - دشنن کرت نِواس

दोहा—ताकर गुल्फ रसातल, फिल्लि तलातल देश।
जानु दोऊ ताकर सुतल, जङ्घा वितल रमेश॥

चौपाई—वितल उपरि जो जघन खरारी। अतल लोक कह वेद पुकारी॥
कटि महिलोक जाहि कह धरणी। नाभी भुवर्लोक सब वरणी॥
स्वर्गलोक वक्ष-स्थल वासा। ग्रीवा महर्लोक परकासा॥
मुख-मण्डल जनलोक बतावा। तप ललाट जो मुनि-मन भावा॥
सत्य लोक मस्तक रघुनन्दन। रहत भुजा विच लोकपाल-गन॥
दस दिशि दोऊ कर्ण करतारा। नासा दोउ अश्विनी कुमारा॥
आनन अग्नि सूर्य दोउ लोचन। मन है चन्द्र सुनहु दुख-मोचन॥
प्रभु तव भृकुटिन विच वस काला। बुद्धी सुराचार्य महिपाला॥

दोहा—अहङ्कार बस रुद्र अरु, वाक वेद कर वास।
दाढ़न यम नक्षत्र-गण, दशनन करत निवास॥

چوپائی- مایا ہاسیہ وید اس گاوا — سُنو ہو رام جو سبھیں نچاوا
سرشٹی کٹاکش دھرم رہ سمّکھ — پاچھے رہت ادھرم دھام دکھ
پلک پلک پر سمے سو راتا — کھلے پلک سوئی دن جگ تراتا
سات سندھو تیہی تن کر کوکھا — ناڑی ببدھ ندی تیہی پوکھا
روم ورکش اُرُ اوشدھ نانا — ویریہ برشٹی مہما تیہی گیانا
یہی بدھی تو استھول شریرا — جانے ملے مکتی رگھوبیرا
رام وراٹ سوروپ تمھارا — گیانن ہیت مکتی کر دوارا
رگھوپتی روپ پرنت سُہاوا — مُنی مَن بسے موہیں اتی بھاوا

دوہا- جو وراٹ کیول پربھو۔ جن کہاں مکتی دیت
رام روپ اب دیکھ موہیں مکتی نہ بھاوت لیت

چوپائی- اِچھا ایک ناتھ مَن مورے — بار بار بنوؤں کر جورے
یہ تو روپ چاپ شر دھاری — بلکل جٹا جوٹ مَن ہاری
منج سمان بکل متی بھوری — بن ہیرت متھلیش کشوری

चौपाई—माया हास्य वेद अस गावा । सुनहु राम जो सबहिं नचावा ॥
सृष्टि कटाक्ष धर्म रह सम्मुख । पाछे रहत अधर्म धाम दुख ॥
पलक पलक पर समय सो राता । खुले पलक सोइ दिन जगत्राता ॥
सात सिन्धु तेहि तन कर कोखा । नाड़ी विविध नदी तेहि पोखा ॥
रोम वृक्ष अरु ओषधि नाना । वीर्य वृष्टि महिमा तेहि ज्ञाना ॥
यहि विधि तवअस्थूल शरीरा । जाने मिलै मुक्ति रघुबीरा ॥
राम विराट स्वरूप तुम्हारा । ज्ञानिन हेतु मुक्ति कर द्वारा ॥
रघुपति रूप परन्तु सुहावा । मुनिमन बसइ मोहिं अति भावा ॥

दोहा—जो विराट केवल प्रभू, जन कहँ मुक्ती देत ।
राम रूप अब देखि मोहिं, मुक्ति न भावत लेत ॥

चौपाई—इच्छा एक नाथ मन मोरे । बार बार विनवउँ कर जोरे ॥
यह तव रूप चाप-शर-धारी । बल्कल जटाजूट मनहारी ॥
मनुज-समान विकल मति मोरी । बन हेरत मिथिलेश-किशोरी ॥

بسے سدا اِن نینن ماہیں — اَج ہری ہر جیہی دھیان دھراہیں
جیہی بَل دیت نرنتر کاشی — مُکتی دان شنکر اَوناشی
تیہی تے تُمھیں جان جگدیشا — پُن پُن میں ناوَوں پدشیشا
مایا بس سب جیو جہانا — سو نہیں تمھیں سکیں پہچانا
بنتی کرہوں جوردو او ہاتھا — تُم رکشا کری کرہو سناتھا

دوہا- مانگوں یہ بَر دیا ندھِ۔ کوشل پال کرپال
مایا جہنی ویاپہی کبھوں۔اب موہیں دینِ دیال

رام جی بولے یہ گندھرب کی استتی شنکر — ہو کے خوش تم سے بہت میں تمھیں دیتا ہوں یہ بَر
گیان استتی یہ جو کی تم نے پڑھیگا کوئی گر — اُس کو آجائے گا جلوہ مرا اک بار نظر
اب وہی لوک پرم دھام جو کہلاتا ہے
(۲۶) تم کو دیتا ہوں جسے بھکت مرا پاتا ہے

غزل

مرے سر میں وہ سودا ہو جس سے کبھی کوئی تیرے سوا نہ خیال رہے
مری آنکھوں کو نُور عطا ہو وہی بھرا جس میں ترا ہی جلال رہے
مرے دل میں خودی نہ بدی نہ ریا نہ ہو کبر نہ فسق و فتور و ہوا
مئے وحدتِ حق کا سُرور سدا اُسی ایک سے شوقِ وصال رہے

बसै सदा इन नयनन माहीं । अज हरि हर जेहि ध्यान धराहीं ॥
जेहि बल देत निरन्तर काशी । मुक्ति-दान शङ्कर अविनाशी ॥
तेहि ते तुमहिं जानि जगदीशा । पुनि पुनि मैं नावौं पदशीशा ॥
माया बस सब जीव जहाना । सो नहिं तुमहिं सकहिं पहिचाना ॥
विनती करहुँ जोरि दोउ हाथा । तुम रच्छा करि करहु सनाथा ॥
दोहा--मांगहुँ यह वर दया-निधि, कोशल-पाल कृपाल ।
माया जनि व्यापहि कबहुँ, अब मोहिं दीन दयाल ॥

ترے نام سے خالی رہے نہ زباں نہ ہو دھیان ترا تو رہے نہ یہ جاں
کسی اور کا بھول کے ہو نہ گماں نہ نشاط رہے نہ ملال رہے
ذرا پردۂ ہستی اُٹھا تو سہی مجھے اپنی تجلّی دکھا تو سہی
ذرا نقشِ دوئی کا مٹا تو سہی نہ یہ مایا رہے نہ یہ جال رہے
پڑے ایسی کرم کی نگاہ کوئی رہے باقی نہ جس سے گناہ کوئی
سوا تیرے نہ دل میں ہو چاہ کوئی ترے جذبۂ عشق میں حال رہے
کوئی ایسی بدی نہ بچی جو نہ کی گئی جانبِ نیکی نظر نہ کبھی
نہیں دہر میں رنج و عذاب کوئی مری جان پہ جو نہ وبال رہے
تُو نے بھگتوں کے واسطے کیا نہ کیا بھلا کون ہے جس کا ہوا نہ بھلا
تُو نے داسوں پہ اپنے جو کی ہے دیا وہی دین یہ دینِ دیال رہے
نہ تو تن کی ہے فکر نہ ہے دھن کی نہیں تجھ سے ہے بات چھپی من کی
یہی ایک دعا ہے نرائن کی مرے فرق پہ دستِ نوال رہے

سوئیا ۔ کیش منہوں بہو بھرنگ لسیں دیوتی دیکھی للاٹ کی سوم چھپا ہیں
لوچن تے لہی جوت بروچن دیکھی کپولن کام لجا ہیں
آنن میں ترے لوک 'نراین' کنڈل سو روی منڈل نا ہیں
پانون کوٹی اپاون کو کریں پاون پاون تے چھن ماہیں

دوہا ۔ روم روم برہمانڈ بس ۔ لوچن تیج ندھان
تاراگن جیہی چرن نکھ ۔ سو وراٹ بھگوان

सवैया—केश मनहुं बहु भृङ्ग लसैं द्युति देखि ललाट की सोम छिपाहीं।
लोचन ते लहि ज्योति विरोचन देखि कपोलन काम लजाहीं।
आनन में त्रैलोक्य 'नरायन' कुण्डल सो रविमण्डल नाहीं।
पाँवन कोटि अपावन को करैं पावन पावन ते छिन माहीं॥

दोहा—रोम रोम ब्रह्माण्ड बस, लोचन तेज-निधान।
तारागण जेहि चरण-नख, सो विराट भगवान॥

داسن کی جانت بپتی سُنت دین کی ٹیر
نارآین اَتی دُکھت پربھو۔ کرپا کرت کس بیر

سرگ دسواں

رام اور شبری

جب پرم دھام چلا رام سے پا کر پروان یوں لگا کرنے بہت عجز سے گندھرب بیان
حال معلوم ہے سب تم کو تو اے رام سُجان کون سی بات ہے ایسی نہ ہو جس کا تمھیں گیان
سامنے دیکھو کُٹی[1] وہ جو نظر آتی ہے
(۱) بھیلنی اُس میں ہے اک شبری[2] جو کہلاتی ہے

دل میں رہتا ہے تمھارا اُسے ہر وقت خیال پریم تم سے ہے اُسے بھکتی میں حاصل ہے کمال
جاکے درشن اُسے دو جلد اب اے دینڈیال جانکی کا وہ بتائے گی بہت کچھ تمھیں حال
رام سے کہہ کے یہ گندھرب پرم دھام گیا
(۲) خوش ہوا چھوٹ کے غم سے پئے آرام گیا

سچ ہے جس پر کرم رام کی پڑ جائے نظر کیوں نہ کھل جائے پھر اُسکے لئے فردوس کا در
رام کے نام کا سنسار میں روشن ہے اثر تر[3] گئے جس سے اجامیل دھنا جیسے بشر
نام نے زہر میں امرت کا اثر دکھلایا
(۳) نام کے پھل سے اچل راج کسی نے پایا

ساتھ بھائی کو لئے چھوڑ کے وہ بن شری رام آئے اُس جا تھا جہاں بھیلنی شبری کا قیام
گر کے پیروں پہ کیا دوڑ کے شبری نے پرنام خوش ہوئی دل میں کہ ہاتھ آیا اب آرام تمام
لاکے اندر اُنھیں آسن پہ بٹھایا اُنکو
(۴) پریم آنند سرشکوں سے دکھایا اُنکو

(۱) कुटी
(۲) शबरी
(۳) तर

दासन की जानत विपति, सुनत दीन की टेर।
'नारायन' अति दुखित प्रभु, कृपा करत कस बेर ॥

پدکمل دونوں شری رام ولکھن کے دھوکر   جل کو آنکھوں سے لگایا اُسے رکھا سر پر
پاک پھر اُس چرنامرت سے کیا سینچ کے گھر   پوچھنے بیٹھ کے تب اُن سے لگی حالِ سفر
چندن اور پھول سے پدکملوں کی پوجا کرکے
(۵) پھل دیئے لاکے جو رکھے تھے اکٹھا کرکے

جوڑ کر ہاتھ وہ بولی کہ سنو رگھو رائی   تھا یہ مہرشیوں کا استھان کبھی سُکھدائی
فصلِ گُل رہتی تھی ہر وقت یہاں پرچھائی   کی تھی قدرت نے عطا اس کو ہر اک زیبائی
رہ گئے اب نہ وہ دن اور وہ راتیں نہ رہیں
(۶) رہ گیا وہ نہ سماں اور وہ باتیں نہ رہیں

کٹ گئے سال ہزاروں مجھے اے رام یہاں   چل دیئے برہمہ پوری کو وہ سب ابرارِ جہاں
رہ گیا اب نہ کہیں پر بھی گلستاں کا نشاں   جس جگہ فصلِ بہاری تھی وہاں اب ہے خزاں
آپ کے ملنے کی رِشیوں نے دعا دی تھی مجھے
(۷) اور ہدایت بھی سمادھی کیلئے کی تھی مجھے

اُن کے جانے کا جو از حد تھا مرے دل کو ملال   آگیا رحم گُورُوجی کو مرا دیکھ کے حال
اور کہا مجھ سے کہ دیتوں کا اب آیا ہے زوال   لے چکے جنم اودھ میں ہیں جگت پال کرپال
فکر میں جانکی جی کی وہ یہاں آئیں گے
(۸) مضطرب قالبِ انساں میں نہاں آئیں گے

چترکوٹ ایک پہاڑی پہ ہیں وہ جلوہ گزیں   انتظار آنے کا تم اُنکے کرو رہ کے یہیں
جلد آئیں گے وہ جانا نہ تم اب اور کہیں   ہوگی ہر طور سے راحت نہ کرو دل کو حزیں
اُن کے دیدار سے حاصل تمھیں جنّت ہوگی
(۹) دُکھ نہ رہ جائے گا سب دور مصیبت ہوگی

صرف درشن کے سہارے پہ تھا اے شری رام   آج تک میں نے کئے ہیں بسر ایّام تمام
آج آئی ہے مرے گردِشِ وافکار کی شام   سچ ہوا۔ تم کو جو دیکھا تو۔ وہ رِشیوں کا کلام
پاسکے جو نہ وہ خود میں نے وہ درشن پایا
(۱۰) عیش زا جلوۂ رُخ تم نے مجھے دکھلایا

ایک تو نیچ ہوں ابلا ہوں اور اُس پہ بھی گنوار   جانتی ہوں نہ میں بھکتی نہ کوئی نیک شعار
ہو نہ سکتا تھا مرا آپ کی داسی میں شمار   آپ کا فضل ہے بخشا یہ مجھے جس نے وقار
آپ کے رُوپ کو کوئی نہیں بتلا سکتا
(۱۱) اور کسی کی بھی سمجھ میں وہ نہیں آسکتا

کیا کروں کیسے کروں آپ کی مہما کا بیان   ایسی جاہل ہوں کہ کھلتی ہی نہیں میری زبان
آپ ہی کرکے دیا دیجئے اپنا مجھے گیان   اپنی داسی جو بنائی ہے تو رکھ لیجئے مان
کیجئے ایسی کرپا جس سے اوِدّیا ہٹ جائے
(۱۲) جس سے مایا میں بندھی ہوں میں وہ رسّی کٹ جائے

دے کے بردان اُسے رام نے تب فرمایا   ہو ادھم یا کہ ہو برہما کے کوئی ہم پایا
کوئی رُسوا ہو کہ ہو نام کسی نے پایا   ساری خلقت پہ میں رکھتا ہوں برابر دایا
بھکت لیکن مرا جس کو ہے سہارا میرا
(۱۳) اُس پہ ہے خاص نظر ہے وہی پیارا میرا

میرے بھکتوں ہی کو ہے میرے بھجن کا ادھیکار[1]   یگیہ تپ دان ہیں سب گر نہ ہو بھکتی - بیکار   अधिकार[1]
ہو نہ بھکتی تو مرا ہو نہیں سکتا دیدار   چاہتے ہیں مری بھکتی ہی کو برہما - وشنو - پُرار
اب وہ کہتا ہوں جو ویدوں میں ہے تحریر سنو
(۱۴) جن سے بھکتی ہو مری تم وہ تدابیر سُنو

ساتھ سنتوں کا ہے بھکتی کا ذریعہ پہلا   دوسرا میری کتھاؤں کا سُنانا سُننا
تیسرا میرے گُنوں کا ہی کرے گان سدا   رُوپ جس طرح مرا اُپنشدوں میں ہے لکھا
راہ چوتھی مری بھکتی کی ہے گر دھیان کرے
(۱۵) پانچویں مجھ سے گُرُو کا جو نہ کم مان کرے

ہو کسی کے بھی نہ مطلق کبھی آزار سے کام   نیم آچار[2] رہے مجھ سے رہے پریم مدام   नेम आचार[2]
دل میں حرص و حسد و بغض و ریا کا نہ ہو نام   بھول کر ہو نہ کبھی نفس پرستی کا غلام
میری پوجا پہ نظر - دل سے خودی دُور رہے
(۱۶) راہ چھٹویں ہے یہ - رنجیدہ نہ مسرور رہے

ساتویں راہ میں ہر دم ہے مرے منتر کا جاپ — جس سے مل جائیگا بھکتی کا ثمر آپ سے آپ
میری بھکتی ہو اگر تو نہ ہو سرزد کوئی پاپ — اور بے پاپ کے ہو ہی نہیں سکتا سنتاپ
سب سے ویراگ مرے بھکتوں کی سیوا کرنا
(۱۷) آٹھویں راہ ہے سب میں مجھے دیکھا کرنا

تتّو(۱) ہے نویں راہ کرے برہمہ کے گر تتّو(۱) پہ غور — دسویں تدبیر نہیں ان کے سوا کوئی بھی اور
ہاتھ ان میں سے اگر ایک بھی آئے کسی طور — میری بھکتی سے ہو محظوظ جہاں میں فی الفور
رُوپ کا میرے مری بھکتی سے گیان آتا ہے
(۱۸) ثمرہ مُکتی کا اِس جنم میں مل جاتا ہے

کھینچ کر لائی ہے مجھ کو تری بھکتی ہی یہاں — اب ملے گی تجھے مُکتی نہیں کچھ اس میں گماں
جانکی کا ہو جو معلوم تو کر حال بیاں — لے گیا کون ہے ہر کر اُسے اور ہے وہ کہاں
کونسی ایسی ہو تدبیر کہ وہ مل جائے
(۱۹) غنچۂ خاطر ناشاد مرا کھِل جائے

بولی شبری کہ تمھیں حال ہے سارا معلوم — جتنے دنیا میں ہیں سب تم سے ہی نکلے ہیں علوم
کون سی بات ہے ایسی جو ہو تم سے مکتوم — لیکن اب سمجھی میں باتوں کا تمھاری مفہوم
جانتے سب مگر اپنے کو چھپاتے ہو تم
(۲۰) لوک بیوہار میں انساں نظر آتے ہو تم

پوچھتے مجھ سے اگر ہو تو سنو رام سجان — حال کرتی ہوں میں سیتا کا کچھ اب تم سے بیان
لے گیا ہے اُنھیں ہر کر شہہ راون بلوان — قیدِ تنہائی میں رہتا ہے تمھارا اُنھیں دھیان
صدمۂ ہجر ہے تکلیف کوئی اور نہیں
(۲۱) اُنپہ مطلق کوئی ظلم و ستم و جور نہیں

اب وہ تدبیر سنو جس سے کہ اے معدنِ نور — جانکی تم کو ملیں دور ہو راون کا غرور
رشیہ مُوک(۲) تھوڑی ہی دور پر اک جھیل ہے پمپا مشہور — رِشیہ مُوک اک ہے جبل جو نہیں اس جھیل سے دور
چار وانر کو لئے ساتھ وہیں پر سُگریو
(۲۲) ڈر سے بالی کے بسا چھوڑ کے ہے گھر سُگریو

(۱) तत्त्व
(۲) रिष्य मूक

جاؤ گے جب تو ملے گا تمہیں کچھ اور بھی حال ہر فنِ جنگ میں سُگریو کو حاصل ہے کمال
دوستی اُس سے کرو جاکے تو ہو دور ملال اُس کی امداد سے ہو جائے گا راون پامال

بیٹھ کر آگ میں اب جسم جلاتی ہوں میں
(۲۳)
بھیجتے تم ہو تو بیکنٹھ کو جاتی ہوں میں

عرض اب اتنی مری ہے کہ ٹھہر جاؤ یہیں تن سے جبتک نہ نکل جائے مری جانِ حزیں
بات کہہ کر یہ گئی آگ میں وہ بیٹھ وہیں رہ گئی فکر نہ دنیا کی نہ کچھ حسرتِ دیں

قید تھی جس میں وہ سنسار کی مایا نہ رہی
(۲۴)
مل گئی مکتی اُسے کوئی تمنّا نہ رہی

کیا نہ ہو جائے بھلا رحمتِ یزدانی سے ہوں سب اسباب بہم بے سروسامانی سے
نقش مٹ جائیں جو چاہے وہ تو پیشانی سے آگ سے پانی ملے آگ ملے پانی سے

دُکھ مٹے دین کا اور داس کا خلجان مٹے
(۲۵)
نیچ سے نیچ کا چاہے وہ تو ایمان مٹے

تھی کرپا رام کی شبری نے جو پائی یہ گتی نام سے کون ہے ایسا جسے مکتی نہ ہوئی
دھیان میں جس کے مگن رہتے ہیں رودر شمبھو ہری جس کی سیوا سے برآ جاتے ہیں ارمان سبھی

لے شرن اُس کی اگر جنم کا پھل پانا ہے
(۲۶)
ورنہ آنا کبھی دنیا میں کبھی جانا ہے

غزل

تیرا ہی جلوہ پیشِ نظر چارسُو رہے تیرے سوا نہ کچھ ہو مرے دل میں تُو رہے
صحبت میں عابدوں کی کٹے ساری زندگی ہو زاہدوں کا ساتھ یہی آرزو رہے
تیرے چرتر وردِ زباں رات دن رہیں اُن کے سوا نہ اور کوئی گفتگو رہے
ہر دم کیا کرے ترے اوصاف کا بیان بن کر مُعین شکل تری روبرو رہے
تیرا وہ روپ وید میں جس کا بیان ہے اُس کا خیال آٹھ پہر مُو بہ مُو رہے
گردن جھکے ادب سے بزرگوں کے سامنے دُنیا و دین دونوں جگہ سُرخرو رہے

حرص و حسد نہ بغض نہ آزار سے ہو کام ‏ کبر و غرور ہو نہ کسی کا عدو رہے
رٹ تیرے نام ہی کی رہے لب پہ ہر نفس ‏ دیدار کی ہو چاہ تری جستجو رہے
تیری ہی شکل آئے ہر اک شکل میں نظر ‏ ہر گل میں باغ دہر کے تیری ہی بو رہے
جب ایک ہی ہیں سب تو کرے کس سے دشمنی ‏ کس واسطے کسی سے کوئی ترش رو رہے

نارآین ایک وصف بھی ان میں سے ہو اگر
چمکے فلک پہ دہر میں با آبرو رہے

سوئیا

سنگ کرے ہری بھکتن کو رتی رام کتھا دن رات رہے
دھیان کرے ہری کو اُر میں گورو پوجن نت سُہات رہے
نام جپے گن گان کرے ہئے تے مد موہ پرات رہے
تتو وچار سے ایک نرآین روپ انوپ دکھات رہے

دوہا

نو سادھن انوپم رُچر ۔ گاوت وید پران
داسن کے ہت سو کہیو۔ شبری سن بھگوان
نو میں ایکہو ہوئے جو۔ پاوے بھکتی ترنت
نارآین یہی دھیان دھرو۔ بھکت ہوہیں بھگونت

सवैया—सङ्ग करै हरिभक्तन को रति राम-कथा दिन रात रहै।
ध्यान करै हरि को उर में गुरु-पूजन नित्य सुहात रहै।
नाम जपै गुण-गान करै हिय ते मद मोह परात रहै।
तत्व-विचार से एक 'नरायन' रूप अनूप दिखात रहै ॥

दोहा—नव साधन अनुपम रुचिर, गावत वेद पुरान।
दासन के हित सो कह्यो, शबरी सन भगवान ॥
नव में एकहु होइ जो, पावै भक्ति तुरन्त।
'नारायण' यहि ध्यान धरु, भक्त होहिं भगवन्त ॥

کِشکِندھا کانڈ

دوہا۔ کنک برن کیسری سُوَن۔ جگت بِدت بلوان
انجنی سُت شنکرتنے۔ پَون پُوت ہنومان
بھگت شِرومَن رام کے۔ رہت رام کے ساتھ
وِنے کرَوں کر جور کے۔ اِسٹ دیو مم ناتھ

سرگ پہلا

سُگریو مِترتا

حال کرتے ہیں اب اس طور مہا دیو بیاں — دے کے شبری کو گتی رام شہِ ہر دو جہاں
(۱) سروور — ساتھ لچھمن کو لئے ڈھونڈھتے سیتا کا نشاں — اُس جگہ آئے تھی مشہور سروور[۱] وہ جہاں
تھی یہ چوکور تھے سب سمت برابر اس کے
(۱) تھے کمل اس میں ہر اک قسم کے زیور اس کے

दोहा—कनक-वरन केसरि-सुवन, जगतविदित बलवान् ।
अंजनि सुत शङ्कर-तनय, पवन-पूत हनुमान् ।।
भक्त-शिरोमणि राम के, रहत राम के साथ ।
विनय करौं कर जोरि के, इष्ट देव मम नाथ ।।

خوشنما تال کے ہر سمت تھی ہنسوں کی قطار　　چاروں جانب تھے لدے پھولوں پھلوں سے اشجار
قُمریوں کی کہیں کوُ کوُ تو کہیں صوتِ ہزار　　کوئلوں کی تھی کہیں کوُک کی دلچسپ بہار
صاف تہ جھیل کی آتی تھی نظر پانی میں
(۲) دور ہو جائے تعب تھا وہ اثر پانی میں

دیر تک سیر سے اُس جھیل کی مسرور ہوئے　　تھے جو کچھ کسل مسافت کے وہ سب دور ہوئے
شاد سب دیکھ کے اُن کے رُخ پہ نور ہوئے　　ہجر سیتا کا بڑھا رام جی رنجور ہوئے
بولے سیتا کی مجھے یاد بہت آتی ہے
(۳) کوئی تفریح مرے دل کو نہیں بھاتی ہے

کیا خبر ہے ہمیں کیا اُس پہ مصیبت آئی　　چھوٹنا مجھ سے اُسے ہوگا بہت دُکھدائی
یہ بھی قسمت میں ہماری تھی لکھی رسوائی　　کہہ کے لچھمن سے یہ آگے کو بڑھے رگھورائی
دور سے دیکھ کے سُگریو نے آتے اُن کو
(۴) انجنی سُت سے کہا ڈر کے دکھلاتے اُن کو

دیکھنا کون ہیں دونوں یہ جو آتے ہیں ادھر　　جن کا ثانی نہیں آتا کوئی طاقت میں نظر
ہو نہ ہو بھیجے ہیں بالی کے مجھے ہے یہی ڈر　　دیکھ کر ان کو مرے کانپ گئے قلب و جگر
برہمن کا سا ذرا بھیس بنا کر جاؤ
(۵) تم اُنھیں پوچھ کے حال اُنکا یہاں لے آؤ

دل میں ہو بغض اگر اُن کے تو رکھنا یہ خیال　　باتوں باتوں میں نہ کھُل جائے ہمارا کہیں حال
ہوں جو بالی کے طرفدار تو اے نیک خصال　　تم اشاروں میں بتانا ہمیں گر ہو کوئی چال
اُن کی گر آئے طبیعت میں نظر مَیل کہیں
(۶) بھاگ جاؤں میں ابھی چھوڑ کے یہ شَیل کہیں

بھول جانا نہ اشاروں کو مری بات سنو　　اب کرو دیر نہ جلدی سے اُٹھو حال تو لو
سر پہ آئی ہے یہ آفت مری امداد کرو　　جانتا ہوں میں کہ ہر طرح سے قابل تم ہو
سُن کے یہ طَور برہمن کے بنا کر اپنے
(۷) جا کے نزدیک کہا سر کو جھکا کر اپنے

آپ کے چہرۂ پُر نُور سے روشن ہے جہان نام کیا آپ کے ہیں اور کہاں پہ ہے مکان
مجھ کو اب تک نظر آیا نہیں ایسا اِنسان آپ انساں ہیں کہ انسان کی صورت بھگوان
میں سمجھتا ہوں کہ ترے لوک کے کارن ہو تم
(۸) اپنے بھکتوں کے دُکھ اور دوش نوارن ہو تم

اپنی مایا سے تم انسان کی صورت بن کر مارتے دُشٹوں کو اور لیتے ہو بھکتوں کی خبر
پاپ کا بوجھ وہ ہے جو کہ زمیں کے سر پر دور کرنے کے لئے آئے ہو تم چھوڑ کے گھر
شکلِ انساں میں ہو تم تا نہ کوئی جان سکے
(۹) تم کو بھکتوں کے سوا کوئی نہ پہچان سکے

بات سُن کر یہ دیا تب اُنھیں رگھوبر نے جواب راجہ دشرتھ کا پسر رام ہوں میں خانہ خراب
بھائی لچھمن یہ مرا ساتھ ہے انبازِ عذاب باپ کے حکم سے کی دشت نوردی ایجاب
جانکی جی بھی جو یکتا ہیں وفاداری میں
(۱۰) دھرم پتنی مری ہمراہ تھیں غمخواری میں

ایک دن جبکہ ہوا جانکی جی کا اصرار میں گیا کرنے کو اک آہوئے پُر سحر شکار
آ کے اتنے میں کوئی اہرمنِ زشت شعار لے گیا جانکی کے ساتھ مرے دل کا قرار
فکرِ سیتا میں یہاں دل مجھے لے آیا ہے
(۱۱) ہم کو بتلا دو جو کچھ تم نے پتا پایا ہے

وجہ اپنی بھی کرو دشت نوردی کی بیاں تم پسر کس کے ہو اور کس لئے پھرتے ہو یہاں
بات سُن کر یہ اُنھیں جان کے شاہِ دو جہاں گر کے قدموں پہ ہنومان ہوئے عرض رساں
انجنی ماں ہے پَوَن پُتر کہاتا ہوں میں
(۱۲) نام ہنومان ہے اب وجہ بتاتا ہوں میں

ہو کے بھائی کے بہت ظلم و ستم سے رنجور اہلیہ چھین لی اور جس نے کیا تخت سے دور
سامنے رہتا ہے رِشِ مُوک(۱) پہ سُگریو حضور میں دلاتا ہوں یقیں تھا نہ کوئی اُسکا قصور
آپ دونوں ہیں پڑے ایک ہی دشواری میں
(۱۳) ہے بھلا دونوں کا اک کی مددگاری میں

(۱) ऋष्यमूक

دوستی آپ کریں اُس سے یہ ہے اِستدعا وہ کسی طور سے سیتا کا لگا دے گا پتا
ہوں میں سُگریو کا منتری ہے چھپا آپ سے کیا آپ کو میں نے نہ جانا یہ ہوئی مجھ سے خطا
ناتھ مایا نے تمہاری مجھے بھرمایا تھا[1]
(۱۴) اس لئے یاد نہ برہمّا کا کہا آیا تھا
اب ہوا مجھ پہ ہراک حال تمہارا روشن ہے یقیں مجھ کو نہ رہ جائیں گے اب رنج و محن
گرپڑے پاؤں پہ پھر کہہ کے یوں سُت یہ بچن داس میں تم مرے سوامی ہو سُنو رگھونندن
جس طرح ہوگا میں سیتا کا پتا لاؤں گا
(۱۵) جاگ اُٹھے گی مری قسمت جو میں کام آؤں گا
تب ہنومان سے رگھوناتھ نے یہ فرمایا میں بھی سُگریو سے ملنے کے لئے ہوں آیا
بات سُنکر یہ رضامند جو اُن کو پایا اپنے کندھوں پہ ہنومان نے تب بٹھلایا
کُود کر جلد سرِ کوہ پہ لائے اُن کو
(۱۶) کئے آرام کے سامان جو بھائے اُن کو
عرض پھر کی شہِ سُگریو سے فوراً جا کر آج تک ہوگئی ہونی تھی جو کُلفت میں بسر
آئی راحت کی گھڑی رہ نہ گیا کوئی بھی ڈر بہرِ امداد مری آئے ہیں خود شکلِ بشر
جسم آئینہ ہے اندازِ توانائی کا
(۱۷) وصف میں اُن کے دہن بند ہے گویائی کا
اُن کے الطاف سے تکلیف مٹے گی ساری آئیے کیجئے ملنے کے لئے تیاری
آپ کی بالی سے لڑنے کی ہے آئی باری ہے وہ تدبیر کہ ہو جاے گی باہم یاری
شاہدِ شرطِ وفا آگ کو ٹھہراؤں گا
(۱۸) جانکی جی کا پتا جا کے میں خود لاؤں گا
ہوکے سُگریو ہنومان کی اس بات سے شاد دل میں ظلم و ستمِ بالی کی لے کر فریاد
سوچ کر کی جو اُنھوں نے کہیں میری امداد سلطنت ہاتھ پھر آئے گی بر آئے گی مُراد
تھے جہاں رام ہنومان کے ہمراہ چلا
(۱۹) چھوڑ کر تمکنتِ سلطنت و جاہ چلا

[1] भरमाया

جس جگہ رام ولکھن تھے وہ وہاں پر آیا ہو گیا دل میں مگن اپنے جب اُن کو پایا
توڑ کر پتّوں کو اُن کے لئے آسن لایا بھائی کے حکم سے لچھمن نے اُسے بٹھلایا
بات جو رام کے بن باس کی تھی یاد دکھی
(۲۰) جانکی جی کے ہرے جانے کی اُفتاد کہی
داستاں رام کی سُنکر یہ بہت درد بھری چشمِ تر سے ہوئی کشتِ غمِ سُگریو ہری
یاد بالی کی اُسے آگئی بیداد گری اپنے وہ راحت و آرام کے دن تاجوری
کرکے پھر ضبط یہ کی عرض کہ اے رام سنو
(۲۱) لے گیا سیتا کو ہے راون بدنام سنو
سُن کے یہ حال تمہارا مجھے اب یاد آئی میں نے دیکھا ہے جو کرتا ہوں بیاں گھرائی
ایک دن جب کہ بخوفِ ستم و رسوائی ہم تھے اس شَیل پہ تھی یاس دلوں پر چھائی
کان میں گریہ وزاری کی صدا آکے پڑی
(۲۲) یک بیک سوئے فلک سب کی نظر جا کے پڑی
دیکھا شاہنشہِ عفریت جو کہلاتا ہے یعنی راون کسی عورت کو لئے جاتا ہے
بیکسی اُس کو رُلاتی ہے تو دھمکاتا ہے ایک ابلا پہ ذرا رحم نہیں کھاتا ہے
چھین لیتے اُسے اُمید ہمیں پوری تھی
(۲۳) تھے بہت دُور مگر تھی تو یہ مجبوری تھی
دیکھا بیٹھے ہوئے ہم کو جو پریشانی میں پھینکے کچھ جسم کے زیور اُسی گریانی میں
میں نے رکّھا ہے اُنھیں اپنی نگہبانی میں نُور سے اُن کے مری عقل ہے حیرانی میں
میں نے دیکھے نہ تھے ایسے یہ نئے طور کے ہیں
(۲۴) دیکھئے آپ کے ہیں یا کہ کسی اور کے ہیں
لاکے زیور اُنھیں سُگریو نے تب دکھلائے غم بڑھا ہجر کا آنکھوں میں بھی آنسو آئے
آہ پُر درد وہ انساں کی طرح بھر لائے سخت پتھر سا بھی دل سُن کے جسے ہِل جائے
نام سیتا کا فقط وردِ زباں تھا اُن کے
(۲۵) حال بیتابئ دل رُخ سے عیاں تھا اُن کے

دیر تک گریہ کناں یوں ہی رہے جب شری رام جوڑ کر ہاتھ کہا بھائی نے لے شاہِ انام
مل گیا ہم کو پتا اب نہیں کچھ غم کا مقام چل کے ہم کرتے ہیں راون کا ابھی کام تمام
فوجِ میموں کا بھی ہے اب تو سہارا ہم کو
ورنہ اک آپ کا کافی ہے اشارا ہم کو (۲۶)

بولا سگریو بھی کر کے سرِ تسلیم کو خم منھ نہ موڑینگے اطاعت سے کبھی آپ کی ہم
بھیج کر جنگ میں راون کو سوئے ملکِ عدم جانکی جی کو ملا دینگے یہ کھاتے ہیں قسم
تب ہنومان نے اخلاص سوا کرنے کو
آگ رکھ دی دہیں پابندِ وفا کرنے کو (۲۷)

رام نے تب یہ کہا اُس سے بہ اخلاصِ کمال ہے یہ خواہش کہ ہو معلوم تمہارا بھی تو حال
دشمنی کیوں ہوئی بھائی سے ہوا کون ملال کیوں یہاں رہتے ہو تم چھوڑ کے سب جاہ و جلال
بد نصیبوں میں کہا اُس نے کہ ہوں فرد سُنو
ہے جو خواہش ہی تو لو قصۂ پُر درد سُنو (۲۸)

نام سے مے[1] کے تھا اک دیت جہاں میں مشہور مایاوی[2] اُس کا پسر رہتا تھا اس شہر سے دور
تھی بھری اُس میں بدی تھا نہ کوئی نیک شعور اپنی طاقت کا اُسے رہتا تھا ہر وقت سرور
جب کہیں اور نہ لڑنے کا اشارا پایا
آ کر اک رات مکاں پر مرے وہ چلّایا (۲۹)

آئی کانوں میں جو اُس دیت کی آواز کڑی سُرخ آنکھیں ہوئیں بالی کو ذرا کل نہ پڑی
در پہ دیکھا تو ملی شکلِ ستم کیش کھڑی اور بھی طیش بڑھا آنکھ سے جب آنکھ لڑی
کس کے گھونسہ اُسے بالی نے اک ایسا مارا
جس سے کافور ہوا نشۂ طاقت سارا (۳۰)

اس طرح ہو جو گیا قوتِ بالی کا یقیں بھاگا وہ گھر کو ہوا دل میں پشیمان و حزیں
دل کو بالی کے نہ لیکن ہوئی مطلق تسکیں دوڑ کر اُس کے تعاقب میں چلا چیں بجبیں
جس طرف دیت کا پیچھا کئے جس راہ گیا
میں بھی بھائی کی مدد کے لئے ہمراہ گیا (۳۱)

[1] मय [2] मायावी

جب کسی طور رہائی اُسے آئی نہ نظر گھس گیا کوہ کے اک غار میں با حالِ بتر
دیکھ کر بالی نے مجھ کو یہ کہا در پہ ٹھہر میں اُسے مار کے آتا ہوں ابھی فکر نہ کر

بھاگ کر جس میں وہ عفریتِ غم آلود گیا
(۳۲) کہہ کے یہ مجھ سے اُسی غار میں وہ کود گیا

منتظر اُس کا رہا ایک مہینہ میں وہاں جب نہ آیا وہ تو گذرا مرے کچھ دل میں گماں
خون کی ایک ندی بھی ہوئی اندر سے رواں رنج جو مجھ کو ہوا ہو نہیں سکتا وہ بیاں

جسمِ بالی کا لہو میں اُسے سمجھا دل میں
(۳۳) ڈر ہوا موت کا اپنی میں پڑا مشکل میں

موت بھائی کی سمجھ کر نہ رہے ہوش بجا آ کے مجھ کو بھی نہ مارے کہیں یہ خوف ہوا
رکھ کر اک سنگِ گراں غار کا مُنھ بند کیا اور جان اپنی لئے گھر کو پھرا۔ پھر نہ رُکا

مرگِ بالی سے رعایا کو بہت رنج ہوا
(۳۴) کمسنی دیکھ کے انگد کی ششش و پنج ہوا

مل کے تب سب نے دیا مجھ کو تلک آخرِ کار گو تمنّا نہ مجھے تھی نہ حکومت درکار
کچھ دنوں میں نے کیا راج کا پالن ناچار ہجرِ بالی میں نہ آتا تھا مگر مجھ کو قرار

مار کر دیت کو جب لوٹ کے آیا بالی
(۳۵) تابِ غصّہ نہ مجھے دیکھ کے لایا بالی

مار کر مجھ کو دیا شہر سے اک لخت نکال لے لی ہمخوابہ مری چھین لئے زیور و مال
گالیاں دیں مجھے کیا تم سے کہوں دینِ دیال بھائی ہونے کا مرے کچھ نہ کیا اُس نے خیال

اُس کے ڈر سے میں ہر اک مُلک میں ناچار پھرا
(۳۶) بختِ برگشتہ مرا مجھ سے نہ زنہار پھرا

دیکھا ہر سمت کہیں چین نہ آیا مجھ کو میں جہاں جا کے چھپا اُس نے بھگایا مجھکو
عرض کی سب سے کسی نے نہ بچایا مجھ کو کون سا دُکھ ہے جو اُس نے نہ دکھایا مجھکو

آ کے رِشّ موک پہ کچھ امن کی تدبیر ہوئی
(۳۷) بد دُعا مُنی کی مرے واسطے اکسیر ہوئی

شاپ کے ڈر سے وہ رکھتا نہیں اسجا پہ قدم اسلئے اُس سے تو بیخوف یہاں رہتے ہیں ہم
رات دن تو بھی مجھے رہتا ہے اس بات کا غم مستِ صحبت مری عورت سے ہے وہ اہلِ ستم
اُس کو طاقت میں کوئی جیت نہیں پا سکتا
(۳۸) وہ کسی طور سے قابو میں نہیں آ سکتا

آس کچھ دل میں تمہیں دیکھ کے آئی ہے آج تم سے شاید ہو مرے اس مرضِ غم کا علاج
کر کے دُکھ یار کا محسوس ہوا تُند مزاج دوں گا بدلہ اُسے اس ظلم کا بولے رگھوراج
پھر کہا اُن سے یہ سُگریو نے اے دینِدیال
(۳۹) کس کی بالی کے مقابل میں ہے جانے کی مجال

وہ کسی کو بھی سمجھتا نہیں قوّت والا اُس سے جیتا نہ کوئی دہر میں طاقت والا
بالی اوروں کی طرح پر نہیں ہمّت والا نیرو بازو سے پھرتا ہے بنا متوالا
سُر اسُر جو بھی لڑائی کو مقابل آئے
(۴۰) میں سمجھتا ہوں اُسے جیت نہ ہرگز پائے

حال کچھ آپ سے کرتا ہوں میں بالی کا بیاں دُندُبھی[1] نام سے اک دیت تھا دنیا میں عیاں
جسم جس کا تھا بہت کوہ کی مانند کلاں دیکھتے ہی جسے آ جاتا تھا دہشت میں جہاں
شکلِ جاموس میں اک شب وہ نمودار ہوا
(۴۱) آ کے بالی سے لڑائی کا طلبگار ہوا

خشمگیں بالی ہوا دیت کی سُن کر للکار گھر سے فوراً نکل آیا اُسے آیا نہ قرار
سینگ ہاتھوں سے پکڑ کر اُسے پٹکا اک بار داب کر جسم کو اک پیر سے تب آخرِ کار
سینگ پھر تھام کے ہاتھوں سے مروڑا سر کو
(۴۲) بار آسا شجرِ جسم سے توڑا سر کو

مر گیا وہ تو اُٹھی دل میں پھر اک بار اُمنگ لے کے سر ہاتھ میں مانندِ کلوخِ گل و سنگ
اُس کو پٹکا تو اُچھل کر وہ قریب اک فرسنگ اُس جگہ جا کے گرا رہتے تھے جس جا پہ متنگ
دیکھ کر خون کی اُس سر سے جو بوچھار ہوئی
(۴۳) آتشِ خشم رکھیشر کی شرر بار ہوئی

(1) दुन्दुभी

شاپ مُنی بَر نے دیا بالی کو غصہ کر کے وہ یہاں آئے تو مر جائے ہوں ٹکڑے سر کے
تب سے کرتا ہے بپا فتنے تو دنیا بھر کے لیکن آتا نہیں رِشی موک پہ مارے ڈر کے
دیکھئے آپ اگر سر یہ ہلا سکتے ہیں
(۴۴) تو میں سمجھوں کہ ظفر بالی پہ پا سکتے ہیں

ہنس کے رگھو بر نے دیا پیر سے اُس کو ٹھکرا تینس فرسنگ کی دوری پہ وہ سر جا کے گرا
سب کو حیرت ہوئی سُگریو کا خلجان مٹا کچھ یقیں دل کو ہوا اُس پہ ظفر یابی کا
جوڑ کر سامنے پھر رام کے سُگریو نے ہاتھ
(۴۵) عرض کی یوں کہ سنو بھگت بچھل دین کے ناتھ

سامنے آپ کے آتے ہیں نظر سات جو تاڑ بالی کرتا ہے ہلا کر انھیں ان کی پت جھاڑ
اپنے اک تیر سے دیں آپ جو ان سب کو اُکھاڑ ہو یقیں ہستیٔ دشمن کا بھی ڈھا دیں گے پہاڑ
تیر اک رام نے ترکش سے نکالا اپنے
(۴۶) اور دھنش نیروِ بازو پہ سنبھالا اپنے

کھینچ کر تیر وہ جس لمحہ کیا رام نے سر گر پڑے جڑ سے اُکھڑ کر وہیں وہ سات شجر
آ گیا تیر وہ ترکش میں زمیں پر لگ کر رہ گیا دیکھ کے سُگریو کرامت ششدر
ہو گیا اُس کو یقیں فتح کا اب بالی پر
(۴۷) اُس نے سر اپنا جھکایا قدمِ عالی پر

عرض اس طور پہ سُگریو نے تب کی با ادب بخت بیدار ہوا آج کٹی رنج کی شب
آپ کو پا کے رہی کوئی نہ خواہش مجھے اب آپ ہی سب میں ہیں اور آپ میں موجود ہیں سب
آپ کا روپ ہے ہر دل کو لبھانے والا
(۴۸) ہے مگر بھگت ہی اک آپ کو پانے والا

مُکتی مل جائے اُسے دیکھے جو یہ شکلِ نجیب ہر طرح اُس کی بنے جس کے بنیں آپ حبیب
مجھ پہ احسان یہ بالی نے کیا بن کے رقیب ورنہ ہوتا نہ مجھے آپ کا دیدار نصیب
راج کا سوچ کچھ اب فکر نہ پریوار کی ہے
(۴۹) آرزو آپ کے ہر وقت کے دیدار کی ہے

یگیہ تپ دان سے گو مٹتی ہے دامن کی تری   یہ کرا سکتے نہیں زحمِ تنا سُخ سے بَری
ہو مگر آپ کے دیدار سے گر بہرہ وری   گیان و گیان ہو دُنیا کی مٹے دردسری

لمحہ بھر بھی کوئی دھیان آپ کا گر کرتا ہے
(۵۰) دل میں گیان اُس کے بہت جلد اثر کرتا ہے

سارے عیبوں کی فقط ایک ہے اگیان ہی جڑ   آپ کے دھیان سے جاتی ہے جو فی الفور اُکھڑ
زندگی جائے کسی کی جو معاصی سے بگڑ   یا عذابوں میں کوئی جائے کسی وقت جکڑ

رام جی آپ کا اک نام سُدھارے اُس کو
(۵۱) جب فقط آپ کے ہی نام کا تارے اُس کو

اب نہیں کچھ بھی مرے دل میں تمنّا باقی   خواہشِ زن نہ خیالِ غمِ اعدا باقی
مُلک و دولت کی نہ ہے راج کی پروا باقی   ہے تو ہے آرزوِ دیدِ کفِ پا باقی

جس کی بھکتی سے ہر اک رنج و محن مٹ جائے
(۵۲) فکر رہ جائے نہ کچھ جنم مرن مٹ جائے

(۱) अंश آپ کا انش[۱] تو ہوں میں بھی چر اچر ایا   ہے مرے واسطے سنسار کا بندھن مایا
آپ کرتے نہیں انسان پہ جب تک دایا   دل سے مٹتا ہی نہیں موہ کا ہرگز سایا

ہاں مگر آپ کی رحمت سے جو بھکتی مل جائے
(۵۳) دور اگیان ہو اور گیان سے مُکتی مل جائے

دیجئے بھکتی کہ ہوں پار میں بھو ساگر سے   اب رہا کام نہ پریوار سے دھن سے گھر سے
ہو گئے دور خیالاتِ بغاوت سر سے   دشمنی دُور ہوئی دوستی دنیا بھر سے

غیر تھا جو مجھے اب اپنا یگانہ نکلا
(۵۴) جُزو اک آپ کے ہی کُل کا زمانہ نکلا

دیجئے بر وہ کہ بھکتوں میں مرا مان رہے   دل میں چرنوں کا سدا آپکے ہی دھیان رہے
آپ کا نام زباں پہ مری ہر آن رہے   آپ کے بھکتوں کی سیوا مرا ایمان رہے

دیدۂ شوق ہوں نُورِ رُخِ پُر نُور سے پُر
(۵۵) گوش ہر وقت رہیں آپ کے مذکور سے پُر

سر جھکے آپ کے قدموں پہ ہمارا بھگوان — مندروں ہی میں ہو بیروں کا گذارا بھگوان
کشتیٔ عمر کے ہوں آپ سہارا بھگوان — خاکِ پا آپ کی ہو جسم یہ سارا بھگوان

آپ کے پانوں کی اکسیر ہے یہ خاک نہیں
ہو گیا پا کے اسے کون طرب ناک نہیں (۵۶)

غزل

کب ہو بیاں زباں سے سوزِ غمِ نہانی — یہ وہ تپش ہے جس سے ہو جائے آگ پانی
زیرِ فلک ہے ہر شے نقشِ بر آب فانی — لیکن نظر بشر کو آتی ہے جاودانی
کس پہ ہوا نہ گردوں جور و ستم کا بانی — آفاق میں نہ کس کا دشمن بنا یہ جانی
ہے جو بنائے مہر و ماہ و سمائے عالم — کل کائنات جس کی ہے طبع کی روانی
اُس پر بھی ظلم ڈھایا اس چرخِ چنبری نے — نیرنگیاں دکھائیں آفاتِ ناگہانی
شاہی کی شان و شوکت جس سے ہوئی دوبالا — صحرا میں آج اُس نے ہر سمت خاک چھانی
عیش و محن دکھائے لازم بشر یہ دونوں — شاہنشہِ دو عالم۔ بندوں کی پاسبانی
معلوم ہے جسے سب جو جانتا ہے دل کی — سُنتا ہے وہ کسی کے دُکھ درد کی کہانی
دنیا کے یہ مصائب دم بھر میں دور ہوں گے — نارائن اُس کی ہوگی جب تجھ پہ مہربانی

جس وقت ہوں گی تیری سب منقطع اُمیدیں
اُس دم کھُلے گا بابِ گنجینۂ معانی

سوئیا۔ برہم جو ویاپک ہے سگرو جگ ماں جیہی کی سب سرشٹی بنائی
جانت جو سب دیکھت ہے بن ڈھونڈھت ہے متھلیش کی جائی
سادھن یوگ انیک نرائن پاوت ناہیں رکھیشور رائی
کانن آج مہی دھر پے لگھو وانر تے سوئی کینہہ متائی

सवैया—ब्रह्म जो व्यापक है सिगरो जग मां जेहि की सब सृष्टि बनाई ।
जानत जो सब देखत है बन ढूँढत है मिथिलेश की जाई ।
साधन योग अनेक 'नरायन' पावत नाहिं ऋषीश्वर-राई ।
कानन आज महीधर पै लघु वानर ते सोई कीन्ह मिताई ॥

دوہا - سب سادھن کے سدّھ پھل سب گیانن کے گیان
جنک ستا کی کھوج میں آج بنے انجان
جگ متھیا ہے سوپن وت - میرو تیرو نات
اک سانچو ہری نام ہے نارائن وکھیات

سرگ دوسرا

بالی بدھ

سُن کے سُگریو کی تقریر بہت گیان بھری ہنس کے مایا کی دکھائی اُسے اک جلوہ گری
اور یوں کہنے لگے بعد ازاں اُس سے ہری سچ ہے لیکن تمہیں اس بات سے ہے بیخبری
لوگ سب کہکے ہنسیں گے یہ کہ کیا یاری کی
(۱) رام نے کون سی سُگریو کی غم خواری کی

دوستی کی بھی تو سُگریو نے کیا پھل پایا نہ تو عورت ہی ملی اُس کو نہ دھن ہاتھ آیا
آگ کو شاہدِ اخلاص عبث ٹھہرایا عہد کیا رام کا تھا کرکے یہ کیا دکھلایا
لفظ کیا سچ کوئی اُس وعدہ و پیماں میں نہ تھا
(۲) ایسا کیوں قول دیا اپنے جو امکاں میں نہ تھا

اس لئے اب نہیں واجب کہ کرو اسمیں درنگ جاکے پیغام ابھی بھیج دو اُس کو پئے جنگ
خوف کیا ہے نہیں اُٹھتی جو لڑائی کو اُمنگ قتل اُسے کرنے کو کافی ہے مرا ایک خدنگ
ہے یقیں مجھ کو۔ ہے سچ آپ جو فرماتے ہیں
(۳) آپ کا حکم ہے تو لیجئے ہم جاتے ہیں

दोहा—सब साधन के सिद्ध फल, सब ज्ञानन के ज्ञान ।
जनक-सुता की खोज में, आजु बने अनजान ।।
जग मिथ्या है स्वप्नवत्, मेरो तेरो नात ।
इक साँचो हरि-नाम है, 'नारायण' विख्यात ।।

جا کے سُگریو نے کشکندھا کے[۱] اُپ بن میں شتاب — اُس کو للکارا یہ کہہ کر کہ نکل خانہ خراب
مجھ سے لڑ آ کے لڑائی کی اگر ہو تجھے تاب — ہو گی اب تیرے مظالم کا تری موت جواب
جا کے کانوں میں جو بھائی کی یہ للکار پڑی
ایک لمحہ بھی نہ کل بالی کو زنہار پڑی (۴)

لال آنکھیں ہوئیں اور چہرہ غضبناک ہوا — آ کے تیار لڑائی کو وہ بے باک ہوا
مُشت زن سینہ پہ سُگریو بہ اِدراک ہوا — طیش سے بالی کا دامانِ خرد چاک ہوا
گھونسے دو تان کے سُگریو کو ایسے مارے
باز چنگل سے کسی مُرغ کو جیسے مارے (۵)

اُٹھ کے سُگریو نے پھر بالی کو گھونسہ مارا — مار کر بالی نے سُگریو کو پھر للکارا
دیر تک لڑتے رہے دونوں نہ کوئی ہارا — آخرش فرش پہ سُگریو گرا بے چارا
لے کے جان اپنی بہت ڈر سے پریشاں بھاگا
تھے جدھر رام اُدھر چھوڑ کے میداں بھاگا (۶)

جا کے قدموں پہ گرا کہہ کے کہ اے کانِ کرم — ہم تو کہتے تھے کہ بالی سے نہ لڑ پائیں گے ہم
آپ نے قتل کی بالی کے جو کھائی تھی قسم — تو دکھایا مجھے کیوں ہاتھ سے دشمن کے یہ غم
قتل بالی کا اگر آپ کو منظور نہ تھا
مارتے مجھ کو ہی کیا اس کا بھی مقدور نہ تھا (۷)

بھیج کر جنگ میں کیوں مجھ کو دکھائی یہ شکست — قول سے اپنے پھرے آپ تو ہیں صدق پرست
دیکھ کر اُسکو ہوا حوصلہ کیا آپ کا پست — یا جہاں آپ تھے لگتی نہ وہاں پر سے تھی شست
تھا شرن آپ کی میں رحم تو کھایا ہوتا
ہیں شرن پال تو بے کس کو بچایا ہوتا (۸)

لفظ دشمن کا سُنا رام نے سُگریو سے جب — سمجھے بیگانہ ہوا اپنا یگانہ اُسے اب
گیان وہ تھا جو زمانہ کی رفاقت کا سبب — دل میں باقی نہ رہا اپنا بر آیا مطلب
بولے کچھ فرق نہ تم دونوں میں پایا میں نے
اس لئے تیر کماں سے نہ چلایا میں نے (۹)

(۱) उपवन

ڈر ہوا مجھ کو نہ لگ جائے تمھیں تیر کہیں ہے جو سوچی وہ اُلٹ جائے نہ تدبیر کہیں
اک نئے دُکھ کی دکھائے نہ یہ تصویر کہیں فرقتِ دوست سے ہو جاؤں نہ دلگیر کہیں
تم کو آزار ہوا صدمۂ جانکاہ مجھے
(۱۰) کیا کروں مل نہ سکی اور کوئی راہ مجھے

جا کے لڑنے کے لئے پھر اُسے تیار کرو جس طریقہ سے ہو ممکن اُسے بیزار کرو
ذرہ بھر خوف نہ اب دل میں تم اے یار کرو بچ سکے گا نہ وہ تم وار پھر اک بار کرو
لکشمن قابلِ پیکار بنا دو ان کو
(۱۱) خوشنما پھولوں کا اک ہار پنھا دو ان کو

کہہ کے یہ رام نے سینہ سے لگایا اُس کو دُکھ کیا دور سب اعجاز دکھایا اُس کو
لکشمن جی نے تب اک ہار پنھایا اُس کو آسرا جنگ میں نصرت کا دلایا اُس کو
جا کے گھر پر اُسے سُگریو نے پھر للکارا
(۱۲) بالی لڑنے کو چلا اُٹھ کے اجل کا مارا

جب سنی بالی نے بھائی کی پھر اپنے آواز یک بیک ہو گئے پھر غیظ و غضب کے انداز
تھا جو تارا پہ عیاں رام سے سُگریو کا ساز روک کر بولی بہ آوازِ پُر از سوز و گداز
آج رہ رہ کے مری آنکھ پھڑک اُٹھتی ہے
(۱۳) خود بخود سینہ میں اک آگ بھڑک اُٹھتی ہے

ہار سُگریو نے تم سے تو ابھی مانی ہے اس قدر جلد ہی پھر لڑنے کی کیوں ٹھانی ہے
اُس کو امداد کوئی ہو نہ ہو پنہانی ہے ہے یہی شک جو مجھے باعثِ حیرانی ہے
ہنس کے بالی نے کہا اُس سے کہ کیوں روتی ہے
(۱۴) جنگ میں کیوں مری تو آج مُخِل ہوتی ہے

حیف صد حیف عدو گھر پہ پکارے مجھ کو اور تو جانے نہ دے خوف کے مارے مجھ کو
سُندری چھوڑ دے قسمت کے سہارے مجھ کو جیت پائیں گے نہ اعدا مرے سارے مجھ کو
میں ابھی مار کے آتا ہوں اُسے فکر نہ کر
(۱۵) قوتِ غیر کا آگے مرے تو ذکر نہ کر

ہو جو ہمدرد بھی اُس کا کوئی تو بھی نہیں غم　　جا کے دونوں کو دکھاتے ہیں ابھی مُلکِ عدم
بزدلی ہے یہ لڑائی کو اگر جائیں نہ ہم　　چھوڑ دے ہاتھ کہ رُکتا نہیں روکے سے قدم
سر پہ دشمن ہے لڑائی سے نہ تُو روک مجھے
لا اُٹھا دے مری تلوار نہ اب ٹوک مجھے　(۱۶)

بولی بالی سے تب اس طور یہ تارا رو کر　　تم سے کہتی ہوں سنو میں نے جو پائی ہے خبر
لے گئی جستجوِ صید جو انگد کو اُدھر　　حال جو اُس کو ملا ہے وہ یہ اے شاہِ ظفر
رام شاہنشہِ دشرتھ کے پسر آئے ہیں
اپنے ہمراہ لکھن لال کو بھی لائے ہیں　(۱۷)

دخترِ شاہِ جنک جانکی بھی ساتھ میں تھیں　　عیش و آرام سے رہتے تھے وہ جنگل میں یہیں
ایک دن اُسکی خبر پائی جو راون نے کہیں　　لے گیا اُن کو چُرا کر نہ ڈرا کافرِ دیں
جانکی جی کا فراق اُن کو یہاں لایا ہے
حال بھی کچھ اُنھیں سُگریو نے بتلایا ہے　(۱۸)

اور بتائے ہیں وہ سب تم نے کئے ہیں جو ستم　　مارنے کی تمھیں تب رام نے کھائی ہے قسم
پران پتی[1] دوستی دونوں میں ہوئی ہے باہم　　اُن کی امداد کا اسواسطے بھرتا ہے وہ دم
دشمنی چھوڑ کے سُگریو سے یاری کر لو
لو شرن رام کی تم جا کے نہ دردِ سر لو　(۱۹)

عیش سے راج کرو اُس کو بنا کر یوراج　　رحم انگد پہ کرو راج بچا لو مری لاج
گر پڑی کہہ کے یہ قدموں پہ کہ میرے سرتاج　　مان لو بات لڑائی کے لئے جاؤ نہ آج
ہاتھ تب تھام کے بالی نے اُٹھایا اُس کو
پونچھ کر اشکوں کو سینہ سے لگایا اُس کو　(۲۰)

روکتی جانے سے مجھ کو ہے یہ اچھی نہیں ہٹ　　ہو گی توہین مری جائیگی توقیر بھی گھٹ
سچ ہے ابلا[2] کو اگر کہتے ہیں اگیان نپٹ[3]　　چھوٹتی ہی نہیں جس بات کی لگجاتی ہے رٹ
کس نے سکھلائی ہے بدخواہوں سے یاری تجھکو
ڈر ہے کس بات کا بتلا مری پیاری تجھ کو　(۲۱)

(१) प्राणपति
(२) अबला　(३) निपट

سُن چکا ہوں کہ پرم برہمہ نے سنسار کا بار دور کرنے کو اجودھیا میں لیا ہے اوتار
آئے ہیں وہ تو نصیبہ مرا ہو گا بیدار ہو گا عیشِ ابدی اُن کا جو ہو گا دیدار
ایکساں دہر میں نُور اُن کا مرا اک جیو میں ہے
(۲۲) فرق اُن کے لئے کچھ مجھ میں نہ سُگریو میں ہے

جوڑ کر ہاتھ اُنھیں گھر پہ بُلا لاؤں گا پد کمل دیکھ کے اُن دونوں کے سُکھ پاؤں گا
بس میں بھکتوں کے ہیں بھکتی سے میں اپناؤں گا وہ شرن پال ہیں میں اُن کی شرن جاؤں گا
ہو سکے گی جو کروں گا میں وہ پوجا اُن کی
(۲۳) تھی یہ تقدیر کہاں مجھ سے ہو سیوا اُن کی

ورنہ سُگریو کے گر رام طرفدار نہیں تو اُسے مار کے آنا مرا دشوار نہیں
جا کے میں اُس سے ملوں ہو گا یہ زنہار نہیں وہ مرا دشمنِ جانی ہے مرا یار نہیں
وہ کہے جنگ کو اور میں اُسے پوراج کروں
(۲۴) خود کو کیوں غیر کے طعنوں کا میں آماج کروں

تو سمجھتی نہیں کہتے ہیں کسے جنگ کا جوش لوگ ڈرپوک کہیں گے مجھے لگ جائیگا دوش
شرم کی بات ہے جا بیٹھ تو اب گھر میں خموش دیکھ پھر کان میں آئی وہی آوازِ خروش
کہہ کے یہ سینہ سے پھر اُس کو لگا کر بالی
(۲۵) بھڑ گیا طیش میں سُگریو سے آ کر بالی

تھا جو رگھوناتھ کی امداد کا اِس کو یارا کس کے سُگریو نے اک آتے ہی گھونسہ مارا
سر پہ بالی نے اِسے مار کے پھر للکارا اس نے مارا اُسے پھر زور لگا کر سارا
مارتا تھا یہ اُسے اور وہ اِس کو کس کر
(۲۶) وہی گر پڑتا تھا لگ جاتا تھا جس کو کس کر

دیر تک دونوں میں باہم یوں ہی ہوتی رہی جنگ رام جی دیکھا کئے چھپ کے لڑائی کا یہ رنگ
آخرش دیکھ کے سُگریو کو آیا ہوا تنگ دل میں سوچا کہ مناسب نہیں اب اور درنگ
تیر اک رام نے ترکش سے نکالا جلدی
(۲۷) تھا جو سُگریو پہ سنکٹ اُسے ٹالا جلدی

شام تھی موت کا اپنی ہوا سُگریو کو ڈر　　اُس طرف آنکھ اُٹھائی تھے کھڑے رام جدھر
تھا یہ مطلب کہ ہے گر قتل سے بالی کے حذر　　شکلِ دلکش دمِ آخر مجھے آجائے نظر
تیر کو چھوڑ دیا کر کے نشانہ دل کا
(۲۸)　علم بالی کو ذرا بھی نہ ہوا قاتل کا

ہو گیا لگتے ہی اُس تیر کے بالی حیراں　　ہل گئی ساری زمیں کانپ اُٹھا سارا جہاں
پہلے کچھ دور اُٹھالے گئی اوپر کو سناں　　پھر گرا فرش پہ گویا کہ نہ تھی جسم میں جاں
جب گرا بالی تو کچھ دیر وہ بیہوش رہا
(۲۹)　بیخودی طاری رہی زخم فراموش رہا

ہوش میں اپنے جب آیا وہ تو آنکھیں کھولیں　　دیکھتا کیا ہے کہ موجود ہیں رگھوناتھ وہیں
نوشگفتہ کمل اُن آنکھوں سے ہے ہیچ کہیں　　تاج سر پر ہے جٹا جوٹ کا مرغوب تریں
تن پہ بلکل بسن اور تیر و کماں ہاتھ میں ہیں
(۳۰)　مالا پھولوں کی ہے سُگریو و لکھن ساتھ میں ہیں

لڑکھڑاتے ہوئے لہجہ میں جو تھا صاف نہیں　　بولا اے رام کیا تم نے یہ انصاف نہیں
مُظہرِ ظلم ہوئے مظہرِ الطاف نہیں　　کام مذموم ہے یہ لائق اشراف نہیں
ہم سے سُگریو ہوا کس لئے پیارا تم کو
(۳۱)　کیوں پسندیدہ ہوا قتل ہمارا تم کو

چھپ کے مارا بھی تو کیا ناموری حاصل کی　　سامنے آتے تو بر آتی تمنّا دل کی
ہو گی دنیا میں ہنسی بات یہ اس قابل کی　　جتنی توقیر منُوکُل[1] کی تھی سب باطل کی　　(1) मनूकुल
مارنا چھپ کے سمجھتے ہو جو مذموم نہیں
(۳۲)　غالباً دھرم تمھیں راج کا معلوم نہیں

جانکی کو جو چرا لے گیا راون بن سے　　آ لگے اس لئے سُگریو کے تم دامن سے
تھی نہ لڑنے کی اگر تاب تمھیں راون سے　　نام کافی تھا مرا اُس کو بھگاتا رن سے
حیف سُگریو نے کچھ حال بتایا نہ تمھیں
(۳۳)　قصّہ راون کا مرا اُس نے سنایا نہ تمھیں

کیا کہوں تم سے اگر دل میں مَیں اپنے لاتا باندھ کر میں اُسے لنکا سے یہیں لے آتا
تم مناسب جو سمجھتے وہ سزا دلواتا میری طاقت میں تھا کیا یہ میں تمھیں دکھلاتا
زخم جو دل میں ہے یہ کاش نہ آیا ہوتا
(۳۴) پل میں لنکا معِ سیتا کے میں لایا ہوتا

لوگ کہتے ہیں تمھیں دھرم کے اوتار ہو تم میں سمجھتا ہوں ادھرمی کے مددگار ہو تم
چھپ کے مارا جو مجھے اس کے خطاوار ہو تم طفل نافہم ہو ناواقفِ بیکار ہو تم
راج نیتی بھی پڑھی کچھ ہے کہ کیا لکھّا ہے
(۳۵) قتل کس وید میں وانر کا روا لکھّا ہے

کھا بھی سکتے نہیں بیکار مجھے مارا ہے شکل بھی میری نہیں قابلِ نظّارا ہے
حیف میں غیر ہوں سُگریو تمھیں پیارا ہے خیر قسمت میں لکھا تھا یہی کیا چارا ہے
ایسی الزام بھری باآکی کی باتیں سُن کے
(۳۶) دھرم دُھر[2] دھاری شری رام جی آگر گُن کے

[1] दुर

بولے کیوں مجھ کو خطاوار تو ٹھہراتا ہے جانتا دھرم نہیں خود مجھے سکھلاتا ہے
راستہ دھرم کا تو کیا مجھے دکھلاتا ہے دھرم کی راہ میں دنیا سے مرا ناتا ہے
دیکھ یہ تیر و کماں دھرم بچانے والے
(۳۷) تجھ سے ادباش کی ہستی کو مٹانے والے

سُن لے مارا تجھے جسکے لئے میں نے وہ خطا کیا تھی سُگریو کی تقصیر جو کی تو نے جفا
گھر سے بے گھر اُسے کرنے میں بھی آئی نہ حیا جو کیا تو نے ہے کیا دھرم یہی راجوں کا
مارنے مرگ کے آگے کوئی کب جاتا ہے
(۳۸) اور وانر بھی تو اک مرگ ہی کہلاتا ہے

اپنی ہمشیر ہو یا بھائی کہ بیٹے کی بہو دھرم کہتا ہے کہ بیٹی کی طرح جان انھیں تو
اب بنا دھرم کا پابند تھا تو یا کہ عدو دھرم کی تیرے ہی دنیا میں ہے شہرت ہر سو
نظرِ بد زنِ سُگریو پہ ڈالی تو نے
(۳۹) دھرم کی اک یہ نئی راہ نکالی تو نے

اس قدر کیوں ہے ستائش میں تُو اپنی سرگرم — میرے نزدیک نہیں اس سے بُرا کوئی بھی کرم
بے حیا تُو ہے سراپا نہیں مطلق تجھے شرم — مارنا ایسے گنہگار کو راجا کا ہے دھرم
دھرم کے نام کو بدنام عبث کرتا ہے
(۴۰) دیکھ یہ دھرم کی ہے جیت کہ تُو مرتا ہے

شکل تب رام کی اصلی نظر اُس کو آئی — بولا اے مصدرِ عدل و کرم و دانائی
چشمِ باطن کو مری آپ نے دی بینائی — ہو گئی دُور مرے دل سے بدی کی کائی
مجھ سے جو دھرم کہا آپ نے مانا میں نے
(۴۱) آپ ہیں برہمہ سگن روپ میں جانا میں نے

ہو گیا سب سے زیادہ مرا سُگریو حبیب — آپ کا جس کی بدولت ہوا دیدار نصیب
ایسی تھی ورنہ کہاں قسمتِ میمونِ غریب — آپ کے تیر سے ہو قتل رہوں خود آپ قریب
اب مجھے سوچ نہ کچھ فکر نہ حیرانی ہے
(۴۲) کیونکہ یہ جسم یہ دولت یہ جہاں فانی ہے

آخری وقت ہوا آپ کے قدموں سے وصال — رہ گیا دل میں مرے اب کوئی ارماں نہ خیال
سخت کلمات کہے آپ کو جو دے دے گالی — درگذر کیجئے تقصیر مری ہے یہ سوال
کھینچئے تیر پرم دھام کو اب جاتا ہوں
(۴۳) جس کے مشتاق ہیں یوگی وہ گتی پاتا ہوں

ہے شرن آپ کی انگد یہ مرا لختِ جگر — اس پہ رکھئے گا سدا اپنی عنایت کی نظر
تیر اِدھر رام نے کھینچا تو گئی روح اُدھر — طرفۃ العین میں طے کر گئی کوسوں کا سفر
سلسلہ رہ نہ گیا اُس کا اب آب و گِل سے
(۴۴) وہ گتی پائی جو پاتے ہیں جتی[1] مشکل سے

غزل

کب تک شبِ فراق کی ہو گی سحر نہیں — دیکھیں گے یا تو یہ نہیں یا اپنا سر نہیں
کچھ اپنے حالِ زار کی اُس کو خبر نہیں — اے جذب اُٹھ اب اور کوئی نامہ بر نہیں

[1] जती

وحدت کا خواب سر میں دوئی کا سرور ہے | فرقت میں چشمِ شوق ذرا اپنی تر نہیں
دل کو خودی زباں کو مذمت سے ساز ہے | پھر کیا گلہ جواب ہوا اپنا اگر نہیں
جس کو نظارۂ کفِ پا کی نہیں ہوس | وہ چاہے اور کچھ بھی ہو لیکن بشر نہیں
دل آئینہ ہو جس پہ تصوّف کا ہو جلا | ہے کون سی جگہ وہ جہاں جلوہ گر نہیں
دیدار سے شگفتہ ہوا غنچۂ مراد | باآلی کو اپنے فعل و تناسخ کا ڈر نہیں
چشمِ ضمیر چاہیئے نظّارہ کے لئے | آنکھیں تو ہیں مگر ہیں سب اہلِ نظر نہیں

ہوگی رسائی ایک نہ اک روز دیکھنا
ہوگا نرآین آہ میں کب تک اثر نہیں

سوئیا

نیت بِرُدّھ کیو تُم وَنش کی لاج گئی مَریادَ مِٹائی
بیادھ سمان ہتیو اَنجان نرآین بان تو کون شُورائی
دَھرم کے جانَن ہار بنے لہی لوک ماں کیرَتی مان بڑائی
مار کے وانر کا کریہو تُم کھائے سکو نہیں مانس بسائی

دوہا - گُور تیئہ ماتو پرجاوتی - ایک تُلیہ سمّان
پُتر بدھُو لگھو بھرات تیئہ بھگنی سُتا سمان
جو کُو دِرشٹ دیکھے اِنھیں پرم اَدھرمی سوے
راج نیت کہہ تیہی بدھے تنِک نہ پاتک ہوے

सवैया—नीति-विरुद्ध कियो तुम वंश की लाज गई मर्याद मिटाई ।
व्याध-समान हत्यो अनजान 'नरायन' बान तो कौन शुराई ।
धर्म के जानन हार बने लहि लोक माँ कीरति मान बड़ाई ।
मारि के वानर का करिहौ तुम खाय सको नहि माँस बसाई ॥

दोहा—गुरु-तिय मातु प्रजावती, एक-तुल्य सम्मान ।
पुत्र-वधू लघु-भ्रात-तिय, भगिनी सुता समान ॥
जो कुदृष्टि देखइ इनहिँ, परम अधर्मी सोइ ।
राज-नीति कह तेहि वधे, तनिक न पातक होइ ॥

سرگ تیسرا

تارا کو گیان اُپدیش

مرگیا بالی تو دہشت ہوئی بھاگے وانر آ کے کشکندھا میں دی تارا کو مرنے کی خبر
اور کہا ڈر ہے کہ انگد کو بھی پہونچے نہ ضرر اس لئے حکم ہو لشکر کو کہ ہو سینہ سپر
ہر طرف پہرہ رہے شہر کی نگرانی ہو
(۱) تاکہ دشمن پہ ظفر پانے میں آسانی ہو

یہ خبر پاتے ہی تارا پہ ہوا غش طاری تیر اک آ کے لگا سینہ پہ گویا کاری
آئی جب ہوش میں کرنے لگی آہ و زاری پیٹتی سر کو تھی آنکھوں سے تھے آنسو جاری
راج کی فکر نہ انگد کی پریشانی ہے
(۲) میں بھی جل جاؤنگی بس دل میں یہی ٹھانی ہے

کہہ کے یہ دوڑ کے روتی ہوئی پہونچی وہ وہاں دھول میں لپٹی ہوئی لاش تھی بالی کی جہاں
دل ہوا اور بھی یہ دیکھ کے سینہ میں تپاں رو کے چلائی مجھے چھوڑ کے جاتے ہو کہاں
بال تھے سر کے کھُلے تن کی خبر کچھ بھی نہ تھی
(۳) حال دیوانہ کا سا شرم بشر کچھ بھی نہ تھی

کر کے اک آہ گری پانوں پہ رکھتے ہوئے ماتھ بولی کیا تھا اسی دن کے لئے پکڑا مرا ہاتھ
کیا خطا تھی مری تم کر جو گئے مجھ کو اناتھ مجھ سے کیا رنج ہوا تم نے جو چھوڑا مرا ساتھ
ہائے میرے لئے کچھ تم نے نہ ارشاد کیا
(۴) کیوں خفا مجھ سے ہوئے کیوں مجھے برباد کیا

وہ جو دنیا میں کسی سے بھی نہ اب تک ہارا جس کے آیا نہ مقابل میں کوئی دوبارا
نہ ہوا لڑنے کا راون کو بھی جس سے یارا وہ زمیں پر ہے پڑا جیسے کوئی بیچارا
قوتِ اِندر سے کچھ کم نہ تھی طاقت جس کی
(۵) چاہتے سب تھے زمانہ میں رفاقت جس کی

لڑکے سُگریو سے آج اُس نے یہ پھل پایا ہے سچ ہے یا کچھ مری بینائی میں فرق آیا ہے
رام کو میں نے کہا تھا وہ بُلا لایا ہے اس قدر جلد جو پھر لڑنے کو دھمکایا ہے
حیف کہنے پہ مرے کچھ نہ ہوا دھیان تمھیں
(۶) بڑھ گیا موت سے بھی ہار کا ایمان تمھیں

رام کا سب پہ کہا تم نے تھا یکساں ہے کرم گر یہ سچ ہے تو کیا کس لئے پھر تم پہ ستم
تم تو کہتے تھے اُنھیں جا کے بُلا لائیں گے ہم ہوگا بیدار نصیب اُن کے جو دیکھیں گے قدم
حیف تم سمجھو یہ اور چھپ کے وہ ماریں تم کو
(۷) دوست سُگریو ہو دشمن وہ پکاریں تم کو

یک بیک جا کے پڑی رام پہ تب اُسکی نظر جوڑ کر ہاتھ کہا اُن سے یہ با دیدۂ تر
اپنا وہ تیر کیا تم نے تھا بالی پہ جو سر چھوڑ دو پھر کہ مری جان بھی حاضر ہے اِدھر
اور اب کون سا سُکھ تم مجھے دکھلاؤ گے
(۸) زندہ درگور یہاں رکھنے میں کیا پاؤ گے

دیر ہوتی ہے مجھے ہوگا مرا اُن کو خیال کیا بتاؤں تمھیں میں تم تو ہو خود واقفِ حال
زندگانی ہے غمِ ہجر میں اب مجھ کو وبال ایک اک لمحہ گذرتا ہے مجھے ایک اک سال
بھیج دو جلد جہاں ہوں وہ وہیں تم مجھ کو
(۹) چین دے سکتے نہیں اور کہیں تم مجھ کو

اِستری[1] دان کا پھل بھی تمھیں تب جائیگا مل یعنی ہو جائے گی پوری ہے جو کچھ خواہشِ دل
راج سُگریو ہوا رام سے تم کو حاصل عیش اب تم مع رُوما کے کرو ہو نہ خجل
دے لو حاضر ہوں سزا مجھ کو جو چاہو دینا
(۱۰) عرض ہے اتنی کہ انگد سے نہ بدلا لینا

گیان تب رام نے دیکر اُسے یوں دی تسکیں کس لئے روتی ہو کیوں ہوتی ہو بیکار غمیں
سارا سنسار یہ ہے وہم کرو اس کو یقیں چاہتی جسم ہو یا جیو ہو بتلا دو تمھیں
ہے ہوس جسم کی تو جسم کہیں دور نہیں
(۱۱) جیو لافانی ہے اور جسم کو مجبور نہیں

[1] इस्त्री-दान

پانچ چیزوں کا بنا جسم یہ کہلاتا ہے بعد مرنے کے انھیں پانچوں میں مل جاتا ہے
جیو کو سُکھ سے نہ مطلب ہے نہ دُکھ پاتا ہے ہر جگہ ہے یہ نہ جاتا نہ کہیں آتا ہے
موت اس کو نہ سرشت اس کی کبھی ہوتی ہے
(۱۲) فرق کیا تجھ میں اور اسمیں ہے عبث روتی ہے

بات سُن کر یہ دیا پھر انھیں تارا نے جواب مان بھی لوں میں جو کہتے ہو کہ ہستی یہ ہے خواب
جسم کے کہتے ہو تم پانچ عناصر اسباب جیو کو نام سے چیتن کے کرتے ہو خطاب
کون محسوس یہ تب راحت و غم کرتا ہے
(۱۳) کون کرتا ہے کرم کون ستم کرتا ہے

رام جی بولے سُنی بات یہ جب تارا کی غور سے سُن یہ ہے کہتے ہیں جسے گیان سبھی
جس طرح عقل کے اور من کے ہے ہمراہ خودی رسلسلہ من سے ہے اس جیو کا بھی ویسے ہی
جیو سے دل میں خودی نشو و نما پاتی ہے
(۱۴) دل کو پھر طاقتِ احساس یہ دلواتی ہے

پس وہ انسان نہیں ہوتا ہے جب تک اُسے گیان اپنی نادانی سے کرتا ہے وہ محسوس جہان
جیسے گر خواب میں دُکھ سُکھ کوئی پائے انسان ہو نہ بیدار تو مٹتا نہیں دل سے وہ گمان
گو کہ در اصل نہ جیتا نہ کوئی مرتا ہے
(۱۵) ہے مگر کون جو محسوس نہیں کرتا ہے

ہے اُسی طور سے اِک خواب تماشائے جہاں کچھ حقیقت نہیں ہوتا ہے فقط صرف بیاں
اُس کے دُکھ سُکھ کا دِلوں پر ہے مگر سخت نشاں ہے یہی موجبِ خوشنودی و رنجِ انساں
جیسے دُکھ سُکھ رہے گر خواب سے بیدار نہ ہو
(۱۶) تیوں ہی ہو گیان تو پھر راحت و آزار نہ ہو

وہم مٹتا نہیں دنیا کا اگر ہو نہ وِچار اور اس وہم کا ہوتا ہے فقط دل ہی شکار
دارِ عالم کا اسی واسطے دل ہے معمار دل ہی رہتا ہے مئے راحت و غم سے سرشار
رحم اور ظلم کا بانی یہی مَن ہوتا ہے
(۱۷) مَن کا سنکلپ ہے جو جنم مرن ہوتا ہے

جیو جس میں نہیں دُکھ سُکھ کا کوئی خواب و خیال
دل کے ہمراہ نظر آتا ہے دل ہی کی مثال
جس طرح لاکھ سے بلّور نظر آتا ہے لال
ہو نہ نزدیک اگر لاکھ کے تو ہو نہ یہ حال
مرکزِ راحت و غم جیو نظر آتا ہے
گو یہ ہے جھوٹ مگر وہم نہیں جاتا ہے (۱۸)

جیو کر لیتا ہے خود دل کے سب اوصاف قبول
اس میں عرفاں ہے مگر اپنے کو جاتا ہے بھول
راگ اور دویش کے ہوتا ہے نتیجوں سے ملول
وا جب اپنے یہ سمجھ لیتا ہے دنیا کے اصول
غیریت اور خودی فعل ہیں دونوں من کے
پھر یہی فعل بناتے ہیں عناصر تن کے (۱۹)

جیو بھی من کی طرح کرم سے بندھ جاتا ہے
اور چکّر یوں ہی تا حشر وہ پھر کھاتا ہے
گو کہ کرموں سے نہیں اُسکا کوئی ناتا ہے
من کے سنکلپ سے اُس میں نہ خلل آتا ہے
جیسے تر کر نہیں سکتا کبھی دامن کو سراب
جیو کو کر نہیں سکتا ہے کبھی وہم خراب (۲۰)

جیو ہوتا ہے پرلے[1] کال کے اگیان میں لین[2]
جہل جاتا نہیں کچھ اتنا وہ ہوتا ہے متین
جبکہ سنکلپ[3] سے پھر ہوتی ہے پیدا یہ زمین
خواہشوں کو لئے اور کرم کے اپنے آدھین[4]
خود بخود جیو عیاں دہر میں ہو جاتا ہے
اور پھر جنم مرن کا یوں ہی پھل پاتا ہے (۲۱)

ہاں میسّر کہیں ست سنگ جو اُس کو ہو جائے
یا کوئی کرم بھلا پھل اُسے اپنا دکھلائے
جس سے کچھ گیان عرا دل میں ہو بھکتی مری آئے
اتنا ویراگ ہو دنیا کی کوئی چیز نہ بھائے
تتّو مسّی[5] واکیہ کا اُپدیش گرو دے اُسکو
کام ہو جسم اہنکار نہ من سے اُس کو (۲۲)

تب وہ عرفاں اُسے حاصل ہو جو جائے نہ کبھی
کچھ مسرّت کے سوا اُسمیں سمائے نہ کبھی
صرف وحدت ہو دوئی بھول کے آئے نہ کبھی
فرق کچھ اپنے میں اور غیر میں پائے نہ کبھی
ہو اگر گیان یہ تو مکتی کہیں دور نہیں
اور وہ نا فہم ہے مکتی جسے منظور نہیں (۲۳)

[1] प्रलय काल [2] लीन
[3] सङ्कल्प [4] आधीन
[5] तत्त्वमसि वाक्य

گیان جو میں نے دیا ہے ابھی تجھ کو تارا — ہو بہم جس کو وہ ہو جائے جہاں سے نیارا
غور گر روز کرے گیان یہ پڑھ کر سارا — دُکھ سے سنسار کے مِل جائے اُسے چھٹکارا

دل سے یہ گیان اگر بھول کے جائے نہ کبھی
(۲۴) رنج دنیا میں کوئی پاس تک آئے نہ کبھی

بھوگنا تجھ کو پڑے گا نہ کسی کرم کا پھل — ہو گی مر کر نہ کبھی پھر تو ہم آغوشِ اجل
تھا ترا پہلے جنم میں مرے بھگتوں سا عمل — تجھ کو دیتا ہوں اسی واسطے مُکتی میں اچل

دھیان دل میں مرے اس روپ کا دائم کرنا
(۲۵) مرکزِ غور اسی گیان کو قائم کرنا

عین حیرت میں پڑی بات یہ تارا سُنکر — رہ گئی اُس کو نہ کچھ رشتۂ شوہر کی خبر
رہ گیا رنج کا اب دل پہ نہ مطلق بھی اثر — جوڑ کر ہاتھ لگی کرنے سپاسِ رگھوبر

جس پہ اک بار نظر رام کی پڑ جاتی ہے
(۲۶) سچ ہے مُکتی اُسے بے شُبہ وہ دلواتی ہے

ہو گیا دور وہ تھا دل میں جو تارا کے الم — اور سُگریو کو بھی رہ نہ گیا بھائی کا غم
بولے سُگریو سے تب مخزنِ الطاف و کرم — نیت کے رُو سے ہوا اور شاستر میں جیسا ہو رقم

سب مرتک کرم وہ بالی کے کرو تم جا کر
(۲۷) یا تو انگد سے کرا دو اُسے تم بتلا کر

حُکم رگھوناتھ کا سُگریو نے یہ جب پایا — تھے جو خاص اُسکے مشیروں میں اُنھیں بلوایا
خوشنما پھولوں کا تابوت تب اک بنوایا — جسمِ مرحوم کو تابوت پہ پھر رکھوایا

شاستر میں ہے جو وہ تجہیز کا سامان کیا
(۲۸) انگد اور تارا کے ہمراہ بہت دان کیا

ہو چکیں ختم مرتک کرم کی جب رسم رسوم — رنج اور غم بھی ہوئے سب کے دلوں سے معدوم
لے کے انگد کو مشیروں کو رعایا کا ہجوم — جا کے سُگریو نے قدموں کو لیا رام کے چوم

اور کی عرض قبول آپ یہ رگھوراج کریں
(۲۹) سلطنت آپ کی ہے آپ ہی اب راج کریں

آپ کا داس ہوں خدمت میں رہونگا میں سدا ہوں گا لچھمن کی طرح آپ سے ہرگز نہ جدا
راج سے آپ کی طاعت میں ہے آرام سوا سُن کے اس بات کو رگھوناتھ نے تب ہنسکے کہا
دونوں ہیں ایک ہی ہم تم کوئی اغیار نہیں
(۳۰) سلطنت میں تمھیں واجب ہی کچھ انکار نہیں

ہے مرا حکم منادی ہو نگر میں جاری تم کرو جا کے تِلک کے لئے سب تیاری
میرے بستی کے ہے جانے میں بہت ناچاری لکشمن بخشیں گے جا کر تمھیں خود مختاری
تخت لے کر پسر بالی کو یو راج کرو
(۳۱) کچھ دنوں عیش سے جا کر ابھی تم راج کرو

بعد کچھ دن کے مرے کام کو دینا انجام بھولنا پا کے نہ آسائش و آرام تمام
اک برس ہو گا ہمارا اسی پربت پہ قیام پاس اپنے ہی سمجھنا مجھے سُگریو مدام
بولا سُگریو ہے جو حکم تمھارا رگھو بیر
(۳۲) فرض ہے اُس کو بجا لانا ہمارا رگھو بیر

جا کے لچھمن نے اُسے تخت پہ تب بٹھلایا اور انگد نے ولی عہد کا منصب پایا
راج نیتی نے ہے جس طور سے جو بتلایا کر کے سب دان غریبوں کو بہت دلوایا
حکم تھا رام کا جس بات کو وہ بات ہوئی
(۳۳) پھر ہر اک طور سے لچھمن کی مدارات ہوئی

لکشمن جن کو نہ تھا عیش نہ آرام سے کام مِل کے سُگریو سے آ پہونچے جہاں تھے شری رام
प्रवर्षण[1] بعدہٗ سب سے جو اونچا تھا پربت پہ مقام دونوں بھائی گئے کرنے وہیں کچھ روز قیام
تھی جہاں پہلے سے بلّور کی تیّار گپھا
(۳۴) رام کو پا کے بنی مطلع الانوار گپھا

تھی نہ بارش کے سبب سے کوئی تکلیف وہاں تھا نہ دُکھ کوئی تھا بس چاروں طرف امن و اماں
تھے سب اشجار پھلے آتی نہ تھی جن میں خزاں صاف چشمے کئی پانی کے تھے اُس جا پہ رواں
سازِ دلکش میں جو چڑیوں کی صدا آتی تھی
(۳۵) بھائیوں کے دلِ مغموم کو بہلاتی تھی

غزل

اے چرخِ ستم پیشہ کیا اور جفا ہوگی
اب کون سی باقی ہے نازل جو بلا ہوگی

کہتی تھی یہی تارا قسمت سے نہیں چارا
دلبر تو گیا مارا۔ کیا دل کی دوا ہوگی

صد چاک ہوا سینا دشوار ہے اب جینا
جب عیش گیا چھینا تو زندگی کیا ہوگی

کہتے تجھے مناؤں گا میں رام کو لاؤں گا
پھل جنم کا پاؤں گا قسمت جو رسا ہوگی

نزد آپ کے آنا تھا لڑنے کا بہانا تھا
اُلفت کے نہ جانا تھا پردے میں دغا ہوگی

حاضر ہوں مجھے دے لو سگریو جو دینا ہو
دُکھ دو گے جو انگد کو تکلیف سوا ہوگی

تارا یہ عبث غم ہے کیوں گریہ و ماتم ہے
ہر چیز زمانہ کی ہونی ہے فنا ہوگی

بتلا تجھے کیا دوں میں گر کہہ تو جلا دوں میں
کیا روح نہ چاہوں میں تو تن سے جدا ہوگی

یہ آس نراین کی جا سکتی نہیں خالی
گر اُس کا بھروسہ ہے تو چشمِ عطا ہوگی

آئے گا وہ بالیں پر آئے گی قضا جس دم
سر ہوگا مرا اُس کی خاکِ کفِ پا ہوگی

سوئیا۔ سیکھ نہ مانِ گمان کیو بل بُوت کو بھائی سوں رار جو ٹھانی
بار انیک کہی پری پاؤں پرنتُ نہ ناری کی بات سُہانی
بُدّھ ابُدّھ سمے انوہار۔ نراین۔ موڑھ کہاوت گیانی
مان گیو ابھیمان گیو۔ ہٹھ پران گئے او گئی رجدھانی

دوہا۔ تارہیں گیان پردان کری۔ میٹ موہ اوویک
بالی سُتہیں یوُراج کیو۔ سُگریو ہیں ابھیشیک

सवैया—सीख न मानि गुमान कियो वल वूत को भाई सों रारि जो ठानी।
बार अनेक कही परि पाँव परन्तु न नारी की वात सुहानी।
बुद्ध अबुद्ध समय अनुहार 'नरायन' मूढ़ कहावत ज्ञानी।
मान गयो अभिमान गयो हठ प्राण गए औ गई रजधानी।।

दोहा—तारहिं ज्ञान प्रदान करि, मेटि मोह अविवेक।
वालि-सुतहिं युवराज कियो, सुग्रीवहिं अभिषेक।।

سرگ چوتھا

رام چندر جی کی پوجا کی بِدھی۔ رام نام کی مہما اور برشارِتو کا برنن

رام نے جب سے کیا آکے پربرشن پہ قیام — بن گیا غیرتِ فردوس وہ راحت کا مقام
کند مُول اور ہوئے پھل پھول بہ افراطِ تمام — دیوتا شکلِ بشر آئے وہاں بن کے غلام
بارور نخل کی تھی بڑھ کے سماں جھولوں سے
(۱) نشہ لے آتی تھی اٹھلا کے صبا پھولوں سے

کوہ تن پیل سے آتے تھے نظر ابرِ سیاہ — برق کی جھول کے آگے نہ ٹھہرتی تھی نگاہ
جانور دیکھتے تھے جب انھیں چلتے ہوئے راہ — تکتے رہ جاتے تھے تا دیر کھڑے خواہ مخواہ
اپنے تارِ نظرِ شوق سے بندھ جاتے تھے
(۲) ہل نہ سکتے نہ قدم آگے اُٹھا پاتے تھے

ناتوانوں کو رہا کچھ نہ توانائوں کا بیم — عابد و زاہد و عارف ہوئے سب آکے مقیم
جوڑ کر ہاتھ تب اک روز براہِ تعظیم — بولے لچھمن جی یہ اُن سے پئے بہبودِ عمیم
آپ نے گیان جو اپنا مجھے بتلایا تھا
(۳) مسئلہ پہلے فِقہ کا وہ جو سمجھایا تھا

رہ گیا وہم نہ کچھ اُس سے نہ اب دل میں بھرم — نشۂ کبر ہوا دور مٹا داغِ الم
اب یہی خواہشِ دل ہے کہ سُنیں آپ سے ہم — جس طرح آپ کی پوجا کی ہے ترکیب رقم
بیاس نارد شیو و برہما جسے بتلاتے ہیں
(۴) جس کے کرنے سے نجاتِ ابدی پاتے ہیں

آپ خوش ہوتے ہیں جس کرم سے اے رام سجان — گیان ملتا ہے نہیں پھر کوئی رہتا ارمان
وہ طریقہ مجھے بتلائیے اب کرکے بیان — جس سے بھوسندھ کے ہو پار کا جانا آسان
کیا ہو تدبیر کہ اندیشۂ باطل نہ رہے
(۵) دل سے ہو دور خودی دوریٔ منزل نہ رہے

عورتوں کے لئے کیا خاص طریقہ ہے رقم کونسی ہے وہ عبادت کہ تریں جس سے ادھم
ہم کو بتلائیے دنیا کے لئے کر کے کرم فرق تسلیم مرا آپ کے قدموں پہ ہے خم
تھی جو بہبودیٔ خلقت کی یہ تدبیر لکھن
(۶) رام جی شاد ہوئے سن کے یہ تقریر لکھن

پریم کے ساتھ کہی رام نے بھائی سے یہ بات یوں تو لاکھوں ہیں طریقے جو دلاتے ہیں نجات
وید کرتے ہیں بیاں اُن کو ہمیشہ دن رات ہو گی پس اُنکے بیاں کرنے میں ضایع اوقات
سب سے آساں ہے جو وہ میں تمھیں بتلاتا ہوں
(۷) جس طریقہ سے میں قابو میں خود آجاتا ہوں

پوجا کی بدھی

چوپائی - مم پوجن بدھی ببدھی پرکارا برنہیں تاہی شاستر وستارا
جو اتی سُگم سو کہوں بکھانی سنو ہو لکھن اُر دھر مم بانی
ہردے بھکتی انکر جیہی جاما تاہی اوشیہ مکتی پرینا ما
سو اُپ نین بھئے گو رپاہیں منتر لے ای دھارے اُر ماہیں
جیہی بدھی کر گورُ آیسو پاوے سوئی بدھی مم پوجا من لاوے
اگنی مورتی اتھوا بج بھانو سالگرام نج اُور مم دھیانو
پراتہیں کرے سمنترا سنانا تب سندھیا نت کرم ودھانا

(पूजा की विधि)

चौपाई—मम पूजन-विधि विविधि-प्रकारा । बरनहिं ताहि शास्त्र-विस्तारा ॥
जो अति-सुगम सो कहौं बखानी । सुनहु लखन उर धरि मम बानी ॥
हृदय भक्ति अङ्कुर जेहि जामा । ताहि अवश्य मुक्ति परिणामा ॥
सो उपनयन भये गुरु पाहीं । मन्त्र लेय धारै उर माहीं ॥
जेहि विधि कर गुरु-आयसु पावै । सोइ विधि मम पूजा मन लावै ॥
अग्नि मूर्ति अथवा विप्र भानू । सालिग्राम निज उर मम ध्यानू ॥
प्रातहिं करै समन्त्र स्नाना । तब सन्ध्या नित-कर्म-विधाना ॥

سدھ ہیتو سنکلپ کرے سو ۔ نج گورُ ماں مم دھیان دھرے سو
مم مورتی کہاں سنان کراوے ۔ چندن بہو پشپادِ چڑھاوے
مورتی سنگار موہیں اتی بھاوے ۔ ستیہ بھاؤ رکھی کپٹ نہ لاوے
اگنی ماہیں یدی پوجا کرے ۔ آہوتی دے ای موہیں اُر دھرے
جو روی ماں پوجن من لاوے ۔ منترت ویدی اُچّ بناوے
رچی تیہی مدھیہ سوریہ آکارا ۔ تیہی پوجے گورُ منتر اُچارا
مشٹ پھلادک بھوگ لگاوے ۔ نتو کیول جل موہیں سہاوے
اب تم سن پوجن بدھی کہوں ۔ جاتے مَیں بھکتن بش رہوں
کُش بچھائے مرگ چرم بچھائی ۔ تا پر وستر سوچّھ سکھدائی
تیہی آسن پر ہوئے آسینا ۔ اشٹ سمکش شدھ چت دینا

دوہا۔ کینہہ جو منتر اُپدیش گورُ ۔ تاکے اکشر نیاس
انتر باہر بھکت سو ۔ کرے نتیہ ابھیاس

چوپائی۔ تب کیشو آدک جو ناما ۔ تن سوں کرے نیاس ابھراما

सिद्धि हेतु सङ्कल्प करै सो। निज गुरु मँह मम ध्यान धरै सो॥
मम मूरति कहँ स्नान करावै। चन्दन बहु पुष्पादि चढ़ावै॥
मूर्ति-सिँगार मोहिँ अति भावै। सत्य भाव रखि कपट न लावै॥
अग्नि माहिँ यदि पूजा करै। आहुति देइ मोहिँ उर धरै॥
जो रवि माँ पूजन मन लावै। मन्त्रित वेदी उच्च बनावै॥
रचि तेहि मध्य सूर्य-आकारा। तेहि पूजै गुरुमन्त्र उचारा॥
मिष्ट फलादिक भोग लगावै। न तु केवल जल मोहिँ सुहावै॥
अब तुम सन पूजन-विधि कहहूँ। जाते मैं भक्तन वश रहहूँ॥
कुश बिछाय मृगचर्म बिछाई। तापर वस्त्र स्वच्छ सुखदाई॥
तेहि आसन पर ह्वै आसीना। इष्ट समक्ष शुद्ध-चित दीना॥

दोहा—कीन्ह जो मन्त्र उपदेश गुरु, ताके अक्षर न्यास।
अन्तर बाहर भक्त सो, करै नित्य अभ्यास॥

चौपाई—तब केशव आदिक जो नामा। तिन सोँ करै न्यास अभिरामा॥

تتّو نیاس پُنی پنجر نیاسا ۔ منتر نیاس کر کرے وکاسا
تیسہی چھٹو نیاس جو آہیں ۔ کرے دھیان دھر پرتیما ماہیں
سنّمکھ کلش پُشپ نج بائیں ۔ ارگھ آدی چھوں پاتر سو دائیں
جیو کلا مم بھانو سمانا ۔ تاسو تیج کر کری اُر دھیانا
سوئی کلا جو جگت پرکاسے ۔ سو سمپورن شریرہیں بھاسے
پُنی سو تیج پرتما مہاں دھیاوے ۔ تاہی سنان سنگار کراوے
یتھا شکتی ساَمگری پائی ۔ سوئی سو منتر سیوا مم لائی
دشاورن پوجا بدھی ارچن ۔ کرے کرہیں جس وید نرُوپن
شرّدھا سنیُت کرے نویدن ۔ سو میں گرہن کروں ہرشت من
ہون کرے جو منتر اُچاری ۔ یگیہ پُرش کہاں نج اُر دھاری
تپت ہیم جم لاونتائی ۔ مم سوروپ تیہی ماں سُکھدائی
جپت منتر جو گُور سن پاوا ۔ کرے روپ مم دھیان سُہاوا
پارشد پوجن کرے سنیما ۔ اِم کری ہوم سماپت سنیما

तत्त्व-न्यास पुनि पञ्जर न्यासा । मन्त्र न्यास कर करै बिकासा ॥
तैसेहि छहो न्यास जो आहीं । करै ध्यान धरि प्रतिमा माहीं ॥
सम्मुख कलश पुष्प निज बायें । अर्घ आदि चहुँ पात्र सो दायें ॥
जीव-कला मम भानु-समाना । तासु तेज कर करि उर ध्याना ॥
सोई कला जो जगत प्रकासै । सो सम्पूर्ण शरीरहिं भासै ॥
पुनि सो तेज प्रतिमा मँह ध्यावै । ताहि स्नान सिंगार करावै ॥
यथाशक्ति सामग्री पाई । सोइ सो मन्त्र सेवा मम लाई ॥
दशावरण पूजा विधि अर्चन । करै, करहिं जस वेद निरूपन ॥
श्रद्धा-संयुत करै निवेदन । सो मैं ग्रहण करौं हर्षित मन ॥
हवन करै जो मन्त्र उचारी । यज्ञ पुरुष कहँ निज उर धारी ॥
तप्त हेम जिमि लावण्य-ताई । मम स्वरूप तेहि माँ सुखदाई ॥
जपत मन्त्र जो गुरु सन पावा । करै रूप मम ध्यान सुहावा ॥
पार्षद-पूजन करै सप्रेमा । इमि करि होम समाप्त सनेमा ॥

دے ای پان مُکھ باس سُہاوَن نج رُچ وستو کرے موہیں اَرپن
پُنی پُنی کرے چرِت کر گانا اتھوا پاٹھ کرے دھرِ دھیانا
کرے پرنام جوری دوؤ ہاتھا پائے پرساد دھرے تیہی ماتھا
نج شِر مَم پد پنکج ہیری کرے بھاونا دھارن کیری
کری پرنام موہیں بار ہیں بارا کہے کرہو موہیں بھونِدھ پارا

دوہا- جیو کلا جو پرتھمہیں - پرتمہیں کیو پرویش
دھارے سو نج ہردے ماں - یہ پوجا بدھی شیش

سب سے پہلے مجھے کہنا ہے مگر تم سے ضرور بزم عالم میں ہے یکساں مرا پھیلا ہوا نور
ساتھ رہتا ہوں میں سب کے کوئی مجھ سے نہیں دور ہے عبادت کا مری سب کو برابر مقدور
سب ہیں یکساں میں سمجھتا ہوں برابر سب کو
(۸) حق مُرجّح نہیں حاصل ہے کسی مذہب کو

سب برابر ہیں جہاں میں ہو برہمن کہ ادھم کوئی محتاج ہو یا تاج کسی کو ہو بہم
دھرم کوئی ہو کسی کا کہ ہو کوئی آشرم سب پہ قدرت کا ہے وا ایک طرح باب کرم
میں نے جو کچھ بھی دیا ہے وہ دیا ہے سب کو
(۹) پانچ عُنصر ہی سے پیدا بھی کیا ہے سب کو

دشمنی مجھ کو کسی سے نہ تو یارانہ ہے کوئی مجھ کو نہ تو اپنا ہے نہ بیگانہ ہے
ہاں وہ جو یاد میں ہر دم مری دیوانہ ہے یا سدا جس کی زباں پر مرا افسانہ ہے

देइ पान मुख बास सुहावन। निज रुचि वस्तु करै मोहिं अर्पन ॥
पुनि पुनि करै चरित कर गाना। अथवा पाठ करै धरि ध्याना ॥
करै प्रणाम जोरि दोउ हाथा। पाय प्रसाद धरै तेहि माथा ॥
निज शिर मम पद-पङ्कज हेरी। करै भावना धारण केरी ॥
करि प्रणाम मोहिं बारहिंबारा। कहै,करहु मोहिं भव निधिपारा ॥
दोहा—जीव-कला जो प्रथमहीं, प्रतिमहिं कियो प्रवेश।
धारै सो निज हृदय माँ, यह पूजा विधि शेष ॥

خود بخود اپنے بھلے کرم کا پھل پاتا ہے
(۱۰) سب عذابوں سے بری دہر کے ہو جاتا ہے

اب میں کرتا ہوں عبادت کا طریقہ وہ بیاں سب کو حاصل ہے جو دنیا میں ہے سب سے آساں
دے نہ آزار کبھی کوئی کسی کو انساں چھوڑ دے جھوٹ صداقت ہی کو سمجھے ایماں

نام ہو وردِ زباں دل میں مری یاد رہے
(۱۱) عیش و غم دونوں اُسے ایک ہوں وہ شاد رہے

نام کے جپ سے مری بھگتی وہ پا جائے گا نام ہی پاس گورو کے اُسے پہنچائے گا
نام ہی اُس کو جھلک گیان کی دکھلائیگا نام ہی پھر مرا مکتی اُسے دلوائے گا

بڑھتے بڑھتے یہی جب دم کا سہارا ہوگا
(۱۲) ذرہ ذرہ مری ہستی کا نظارا ہوگا

نام سے دھیان مرے روپ کا سب دھرتے ہیں دم مرے نام کا بدھ شمبھو ہری بھرتے ہیں
آسرے نام کے سب نیچ ادھم(۱) ترتے(۲) ہیں یہ طریقہ ہے وہ جو وید بیاں کرتے ہیں (۱) अधम (۲) तरते

ہفت اقلیم کا دُکھ درد تو ہر سکتا ہوں
(۱۳) میں بھی توصیف نہیں نام کی کر سکتا ہوں

نام لینے سے مرے ہوتے ہیں سب دور عذاب نام کا جاپ دکھاتا ہے اثر اپنا شتاب
مکتی کا ہے وہ طریقہ یہ نہیں جس کا جواب دور کرتا ہے یہی عالمِ اسباب کا خواب

نیچ سے نیچ شرن نام کی گر لیتا ہے
(۱۴) دامنِ شوق دُرِ معنی سے بھر لیتا ہے

اب بتاتا ہوں تمھیں دھرم وہ اے اہلِ شعور عورتوں کے لئے ہے شاستر میں جس کا مذکور
کر دے ہر قسم کا دل میں ہو اگر دور غرور اپنے شوہر کی اطاعت کا ہو ہر وقت سرور

نہ رہے کچھ بھی ہوس مال و زر و زیور کی
(۱۵) وہ کرے کام کہ ہو جس میں خوشی شوہر کی

اپنا شوہر ہو بد اطوار کہ ہو نیک خصال زشت رُو ہو کہ نہ رکھتا ہو وجاہت میں مثال
چاہئے راحتِ شوہر ہی کا ہر وقت خیال ہر طریقہ سے کرے دُور جو ہو اُس کو ملال

دل میں لگ جائے نہ بات ایسی سنائے کوئی
(۱۶) دوسرا مرد نہ جگ میں نظر آئے کوئی

یہ عمل وہ ہے جو مُکتی اُسے دلوائے گا سرمدی عیش کا پھل اس سے ہی مِل جائیگا
اُس کو شوہر میں مرا نور نظر آئے گا اُس کا ہر کام جو چاہے گی وہ بن جائے گا

ہو گی ہر بات وہ آئے گی جو من میں اُس کے
(۱۷) یاس ہو جائے گا شارد کا دہن میں اُس کے

اپنے شوہر کو کرا دے گی مصیبت سے بری میری مایا سے نہ ہو گی اُسے پھر دردسری
ہو گا اُس پر نہ کسی کا اثرِ کج نظری کس کی طاقت ہے کرے اُس پہ جو بیدادگری

اُس پہ لازم ہی کسی غیر کا آداب نہیں
(۱۸) اُس کی توہین کروں مجھ میں بھی یہ تاب نہیں

جس کو شوہر کی اطاعت نہ ہوئی مدِّ نظر یا کیا جس نے کسی وجہ سے شوہر سے حذر
کر نہیں سکتی وہ دنیا میں کبھی سُکھ سے بسر دیکھ سکتی نہیں فردوس کا در بھی مر کر

میرا جلوہ نہیں ممکن نظر آنا اُس کو
(۱۹) ہو گا بے شُبہ مصیبت ہی اُٹھانا اُس کو

لکشمن دیکھو یہ برسات میں کالے بادل کبھی گھر آتے ہیں سر پر کبھی جاتے ہیں نکل
تر و تازہ ہے ہوا رُت گئی گرمی کی بدل دل ہو آزردہ بھی کوئی تو وہ جاتا ہے بہل

ناچتے مور ہیں یوں ابر نظر آنے سے
(۲۰) خوش ہو سالک کوئی ہری بھگت کو جیوں پانے سے

ابر کو دیکھو تو کس طرح اُمنڈ آتا ہے یوں گرجتا ہے کہ جیسے کوئی چلّاتا ہے
آتشِ ہجر کو رہ رہ کے یہ بھڑکاتا ہے یاد سیتا کی دلا کر مجھے تڑپاتا ہے

کوند کر برق یہ بادل میں جو چھپ جاتی ہے
(۲۱) بے وفا ہوتے ہیں کم ظرف یہ بتلاتی ہے

ابر اس طرح برستے ہیں زمیں پر آ کر جیسے جُھکتے ہیں ذکی علم کی دولت پا کر
چُپ ہیں اسطرح جبل بوندوں کی چوٹیں کھا کر جیسے حق بیں نہ کبھی سِفلوں کی دل میں لا کر

ندّیاں حد میں نہیں پانی کے بھر جانے سے
(۲۲) جس طرح ابلہ کہیں تھوڑا سا زر پانے سے

صاف گرنے سے زمیں پر نہیں پانی رہتا — اُس کا کھیتوں میں نہیں جوشِ روانی رہتا
جیسے جب تک ہے غرورِ تنِ فانی رہتا — علمِ عرفاں تو ہے مضمونِ زبانی رہتا

پانی ہر سمت سے بھر جاتا ہے تالابوں میں
(۲۳) جسطرح وصف خود آتے ہیں خوش آدابوں میں

جا کے دریا سے سمندر میں سما جاتا ہے — پھر نہ جاتا ہے وہ پانی نہ کہیں آتا ہے
جس طرح گیان اثر اپنا جو دکھلاتا ہے — جیو مایا سے نجاتِ ابدی پاتا ہے

چھپ گئے رستے نئی گھاس کے اُگ آنے سے
(۲۴) جیوں فقہ رہتا نہیں ملتیں ہو جانے سے

غوک کی آتی ہے ہر سمت سے پیہم آواز — وید خواں پاٹھ کے جس طرح دکھائیں انداز
نئی شاخوں کا درختوں میں ہوا ہے آغاز — جیسے عرفاں سے ہوں سرگرمِ ریاضت ممتاز

یوں مدار اور جواسا کا نشاں دور ہوا
(۲۵) جیسے بدکاروں کا گر راج بدستور ہوا

گرد آتی نہیں برسات کے موسم میں نظر — جیوں رہے دھرم نہ دکھلائے اثر طیش اگر
جس طرف دیکھئے سرسبز زراعت ہے اُدھر — جس طرح روز فزوں ہوتا ہے خیرات سے زر

کیاریاں پھوٹ کے بہہ نکلی ہیں طغیانی سے
(۲۶) جیسے رُسوا زنِ آزاد ہو نادانی سے

ہیں نہ رانے میں کسان اپنی زراعت کو نشاں — جیسے دانا نہیں رکھتے ہیں رعونت کا نشاں
کرمِ شب تاب کا ہے رات میں ہر سمت سماں — جیسے ہو جاتے ہیں کلی جگ میں ریا کار عیاں

اب کسی جا نہیں سُرخاب نظر آتے ہیں
(۲۷) دھرم سب جسطرح کلی جگ[1] میں چلے جاتے ہیں

گو کہ ہوتی ہے ہر اک جا پہ برابر برسات — مگر اُگتی نہیں اوسر میں کبھی کوئی نبات
جیسے جو یاد میں رہتا ہے ہری کی دن رات — اُس کے دل میں نہیں آتی ہے بدی کی کوئی بات

[1] कलियुग

بھر گئی روے زمیں کیڑوں کی افزائش سے
(۲۸) جس طرح راج بڑھے لوگوں کی آسائش سے

بیٹھ جاتے ہیں کہیں سایہ میں رہرو تھک کر　جیوں حواس-اپنا کرے گیان اگر دل میں اثر
چلنے لگتی ہے مگر جب کبھی بادِ صرصر　ابر ہو جاتے ہیں معدوم نہیں آتے نظر

جس طرح ناخلف اولاد اگر ہوتی ہے
(۲۹) دھرم کو چھوڑ کے اعزازِ نسب کھوتی ہے

ابر میں جب کبھی ہو جاتا ہے خورشید نہاں　دن میں بھی رات کا چھا جاتا ہے اکبار سماں
پھر کبھی ابر سے اکبارگی ہوتا ہے عیاں　اور شعاعوں سے بنا دیتا ہے پُرنور جہاں

جس طرح پر اثرِ صحبتِ نیک و بد سے
(۳۰) گیان آتا کبھی ہو جاتا ہے وہ کم حد سے

دیکھو برسات شرد[1] رُت سے ہوئی اب تبدیل　کانس کے پھول ہیں اس بات کی سومتر دلیل
خشک ہیں راستے ہے فحل کی روشن قندیل　صبر سے دور ہو جیسے طمع و حرصِ بخیل

صاف پانی ہے جو دریاؤں میں اب بہتا ہے
(۳۱) جیسے دل کبر سے عاشق کا بری رہتا ہے

خشک ہوتا ہے بتدریج ندی کا پانی　حرص کم جیسے ہو پاکر سبقِ عرفانی
رُت جو بدلی تو ممولوں کی ہوئی طغیانی　وقت پر دھرم سے ہو جیوں مددِ رحمانی

فرش بھی صاف ہے کیچڑ نہ کہیں ہونے سے
(۳۲) مُلک عادل کے ہو جیوں تخت نشیں ہونے سے

مچھلیاں فکر میں ہیں پانی کے گھٹ جانے سے　جیسے نادان گرہی[2] روزی کے کٹ جانے سے
آسماں صاف ہے یوں ابر کے چھٹ جانے سے　جیسے ہری بھگت کا دل خواہشیں ہٹ جانے سے

اس شرد رُت میں بھی برسات کہیں ہوتی ہے
(۳۳) جیسے بھگتی بھی مری سب میں نہیں ہوتی ہے

وہ ریاضت کش و سلطان و گدا بیوپاری　آنے جانے میں تھی اب تک جنھیں کچھ دشواری
چھوڑ کر گھر کو چلے کرکے وہ اب تیاری　کام بارش سے جو تھے بند ہوئے سب جاری

(۱) शरद्
(۲) गृही

جس طرح سے کوئی ہری بھکتی جو پا جاتا ہے
(۳۴) آشرم کوئی بھی پھر اُس کو نہیں بھاتا ہے

مچھلیاں خوش ہیں وہاں پانی جہاں پہ ہے اتھاہ جیسے وہ لیتے ہیں جو میرے ہی قدموں میں پناہ
رات میں حال چکاوُک کا ہے اِس طور تباہ دیکھ کر غیر کا دھن جلتے ہیں جیسے بدخواہ

یوں کمل کھِلنے سے تالاب نظر آتا ہے
(۳۵) جیسے نرگُن ہی سگُن بھی کبھی ہو جاتا ہے

تشنگی سے ہے پپیہوں کا بہت حال بُرا جیسے ہوتا نہیں شیوجی کے مخالف کا بھلا
چاند سے رات میں رہتا نہیں گرمی کا پتا پاپ رہتا نہیں جیوں سنت کے درشن سے ذرا

محو یوں کبک دری چاند کے دیدار میں ہے
(۳۶) گویا عاشق کی نظر حُسنِ رُخِ یار میں ہے

مچھڑوں کا نہیں سردی سے کسی جا پہ نشاں جیسے مِٹ جاتا ہے بھکتوں کی بدی سے انساں
سارے وہ کیڑے مکوڑے تھے جو بارش میں عیاں چل دیئے سردی کے مارے وہ نہ معلوم کہاں

جیسے انساں کو اگر مُرشدِ کامل مِل جائے
(۳۷) پردۂ ہستی اُٹھے وہم و گمانِ دل جائے

ختم بارش ہوئی جاتی ہے شرد بھی بھائی کچھ خبر جانکی کی میں نے نہ ابتک پائی
کہہ کے ہا جانکی خاموش ہوئے رگھورائی بعدہٗ رونے لگے نیند نہ بالکل آئی

نام سے جس کے زمانہ کا بھرم جاتا ہے
(۳۸) کھیل انسان کی مانند وہ دکھلاتا ہے

ایک دن پاس نہ آیا اُنھیں جب کوئی نظر بولے سُگریو سے خلوت میں ہنومان اُدھر
عہد جو رام سے تھا ہے تمھیں کچھ اُس کی خبر یا کہ اب راج کے جانے کا رہا دل میں نہ ڈر

کیا تمھیں یاد نہیں آگ جو رکھوائی تھی
(۳۹) جانکی جی کو ملانے کی قسم کھائی تھی

ہو تمھیں جس کے سبب بالی گیا ہے مارا جس کے جیتے جی کبھی ہاتھ نہ آتی تارا
رام نے راج دیا بالی کا تم کو سارا رات دن خوف جو تھا اُس سے دیا چھٹکارا

اور تم ایسے کہ یک لخت اُنھیں بھول گئے
(۴۰) تاج اور تخت جو ہاتھ آیا تو بس بھول گئے

ہیں تمھارے ہی سہارے یہ شری رام و لکھن — منتظر اُسکے ہیں وہ تم نے کہے تھے جو بچن
ورنہ کیا بات ہے وہ اُنکو جو آتی نہیں بن — مارنے کے لئے دشمن کو ہے بس چشم زدن

یاد رکھو جو نگاہ اُن کی بدل جائے گی
(۴۱) شان یہ عیش و حکومت کی نکل جائے گی

قول سے اپنے پھرے تم جو کہیں ایک قدم — بھیج دیں گے تمھیں بالی کی طرح ملکِ عدم
رُک گیا سینہ میں سنتے ہی یہ سُگریو کا دم — کھنچ گیا آنکھوں میں عشرت کی جگہ نقشۂ غم

چاہیئے اب۔ یہ کہا۔ راہ سُبکدوشی کی
(۴۲) کہیں عائد نہ ہو تقصیر فراموشی کی

اِس لئے حکم یہ دیتا ہوں کہ اے اہلِ خرد — بھیجو لنگوروں کو ایک ایک طرف ذہ ذہ صد
جتنے وانر ہوں جہاں آئیں وہ سب بہرِ مدد — پندرہ دن کی مقرر ہے یہاں آنے کی حد

کوئی اس عرصہ میں قاصر جو رہے آنے میں
(۴۳) شک نہیں موت کی پھر اُسکو سزا پانے میں

چلدیئے کہہ کے یہ سُگریو ہنومان سے گھر — حکم کی آ کے ہنومان نے دی سب کو خبر
اور وانر وہ جو چلنے میں تھے مانندِ نظر — کوہ ساں جسم تھا جنکا۔ نہ جنھیں تھا کوئی ڈر

کر دیا جلد دسوں سمت روانہ اُن کو
(۴۴) اور بتلا دیا آنے کا زمانہ اُن کو

غزل

کرتا ہے شکر اُس کا ہر پھول اس چمن میں — سرسبز ہر شجر ہے اُسکے کرم سے بن میں
ہے اُسکی بو سمائی نسرین و یاسمن میں — جلوہ عیاں ہے اُس کا ہر گُل کے پیرہن میں
رہتا ہے ساتھ ہر دم غربت ہو یا وطن ہو — آتا ہے کام سب کے ہر رنج و ہر محن میں
رونق فزائے بزمِ ہستی وہی ہے ہر جا — ہے وہ ہی رُوحِ عالم ہے وہ ہی روح تن میں

بنتے ہیں اُس کی چشمِ رحمت سے روز لاکھوں ہے نیستی اُسی کی سیما کے اک شکن میں
وہ عیش جو بھلا دے یاد اُسکی اپنے دل سے لگ جائے آگ ایسے راج اور ایسے دھن میں
اپنی تو ایک بس یہ نارائن آرزو ہے
کٹ جائے عمر ساری آرام سے بھجن میں

سوئیا - دھیاوت ہیں مُنی جاہی سدا لکھی جنم اَنیک نہ پاوت ہیں
پاوت ہیں سو نراین، جو مَن میں نہیں اورہیں لاوت ہیں
لاوت ہیں سُکھ ساج سبَے رگھوراج جبَے ہیہ آوت ہیں
آوت ہیں جن کے مَن مہاں ہَری آپَن کے تِن دھیاوت ہیں

دوہا - جائے سَکل سُکھ راج دَھن - جو نہ رام پد پریم
نارائن، رگھوبر بِمُکھ کبہُوں کُشل نہ کشیم

سرگ پانچواں

سُگریو کا رام چندر جی کے پاس آنا

رونق افروزِ پربرشن تھے جب اک شام کو رام دل کو بہلانے کی شکلیں بھی تھیں معدوم تمام
ہجرِ سیتا کا بڑھا اُن کو نہ بھایا کوئی کام یوں کئے بھائی سے فرطِ غمِ فرقت سے کلام
جانکی جی کا پتا کچھ نہ لکھن لال ملا
اور نہ سُگریو کے وعدہ ہی کا کچھ حال ملا (۱)

सवैया—ध्यावत हैं मुनि जाहि सदा लखि जन्म अनेक न पावत हैं।
पावत है सो 'नरायन' जो मन में नहिं औरहिं लावत हैं।
लावत हैं सुख साज सबै रघुराज जबै हिय आवत हैं।
आवत हैं जिनके मन महँ हरि आपन कै तिन ध्यावत हैं॥
दोहा—जाय सकल सुख राज धन, जो न राम पद-प्रेम।
'नारायन' रघुवर-विमुख, कबहुँ कुशल न क्षेम॥

لے گیا ہے مری سیتا کو جو وہ دُزدِ لعیں یہ بھی معلوم نہیں مجھ کو وہ اب ہے کہ نہیں
اُس کے جینے کا مجھے کوئی دلاتا جو یقیں خاتمِ دل کا اُسے اپنی بناتا میں نگیں
کچھ بھی سیتا کی خبر ہم سے لگائی نہ گئی
(۲) حیف صد حیف کہ قسمت کی بُرائی نہ گئی

ہے وہ زندہ یہ میں کانوں سے اگر سُن پاؤں ڈھونڈھ کر اُس کو جہاں بھی ہو اُسے لے آؤں
اپنے دشمن کو رہِ مُلک عدم دکھلاؤں فوج اور نسل کو بھی اُس کی وہیں پہنچاؤں
نشچروں کی جو میں ہستی کو مٹا دوں تو سہی
(۳) خاک میں راج کو راون کے ملا دوں تو سہی

جانکی کیسے ہوا ہو گا ترا وقت بسر کس طرح جان پہ تیری نہ پڑا ہو گا اثر
غم کی میرے نہ تجھے کچھ نہ ترے مجھ کو خبر تیرے لگتی ہے اُدھر آگ میں جلتا ہوں اِدھر
اپنی کرنوں سے تو اے چاند اُسے چھُو جا کے
(۴) پھر اُنھیں کرنوں سے دے مجھ کو تسلی آ کے

غالباً بھول گیا ہے مجھے سُگریو بھی اب مل گیا راج جو اُس کو تو ہوا عیش طلب
دیکھنے کے لئے آیا نہ مرا غم نہ تعب سچ ہے اُمیدِ وفا رکھے تو کس سے کوئی کب
مجھ سے وعدہ جو کیا تھا وہ بھُلایا اُس نے
(۵) میری سیتا کا پتا تک نہ لگایا اُس نے

جس طرح قتل ہوا ہے مرے ہاتھوں بالی جیسی منظور ہے راون کی مجھے پامالی
ویسے ہی بات جو سُگریو نے اپنی ٹالی اُس کا کوئی نہ تو وارث نہ بچے گا والی
پاس اُس کو نہیں مُطلق مری ہمدردی کا
(۶) کچھ سُراغ اُس نے لگایا نہیں سیتا جی کا

خشمگیں دیکھ کے بھائی کو بڑھا دل میں ملال بولے یوں رام سے سومترکے ذاتِ کمال
ایسے کج خلق سے اس کام کا ہونا ہے محال آ گئی اُس میں رعونت جو ملا جاہ و جلال
پس ابھی جا کے میں قتل اُسکو کئے آتا ہوں
(۷) جرم کی اُس کو سزا جلد دیئے آتا ہوں

دیجئے حکم مجھے قتل کا اُس کے سرکار خاک کردوں میں ابھی عیش کا اُس کے گلزار
لے لیں ہاتھوں میں یہ کہتے ہی کمان اور تلوار میں پھر آتا ہوں ابھی دیر نہ ہوگی زنہار

عہد و پیماں وہ جو تھا اپنا بھلایا اُس نے
(۸) رنج ہوگا مجھے بدلا جو نہ پایا اُس نے

دیکھ کر چہرۂ پُر نُور پہ بھائی کے شکن لکشمن جی سے کہے رام نے اس طور سخن
دوستی کی ہے تو واجب ہے رفاقت پہ چلن چاہئے ہم کو نہ دینا اُسے تکلیف لکھن

ہے وہ پیارا مرا تم خون نہ کرنا اُس کا
(۹) اک قلق اور بھی دے گا مجھے مرنا اُس کا

یاد تم قتل کی بالی کے اُسے دلوانا بے وفائی کی سزا قتل ہے۔ یہ دھمکانا
جس طریقہ سے ہو ہمراہ اُسے لے آنا ورنہ جو کچھ وہ کہے آکے مجھے بتلانا

پھر جو کچھ ہوگا مناسب وہ کیا جائے گا
(۱۰) ہوگا خود سر تو سبق اُس کو دیا جائے گا

رام جی جو کہ سدا داسوں پہ کرتے ہیں دَیا جن کو یکساں ہے کوئی خواہ بُرا ہو کہ بھلا
جن کے دل میں نہیں آتا کبھی اندازِ جفا جن سے ہوتی نہیں مایا کبھی پل بھر کو جُدا

آج مجبور رہی اپنے کو دکھلاتے ہیں
(۱۱) تنِ انساں میں جدائی کا یہ دُکھ پاتے ہیں

اپنے بَردان کو سچ کرکے دکھانے کے لئے نقش دیتوں کا زمانہ سے مٹانے کے لئے
پار بھوسِندھُ سے بھکتوں کو لگانے کے لئے راستہ مُکتی کا دنیا کو بتانے کے لئے

ہیں بری گُن سے جو نرگن جنھیں سب کہتے ہیں
(۱۲) جو کہ سنسار کے دُکھ سُکھ سے الگ رہتے ہیں

سب کو بتلاتے ہیں اس دہر کے اطوار و طریق جس طرح رہتے ہیں آپس میں اعزّا و رفیق
جیسے ہو جاتی ہے دو شخصوں میں باہم تفریق جیسے کرتی ہے بدی بحرِ ندامت میں غریق

لوک بیوہار ہر اک چاہئے ہونا جیسے
(۱۳) شادماں شادی میں اور رنج میں رونا جیسے

در پہ کشکندھا کے جس وقت لکھن لال آئے اور کماں کھینچ کے اندازِ غضب دکھلائے
جتنے وانر تھے وہ سب دیکھ کے یہ گھبرائے جلد تر سنگ و شجر حملہ کو اُن پر لائے
یہ سمجھ کر کہ غنیم آیا ہے کوئی سر پر
(۱۴) کچھ گئے لے کے خبر کچھ رہے حاضر در پر

خشم آلودہ لکھن دیکھ کے یہ حال ہوئے وانری نسل کے تب درپئے پامال ہوئے
حاضر انگد جی پئے پرسشِ احوال ہوئے جوڑ کر ہاتھ قدمبوسِ لکھن لال ہوئے
لکشمن جی نے کلیجہ سے لگایا اُن کو
(۱۵) پاسِ اخلاص و محبت سے بٹھایا اُن کو

بات کہنے لگے اس طور پر انگد سے وہ تب منتظر رام جی سُگریو کے ہیں پُر زِ غضب
بھیج کر مجھ کو کہا ہے اُنھیں فی الفور طلب جس طریقہ سے ہو ہمراہ چلیں میرے وہ اب
سُن کے خاموشی سے انگد یہ کلامِ لچھمن
(۱۶) کچھ بھی بولے نہ۔ چلے لے کے پیامِ لچھمن

جا کے سُگریو کے سب حال کیا گوش گذار اور کہا ہو گئے ہیں رام جی تم سے بیزار
ہیں لکھن لال کھڑے خود پسِ دیوارِ حصار اُن کی آنکھوں سے غضب کے ہیں ہویدا آثار
سُن کے انگد سے یہ سُگریو بہت سہم گیا
(۱۷) راج اور عیش کا جو دل میں تھا سب وہم گیا

شاہِ میموں نے ہنومان کو تب بُلوا کر کہہ دیا سب وہ جو انگد نے کہا تھا آ کر
اور کہا تم مع انگد کے اسی دم جا کر لکشمن جی کو بُلا لاؤ یہاں سمجھا کر
عاجزی تم جو کرو گے تو چلے آئیں گے
(۱۸) دھیان میں کچھ مری تقصیر نہ لے آئیں گے

کہہ کے یہ بات بُلایا وہیں تارا کو شتاب اور سنایا اُسے افسانۂ تشویش و عذاب
پھر کہا آئے لکھن لال ہیں کرنے کو عتاب سامنے اُنکے میں جاؤں یہ نہیں ہے مری تاب
تم کہو جا کے تو ممکن ہے کہ رحم آ جائے
(۱۹) ورنہ ایسا نہ ہو غیظ اُن کا غضب ڈھا جائے

سُن کے تارا یہ سُخن کہہ کے بہت خوب چلی لچھمن آنے کو جدھر سے تھے وہی راہ بھی لی
پاس جا پہونچے ادھر اُن کے ہنومان بلی خاک اُن پانوں کی تعظیم سے ملتھے پہ ملی
اور کی عرض کہ آپ آئے بہت خوب ہوا
(۲۰) آپ کا آنا ہر اک شخص کو مرغوب ہوا
کیجئے قدموں سے اب قصر بھی سُگریو کا پاک آپ کا داس ہے اُسکو نہ کریں آپ ہلاک
آپ کے خوف سے وہ گھر میں نہاں ہے غمناک ڈر ہے اُس کو کہیں آجائے نہ تیرِ سفاک
ورنہ خود آکے قدمبوسی وہ حاصل کرتا
(۲۱) ساری خدمات جو کرنے کے تھا قابل کرتا
آئیے کیجئے اب آپ مری بات قبول سلطنت آپ کی ہے آپکے ہم سب ہیں ذلول
آپ کے حکم میں مطلق ہیں ہوگا نہ عدول ہوگا وعدہ نہ فراموش نہ ہوں آپ ملول
جس طرح ہوگا میں سیتا کا پتا لاؤں گا
(۲۲) کرکے سچ جو مرا وعدہ ہے میں دکھلاؤں گا
کیجئے فکر نہ اب ساتھ ہمارے چلئے منتظر گھر پہ ہیں لوگ آپکے سارے چلئے
رنج سُگریو کو ہے خوف کے مارے چلئے رام کے پیارے سومترا کے دُلارے چلئے
چل کے سُگریو کے بھی دل کو تسلّی دیجے
(۲۳) رانیوں سے بھی ملاقات محل میں کیجے
کہہ کے یہ ہاتھ میں ہاتھ اُنکا یوں سُت لے کر جانبِ قصر روانہ ہوئے تارا تھی جدھر
لکشمن جی پہ پڑی جاکے جو تارا کی نظر بولی دیور کہو کیا لے کے تم آئے ہو خبر
تم تو وہ بھکت ہو بھکتوں پہ دیا کرتے ہو
(۲۴) درگذر رام کے داسوں کی خطا کرتے ہو
خوش نصیبی ہے تمھیں دیکھ جو ہم نے پایا بعد مدّت کے بدھاتا نے یہ دن دکھلایا
ڈر سے سُگریو تمھارے ہے بہت گھبرایا ہے شرن میں وہ کرو اپنی تم اُس پہ دایا
مُدّتوں اُس نے غم و رنج و حزن جھیلا ہے
(۲۵) گود میں ظلم و ستم کی وہ سدا کھیلا ہے

شکل آرام کی اب تم نے جو دکھلائی ہے لذّتِ عیش جہاں اُس نے ذرا پائی ہے
بے خودی نفس پرستی کے سبب چھائی ہے یہ قصور اُس کا نہیں۔ نسل کی بُو آئی ہے

تو بھی جس طرح اُسے عقل نے بتلایا ہے
(۲۶) وانروں ریچھوں کو ہر مُلک سے بلوایا ہے

فوج کر دے گی یہ کُل لشکرِ راون برباد تم کو سُگریو ہر اک طور سے دے گا امداد
جانکی قیدِ غمِ ہجر سے ہوں گی آزاد ختم ہو جائے گی اسُروں کی سُروں پر بیداد

چل کے اب قصر میں سُگریو کا ڈر دور کرو
(۲۷) ہے جو امکان میں خدمت اُسے منظور کرو

کم ہوا خشم لکھن تارا کی باتیں سُن کر قصرِ شاہی میں گئے تب وہ تھا سُگریو جدھر
محوِ عشرت معِ روما کے اُسے کر کے نظر ڈانٹ کر بولے کہ ہے کچھ تجھے وعدہ کی خبر

یاد رکھ دیر ہوئی اور تو اب خیر نہیں
(۲۸) رام رگھوبنش کے چھتری ہیں کوئی غیر نہیں

تُو ہی مغز ہے مغرور ہے ناشُکر گذار کیونکہ بھولا اُسے تُو جس نے دلایا یہ وقار
دیکھ ہوتا ہے تُو اب تیر کا رگھوبر کے شکار جلد چل ورنہ میں خود کرتا ہوں تلوار سے وار

تیر وہ جس نے ترے بھائی کو سُر دھام دیا
(۲۹) چاہتا موت کا تجھ کو بھی ہے پیغام دیا

اُٹھ پڑا سُن کے یہ سُگریو لکھن لال کی بات ہوش گُم ہو گئے سب بھول گیا عیش و ثبات
بولے لچھمن سے ہنومان کہ اے نیک صفات فکر وعدہ کی اسے رہتی ہے اپنے دن رات

رام کا بھکت ہے یہ لائق تعزیر نہیں
(۳۰) آپ برہم نہ ہوں اس کی کوئی تقصیر نہیں

آپ کا کام ہمیشہ ہے اسے مدِّ نظر دیکھئے آتے ہیں ہر سُو سے کروڑوں وانر
ڈھونڈھنے جائیگا سیتا کو یہ سارا لشکر کیجئے فکر نہ مل جائے گی اب جلد خبر

کب روا ہوگا تشدّد ہو اگر یاروں پر
(۳۱) نامناسب نظرِ قہر ہے غمخواروں پر

بعدازاں کر کے لکھن لال کی خاطر داری رام کے پاس کی سُگریو نے کی تیاری
جوڑ کر ہاتھ کہا پھر کہ ہو دھرم آ چاری مارتے اُسکو نہیں جس سے ہوئی ہو یاری
رام کا داس ہوں مُجرم نہ بناؤ مجھ کو
(۳۲) دُکھ بہت دیکھے ہیں اب دُکھ نہ دکھاؤ مجھ کو

لکشمن جی نے کہا دیکھ کے اُن آنکھوں میں نم آزمائش تھی وفا کی یہ خطاوار ہیں ہم
دل میں تم بھول کے بھی اسکا نہ لانا کبھی غم رام کی تم پہ ہے دائم نظرِ مہر و کرم
لیکن اب جلد چلو تم کہ وہ تنہا ہوں گے
(۳۳) ہجر کے دُکھ اُنھیں سیتا کے نہ کیا کیا ہوں گے

کہہ کے سُگریو نے چلئے وہیں رتھ منگوایا ریچھ وانر بھی چلیں ساتھ میں یہ فرمایا
رتھ پہ ہمراہِ لکھن تب وہ وہاں پر آیا منتظر اُسکے جہاں بن میں تھے رگھوکل رایا
جن کا دل فرقتِ سیتا میں جو گھبراتا تھا
(۳۴) کچھ بیاباں کے نظاروں سے بہل جاتا تھا

غزل

زیرِ فلک ہے کون جو محوِ الم نہیں اس چرخِ ظلم پیشہ کا کس پر ستم نہیں
اُٹھتے ہیں راگ سیکڑوں ہستی کے ساز میں کچھ بھی مآل جن کا بجز عیش و غم نہیں
یکساں ازل سے گرمیٔ بازارِ دہر ہے کچھ فرق جنسِ جاں میں ہوا بیش و کم نہیں
قالب کو روح روح کو قالب سے اُنس ہے ہستی کے ساتھ نیستی کس جا بہم نہیں
جاتے ہیں اپنے فعل ہی ہمراہ بعدِ مرگ ہوتا کچھ اور توشۂ راہِ عدم نہیں
ملتی ہیں اُس کے فیض سے دُنیا کی نعمتیں اُس کا سا اور کوئی بھی اہلِ کرم نہیں
حاضر وہ ہر جگہ ہے اگر یاد دل میں ہے مخصوص اُس کے واسطے دیر و حرم نہیں
اک بار اور اپنے ترحّم کی کر نظر بارِ گنہ عذابِ جہنّم سے کم نہیں
دیدار ہی کی تیرے ہے نارائن آرزو
کچھ حسرتِ نظارۂ باغِ ارم نہیں

سوئیا۔ اب دینڈیال دیا کری کے موہیں پاپ تے لیہو اُبار پربھو
جن چھانڑہو شوک کے ساگرماں اپرادھ ہمار وچار پربھو
یش کیرتی ناتھ سُنیوں بہوتے تب تاکیوں تمھار دُوار پربھو
جن موہیں نراش کرو کرونا کر دور کرو بھو بھار پربھو

دوہا۔ گھور پاپ کے بوجھ سے بوڑن چاہت ناؤ
'نارائن' کرونا بھون۔ تمھرے ہی ہاتھ بچاؤ
مایا کی اتی کٹھن ہے۔ پھانسی سُنہو کرپال
دیا درشٹی جاپر کرو۔ بچے سو دینڈیال

سرگ چھٹواں

وانروں کا ہر طرف روانہ ہونا

بیٹھ کر رتھ پہ جب آئے شتہ میمون و لکھن — دیکھا دروازہ پہ بیٹھے ہیں شری رگھونندن
ہر طرف ہے رُخِ پُرنور کی ضَو عکس فگن — سر پر اُنکے ہے جٹا[1] چہرہ پہ ہے مند ہنسن[2]
جب شری جانکی کی یاد اُنھیں آجاتی ہے
(۱) کچھ اُداسی سی ذرا چہرہ پہ چھا جاتی ہے

(1) जटा (2) मन्द-हँसन

सवैया—अब दीन दयाल दया करिके मोहिं पाप ते लेहु उबार प्रभू।
जनि छाँड़हु शोक के सागर माँ अपराध हमार विचार प्रभू।
यश कीरति नाथ सुनेउ बहुतै तब ताक्यों तुम्हार दुवार प्रभू।
जनि मोहि निराश करौ करुणाकर दूर करौ भवभार प्रभू॥

दोहा—घोर पाप के बोझ से, बूड़न चाहत नाव।
'नारायण' करुणा-भवन, तुम्हरेहि हाथ बचाव॥
माया की अति कठिन है, फाँसी सुनहु कृपालु।
दया-दृष्टि जापर करौ, बचै सो दीनदयालु॥

کُود کر رتھ سے گرے پانوں پہ دونوں جاکر رام نے پوچھی کُشل پاس اُنھیں بٹھلا کر
تب کہا یوں شہیموں نے اُنھیں خوش پاکر جمع ہوتے ہیں یہاں دیکھئے وانر آ کر
ان میں وہ بھی ہیں پہاڑوں پہ وطن ہے جنکا
(۲) وہ بھی ہیں کوہ کی مانند بدن ہے جنکا

جس قدر چاہیں یہ جسم اپنا بڑھا سکتے ہیں ہیں یہ سرباز بڑے کر نہیں کیا سکتے ہیں
ہیں فرشتے یہ ہر اک مُلک میں جا سکتے ہیں جو خبر کوئی نہ لا پائے۔یہ لا سکتے ہیں
بعض ان میں سے ہیں اک فیل کی طاقت والے
(۳) کچھ سمجھتے نہیں ہوں دس بھی اگر متوالے

اپنی قُوّت سے یہ پربت کو ہلا سکتے ہیں بعض ان میں سے پہاڑوں کو اُٹھا سکتے ہیں
بعض ایسے ہیں جو سورج کو بھی کھا سکتے ہیں ہم بھی طاقت نہیں بعضوں کی بتا سکتے ہیں
لال ہیں کچھ اگر ان میں سے تو کچھ کالے ہیں
(۴) کچھ کی دُم چھوٹی ہے اور کچھ بڑی دُم والے ہیں

جسم بعضوں کے چمکدار ہیں مثلِ زر و سیم دہشت انگیز کچھ ایسے ہیں کہ ڈر جائیں عزیم
شوق لڑنے کا ہے کچھ ان کو نہ خطرہ ہے نہ بیم بچ کر ان سے نہیں جا سکتا کوئی ان کا غنیم
پھول اور پھل کے سوا کچھ بھی نہیں کھاتے ہیں
(۵) کچھ کے اب نام بھی ہم آپ کو بتلاتے ہیں

دیکھئے ان کو بڑے بال ہیں جن کے تن پر جامبوان انکا ہے نام آتے ہیں سب انکو ہنر
سرغنہ ریچھوں کے ہر بات کی ہے انکو خبر ہیں مرے خاص مشیروں میں بڑے نیک سیر
اہلِ قوت ہیں بڑی عقل و خرد والے ہیں
(۶) ناخن انکے ہیں کہ دشمن کیلئے بھالے ہیں

دیکھئے اب یہ ہنومان ہیں لے رام سُجان پُتر وایو[1] کے کہاتے ہیں یہ گُن گیان ندھان वायु[1]
سارے عالم میں نہیں کوئی ان ایسا بلوان انکی طاقت کا کوئی کر نہیں سکتا ہے بیان
عقل ہے ان کی عیاں چہرۂ نورانی سے
(۷) چرخ کو بھی یہ ہلا سکتے ہیں آسانی سے

دیکھئے رام۔ گوے یہ ہیں گواکچھ اور یہ تار گندھ مادن یہ ہیں نیل اور یہ نل کارگذار
یہ سُکھین اور یہ شربھ ہیں یہ میندِ ہوشیار یہ بلی مُکھ - یہ پنس - اور یہ گج خوش رفتار
ایک اک ان میں سے سردار ہیں ایک اک دل کے
(۸) اور یہ کیسری بھنڈار ہیں عقل اور بل کے

رام جی سنیئے ہیں ہر دل میں کروڑوں وانر مستقل اپنے ارادہ میں نہیں کچھ اُنھیں ڈر
اِس طرف دیکھئے انگد ہیں یہ بالی کے پسر نام روشن ہے توانائی میں اِن کا گھر گھر
کم کسی طور یہ طاقت میں نہیں بالی سے
(۹) خاک کر دیں گے غنیموں کو یہ پامالی سے

آپ کے واسطے حاضر ہیں یہ سب دینے کو جاں انکے ہتھیار ہیں لڑنے کے لئے سنگِ گراں
آپ کا حُکم ملے ہے یہی سب کو ارماں بھاگ سکتے نہیں یہ چھوڑ کے ہرگز میداں
رام جی شاد ہوئے سُن کے یہ سُگریو کی بات
(۱۰) اور یوں کہنے لگے اُس سے وہ تب نیک صفات

تم کو معلوم ہے کرنا ہے مجھے کون سا کام اِس لئے ہو وہی تدبیر کہ حاصل ہو مرام
ہوں مناسب جو جنھیں دو وہی اُن کو احکام جا کے دیکھ آئیں کہاں جانکی جی کا ہے قیام
بات سُن کرشۂ نیموں یہ بہت شاد ہوا
(۱۱) فوج ہر سمت روانہ ہو یہ ارشاد ہوا

ہر طرف بھیج کے دَل وانروں اور ریچھوں کا طلب اُن سب کو کیا پھر جو تھے طاقت میں سوا
یعنی نل - میند - دوِبدھ اور شربھ اہلِ وفا جانبوان - انگدِ یوراج - سُکھین - ابنِ صبا
حکم ان سب کو دیا سوئے دکن جانے کو
(۱۲) اور اک ماہ میں سیتا کی خبر لانے کو

وہ جو جا کر شری سیتا کا پتا لائے گا ہے اجازت مری مدھوبن کے وہ پھل کھائیگا
بعد اک ماہ خبر لے کے نہ جو آئے گا قتل بے شک مرے ہاتھوں سے وہ ہو جائیگا
رام کا کام ہے احسان تمھارا ہوگا
(۱۳) وہ کرے گا اسے جو رام کا پیارا ہوگا

کہہ کے یہ تب شہ سگریو جھکائے ہوئے ماتھ تھے جہاں رام وہیں بیٹھ گئے جوڑ کے ہاتھ
دیکھ کر جاتے ہنومان کو بولے رگھوناتھ لو انگوٹھی یہ لئے جاؤ نشانی مری ساتھ
نام ہے اس پہ مرا جانکی پہچانے گی
(۱۴) ورنہ یوں لاکھ کہو گے وہ نہیں مانے گی

کام ہوگا مرا یہ تم سے ہی ہے مجھ کو یقیں عقل و طاقت میں تمھارا سا کوئی اور نہیں
جا کے کہنا کہ جدائی سے میں ہوں سخت حزیں دھیان میں آٹھ پہر رہتی ہو بس ایک تمھیں
تم کہاں پر ہو۔ خبر جیوں ہی یہ میں پاؤں گا
(۱۵) ہوگا کچھ بھی نہ توقف تمھیں لے آؤں گا

جا کے سیتا کو انگوٹھی مری تم دکھلانا جس طریقہ سے ہو تسکین اُنھیں سمجھانا
یاد رکھنا مری تم دل میں نہ کچھ گھبرانا دیر کرنا نہ کہیں جلد ہی واپس آنا
کامرانی تمھیں ہر بات میں حاصل ہوگی
(۱۶) راہ میں فتح ہر اک گام پہ واصل ہوگی

حکم پا کر ہوئے ہر سمت روانہ وانر ہر جگہ ڈھونڈھتے پھرتے تھے بلا خوف و خطر
ہر طرف آتے تھے میمون ہی میمون نظر غول انگد کا بڑھا شاخ تھی بندھیا کی جدھر
آیا اک دیت نظر تب اُنھیں اُس جنگل میں
(۱۷) ہاتھیوں کو بھی نگل جاتا تھا جو اک پل میں

دانت تھے جس کے بڑے کوہ کی مانند تھا تن کہف تھا جس کا شکم صورتِ اُخدود دہن
وانروں نے یہ سمجھ کر کہ یہی ہے راون مارے گھونسوں کے وہیں توڑ دیا اُسکا بدن
بولے پھر سب کہ ہے طاقت میں تو یکتا راون
(۱۸) مر گیا جلد تو یہ ہو نہیں سکتا راون

دوسرے بن کو گئے رہ نہ گیا دیت وہ جب ہر کسی جا بھی مگر اُن کا نہ آیا مطلب
بھوک پیاس اور تھکاوٹ سے حزیں ہو گئے سب تشنگی اتنی بڑھی خشک ہوئے چہرہ و لب
پانی پایا نہ کہیں ڈھونڈ کے حیران ہوئے
(۱۹) نیم جاں ہو گئے کچھ اتنا پریشان ہوئے

جا کر اوپر جو نظر چاروں طرف دوڑائی   اک گُفا دور ڈھکی پتّوں سے دی دکھلائی
صف بھی ہنسوں کی دہانے پہ نظر اک آئی   پانی ملنے کی کچھ اُمّید وہاں پر پائی

سب کے سب دوڑ کے جلدی سے وہاں پہنچے
(۲۰) جاں میں جاں آگئی جب اُس کے وہاں پہنچے

پیش قدمی پہ ہنومان کی تب سب پئے آب   پہونچے اندر تو وہاں اک نظر آیا تالاب
پاس ہی پھل بھی درختوں میں تھے بیحدّ و حساب   چھتّے شاخوں میں بھرا شہد تھا جنمیں نایاب

گھر بھرے تھے کئی گو عیش کے سامانوں سے
(۲۱) نظر آتے تھے وہ خالی مگر انسانوں سے

ہر مکاں اُس چمنستاں کا نرالا دیکھا   مندروں میں گئے ہر ایک شوالا دیکھا
رہنے والا نہ کوئی پوجنے والا دیکھا   ایک مندر میں مگر قدرے اُجالا دیکھا

اندر آگے جو گئے تو نئی مُورت دیکھی
(۲۲) یعنی اک یوگنی مشغولِ ریاضت دیکھی

تختِ زرّیں پہ تھی وہ تن پہ تھے پارینہ لباس   نورچہرہ پہ تھا معبود کی تھی سر میں سپاس
دیکھ کر اُس کو ہوا دانروں کے دل میں ہراس   اور کچھ ایسے بھی تھے جو گئے تعظیم سے پاس

ہاتھ جوڑے ہوئے قدموں پہ جھکا یا سر کو
(۲۳) بولی تب یوگنی یوں دیکھ کے اُس لشکر کو

کون تم سب ہو بتا دو مجھے رہتے ہو کہاں   رخنہ اندازِ عبادت ہوئے کیوں آکے یہاں
بات سُن کر یہ ہنومان ہوئے عرض رساں   غور سے آپ سُنیں حال میں کرتا ہوں بیاں

تاجداروں کے تھے سرتاج شہنشاہِ اودھ
(۲۴) یعنی دشرتھ جی تھا جن سے حشم و جاہِ اودھ

رام جو سب سے بڑے ہیں اُنھیں دشرتھ کے پسر   آئے کرنے کے لئے دشت میں کچھ روز بسر
جانکی اور لکھمن ساتھ میں تھے نیک سیر   لے گیا جانکی کو راونِ بد خُو ہر کر

دوستی پھر شہِ میموں کی ہوئی رام کے ساتھ
(۲۵) جس سے سُگریو بسر کرتا ہے آرام کے ساتھ

آپ ناخوش نہ ہوں ہم لوگ ہیں مہجورِ وطن ڈھونڈتے پھرتے ہیں ہم جانکی جی کو بَن بَن
شدّتِ تشنگی سے خشک ہیں ہم سب کے دہن فکر پانی کی ہے ہوں آپ نہ ہم سے بدظن
حال کچھ اپنا اگر آپ ہمیں بتلائیں
کام ہم آپ کے ممکن ہے کسی طور آئیں (۲۶)

بات سُنکر یہ ہنومان کی وہ نیک خصال بولی خوش ہوکے کہ اب رہ نہ گیا مجھ کو ملال
پھل درختوں میں بھرا سامنے پانی سے ہے تال اشتہا دور کرو پھل سے پیو آبِ زُلال
تب یہاں آؤ تو سب حال بتاؤں تم کو
راہ سیتا کے بھی ملنے کی دکھاؤں تم کو (۲۷)

پھول پھل باغ میں تب جاکے انھوں نے کھائے اور پیا پانی تعب جس سے نہ کچھ رہ جائے
یوگنی تھی وہ جہاں تب وہ وہاں پہ آئے سارے حالات تب اُسنے انھیں یوں بتلائے
دوّیہ گندھرب(۱) کی کنیا میں یہاں رہتی ہوں
سویم پربھا(۲) نام ہے کچھ حال بھی اب کہتی ہوں (۲۸)

وشوکرما کی ہے اک دخترِ مشہورِ جہاں نام ہیما ہے رہا کرتی تھی پہلے وہ یہاں
شیو مہاراج ہوئے رقص سے اُسکے شاداں یہ نگر بخش دیا جس کے ہیں اوصاف عیاں
سیکڑوں سال تک اس باغ میں رہ کر ہیما(۳)
برہمہ کے لوک گئی مجھ سے یہ کہہ کر ہیما (۲۹)

تب کرو رہ کے یہیں اور کہیں مت جانا ہیں سب اسباب بہم عیش کے دل بہلانا
رام کے دُوت یہاں آئیں گے بیتابانا اُن کی ہر طور سے خاطر ہو یہ ہے سمجھانا
شاد کرنا انھیں ہر طرح مُدارات سے تم
رام تک پہونچو گی تب اُن کی عنایات سے تم (۳۰)

مضطرب دل ہے کہ اب رام کو چل کر دیکھوں کرکے کچھ اُن کی مُناجات سپھل جنم کروں
کی جو تکلیف یہاں آنے کی ممنون میں ہوں ہوگی سیتا سے ملاقات نہ ہو تم محزوں
میچ لو آنکھیں تو کچھ تم کو فسوں دکھلادوں
آئے جس بَن سے ہو اُس بَن میں ابھی پہنچا دوں (۳۱)

(۱) दिव्यगन्धर्व की कन्या
(۲) स्वयम्प्रभा
(۳) हेमा

کر کے بند آنکھیں جو اکبار اُنھوں نے کھولیں — پایا اپنے کو جہاں پہلے تھے موجود وہیں
اس طرف چھوڑ کے اُس شیل کو تھی جسمیں مکیں — یوگنی جلدی سے جا پہونچی وہ رگھوبر کے قریں

جوڑ کر ہاتھ کمل نین کے آگے آئی
استتی پانوں پہ گر کر یہ زباں پر لائی (۳۲)

استتی

جے جے رام برہمہ پرمیشور ایشور ہری بھگوانا
واسودیو شری پتی ناراین شبھ گن بھون امانا
جے وشویش مکند کرپا ندھ اوناشی رگھوراجا
پرشوتم سروگیہ دیامے راجن کے ادھراجا
دھن بھاگیہ مم آج ولوکیوں تو پد کمل سہاون
جیہی دھیاوت یوگیش منیشور بدھی ہری ہر من بھاون
مایا رہت رہت نٹ او تم چرت کرت رگھورائی
ٹھاؤں ٹھاؤں بس اکھل بھون مہاں یدپی نہ دیت دکھائی
لینھ منج اوتار جگت بچ بھکتن کے ہت لاگی
پرم پربل مایا آچھادن لکھت کو او بڑ بھاگی

स्तुति

जय जय राम ब्रह्म परमेश्वर ईश्वर हरि भगवाना ।
बासुदेव श्रीपति नारायण शुभगुण-भवन अमाना ॥
जय विश्वेश मुकुन्द कृपानिधि अविनाशी रघुराजा ।
पुरुषोत्तम सर्वज्ञ दयामय राजन के अधिराजा ॥
धन्य भाग्य मम आजु विलोक्यों तव पद कमल सुहावन ।
जेहि ध्यावत योगीश मुनीश्वर विधि हरि हर मनभावन ॥
माया-रहित रहत नट इव तुम चरित करत रघुराई ।
ठाँउ ठाँउ बस अखिल भुवन महँ यदपि न देत दिखाई ॥
लीन्ह मनुज-अवतार जगत्-विच भक्तन के हित लागी ।
परम प्रबल माया-आच्छादन लखत कोऊ बड़ भागी ॥

یدّپی سب گُن رہت اکرتا تُم کہاں وید بتاویں
تدّپی سگُن تے بیال دام جِم منج سدا بھرم پاویں
آدی مدّھیہ نہیں انت سبن ماں ویاپت انتریامی
سرو یوگیہ تُم تُم سم درشٹا اس جانوں میں سوامی
اتی ابلا اگیان تموگُن ہیئے بسے نت جاکے
نِج سروپ تو کِم رگھونندن آوے اُر بچ تاکے
پھل پایوں تپ کٹھن کینہ جو تو درشن ابھلاشا
شُبھ دِن آج سُپھل مم لوچن بھا کوروگ کرناشا
جے چرنار بند بھوندھ تے تارن کہاں درڑھ ناوا
تُمھری ہی دیا دیا ندھ سوئی بڑے بھاگیہ میں پاوا
چرت اپار سیتو کی نائیں بھکتن تارن ہارو
سرویشور تُم شترو متر نہیں کو او رگھوبیر تہارو

यद्यपि सब-गुण-रहित अकर्ता तुम कहँ वेद बतावें ।
तदपि सगुण ते ब्याल दाम जिमि मनुज सदा भ्रम पावें ॥
आदि मध्य नहिं अन्त सबन माँ ब्यापत अन्तर्यामी ।
सर्व-योग्य तुम तुम सम-द्रष्टा अस जानौं मैं स्वामी ॥
अति अबला अज्ञान तमोगुण हिये बसै नित जाके ।
निज स्वरूप तव किमि रघुनन्दन आवे उर विच ताके ॥
फल पायों तप कठिन कीन्ह जो तव दर्शन-अभिलाषा ।
शुभ दिन आज सुफल मम लोचन भा कुरोग कर नाशा ॥
जे चरणारविन्द भवनिधि ते तारन कहँ दृढ़ नावा ।
तुम्हरिहि दया दयानिधि सोई बड़े भाग्य मैं पावा ॥
चरित अपार सेत की नाँईं भक्तन तारन-हारो ।
सर्वेश्वर तुम शत्रु मित्र नहिं कोउ रघुवीर तिहारो ॥

برہمہ رُوپ پربھو سوئی نرکھیں برہمہ تتّو جیہی بھاوے
موکہاں رام رُوپ کے دیکھت نہیں کچھُ اور سُہاوے
لوکِک درویہ پُتر ارُ داراان سب کہاں من تیاگے
ایک ادھار تمھار نہ دوسر تم ہیں تے لَو لاگے
ونتی کروں جور کر سوامی نج داسی موہیں کیجے
تمھری ہی ایک سُو آش نرائن، بھگتی انوپم دیجے

یوگنی سے یہ کہا رام نے ہو کر خرسند — تُو نے استُتی یہ جو کی ہے مجھے آئی ہے پسند
ہے مرا بابِ نوازش نہیں تجھ ایسوں پہ بند — مانگ لے مجھ سے جو کچھ اور ہو تُو خواہشمند
ہاتھ جوڑے ہوئے قدموں پہ جھکائے سر کو
پھر کہا اُس نے کہ دینا ہے تو دو اس بر کو (۳۳)

یعنی میں کرم کے بس ہو کے جہاں بھی جاؤں — دل میں بھگتی ہو مرے دیکھیں تم کو پاؤں
ساتھ بھگتوں کا ہو بھگتوں ہی میں دل بہلاؤں — آئے غصہ نہ کسی بات سے میں گھبراؤں
رام کے نام کی رٹ میری زباں پر ہووے
خاک ان پانوں کی میرے لئے بستر ہووے (۳۴)

ہو گا ایسا ہی کہا رام نے اُس سے ہنس کر — مجھ سے مانگا ہے جسے تُو نے دیا میں نے وہ بر
بدریکا شرم میں تُو اب جا کے کر ایّام بسر — جانتی ہے مجھے ایشور تو مرا دھیان تُو دھر
جسم یہ چھوڑ کے تُو روپ مرا پائے گی
مرنے جینے سے رہائی تری ہو جائے گی (۳۵)

ब्रह्म-रूप प्रभु सोई निरखैं ब्रह्म तत्त्व जेहि भावै ।
मो कहँ राम-रूप के देखत नहिं कछु और सुहावै ॥
लौकिक द्रव्य पुत्र अरु दारा इन सब कहँ मन त्यागै ।
एक अधार तुम्हार न दूसर तुम ही ते लौ लागै ॥
विनती करौं जोरि कर स्वामी निज दासी मोहिं कीजै ।
तुमरिहि एक सुआश 'नरायन' भक्ति अनूपम दीजै ॥

خوش نصیبی ہے تری بھکتی جو کی تو نے طلب شادمانی کا فقط ہے مری بھکتی ہی سبب
سویم پربھا کو یہ ملا حکم شری رام کا جب بدریکا شرم کو گئی کر کے انھیں سجدہ وہ تب
نام کی رٹ کی نہ کچھ دھیان کی تھی حد اُس کو
(۳۶) بعد مرنے کے ملا جا کے پرم پد اُس کو

غزل

جس کی نظروں میں رُخِ روشن کا نور پاک ہے بس وہی دانا وہی بینا وہی چالاک ہے
نام کا ہے ورد ہے دل میں تصوّر وصل کا خاکِ پائے دلربا جس کے لئے پوشاک ہے
کچھ اثر کرتی نہیں ہے جس پہ گردش چرخ کی دارِ ششدر کے قفس کے ڈر سے جو بیباک ہے
شاہِ ہفت اقلیم سے وہ کم نہیں گیتی پناہ ق ماہِ کامل سا منوّر برسرِ افلاک ہے
لازمی عزلت نشینی ہے ریاضت کے لئے نفسِ امّارہ تصوّف کے لئے سفّاک ہے
حل کیا جس نے نہ آ کر مسئلہ توحید کا شکلِ انساں دہرِ فانی میں وہ مشتِ خاک ہے
تُرّہاتِ عالمِ اسباب ناراین ہیں زہر
دور کرنے کو جنھیں ہری نام ہی تریاک ہے

سوئیا

بیت گئی برشارِتو تات نہ حال ملیو متھلیش للی کو
پائیکے راج بسارِ دیو کپی راجھوں آون یاہی گلی کو
سوارتھ میت سبے جگ ماں نج ارتھ نہ چال کچال چلی کو
لوگ کہیں سب راھموں کہاں جِم بیادھ کیو بدھ بالی بلی کو

सवैया—बीति गई वर्षाऋतु तात न हाल मिल्यो मिथिलेश-लली को ।
पाइ के राज बिसारि दियो कपिराजहु आवन याहि गली को ।
स्वारथ-मीत सबै जग मां निज अर्थ न चाल कुचालचली को ।
लोग कहैं सब रामहु कहँ जिमि व्याध कियो वध वालि बली को ॥

دوہا - دَے ہنومانہیں مُدریکا - دیو اشیش رگھوراج
ہو ہو سَکل شُبھ گُن بھون - کرو ہو سِدّھ مَم کاج
لَے مُدری رگھوناتھ سوں - چلے ہرشِ ہنومان
پُنِ پُنِ بھاگّ سراہت - کرت رام کر دھیان

سرگ ساتواں

وانروں کو سمپاتی کا ملنا

وانروں نے ادھر اپنے کو وہیں جب پایا سویم پربھا نے جو کہا تھا انھیں تب یاد آیا
سب نے خوش ہو کے کہا یوگ کی ہے یہ مایا جس نے دم بھر میں ہمیں لاکے یہاں پہنچایا
پھر وہ مصروف ہوئے جستجوِ سیتا میں
(۱) ڈھونڈھا ہر غار میں دشت و جبل و دریا میں

جانکی جی کا مگر اُن کو نہ کچھ حال ملا پھر کئی دن رہے صحرا میں وہ بے آب و غذا
آکر اک پیڑ کے نیچے ہوئے تب سب یکجا نا اُمیدی سے کسی کو بھی نہ کچھ سوجھ پڑا
چھا گئی یاس سے چہروں پہ اُداسی اُنکے
(۲) سامنے پھرنے لگی گویا قضا سی اُن کے

وانروں ریچھوں سے تب کہنے لگے یوں انگد ہو گئی ختم یہاں گھومتے اک ماہ کی حد
کچھ بھی سیتا کا مگر حال ملا نیک نہ بد ہو گیا عہد جو سگریو سے اپنا تھا وہ رد
اب اگر اپنے وطن یوں ہی پلٹ جاتے ہیں
(۳) سرِ تنِ زار سے ہم لوگوں کے کٹ جاتے ہیں

दोहा—दै हनुमानहिं मुद्रिका, दियो अशीष रघुराज।
होहु सकल-शुभ-गुण भवन, करहु सिद्ध मम काज॥
लै मुदरी रघुनाथ सों, चले हर्षि हनुमान।
पुनि पुनि भाग्य सराहत, करत राम कर ध्यान॥

چھوڑ دے تم کو یہ ممکن ہے کرے رحم اگر — یا کوئی اور سزا دے نہ کرے قتل مگر
مارنے سے مجھے ہوگا نہ کبھی اُس کو حذر — اس سبب سے کہ میں ہوں اُسکے معاند کا پسر
قتل میں میرے اُسے پہلے ہی کچھ عار نہ تھا
(۴) میں دلے رام کی نظروں میں گنہگار نہ تھا

جانتا ہے کہ ہے رگھوبر کا سہارا مجھ کو — آج تک اس لئے اُس نے نہیں مارا مجھ کو
زندگی رام نے بخشی ہے دوبارا مجھ کو — ورنہ تاریک تھا سنسار یہ سارا مجھ کو
بعد بالی کے مجھے کچھ نہ نظر آتا تھا
(۵) خوف لگتا تھا اُدھر مجھ کو جدھر جاتا تھا

دل مرا ڈر سے اُسے دیکھ کے جاتا تھا دھڑک — قتل کرتا مجھے وہ اس میں ذرا بھی نہ تھا شک
مارنے کی مجھے گو فکر تھی اُس کو اب تک — کچھ خطا میری نہ ملتی تھی یہ تھی اُسکو ہچک
اب ملا قتل کا میرے یہ بہانہ اُس کو
(۶) غیر اک میں ہوں زمانہ ہے یگانہ اُس کو

ہے بدی دل میں بھری نفس کا ہے دیوانا — اپنی بھاوج کو نہ جو ماں کے برابر جانا
اس لئے میرا مناسب نہیں واپس جانا — جان دیدونگا یہیں میں نے ہے دل میں ٹھانا
کہتے کہتے یہ گرے آنکھوں سے آنسو اُنکے
(۷) سب کو صدمہ ہوا انگد کی یہ باتیں سُن کے

چوٹ سی دل میں لگی سب کے ہوئے دیدہ بھی نم — بولے یوراج سے تب وہ کہ ہے کس بات کا غم
جان دینے کو تمھارے لئے تیار ہیں ہم — کون ہے رہتے جو ہم سب کے کرے تم پہ ستم
اور رہنے کی یہیں دل میں اگر ٹھانی ہے
(۸) ہم کو منظور تمھاری یہیں دربانی ہے

سُن کر ان باتوں کو تب نیت نپن[1] گیان ندھان — بولے یوراج کو سینہ سے لگا کر ہنومان — (1) नीति-निपुण
کیوں یہاں رہنے کا تم کرتے ہو بیکار گمان — ہو ہی سکتا نہیں یہ ہوتے ہو ناحق حیران
اس قدر رنج میں کیوں خوف کے مارے تم ہو
(۹) چھوڑ دو وہم یہ سُگریو کو پیارے تم ہو

ناخوشی کا ہے اگر رام کی کچھ دل میں ملال　　اس سبب سے کہ نہ سیتا کا مِلا کچھ تمھیں حال
تو بھی کہتا ہوں کہ دل سے یہ تم دور خیال　　کیونکہ رکھتے ہیں وہ تم پہ نظرِ لطف و نوال
ہے مناسب رہو اس وہم سے تم دور سدا
(۱۰) ہے تمھارا ہی بھلا مجھ کو بھی منظور سدا

تم جو کہتے ہو کہ رہنے میں یہاں کچھ نہیں ڈر　　زندگی چین سے کر دوگے یہیں رہ کے بسر
تو بھی اس خام خیالی کا نہیں خوب ثمر　　چاہئے راجکماروں کو نتیجہ پہ نظر
کیا تمھیں رام کی طاقت ابھی معلوم نہیں
(۱۱) تیر پہونچے نہ جہاں ایسی کوئی بوم نہیں

یہ جو سب کہتے ہیں رہنے کو تمھارے ہمراہ　　ہو نہیں سکتی کبھی ان کی رفاقت یہ نگاہ
بال بچوں کی نہ گھر کی کبھی چھوڑیں گے یہ چاہ　　ان کی باتوں میں جو آئے تو کیا سخت گناہ
تم سے میں راز کی اک بات بتاتا ہوں سنو
(۱۲) رام کا حال سنا ہے جو سناتا ہوں سنو

رام جی برہمہ ہیں جگدیش ہیں انسان نہیں　　اُن کو معلوم ہے سب کوئی وہ انجان نہیں
سارے سنسار میں اُن سا کوئی بلوان نہیں　　کیا ہے اُن کے لئے جو دہر میں آسان نہیں
جانکی مایا۔ جگت مات۔ مہارانی ہیں
(۱۳) لکشمن شیش کے اوتار مہا گیانی ہیں

پارشد[1] وشنو کے وانر نہ کوئی ریچھ ہیں ہم　　ہوکے خوش تپ سے کیا ہم پہ تھا ایشور نے کرم
تھا یہ بردان ہمیں انکی جو خدمت ہے بہم　　جاکے دنیا سے ملے گا ابدی عیشِ اتم
مارنے کے لئے دیتوں کو یہاں آئے ہیں
(۱۴) اپنی خدمت کیلئے ساتھ ہمیں لائے ہیں

انجنی پُتر کے اس طور سے سمجھانے پر　　بندھ گر پڑ گئے خوش ہوکے وہاں سے وانر
فکرِ سیتا میں وہ دوڑاتے ہر اک سمت نظر　　پہنچے اک چھوٹی پہاڑی پہ سمندر کے اِدھر
تھی پہاڑی یہ بہت پاس مہیندر[2] گر کے
(۱۵) ڈھونڈھا سیتا کو وہاں ہر طرف اُسکے پھر کے

[1] पार्षद

[2] महेन्द्र-गिरि

دیکھ کر سامنے پھر بحرِ عمیق و ذخّار　　پار کرنا جسے آیا نظر اُن کو دشوار
سب لگے کہنے یکایک کہ ہو اب کیا کرتار　　ایسی تدبیر کریں کونسی ہم جائیں جو پار
نزدِ قُلزُم اسی تشویش میں پہونچے جا کر
(۱۶) اور کہنے لگے آپس میں وہ یوں گھبرا کر

مُدّت اک ماہ کی گذری نہ لگا کچھ بھی پتا　　جانکی جی نہ ملیں اور نہ راون ہی مِلا
قتل سُگریو بلا شک ہمیں کرڈالے گا　　اب مناسب ہے کہ ہم لوگ کریں ترک غذا
کرکے یہ قصد کُش آسَن کو بچھا کر اُس جا
(۱۷) بیٹھی یوراج کی وہ فوج سب آ کر اُس جا

گِدّھ اک کھوہ سے اتنے ہی میں باہر آیا　　دیکھ کر جس کی جسامت کو علَم شرمایا
خوف سے لشکرِ میمونِ جری گھبرایا　　پاس وہ آکے یہ الفاظ زباں پر لایا
تنگ آیا ہوں بہت بھوک سے میں مرتا ہوں
(۱۸) مل گئی آج غذا پیٹ ابھی بھرتا ہوں

بات سُنکر یہ ہوئے اور بھی میموں مغموم　　بولے اب شک نہیں کردیگا یہ ہم کو معدوم
کم تھا کیا رنج و مصیبت کے لئے طالع شوم　　اس کے ہاتھوں جو ہوئی موت ہماری مقسوم
جانکی جی کا پتا کچھ نہ لگایا ہم نے
(۱۹) رام جی کا نہ کوئی کام بنایا ہم نے

حکم سُگریو کا ٹالا یہ پشیمانی ہے　　بال بچوں کی مصیبت کی بھی حیرانی ہے
بڑھ کے اِن سب سے نئی اک یہ پریشانی ہے　　مارا گر اس نے تو دوزخ کی ہوا کھانی ہے
خرس و میموں کا یہ دُکھ دیکھ کے بدحالی سے
(۲۰) سرغنہ ریچھوں کے بولے پسرِ بالی سے

سچ ہے کرتے ہیں جٹایو کی اگر لوگ ثنا　　کرکے اُپکار لیا اُس نے تو پرلوک بنا
لڑکے راون سے ہوا رام کی خاطر وہ فنا　　عیش جاوید ملا چھوٹ گئی فکر و عنا
جسم یہ رام کے کام آئے اگر آنا ہے
(۲۱) خوب تر ورنہ تو اس جینے سے مر جانا ہے

جیوں ہی سمپاتی کے کانوں میں پڑی جا کے یہ بات   پڑھ کے حیرت میں کہا اُس نے کہ اے نیک صفات
مت کرو فکر بتا دو مجھے سارے حالات   کون ہو تم تمھیں لائی تھی یہاں کونسی گھات
نام تم کیوں مرے بھائی کا ابھی لیتے تھے
(۲۲) کونسا حال بتا کر مجھے سُکھ دیتے تھے

وانروں کو ہوئی اس بات سے اُسکی تسکیں   اور انگد گئے اُٹھ کر وہ جہاں پر تھا وہیں
بولے ہیں رام جو شاہنشہِ افلاک و زمیں   آئے بن باس کو تب جانکی بھی ساتھ میں تھیں
ایک دن راونِ کم بخت اکیلا پا کر
(۲۳) لے چلا چپکے سے سیتا کو چُرا کر آ کر

جانکی روتی تھیں لیتی تھیں فقط رام کا نام   کس طرح سے میں کروں تم سے بیانِ آلام
سُنکر آواز جٹایو نے وہ تب تیز خرام   جا کے دیں راونِ کمبخت کو لاکھوں دشنام
مار کر چونچ سے گھوڑوں کو وہ رتھ چُور کیا
(۲۴) تھا غرور اُس کو جو طاقت کا اُسے دُور کیا

دیر تک ہوتی رہی دونوں میں پھر جنگ و جدل   گو شکست آئی جٹایو کو گرا ہو کے وہ شل
ہو گیا ہے یہ مگر سب کو تو عبرت کا محل   رام کے واسطے دی جان ہوا جنم سپھل
جانکی نے جو دیا آخری بردان اُسے
(۲۵) روکنی جسم میں کچھ دیر پڑی جان اُسے

آخرش حال کیا رام کے سب گوش گذار   پائی مُکتی تو ہوا بختِ جٹایو بیدار
سر پہ رگھوبر نے لیا اپنے مرتک کرم کا بار   وہ گتی دی اُسے ملتی نہ جو اُس کو زنہار
آ کے سُگریو کی کی گردشِ ایّام تمام
(۲۶) ایک ہی تیر سے بالی کا کیا کام تمام

سلطنت بالی کی سُگریو نے اب پائی ہے   حکمِ سُگریو سے یہ فوج یہاں آئی ہے
جانکی جی کے لئے بادیہ پیمائی ہے   مُدّتِ ماہ پئے واپسی بتلائی ہے
ہو گئی ختم وہ ہم سب کے یہاں آنے پر
(۲۷) سامنا موت کا اب ہوگا وہاں جانے پر

سوچ کر دل میں کہ کیا شکل دکھائیں جا کر بیٹھے ہم سب ہیں سمندر کے کنارے آکر
جلتے حال ہو گر کچھ تو کرم فرما کر ہم پہ احسان کرو۔ ہم کو اُسے بتلا کر

تم پہ دریا کرم رام کا جاری ہوگا
(۲۸) اور حاصل تمہیں نیک شعاری ہوگا

خوش ہوا سُن کے یہ انگد کے سخن سمپاتی اور کہا آج مری ہو گئی شیتل چھاتی
یاد بھائی کی بہت دن سے تھی مجھ کو آتی یہ سبب تھا کہ طبیعت تھی مری گھبراتی

دیکھو یہ رام کی سیوا سے ملا پھل اُس کو
(۲۹) لے چلو دوں گا کنارہ پہ تلانجل[1] اُس کو

तिलाञ्जल[1]

میرے امکاں میں ہے جو دونگا وہ تم کو امداد بالیقیں دل کی تمہارے بھی بر آئیگی مُراد
دیکھتا جانکی جی کو ہوں یہیں اے نیک نہاد ہجر کا غم ہے انھیں رام کی ہر وقت ہے یاد

لے چلو جلد سمندر کے کنارے مجھ کو
(۳۰) بڑھ کے تم سب ہو جٹایو سے بھی پیارے مجھ کو

لے گئے اُس کو کنارہ پہ پڑی جان میں جان کر کے اشنان دیا بھائی کو اُس نے جلدان
بعدہٗ لائے اُسے پھر تھا جہاں اُسکا مکان اُن سے سمپاتی لگا کرنے تب اسطور بیان

کوہ ترکوٹ پہ لنکا کا نگر بستا ہے
(۳۱) جس میں کوئی نہیں آسان گذر رستا ہے

چار سو کوس پہ اس جا سے ہے لنکا کی زمیں بحر ہی جس کے ہے ہر چار طرف چیں بہ جبیں
دیکھتا ہوں میں یہیں سے انھیں بیزار و حزیں کرگسوں کی سی بصارت ہے کسی میں بھی نہیں

جس میں ہیں جانکی ہے نام اشوک اُس بن کا
(۳۲) گرد پہرہ بھی ہے نشچریوں کی اک پلٹن کا

کود سکتا ہو سمندر کو جو جائے وہ وہاں جانکی جی کی خبر لے کے پلٹ آئے یہاں
یوں عوض بھائی کا مجھ کو بھی ہے اسکا ارماں جنگ میں حشر کا میں اُسکو دکھادوں میداں

لیکن افسوس نہیں ہیں مرے وہ پر باقی
(۳۳) اُڑ نہ پاؤں گا ہیں گو جنگ کے جوہر باقی

پا کے سیتا کا پتا رام جی خود جائیں گے قتل راون کو وہاں کر کے انھیں لائیں گے
دیوتا ہو کے بری رنج سے سُکھ پائیں گے رام کے بھکت ہیں جو وہ یہ چرت گائیں گے

(۳۴) کود کر پار سمندر کے جو جا سکتا ہے
جانکی جی کی خبر بس وہی لا سکتا ہے

غزل

آئینہ ہے قلب اپنے خیالات وگماں کا رُخ عکس ہے ہر شخص کے ہر رازِ نہاں کا
آتا ہے نظر صاف وہ ہوتا ہے جو دل میں تارِ نفس اک سلسلہ ہے قالب وجاں کا
خواہش نہ ہو گر باغ جہاں کے کسی گُل کی محتاج نہ انساں رہے گلزارِ جناں کا
مدت ہوئی گذرے ہوئے اک ماہ کی مُدت معلوم ہوا یہ بھی نہ ہے قصد کہاں کا
ناکام پھرے گھر کو تو انجام بُرا ہے ہوگا دلِ مایوس حدف تیر وسناں کا
پائی نہ ادھر کچھ بھی خبر اور ہے اُدھر موت اب ہوگا یہ لشکر نہ یہاں کا نہ وہاں کا
کہہ کر یہی جا پہونچے سمندر کے کنارے کچھ روز قیام اور ہے اب روحِ رواں کا

ہر کام کا ہے دارومدار اُس پہ نراین
چاہے جو کرے ہے وہی مالک دو جہاں کا

سوئیا

حال ملیو نہیں جانکی کو یُوراج کہیں بھری لوچن باری
بات ٹری کپی راجہوں کی۔ دو اُ بھانت بھئی اب مرتیو ہماری
بالی بدھے پر مارت موہیں۔ پرنتو لیو رگھوناتھ اُباری
پاپ بسے ہئے تا سو نراین، جو نہ بھجاوتی ماتو وچاری

सवैया—हाल मिल्यो नहिं जानकी को युवराज कहैं भरि लोचन वारी ।
बात टरी कपिराजहु की दोउ भाँति भई अब मृत्यु हमारी ।
बालि बधे पर मारत मोहि परन्तु लियो रघुनाथ उबारी ।
पाप बसे हिय तासु 'नरायन' जो न भजावति मातु विचारी ॥

دوہا۔ سمپاتی کہہ کپن سوں۔ جیہی بل پورش ہوئے
لانگھے شت یوجن جلدھ۔ لاوے سیا سدھ سوئے
نارایَن، اک رام کر۔ جاہی آش وشواس
تا کہاں اتی درگم سگم۔ درلبھ ہوت سپاس

سرگ آٹھواں

سمپاتی کا چندرماُمن کا کہا ہوا گیان بیان کرنا

بولے سمپاتی سے تب انگدِ فرخندہ خصال ہے یہ خواہش کہ سُنیں تم سے تمہارا بھی تو حال
کس لئے آئے تھے اس بن میں تم اے بحرِ کمال پر سے محروم ہوئے کیوں ہوئی پرواز محال
کس نے تکلیف تمہیں کس لئے پہنچائی ہے
کیوں تمہیں مدِّنظر گوشۂ تنہائی ہے (۱)

سُن کے سمپاتی نے یہ بات دیا اُن کو جواب لو سُنو تم کو بتاتا ہوں میں سارے اسباب
جن کی باعث میں ہوا موردِ ایذا و عذاب جل گئے پر مرے جس طرح ہوا میں بیتاب
جب جوانی پہ تھے ہم اور جٹائی دونوں
ایک ہی ساتھ رہا کرتے تھے بھائی دونوں (۲)

اپنی طاقت کا تھا ہم دونوں کو ازحد جو غرور آزمائش ہوئی اس بات کی آخر منظور
پاس خورشید کے جانے کا ہوا شوق وفور اور اُڑے سوئے فلک دونوں تھا جتنا مقدور
اُڑکے طے کر گئے ہم لوگ ہزاروں جوجن
ہوئی برنائی سے محسوس نہ سورج کی تپن[1] (۳)

[1] तपन

दोहा—सम्पाती कह कपिन सों, जेहि बल-पौरुष होय।
लाँघै शत-योजन जलधि, लावै सिय-सुधि सोय॥
'नारायण' एक राम कर, जाहि आश विश्वास।
ता कहँ अति दुर्गम सुगम, दुर्लभ होत सुपास॥

جا سکا اور جٹایو نہ تو واپس آیا میں تو اُڑتا ہی گیا خوف نہ کچھ بھی کھایا
جل گئے پر مرے آگے میں نہ پھر اُڑ پایا بندھ[1] پربت پہ گرا آ کے بہت گھبرایا

تین دن جب میں گرا آ کے تو بیہوش رہا
(۴) مجھ میں باقی نہ جوانی کا وہ پھر جوش رہا

جب کہ پھر ہوش میں آنا مرا مقسوم ہوا میں کہاں پہ ہوں مجھے یہ بھی نہ معلوم ہوا
جسم پہ چوٹ جو تھی اُس سے میں مغموم ہوا پر نہ تھے اس لئے اُڑنے سے بھی محروم ہوا

رفتہ رفتہ مرا جب دور وہ آزار ہوا
(۵) ایک عابد کا وہاں پر مجھے دیدار ہوا

گرتے پڑتے ہوئے آخر میں گیا اُنکے قریب چندرما نام تھا اُن کا ہوا دیدار نصیب
پڑ کے حیرت میں جو دیکھی مری یہ شکل عجیب بولے مجھ سے کہ کہو کس نے یہ کی ہے تعذیب

رنج کیا ہے تمھیں غمگیں جو نظر آتے ہو
(۶) ٹھیک سے چل نہیں سکتے نہ تم اُڑ پاتے ہو

جانتا تم کو تو پہلے سے ہوں میں سمپاتی دیکھ کر تم کو توانائی بھی تھی شرماتی
کوئی دُکھ تم پہ پڑا شکل ہے یہ بتلاتی اب نظر پہلی سی طاقت نہیں تم میں آتی

کیسے پر جل گئے اُڑنے سے جو ناکام ہوئے
(۷) تھی خطا کونسی کیوں موردِ آلام ہوئے

حال تب کہکے سنایا اُنھیں میں نے سارا اور کہا پر کے نہ ہونے سے ہوا بے چارا
کیجئے مجھ پہ دیا دُکھ سے ملے چھٹکارا کیونکہ بے پر کے نہیں جینے کا مجھ کو یارا

کروٹیں چین نہ ملنے سے بدلتا ہوں میں
(۸) آج تک دل میں تپش ہے مرے جلتا ہوں میں

سُن کے سب حال مرا مجھ پہ اُنھیں رحم آیا دیکھ کر جسم مرا مجھ سے یہ تب فرمایا
دُور کرنے کے لئے سارے جگت کی مایا برہمہ کا گیان ہی بس ویدوں نے ہے بتلایا

دل میں گر ہو یہ تو پھر غم نہ تو آزار رہے
(۹) ہر گھڑی پیشِ نظر جلوۂ دلدار رہے

[1] विन्ध्य परवत

اب سنو گیان وہ کرتے ہیں جسے وید بیان   جسم کی جڑ ہے فقط جسم کا اپنے ابھمان
دُور اگر یہ ہو تو رہ جائے نہ پھر موہ نہ مان   جیو کو روپ کی ہو جائے خود اپنے پہچان
کرم سرزد نہ ہو گر جیو یہ سر گرم نہ ہو
اور ملے جسم نہ انساں سے اگر کرم نہ ہو (۱۰)

جسم پر اپنے ہے انسان کو بے کار غرور   کیونکہ فانی ہے یہ مٹ جائیگا اک روز ضرور
ہے خودی دل میں ازل سے نہیں ہوتی ہے یہ دور   گر نہ ہو یہ تو کسی جسم کا پھر ہو نہ ظہور
گو یہ از خود نہیں کچھ وہم ہے نادانی ہے
اس کے پردے میں مگر پرتو یزدانی ہے (۱۱)

اس میں خود جس کے سبب سے حرکت آتی ہے   مختلف جسم یہ تب جیووں کو دلواتی ہے
ہے یہی جیو کو بھی قابو میں جو لاتی ہے   اپنی طاقت سے یہی پھر اُسے بھرماتی[1] ہے   भरमाती[1]
جیو اس کے سبب اس جسم کو اپناتا ہے
گو یہ باطل ہے مگر وہم نہیں جاتا ہے (۱۲)

جسم سے جیو سمجھتا نہیں اپنے کو جُدا   جانتا اپنے کو ہے جسم عناصر کا بنا
مانتا اپنے کو ہے فعلوں کا فاعل بھی سدا   اس لئے کرتا ہے محسُوس سزا اور جزا
گو ہے مطلب اُسے فعلوں سے نہ کچھ بھی تن سے
بال بچوں سے محبت نہ تعلق زن سے (۱۳)

جس طرح جلتی ہوئی آگ میں پڑ کر پتھر   خاصیت آگ کی لے لیتا ہے اپنے اندر
یوں ہی ہمراہِ خودی جیو ہمیشہ رہ کر   خود بخود اپنے میں کرتا ہے قبول اُسکا اثر
جانتا ہے کہ ہر اک کام وہ خود کرتا ہے
خود وہ لیتا ہے جنم اور وہ خود مرتا ہے (۱۴)

اس لئے کرم کا بندھن اُسے بھرماتا ہے   رنج سہتا ہے کبھی وہ کبھی سُکھ پاتا ہے
اچھے کرموں سے کبھی سورگ پہ پہنچ جاتا ہے   بھوگ کر سُکھ کبھی دنیا میں وہ پھر آتا ہے
گو کہ جنت سے پھر آنا نہیں مرغوب اُسے
چھوڑتا ہی نہیں تقدیر کا مکتوب اُسے (۱۵)

چندر منڈل میں وہ سُرلوک سے گر جاتا ہے اور کرنوں کے سہارے سے یہاں آتا ہے
پھر غذاؤں میں اُسے کرم ہی پہنچاتا ہے بعدِ مدّت اُسے ذی روح کوئی کھاتا ہے
شکل نطفہ کی مذکّر میں اُسے ملتی ہے
(۱۶) رحم میں پوششِ تن اُسکے لئے سِلتی ہے

پھر اُسی نطفہ کا جب رحم میں ہوتا ہے ورُود اک مشیمہ سے وہ ہو جاتا ہے فوراً محدود
ہوتی اک رات میں ہے جھلّی میں سختی کی نمود ہوتا ہے پانچویں دن مثلِ حُباب اُس کا وجود
بیضوی شکل بھی اک ہفتہ میں ہو جاتی ہے
(۱۷) صفتِ لحم مشیمہ میں تو خود آتی ہے

پندرہ روز تو وہ خون سے رہتا ہے بھرا اور اک ماہ میں ہو جاتے ہیں سب عضو جدا
شانے بن جاتے ہیں بنتے ہیں شکم اور گلا پیٹھ بن جاتی ہے بنتے ہیں فقار و سیما
پھر کمر پسلیاں اور ساتھ میں دونوں زانو
(۱۸) دست اور پا کا بھی دو ماہ میں ہوتا ہے نمو

تیسرے ماہ میں ہو جاتے ہیں سب بندھیاں کرتے ہیں بننے کا چوتھے میں انامل کے بیاں
پانچویں ماہ میں سب ناخن و بیخ دنداں ناک اور کان کے بھی بنتے ہیں آنکھوں کے نشاں
پھر چھٹے ماہ ہمیں شاستر یہ بتلاتا ہے
(۱۹) عضو مخصوص بھی تفریق کا بن جاتا ہے

ساتویں ماہ میں آتے ہیں نکل فرق پہ بال جسم پر روئیں بھی آجاتے ہیں اے نیک خصال
آٹھویں ماہ میں بنجاتے ہیں سارے خد و خال رحم میں رہنے کا ہے یہ ہر اک انسان کے حال
پانچویں ماہ میں اُس جیو کو ہوش آتا ہے
(۲۰) کون ہے اور کہاں ہے وہ سمجھ جاتا ہے

اُن غذاؤں کے عرق سے جنھیں ماں کھاتی ہے پرورش رحم میں اُس بچہ کی ہو جاتی ہے
گو کہ تکلیف بڑی گربھ میں سمپاتی ہے کرم بندھن ہے کٹھن موت نہیں آتی ہے
کرم اپنے کئے سب جیوں کو یاد آتے ہیں
(۲۱) دیکھ کر جن کا مآل اور وہ گھبراتے ہیں

سوچتے ہیں کہ جنم ہم نے ہزاروں پائے بھول کر نام نہ ایشور کا زباں پہ لائے
جانتے تھے جنھیں اپنا نہ وہ کچھ کام آئے اُنکی اُلفت نے ہمیں آج یہ دن دکھلائے
قیدِ غم سے اگر اس بار سُبکدوشی ہو
(۲۲) رام کے دھیان کی دم بھر نہ فراموشی ہو

جس طرح پھوٹ کے بہتا ہے کوئی جب دُمّل ریم کے ساتھ جو ہو کوخ تو جاتا ہے نکل
تیوں ہی نَو ماہ میں ملجاتا ہے جب کرم کا پھل اور بچہ کو کسی طور سے آتی نہیں کل
خود بخود کھول وہ تب رحم میں پھٹ جاتا ہے
(۲۳) بچہ وہ خون کے ہمراہ نکل آتا ہے

فرش پہ گرتے ہی ہو جاتا ہے مایا کا اثر پچھلے کرموں کی اُسے کچھ نہیں رہتی ہے خبر
کھیل اور کود میں جاتا ہے لڑکپن تو گذر اور برنائی میں ہو جاتی ہے راحت سے بسر
جبکہ پھر پیری کے آثار عیاں ہوتے ہیں
(۲۴) ہیچ نظروں میں سب اسبابِ جہاں ہوتے ہیں

عالمِ شیب میں جب دیتے ہیں سب عضو جواب اور کچھ کام نہیں آتے عزیز و احباب
تب یہ کہتا ہے کہ بیکار گئی عمرِ شباب دنیوی چیزوں میں دیکھا تھا عبث عیش کا خواب
اپنے کرموں پہ کئے تھے جنھیں پچھتاتا ہے
(۲۵) فکر ہی فکر میں اک روز وہ مر جاتا ہے

گو کہ فکریں اُسے رہتی ہیں زمانہ کی تمام لب پہ آتا نہیں بھولے سے کبھی رام کا نام
چونکہ کرتا ہے وہ خود اپنے پہ عائد الزام اس لئے جیو کو پڑتے ہیں بدلنے اجسام
ورنہ اس جیو کو اس جسم سے نسبت کیا ہے
(۲۶) دور ہو وہم تو پھر جسم کی حاجت کیا ہے

گیان مے جیو یہ چیتنّ ہے آنند کی کھان اُوپنشد کرتے ہیں عیبوں سے بری اسکو بیان
جاگرت سوپن سُکھوپتی کے نہیں اسمیں نشان ہر گھڑی چاہئے دلمیں رہے اس بات کا دھیان
جسم اور جیو میں ہو جائیگی تفریق اس سے
(۲۷) جیو ہی برہمہ ہے ہو جائیگی تصدیق اس سے

دُکھ نہ سُکھ دے گا اُسے کرم کا کوئی بندھن پھر رہے گا نہ تو موہ اور نہ اہنکار میں من
دوست اُسکا نہ کوئی ہوگا نہ کوئی دشمن مار کے پوست کی مانند وہ سمجھے گا یہ تن
عیش و غم وہ جو مقدّر اُسے دکھلائے گا
(۲۸) بھوگ لے گا وہ نہ سنسار میں پھر آئے گا
اب بتاتا ہوں بھلائی کی تمہارے میں یہ بات یاد رکھنا اسے پا جاؤ گے تم غم سے نجات
مارنے دیتوں کو جب آئیں گے بن میں گھونات جانکی جی کو چُرا لائے گا راون بدذات
فوج میموں کی اُنھیں ڈھونڈھنے تب آئیگی
(۲۹) کھوج سیتا کا نہ ملنے سے وہ گھبرائے گی
غار سے تم اُسی اثنا میں نکل آؤ گے اور کچھ حال اُنھیں سیتا کا بتلاؤ گے
دونوں پَر اُن کی عنایات سے پھر پاؤ گے پیشتر جیسے تھے تم ویسے ہی ہو جاؤ گے
چل دیئے مُنیوں کے ہمراہ یہ مجھ سے یہ کہہ کر
(۳۰) انتظار آنے کا اُن کے کرو اِس جا رہ کر
چندرما مُن کی ہوئی بات وہ اب سچ ساری پَر نکل آئے مرے دیکھو مٹی ناچاری
ہو گیا دور وہ سب دل پہ جو تھا غم طاری ہے یہ خواہش کہ کروں چل کے تمھاری یاری
چار سَو کوس کی اس جا سے فقط دُوری ہے
(۳۱) کچھ مگر ضعف سے ابتک مجھے مجبُوری ہے
پار کرنے کا سمندر کو ہو مقدور اگر بے گماں جانکی جی کی تمھیں مل جائے خبر
کام گو سخت ہے آتا بھی ہے دشوار نظر ہارنا چاہیئے انسان کو ہمت نہ مگر
کیا تھا اور کیا ہوں میں اب رام کی حرمت دیکھو
(۳۲) آگئی اُڑنے کی پھر مجھ میں جو طاقت دیکھو
بحر ہستی سے کرے پار اگر وہ چاہے ہو مدد اُس کی تو اس بحر کی ہستی کیا ہے
چاہتا ہے جو وہ بس کام وہی ہوتا ہے فکر کیوں کرتے ہو اس وہم میں کیا رکھا ہے
بھگت ہو تم تو اُسی برہمہ جگت سوامی کے
(۳۳) ہو نہیں سکتے ہو محتاج کسی حامی کے

غزل

ارض وسما میں ہے وہی ہے جو دُرِ خوش آب میں
جس کی نگاہِ ناز کا نُور ہے آفتاب میں

فرق نہیں ہے کثرت و وحدتِ لاجواب میں
بحر میں وہ حباب ہے بحر ہے وہ حباب میں

غیریت وخودی کا کچھ روح پہ گر اثر نہ ہو
جا کے نہ آئے بار بار پھر نہ پڑے عذاب میں

فعل ہی اپنے ہیں فقط بعدِ وفات رہنما
موجبِ عیش و غم یہی ہوتے ہیں جیسے خواب میں

عالمِ کائنات میں فکر ہے عیش کی عبث
پایا گیا نہ آج تک آب کبھی سراب میں

عمر کے ساتھ مٹ گیا جذبۂ دل کا وَلولہ
عشق ہوا تو کیا ہوا گر نہ ہوا شباب میں

خشک ہو جس کے فیض سے ہستی کا بحرِ بیکراں
سامنے اُسکے ذرّہ بھر نہر ہے کس حساب میں

دل سے نرآین اپنے کر دُور خیالِ خام کو
ہوگا تو فیض یاب اگر ہوگا اُسی جناب میں

سوئیا۔ رام کو نام لئے تے کٹیں اگھ اوگھ گھٹیں دُکھ دوش نشا ہیں
راگ رہے نہیں دویش ہئے پُنی کرُور دشا سب دور پرا ہیں
دھیان دھریں یدی دین دُکھی بھوسندھو بنا ترنی تری جا ہیں
تاہی کے کاج 'نرآین' وانر جات سمُدّر کے پار ڈرا ہیں

سورٹھا۔ گیو بیت اک ماس۔ کھوجت ملیں نہ جانکی
بھا کپی کٹکہیں تراس۔ 'نارایَن' پرِنام لکھی

دوہا۔ جاکے سُمرت نر تر ہیں۔ بھوندھِ بن جلیان
بھا گوپد جل جمی جلدھِ۔ تا سُو دُوت پہچان

सवैया—राम को नाम लिये ते कटैं अघ ओघ घटैं दुख दोष नशाहीं।
राग रहै नहिं द्वेष हिये पुनि क्रूर दशा सब दूरि पराहीं।
ध्यान धरैं यदि दीन दुखी भव-सिन्धु बिना तरनी तरि जाहीं।
ताहि के काज 'नरायन' वानर जात समुद्र के पार डराहीं॥

सोरठा—गयो बीत इक मास, खोजत मिलीं न जानकी।
भा कपि-कटकहिं त्रास, 'नारायण' परिणाम लखि॥

दोहा—जा के सुमिरत नर तरहिं, भवनिधि बिनु जलयान।
भा गोपद-जल जिमि जलधि, तासु दूत पहिचान॥

سرگ نواں

ہنومان جی کی سمدّر پار کرنے کی تیاری

کہہ کے اس طور پہ مل جائیگی سیتا کی خبر اُڑ گیا سوئے فلک گدّھ پڑا پھر نہ نظر
دیکھ کر اڑتا ہوا اُس کو نکل آئے جو پَر ہوئی سچائی کی تصدیق ہوئے خوش وانر
فکر سب کو ہوئی سیتا کی خبر لانے کی
(۱) دل میں کچھ آس ہوئی قتل سے بچ جانے کی

موجزن دیکھ کے پھر سامنے بحرِ ذخّار تھے بھرے جس میں مگرمچھ وغیرہ جاندار
پار کرنا اُسے آیا نظر اُن کو دشوار اور پھر کرنے لگے بیٹھ کے سب سوچ وچار
فکر سب کو ہوئی کس طور یہ منزل طے ہو
(۲) پار ہم جس سے ہوں وہ کون سی ایسی شے ہو

اپنی کل فوج کو دیکھا جو تفکّر سے حزیں اُس سے اس طور یہ انگد نے کہا جا کے قریں
کوئی طاقت میں نہیں تم سا یہ ہے مجھ کو یقیں کام جو تم نے کئے کر کوئی سکتا وہ نہیں
تم میں ہے ایک سے اک بڑھ کے توانائی میں
(۳) نہیں ثانی ہے تمھارا کوئی دانائی میں

پار جانے کا مگر اب جسے یارا ہوگا زندگی کا وہی ہم سب کی سہارا ہوگا
دوت سگریو کا وہ رام کا پیارا ہوگا اوج پر اُس کی ہی قسمت کا ستارا ہوگا
جس کو جانے کی ہو طاقت وہ مجھے بتلائے
(۴) ہو کھڑا اُٹھ کے ذرا اور مرے پاس آئے

دم بخود سب ہوئے انگد کی یہ باتیں سُنکر تکتے اک اک کو رہے کوئی بھی بولا نہ مگر
پار جانے کو نہ جب ایک بھی اُٹھا وانر اور اُمید بر آتی ہوئی آئی نہ نظر
بولے انگد کہ کہے جتنی ہو ہمت جس کی
(۵) ہو تو معلوم ہمیں اب ہے ضرورت کس کی

ایک بولا کہ مری تاب میں ہیں دس جوجن　　دوسرا بیسؔ ہوں گر تو نہ ہو کچھ مجھ کو حزن
تیسرا تیسؔ تک اُڑ جانے کا معلوم ہے فن　　چوتھا چالیسؔ ہوں تو جست کروں جیسے ہرن
الغرض بڑھتی گئی بولی یوں ہی دس دس کی
پار کرنا نہ ہوئی بات کسی کے بس کی (۶)

سرغنہ ریچھوں کے کہنے لگے انگد سے یہ تب　　مجھ میں طاقت تھی جو پہلے نہیں باقی ہے وہ اب
بامن اوتار جوانی میں ہوا تھا مری جب　　اور ابشور نے شہِ بل سے زمیں کی تھی طلب
سر پہ یہ کارِ عسر اپنے لیا تھا میں نے
بست و اک بار طواف اُنکا کیا تھا میں نے (۷)

رہ گئی اب وہ طاقت نہ وہ باقی ہے شباب　　ورنہ ہوتی نہ ضرورت مجھے دینے کی جواب
کر دیا ضعف و ضعیفی نے مرا حال خراب　　نوّے جوجن سے زیادہ نہ رہی جانے کی تاب
بولے انگد کہ میں اُس پار تو جا سکتا ہوں
شک مگر یہ ہے کہ واپس نہیں آ سکتا ہوں (۸)

جامبوان اُن سے یہ پھر بولے کہ اے صاحبِ جاہ　　آپ کر سکتے ہیں ہر کام کو اپنے دل خواہ
آپ کے جانے سے ہو جائیگی بے سر کی سپاہ　　آئے گر کوئی مہم دے گا ہمیں کون پناہ
آپ راجا ہیں نہیں آپ کا واجب جانا
کہہ دیا آپ سے میں نے جو مناسب جانا (۹)

پھر کہا اُن سے یہ انگد نے پریشاں ہو کر　　ہے یہی بات تو ہم سب کا ہے مرنا بہتر
زندگی کیسے بچے گی نہ ملے گی جو خبر　　بیٹھ کر آؤ کُشاسن پہ کریں عمر بسر
فائدہ کیا ہوا سمپاتی کے مل جانے سے
اُس کے سچ بولنے یا راستہ دکھلانے سے (۱۰)

بولے یوراج سے پھر ریچھوں کے سردار یہ بات　　کیا ملے گا ہمیں ہم یوں جو گذاریں اوقات
جسکے ہاتھوں میں ہے ہم لوگوں کی اس غم سے نجات　　وہ تو بیٹھا ہے الگ اپنا دھرے ہاتھ پہ ہات
اب جو کرنے کو ہے یہ کام اُسے دکھلاتا ہوں
حال طاقت کا بھی کچھ اُس کی میں بتلاتا ہوں (۱۱)

کہہ کر اُن سے یہ کہا تب کہ سُنو ابنِ صبا کس لئے بیٹھے ہو چُپ چاپ ہوا ہے تمہیں کیا
تم سا بلوان ہے اور کون زمانہ میں بھلا فکر کیا ہے تمہیں کرتے نہیں کیوں عہد وفا
رام کے کام کو اوتار لیا ہے تم نے
(۱۲) کر سکا کوئی نہ جو کام کیا ہے تم نے
ہو پَوَن پُتّر تو طاقت بھی پَوَن سے نہیں کم بیٹھے کس فکر میں خاموش ہو کیا ہے تمہیں غم
ہے یہ قُلزم تو تمہارے لئے بس ایک قدم کیونکہ تم پر ہے شری رام کا کچھ خاص کرم
فرد ہو عقل میں اور طاق ہو دانائی میں
(۱۳) کوئی ہم سنگ نہیں تاب و توانائی میں
کھیل ہی کھیل میں تھا جب کہ تمہارا بچپن ایک دن دیکھ کے نکلی ہوئی سورج کی کرن
یہ سمجھ کر کہ ہے یارِ شجرِ چرخِ کُہن کود کر اُٹھ گئے تم اُسکی طرف سُو جوجن
چوٹ آئی نہ تمہیں پھر جو زمیں پر آئے
(۱۴) کون سا کام ہے وہ تم نہ جسے کر پائے
واسطے پڑھنے کے سورج سے گئے بعدہٗ جب دوڑتے تم رہے پیچھے کی طرف تیزی سے تب
رتھ کے آگے تھے مگر چھُو نہیں پائے مرکب اس کرامت پہ تمہاری متعجّب ہوئے سب
ہے وہ بے خوف تمہارا ہے سہارا جس کو
(۱۵) تم تو وہ ہو کہ ہے ہر بات کا یارا جس کو
جلد اب جا کے بجا رام کا لاؤ ارشاد تم کو تاخیر نہ کچھ چاہئے اے نیک نہاد
تاکہ اس کارگذاری سے شری رام ہوں شاد اور سُگریو کے بھی دل کی بر آجائے مراد
بار سے رام کے احساں کے سُبکدوش وہ ہو
(۱۶) ہوئی ہم سب کو جو دیر اس کا خطا پوش وہ ہو
سُن کے یہ بات کھڑے ہو گئے اُٹھ کر ہنومان اِس قدر زور سے گرجے کہ ہلا سارا جہان
یک بیک ہو گئی مانندِ جبل جسم کی شان جس سے معلوم ہوئے دوسرے بامن بھگوان
دھیان تب رام کے پدکملوں کا دل میں دھر کے
(۱۷) بولے یوں لشکرِ انگد کو مخاطب کر کے

کھیل ہی کھیل میں کر جاؤں میں اس بحر کو پار　　جا کے اُس لشکرِ عفریت کو ڈالوں ابھی مار
یا کہ راون کے میں پریوار کا کر دوں سنگھار(1)　　آگ لنکا میں لگا کر اُسے کر دوں مسمار (1) संहार
یا کہو تم تو سمندر میں ڈبو دوں لنکا
یا اُلٹ دوں کہ ہو تر کوٹ سے مدفوں لنکا (۱۸)

یا کہ لنکا مع راون کے اُٹھا لے آؤں　　یا فقط جانکی کو سر پہ بٹھا کر لاؤں
یا کہ بس دیکھنے میں جانکی جی کو جاؤں　　آکے جو حال ملے رام کو وہ بتلاؤں
یا کہ راون کے دسوں سر میں دکھا دوں لا کر
چاہتے کیا ہو بتا دو وہی کر دوں جا کر (۱۹)

جامبوان اُن سے یہ پھر کہنے لگے سن کے سوال　　جانکی جی کو فقط دیکھ تم آؤ فی الحال
جا کے پھر رام کی ہمراہی میں اے بحرِ کمال　　لشکر و شوکتِ دہ شیش کو کرنا پامال
اب دعا ہے کہ سفر میں تمہیں آسانی ہو
ہوں پون ساتھ میں اور سایۂ یزدانی ہو (۲۰)

سن کے یہ ہو گئے آگے کو روانہ ہنومان　　کوہ کا دیکھ کر اُس جسم کو ہوتا تھا گمان
مثلِ خورشیدِ منور تنِ زریں کی تھی شان　　سانپ کیطرح سے تھیں دونوں بھجائیں بلوان
چڑھ گئے کود کے چوٹی پہ مہیندر گر کے
یوں کہ آئے نہ نظر میں وہ کسی ناظر کے (۲۱)

غزل

اگر ہو جذب تو پھر پاس کیوں نگار نہ ہو　　ہو چشمِ شوق تو کب تک وہ آشکار نہ ہو
بھلا دے اپنے کو ہو جستجو اگر اُس کی　　دل آئینہ وہ ہو جس میں کوئی غبار نہ ہو
خودی رہے نہ تو خود پردۂ دوئی نہ رہے　　غمِ فراق میں انسان بے قرار نہ ہو
ملے وہ شاہدِ مقصود خود بخود آ کر　　جو سر سے دور سرورِ جمالِ یار نہ ہو
شرف وہ دے جسے ممتاز ہو نہ وہ کیونکر　　نہ چاہے وہ تو کوئی گوہرِ آبدار نہ ہو
ابھی میں جا کے پتا جانکی کا لاتا ہوں　　یہ بولے فوج سے ہنومان انتشار نہ ہو

کروں جلا کے میں لنکا کو خاک پل بھر میں　　کہو ڈبو دوں کہ ہستی میں پھر شمار نہ ہو
اگر کہو تو میں سر کاٹ لاؤں راون کے　　کہو تو لاؤں میں ماتا کو کچھ جو عار نہ ہو

جہاں میں زندگی مشکل ہو اپنی نارائن
جو سر پہ ظلِّ یدِ انجنی کمار نہ ہو

سوئیا

آیسو ہوئے تو جاؤں کہیں ہنومنت تُرنت ولمب لاوؤں
جار کے لنگ اشنک ' نراین ' لاے سیا سُدھِ حال بتاوؤں
چاہت جو تو کہو ترکُوٹ اپاری کے ساگر ماہیں ڈبا دؤں
ناہیں تو راون ہیں پریوار سمیت کہو یم لوک پٹھاوؤں

دوہا

جامبوان بولے سنو۔ بل وِگیان ندھان
لاوہو سیا سُدھِ جائے تم۔ بچہیں سبن کے پران
' نارآین ' کے تمھیں اک۔ لاج بچاون ہار
کروہو کرپا بندھوں تمھیں پُنی پُنی پون کمار

सवैया—आयसु होय तो जाऊँ कहैं 'हनुमन्त तुरन्त विलम्ब न लावौं।
जारि के लङ्क अशङ्क 'नरायन' लाय सिया-सुधि हाल बतावौं।
चाहत जो तो कहौ तिरकूट उपारि के सागर माहिं डुबावौं।
नाहिं तो रावणही परिवार समेत कहौ यम-लोक पठावौं॥

दो— जाम्बवान बोले सुनौ, बल-विज्ञान-निधान।
लावहु सिय-सुधि जाइ तुम, बचहिं सबन के प्रान॥
'नारायन' के तुमहि इक, लाज बचावन हार।
करहु कृपा वन्दहुं तुमहिं, पुनि पुनि पवन-कुमार॥

سُندر کانڈ

دوہا

سُندر مورتی ساہسی ۔ شُور سمیر کُمار
شوُچ شمن سنکٹ ہرن ۔ مُد منگل داتار
شت یوُجن لانگھیو جلدھی ۔ اُپ وَن کیو اُجار
کنچن لنکا جارِ کے ۔ کیو رام اُدپکار

سرگ پہلا

ہنومان جی کا سمُندر پار جانا

جاکے چوٹی پہ شری انجنی نندن ہنومان موجزن دیکھ کے اُس قُلزُمِ ذخّار کی شان
پہلے کچھ دیر وہاں کرتے رہے رام کا دھیان بعدہٗ سب سے یہ بولے نہ کرو دل میں گُمان
رام کے تیر کی مانند ابھی جاتا ہوں
دیکھ کر جانکی ماتا کو میں پھر آتا ہوں (۱)

दोहा— सुन्दर-मूरति साहसी, शूर समीर-कुमार ।
शोच-शमन सङ्कट-हरन, मुद-मङ्गल-दातार ॥
शत-योजन लांघ्यो जलधि, उपवन कियो उजार ।
कञ्चन-लङ्का जारि के, कियो राम-उपकार ॥

آ کے تب رام کے پیروں پہ جھکاؤنگا میں سر اس طرح سے شجرِ عہد مرا لائے گا بر
دیکھو جاتا ہوں میں اب راہِ فلک سے ہوکر یہ تو ممکن ہی نہیں جا کے میں لاؤں نہ خبر
ہے یقیں مجھ کو دَیا رام کی مجھ پر ہوگی
(۲) ہر طرح اُن کی نوازش مری رہبر ہوگی

نام کی ہے عظمت جن کے جہاں میں روشن لب پر آئے دمِ آخر تو مٹے رنج و محن
بحرِ ہستی نہ رہے پھر نہ تناسُخ کی رسن ہو مُبدّل چمنِ خُلد سے دنیا کا چمن
داس اُن کا ہی میں ہوں اور مجھے آس اُنکی ہے
(۳) ماسوا اس کے انگوٹھی مرے پاس اُنکی ہے

اُنکی رحمت سے ہے ہر بات پر اپنی مجھے ناز اُنکا پھر دھیان نہ کیوں میرے لئے ہوگا جہاز
اُٹھ گئے ہاتھ کہا جب یہ ہوئی دُم بھی دراز سیدھی گردن ہوئی۔ پیر اُٹھے برائے پرواز
سوئے لنکا تھا رُخ اوپر کو نظر تھی ان کی
(۴) صرف نُصرت تھی جو اندازِ سفر تھی ان کی

اُٹھ کے اوپر ہوئے آگے کی طرف تیز رواں گئی ہمراہ نظر تک نہ ہو کس طور بیاں
رہ گئے پیچھے پَوَن دیو جو تھے بہرِ اماں دیوتا دیکھ کے رفتار ہوئے سب حیراں
پھر کہا سب نے کہ یہ بات ہے دانائی کی
(۵) آزمائش ہو اگر تاب و توانائی کی

چار سَو کوس کی منزل جو یہ طے کر پائے اس میں ہمت بھی ہے لنکا کے جو اندر جائے
سوچ کر دل میں وہ اس وہم سے جب گھبرائے تھی جہاں ناگوں کی ماں سُرسا وہاں پر آئے
اُس سے کی عرض کہ ہو جا کے مُخِل جانے میں
(۶) امتحاں لیکے نہ ہو دیر پلٹ آنے میں

بات سُنکر یہ گئی جاتے تھے ہنومان جدھر امتحاں عقل و توانائی کا تھا مدِّ نظر
ہو گئی جسم بڑھا کر وہ کھڑی راستہ پر اور بولی یہ ہنومان سے جاتے ہو کدھر
بھوک نے تنگ بہت آج کیا ہے مجھ کو
(۷) دیوتوں نے تمھیں کھانے کو دیا ہے مجھ کو

بولے تب اُس سے پون سُت کہ ہمیں جانے دے   رام کا دُوت ہوں سیتا کی خبر لانے دے
حال کچھ جانکی کا رام کو بتلانے دے   رام کا حکم ہے یہ کام تو کر آنے دے
دے کے ماتا کا پتا اُن کو ابھی آتا ہوں
(۸) ٹھہر جا جلد ترے مُنھ میں سما جاتا ہوں

روک مت جانے دے سُرسا مجھے اب دیر نہ کر   جوڑ کر ہاتھ میں رکھتا ہوں ترے پانوں پہ سر
چین پاؤنگا نہ لے آؤنگا جب تک میں خبر   دیر ہوگی مجھے اب اور کیا تو نے جو شر
جلد آؤں گا میں تو دل میں نہ گھبرا جانا
(۹) پھر جو طاقت ہو تری تو مجھے تو کھا جانا

بات سُنکر یہ دیا پھر انھیں سُرسا نے جواب   بھوک اس وقت ستاتی ہے مجھے ہوں بیتاب
پیٹ بھر جائیگا میرا تو تمھیں ہوگا ثواب   رُک نہیں سکتی ہوں مُنھ میں مرے آجاؤ شتاب
پھر نکل آنا جو ہو تاب نکل آنے کی
(۱۰) فکر کرنا نہ مرے بھوک سے مرجانے کی

ورنہ کھا جاؤں گی جبراً جو ہوا کچھ انکار   بچ کے جا سکتے نہیں تُم ہے یہ ناحق اصرار
جب یہ دیکھا کہ ہوئی معذرت اس سے بیکار   بولے ہوتی ہے عبث دیر نہ تُو کر تکرار
لے دہن کھول تجھے ہے یہی منظور اگر
(۱۱) داخل اندر ہوں میں تو کھالے ہو مقدور اگر

ایک جوجن کا کیا جسم کہے جب یہ سخن   پانچ جوجن کا بنا سُن کے یہ سُرسا کا دہن
اُس سے دونا کیا پھر اپنا پون سُت نے بدن   بیس جوجن کا ہوا سُرسا کے مُنھ کا روزن
چار سو کوس کا منھ اُس نے دکھایا اپنا
(۱۲) جسم چھوٹا سا پون سُت نے بنایا اپنا

جا کے مُنھ سے نکل آئے یہ ہوئی فرماں بری   اور کہا جانے دے مجھ کو نہ کر اب رخنہ گری
شرط پوری ہوئی جس سے تھی تجھے دردسری   اب نمسکار ہے دے مجھ کو دعا مود بھری[1]
خوش ہوئی جب کہ یہ سُرسا نے سُنی بات انکی
(۱۳) سامنے دیکھا انھیں دیکھی کرامات انکی

(1) भरी

آفریں ہے تمھیں تب اُس نے کہا ہوکے مگن کب ہو سنتاپ اُسے خود ہو جو سنتاپ شمن
تم سا طاقت میں نہیں کوئی ہو تم گُن کے بھَون جس طرح چاہو گے تم کام ہر اک جائیگا بن
عقل و دانش میں ہو یکتا ہمیں معلوم ہوا
(۱۴) دیوتاؤں کو جو تھا وہم وہ معدوم ہوا

امتحاں ہو گیا اب جاکے کرو رام کا کام لاکے تم جانکی کا دو اُنھیں جلدی سے پیام
ہے دعا ساتھ تمھارے ہو ظفر بن کے غلام جیت پائے نہ کوئی۔ ہو نہ کوئی ڈر کا مقام
اب کرو دیر نہ سُرلوک کو میں جاتی ہوں
(۱۵) حال طاقت کا تمھاری اُنھیں بتلاتی ہوں

اور آگے کو بڑھے ہو کے ہنومان جی شاد نام تھا لب پہ تو دل میں تھی شری رام کی یاد
کر کے پھر غور کہ ہے رام کی ہم کو امداد حوصلہ اور بڑھا۔ ہو گئی ہمّت بھی زیاد
پل میں کوسوں یہ تصوّر کی طرح جاتے تھے
(۱۶) تابِ نظّارہ ملائک بھی نہ لا پاتے تھے

کوہ اک بحر میں ہے نام ہے جس کا مَیناک تن پہ ہے گوہر و الماس کی جس کے پوشاک
اُس سے بولا یہ سَمندر کہ ہنو تم تیراک اور اوپر کی طرف اُٹھو نہیں کچھ تمھیں باک
رام کے دوت ہیں یہ ڈر کا محل ہی کیا ہے
(۱۷) ہیں وہ اُس کُل میں مجھے جس نے شرف بخشا ہے

جس لئے جاتے ہیں ہنومان وہ ہے رام کا کام سر اُٹھا کر انھیں دو سر پہ تم اپنے بِسرام
اُٹھ کے اوپر کو کیا جلدی سے تب اُس نے پرنام اور کئے راہ میں جاتے ہوئے ان سے یہ کلام
میں ہوں میناک پَون پُتر سنو بات مری
(۱۸) ہو کرم مجھ پہ ہو مقبول مُدارات مری

حکم مجھ کو ہے سَمندر کا یہاں آئیے آپ پھل ہر اک قسم کے حاضر ہیں انھیں کھائیے آپ
قدرے آرام جو ہو کسل تو فرمائیے آپ بعد ازاں شوق سے آگے کیطرف جائیے آپ
بولے ہنومان کہ رُکنے کی مجھے تاب کہاں
(۱۹) کھانا پینا کہاں اور خاطرِ احباب کہاں

جانکی جی کا نہ جب تک میں پتا پاؤں گا دم نہ لوں گا میں کہیں پہ نہ تو کچھ کھاؤں گا
ہاں مگر حال یہ میں رام کو بتلاؤں گا تم سمندر سے یہ کہنا کہ میں پھر آؤں گا
تھا جو منظور مگر دینا ہی کچھ مان اُسے
(۲۰) اور آگے کو بڑھے چھو کے ہنومان اُسے

(1) सिंहिका سنگھکا(۱) راچھسی کا تھا جو سمندر میں قیام جیو اُڑتے تھے جو لیتی تھی اُنھیں سایہ سے تھام
پیٹ بھرتی تھی اُنھیں کھا کے تھا کچھ اور نہ کام دیکھ کر ان کو بھی پھیلایا وہی مایا کا دام
جب ہنومان نے بڑھنے میں رُکاوٹ پائی
(۲۱) دل میں کہنے لگے اب کون ہوا دُکھ دائی

کون اس طور سے طاقت مجھے دکھلاتا ہے کون ایسا ہے نظر میں جو نہیں آتا ہے
کیا سبب ہے کہ مرا پیر رُکا جاتا ہے وجہ کیا ایسی ہے دل میرا جو گھبراتا ہے
مجھ کو حیرت ہے کہ آخر یہ تماشا کیا ہے
(۲۲) کچھ بھی ہوتا نہیں معلوم کہ ہونا کیا ہے

سوچ کر دل میں یہ نیچے جو نظر دوڑائی سنگھکا راچھسی وہ انکو نظر تب آئی
سہمگیں خوف بھری شکل تھی جس نے پائی تھی شریر اتنی کہ حاصل تھی اُسے یکتائی
دیکھ کر اُس کو گرے پاس اُسی کے جا کر
(۲۳) مار کر لات اُڑے پھر اُسے بے حس پا کر

اُڑ کر آئے یہ سمندر کے کنارے اس پار تھے جہاں پیڑ قطاروں میں ہزاروں پھلدار
بیلیں لپٹی ہوئی شاخوں سے دکھاتی تھیں بہار خوشنما پھولوں کے جس جا پہ تھے لاکھوں اشجار
نغمے دلکش تھے پرندوں کی زباں پہ جاری
(۲۴) آبِ شیریں کے تھے چشمہ بھی وہاں پر جاری

(2) तिरकूट وہ ترکوٹ(۲) پہ لنکا انھیں تب دیکھ پڑی سنگ کی چاروں طرف جسکے تھیں دیواریں کھڑی
ہر طرف کھائی بھی تھی جسکے عمیق اور بڑی فکر رستہ کی یوں سُت کو رہی آدھ گھڑی
اسکے اندر ہی یہ سوچا کہ بسی ہے لنکا
(۲۵) اور جہاں جانکی جی ہیں وہ یہی ہے لنکا

کود کر چڑھ گئے ترکوٹ کے اوپر ہنومان　　ساری لنکا کا نظر تب انھیں آیا میدان
قلع سونے کا جہاں تھا کئی تھے زر کے مکاں　　جنکے دیواروں میں تھی نیلم و الماس کی شان
اسپ و فیل و شُتُر و فوج و رعایا دیکھی
سارے عالم سے فزوں لنکا کی مایا دیکھی (۲۶)

کہیں گلشن کہیں بستی کہیں صحرا دیکھا　　سیمتن ماہ جبیں حُسن سراپا دیکھا
راگ اور رنگ جو ہوتا تھا تماشا دیکھا　　مردم آزاروں کا ہر راہ میں پہرا دیکھا
صاف سڑکیں تھیں خیابانِ چمن کی مانند
سنگریزے بھی چمکتے تھے کرن کی مانند (۲۷)

پھر یہ سوچا کہ نہیں گو ہے کسی بات کا ڈر　　کون ایسا ہے مجھے ذات سے جس کی ہو خطر
میرے آنے کی جو مل جائے گی راون کو خبر　　جانکی جی کو چھپا دے گا کہیں لے جا کر
اپنا اس واسطے اظہار ابھی خوب نہیں
رات کو چھپ کے چلیں اور تو اُسلوب نہیں (۲۸)

بعد میں راز جو کھُل جائے یہ تو بھی نہیں غم　　سب کو بتلائیں گے کیا رام ہیں اور کون ہیں ہم
مجھ پہ راون نے بڑھایا جو کہیں دستِ ستم　　پل میں کر دوں گا میں نابود یہ سب جاہ و حشم
الغرض کرکے یہ طے رہ گئے ہنومان وہاں
رام کا کرتے رہے بیٹھے ہوئے دھیان وہاں (۲۹)

سو گئے سب جو ہوئی رات تو موقع پایا　　اُٹھ کر آگے کو چلے جیسے ہو چلتا سایا
وانر اک جاتا ہوا جب نظر اُس کو آیا　　سہمگیں اپنا بدن لنکنی[1] نے دکھلایا　　[1] लङ्किनी
ڈانٹ کر بولی کہ ہے کون کہاں جاتا ہے
دیکھ کر مجھ کو بھی تو خوف نہیں کھاتا ہے (۳۰)

لنکنی نام ہے میرا ہوں مجسم لنکا　　شکلِ میموں میں ہے تو کون ترا نام ہے کیا
جس لئے جاتا ہے اندر مجھے وہ کام بتا　　جھوٹ بولے گا اگر مجھ سے تو پائے گا سزا
سُرخ آنکھیں تھیں بھری غصہ سے تھی بات اُسکی
بے دھڑک سوئے ہنومان اُٹھی لات اُسکی (۳۱)

کہکے تب اُس سے یوں سُت نے کہ مانے گی نہ تُو ایسا گھونسہ اُسے مارا کہ بہا مُنھ سے لہو
گر پڑی فرش پہ چکرا کے ہوا عالم ہُو اُٹھ کے پھر کہنے لگی وہ۔ نہ رہی طیش کی بو

آفریں آپ کو ہنومان جی اب جائیے آپ
چاہتے آپ ہوں جو بات وہ کر آئیے آپ (۳۲)

اک فقط میں ہی نہیں آپ سے ہاری لنکا آپ کی تاب و توانائی پہ واری لنکا
آجتک وہم تھا ہم کو ہے ہماری لنکا ہو گئی آج سے اب آپ کی ساری لنکا

مجھ سے برہما نے کہا تھا جو وہ بتلاتی ہوں
میری قسمت ہے کہ دیدار یہ میں پاتی ہوں (۳۳)

جبکہ برہما نے دشانن کو دیا تھا بردان اور بنایا تھا مجھے سارے نگر کا دربان
مجھ سے فرمایا تھا تُو رہ یہیں کہنا مرا مان لیں گے اوتار شری رام کا پُورن بھگوان

یوگ مایا کو لئے ساتھ وہ بن آئیں گے
جس کو جا کر شہِ عفریت یہ ہر لائیں گے (۳۴)

ڈھونڈھنے نکلیں گے سیتا کو ہر اک سو میموں اُن میں اک ہو گا جو اوروں سے شجاعت میں فزوں
آ کے مارے گا ترے مُنھ سے نکل آئیگا خوں تب سمجھنا کہ ہیں لنکا کے اب آثار زبوں

رات کا وقت وہ ہو گا تجھے بتلاتا ہوں
ناش ہو جائیگا راون کا میں اب جاتا ہوں (۳۵)

آگیا یاد وہ برہما کا مجھے فرمانا دیکھ کر آپ کو اپنے کو کرتارتھ مانا
کیوں نہ ہو نام ہی اک جس کا زباں پر لانا مُکتی دیتا ہے جہاں میں نہیں پڑتا آنا

دوت آپ اُسکے ہیں مالک جو چراچر کا ہے
آپ نے آ کے شرف آج مجھے بخشا ہے (۳۶)

خوش نصیبی ہے جو آج آپ کو میں نے دیکھا ہو کے خوش دیجئے اب آپ یہی مجھ کو دعا
رام کا چہرۂ پُر نُور رہے دل میں بسا اور بھکتوں کے سماگم[1] سے ہوں مسرور سدا समागम[1]

راحتِ ہر دو جہاں تک جو میسّر ہووے
تو بھی ست سنگ کے ہرگز نہ برابر ہووے (۳۷)

آپ کا مجھ کو جو دیدار ہوا انجنی لال　　نشچری ہونے کا سب دور ہوا دل سے ملال
راچھسی بنش کا اب آج سے آیا ہے زوال　　کیا کہوں آپ سے میں آپ ہیں خود واقفِ حال

پھر بھی میں آپ کو سیتا کا پتا دیتی ہوں
(۳۸)
مجھ کو معلوم ہے جو کچھ وہ بتا دیتی ہوں

خوشنما باغ ہے اک سب جسے کہتے ہیں اشوک　　خوبیاں دیکھ کے جسکی ہے خجل اندر کا لوک
ہے محل ہی میں وہ پہرہ کی زبردست ہے روک　　رات دن کرتی ہیں سیتا وہیں بیٹھی ہوئی شوک

بات سُنکر یہ بڑھے جب کہ پون کے لڑکے
(۳۹)
بازو و دیدۂ چپ راون و سیتا پھڑکے

غزل

نظر جس پہ ہو مالکِ دو جہاں کی　　نہیں اُس کی طاقت کو حاجت بیاں کی
چلے جب ہنومان جی سوئے لنکا　　ملائک نے تدبیر کی امتحاں کی
کہا جا کے سُرسا سے ہو آزمائش　　کہ حد کتنی ہے اس کی تاب و تواں کی
یہ اُترے مر اک کام میں اپنے پورے　　جو سُرسا کی کوشش تھی سب رائیگاں کی
کہا ان سے میناک نے سر اُٹھا کر　　کہ منظور خاطر ہو کچھ میزباں کی
کہا تاب رُکنے کی مجھ میں کہاں ہے　　خبر لاؤں جا کر نہ جب تک وہاں کی
مُخل جب ہوئی سنگھکا اُس کو مارا　　مصیبت کٹی اُس کی روحِ رواں کی
کہا لنکنی نے خبردار وانر　　کدھر جا رہا تو ہے خواہش کہاں کی
سُنا جب یہ دی مُشت اک دست چپ کی　　ہوئی جاری نہر اُس کے خونِ دہاں کی
کہا جوڑ کر ہاتھ یہ اُس نے اُٹھ کر　　کہ آتی ہے لنکا میں لو اب خزاں کی
بتایا تھا سب مجھ کو برہما نے پہلے　　ہوئی بات اب سچ وہ رازِ نہاں کی
ہوا آپ کا مجھ کو دیدار حاصل　　مٹی سر سے تشویش بارِ گراں کی
وہی سر ہے سر جس میں ہے اُسکا سودا　　وہی دل ہے دل جسمیں ہے اُسکی جہانکی
کٹے عمر سب اُسکے گُن گاتے گاتے　　یہی ایک صورت ہے آرام جاں کی

عبادت یہی ہے ریاضت یہی ہے
نرائن یہی ہے خوشی جاوداں کی

سوئیا

سہہ ہرش چلے ہنومان بلی نبھ دیون دیکھ ومانن میں
مُکھ بائے کے ٹھاڑھی بھئی سُرسا مگ میں پرویشے تیہی آنن میں
پُنی باہر آئے بڑھائے چلے میناک کو مان پکھانن میں
ہنِ لنکنی لنک پرویش کیو بلوان مہا بلوانن میں

دوہا - دواؤ کر جورے لنکنی ونمتی بارہیں بار
بھیؤں دھنیہ جو دینھ تم درشن پون کمار
سُکھ سمپتی سُرلوک کر اک دن اوش نشائے
'نارائن' ست سنگ تے پھل اگھٹت مل جائے

سرگ دوسرا

ہنومان جی کو ماتا جانکی کا درشن

یاد کرتے ہوئے رگھوناتھ کی دل میں ہردم — اور چھپائے ہوئے لوگوں کی نظر سے خاتم
سایہ ساں جس سے زمیں پر نہ پڑے نقشِ قدم — انجنی لال جنھیں تھا نہ کوئی خوف نہ غم

सवैया—सह हर्ष चले हनुमान बली नभ देवन देख विमानन में।
मुख बाय के ठाढ़ी भई सुरसा मग में प्रविशे तेहि आनन में।
पुनि बाहेर आइ बढ़ाइ चले मैनाक को मान पखानन में।
हनि लङ्किनि लङ्क प्रवेश कियो बलवान महा-बलवानन में॥

दोहा—दोउ कर जोरे लङ्किनी, विनमति बारहिंबार।
भयउँ धन्य जो दीन्ह तुम, दर्शन पवनकुमार॥
सुख-सम्पति सुर-लोक कर, इक दिन अवशि नशाय।
'नारायन' सत्सङ्ग ते, फल अघटित मिलि जाय॥

ہر طرف ڈھونڈھتے تھے جانکی جی کو جا کر
(۱) قصرِ شاہنشہِ راون پہ یہ پہونچے آ کر

داخل اندر ہوئے ایواں کے بلاخوف و خطر ڈالی ہنومان نے کمروں میں ہر اک سمت نظر
بالا خانہ نہ بچا کوئی نہ تہ خانہ۔ مگر جانکی جی کی ملی ان کو وہاں کچھ نہ خبر

شاہِ عفریت کو دیکھا کہ پڑا سوتا ہے
(۲) بے خبر ہے نہیں کچھ ہوش کہ کیا ہوتا ہے

جانکی کو نہ وہاں پر بھی کہیں جب پایا تب انھیں یاد وہ سمپاتی کا کہنا آیا
پہونچے اُس بن میں جسے گدّھ نے تھا بتلایا جس پہ رہتا تھا سدا سبز پری کا سایا

جس میں کرتی ہوئی صدناز نسیم آتی تھی
(۳) پھل سے ہر شاخ درختوں کی جھکی جاتی تھی

بیچ میں اُس کے بنے تھے کئی سونے کے مکان ابرِ زرّیں کی طرح اپنی دکھاتے تھے جو شان
عیش و آرام کے موجود تھے سارے سامان دیکھنے سے جنھیں سُرلوک کا ہوتا تھا گمان

ڈالیاں خاطرِ مہماں کو جھکی جاتی تھیں
(۴) سرنگوں ہو کے وہ آداب بجالاتی تھیں

سیڑھیاں رتن جڑی جسمیں تھیں تالابوں کی چادریں فرشِ خیاباں پہ تھیں کمخوابوں کی
مثلِ ابروئے صنم شان تھی محرابوں کی روشنی لعل و زمرّد سے تھی سردابوں کی

خوشنما پھول چمکتے تھے ستاروں کی طرح
(۵) بیلیں لپٹی ہوئی شاخوں سے تھیں ہاروں کی طرح

جانکی جی نہ ملیں جب تو پھر آگے کو چلے ڈھونڈھتے چاروں طرف اُنکو درختوں کے تلے
خواب میں محو تھے جتنے تھے نگہبان۔ ولے جاگتی صرف تھی نرگس جو جگہ سے نہ ٹلے

سامنے جاتے ہوئے ایک شوالا دیکھا
(۶) جس کا سر چرخ کو بھی چومنے والا دیکھا

سیکڑوں جس کے جواہر سے مُزیّن تھے ستوں قصرِ شاہی سے بھی تھی شان کہیں جسکی فزوں
مورتی دیکھ کے سوچا کہ ملا نیک شگوں ڈھونڈھ کر اُس میں بڑھے اور ہنومان جی یوں

جیسے تقدیر سے اُمّید بھی بڑھ جاتی ہے
(۷) کام ہونے کو ہو تو دل میں اُمنگ آتی ہے

تب نظر سامنے آیا انھیں شیشم کا درخت چارپائی نہ جہاں تھی نہ بچھونا تھا نہ تخت
ہر طرف اُسکے نشاچریوں کا پہرہ بھی تھا سخت تھا گھنے پتّوں سے تاریکی کا عالم یک لخت

پائی آہٹ تو ہنومان جی کچھ پاس گئے
(۸) لیکے دیدار کی سیتا کے بڑی آس گئے

رفتہ رفتہ جو گئے چپکے سے کچھ اُس کے قریب جانکی جی کا ہوا دُور سے دیدار نصیب
دیکھیں پھر ڈائنیں جن کی تھی عجب شکلِ مہیب پاس سیتا کے جو رہتی تھیں برائے تعذیب

جی میں آیا کہ انھیں بھیجدیں سُرلوک ابھی
(۹) جانکی جی کو جو ہے دور کریں شوک ابھی

پھر کہا من میں کہ درشن ہمیں سیتا کا ملا ان کو جب چاہیں گے مارینگے یہ کرسکتی ہیں کیا
بیڑ پر چڑھ کے لیا اپنے کو پتّوں سے چھپا اس طریقہ سے کہ کوئی نہ انھیں دیکھ سکا

بیٹھے تکتے ہی رہے غور سے سیتا جی کو
(۱۰) اور پہچان لیا طور سے سیتا جی کو

وہ جو ہیں عرش نشیں آج ہیں وہ فرش نشیں رام کے سوزِ جدائی سے بہت زار و غمیں
بال بکھرے ہوئے چوٹی سے الگ تا بہ جبیں دیدہ پُر اشک بدن سوختہ اور جان حزیں

رام کا نام فقط رشتۂ جاں تھا اُن کا
(۱۱) رُخ سے حالِ دلِ بیتاب عیاں تھا اُن کا

رات دن ظلم سے نشچریوں کے وہ ڈرتی تھیں جتنا الزام تھا سب اپنے ہی سر دھرتی تھیں
جان دینے کے لئے فاقہ کشی کرتی تھیں دم کی مہمان تھیں اور آس کا دم بھرتی تھیں

ایک میلا تنِ لاغر پہ تھا ملبوسِ بدن
(۱۲) روح مضطر تھی بہت ہونے سے محبوسِ بدن

دل ہی دل میں یہ کیا اپنے پَوَن سُت نے وچار ہوگیا جنم سپھل اور نصیبہ بیدار
جانکی جی کا ہوا تو ہمیں حاصل دیدار خوش ہوں میں رام کا یہ کام ہوا آخرِ کار

سوچتے جب یہ تھے اس طور پہ آزادی سے
(۱۳) سُن پڑا غل اُسی عرصہ میں کچھ آبادی سے
دیکھا آتے ہوئے راون کو بہ ہمخوابۂ چند چھپ گئے اور بھی پتّوں میں پون کے فرزند
پُر خودی سے تھے جو کانی تھے جو دینے کو گزند دس سر اور بیس بھجاؤں کا تھا تن سے پیوند
جسم تھا یا کہ تھا کوئلوں کا اک انبار اُسکا
(۱۴) پیش رو تھا مگر اقبالِ علمدار اُسکا
کس طرح رام کے ہاتھوں سے مری ہوگی نجات رات دن دل میں رہا کرتی تھی راون کے یہ بات
کیا نہیں ہے ابھی لبریز مرا جامِ حیات کٹ گئی دیکھتے ہی دیکھتے ساری برسات
رام خود آئے نہ کچھ حال منگایا اب تک
(۱۵) بھید کچھ میں نے نہ اس بات کا پایا اب تک
کیا کروں میں کہ ہو اس بات کی مجھکو پہچان واقعی رام یہ ایشور ہیں کہ کوئی انسان
دل میں باقی نہ رہا پاپ کا کوئی بھی نشان اس طرح سے جو رہا اُنکا برابر اُسے دھیان
دُکھ کسی کو نہ تو آزار وہ پہونچاتا تھا
(۱۶) مُنتظر رام کا تھا کچھ نہ اُسے بھاتا تھا
اُس گھڑی خواب یہ دیکھا شہِ راون نے اُدھر داخلِ قصر ہوئے جب کہ ہنومان اِدھر
چاہتا ہے جو وہ کرتا ہے نہیں کچھ اُسے ڈر رام کے حکم سے آیا ہے یہاں اک وانر
جس طرح چاہے وہ شکل اپنی بنا سکتا ہے
(۱۷) بیٹھ کر شاخ پہ سیتا کی طرف تکتا ہے
اور کیا غور کہ یوں شُدنی کا اظہار ہوا یک بیک چونک کے اُس خواب سے بیدار ہوا
ہو گیا مجھ کو یقیں رام کا اوتار ہوا دور اب دل سے کھٹکتا تھا جو وہ خار ہوا
خواب ہے خواب مگر سچ کبھی ہو جاتا ہے
(۱۸) آخری شب کا اثر جلد ہی دکھلاتا ہے
سخت الفاظ سے سیتا کا کروں چاک جگر ہے بہر حال مناسب یہی اب چل کے اگر
ایسی تدبیر کروں جس سے ہو کچھ حال بتر ظلم کی دوں اُنھیں دھمکی کہ بڑھے اور بھی ڈر

تا کہ ہو گر کوئی قاصد تو بتائے جا کے
(۱۹)
اور جلدی سے وہ اب رام کو لائے جا کے

سوچ کر دل میں یہ مطلب کی نظر آئی جو آس پاس سیتا کے چلا ساتھ میں لے کر رنواس
جانکی کو ہوا آواز سے نوبت کی ہراس سہم کر بیٹھ گئیں کر کے دُرست اپنا لباس
اشک آنکھوں میں تھے انکی تھی نظر سوئے زمیں
(۲۰)
چارہ گر دھیان تھا اک رام کا بر روئے زمیں

دیکھ کر اُن کو کہے دشمن دیں سنتے یہ سخن دل پہ کیوں اپنے اُٹھاتی ہے یہ تو رنج و محن
دیکھ کر حُسن ترا حُسن کو ہوتی ہے جلن مجھ پہ اک قہر سا ہے یہ ترا بے ساختہ پن
میرے آتے ہی یہاں تجھ کو حجاب آتا ہے
(۲۱)
خود بخود کیوں ترا دامن یہ سمٹ جاتا ہے

ساتھ رہتے ہیں لکھن لال کے ہر دم ترے رام دُکھ سے ہے اُنکو کسی کے نہ تو آرام سے کام
دیکھنے کی اُنھیں کیں میں نے تدابیر تمام اور بھیجے بھی سفیران کئی تیز خرام
جتنا ممکن ہوا اُن دُوتوں نے ڈھونڈھا اُنکو
(۲۲)
لیکن اُن میں سے کسی نے بھی نہ پایا اُن کو

چاہ کچھ دل میں نہیں اُن کے تمھاری سیتا مت کرو اُن کے لئے گریۂ و زاری سیتا
ہو چکی رنج میں ایّام گذاری سیتا اب سدا کے لئے ہو جاؤ ہماری سیتا
وہ الگ تم سے تھے کرتی تھیں تمھیں پیار اُنکو
(۲۳)
تھے وہ درکار تمھیں تم نہ تھیں درکار اُنکو

ساتھ ایسوں کے نہیں تم کو مناسب رہنا جا بجا مفت میں آزار بیاباں سہنا
بدلو پوشاک یہ اور چل کے پہن لو گہنا عیش لنکا میں کرو تم مرا مانو کہنا
جو نہ چاہے تمھیں تم اُسکا ہی دم بھرتی ہو
(۲۴)
جسکو پروا نہیں کچھ اُسکے لئے مرتی ہو

کونسا سُکھ ہے جو اُن کو نہ دکھایا تم نے کونسا دُکھ ہے وہ جو اُن سے نہ پایا تم نے
مرتبہ اُن کا صفاتوں سے بڑھایا تم نے گو وہ انساں نہ تھے انسان بنایا تم نے

ایک وہ ہیں کہ ذرا تم سے سروکار نہیں
اور تو اور تمہارے وہ روادار نہیں (۲۵)

زندگی کرتی ہو اُن کے لئے بیکار عبث   خود بخود قیدِ الم میں ہو گرفتار عبث
جانتی اُن کو ہو تم اپنا مددگار عبث   جن کی نظروں میں ہیں دنیا کے طلبگار عبث

جُز خودی رام میں ہمّت نہ توانائی ہے
پاسِ عزت ہے نہ کچھ خطرۂ رسوائی ہے (۲۶)

دم زیادہ نہ تم اب اُن کی محبّت کا بھرو   ساری چیزیں ہیں بہم جن کی ضرورت تمھیں ہو
ہوں میں دیتوں کا شہنشاہ ذرا دیکھ تو لو   کونسی بات ہے مجھ میں تمھیں بھاتی نہیں جو

میرے قابو میں ہیں پانی ہوا اور آگ سبھی
دیوتا۔ کِنّر و گندھرب۔ اسُر ناگ سبھی (۲۷)

جانکی ہو گئیں برہم یہ سُنا جیوں ہی سوال   رکھ کے اک سامنے خس کہنے لگیں غمزدہ حال
چُپ ہو اے چور نہیں رام کا کیا تجھ کو خیال   مجھ کو پانے کی ہوس دل سے تو اے دُشٹ نکال

قہر اگر شکل مری تیرے لئے ڈھا سکتی
آج یہ بات زباں پر نہ تری آ سکتی (۲۸)

میری نظروں میں بسا وہ رُخِ نورانی ہے   دیکھنا تجھ کو یہ اک صدمۂ روحانی ہے
لکشمن نے عظمت اُن کی جو پہچانی ہے   اس لئے اُن پہ سدا رحمتِ یزدانی ہے

پاپ تھا دل میں نظر نُور وہ آتا کیوں کر
دیکھ لیتا انھیں تو تو مجھے لاتا کیوں کر (۲۹)

چاہ ہو یا کہ نہ ہو اُن کو مجھے چاہ تو ہے   میں پہونچتی نہیں پاس اُنکے مری آہ تو ہے
شیر ہے نام کو تُو اصل میں روباہ تو ہے   صرف بدشکل نہیں عقل بھی گمراہ تو ہے

چور ہوتا نہ تو، تُو مجھ کو چُراتا نہ کبھی
بدنُما شکل نہ ہوتی تو چھپاتا نہ کبھی (۳۰)

اپنے فعلوں کا ثواب جلد ثمر پائے گا   سارا پندار ترا خاک میں مل جائے گا
رام جی کا قدمِ پاک یہاں آئے گا   تیر اُن کا تجھے یم لوک میں پہونچائے گا

ٹکڑے ٹکڑے ترا تن خاک کا بستر ہوگا
(۳۱) تیری نظروں میں عیاں حشر کا منظر ہوگا
ہونگے اک اک ترے سر جسم سے جس وقت جدا تب لگے گا تجھے کچھ رام کی طاقت کا پتا
ہوگا معلوم تجھے جلد ہی سچ میرا کہا تیرا پریوار۔ ترا راج۔ تو خود ہوگا فنا
دیر آنے میں نہیں ٹھہر اب آتے ہونگے
(۳۲) پُل وہ تیروں کا سمندر پہ بناتے ہونگے
نام لے رام کا کیوں وقت عبث کھوتا ہے اب چراغِ سحری عمر کا گُل ہوتا ہے
دُکھ مجھے دے کے تو اپنے لئے دُکھ بوتا ہے بولتا مجھ سے نہیں تُو تو کھڑا روتا ہے
تو کہاں رام کہاں اُن کی تُو پاپوش نہیں
(۳۳) ہمہ داں رام ہیں اور تجھ میں ذرا ہوش نہیں
بات سُنکر یہ ہوا قہر سے راون بد حال کانپ اُٹھا طیش سے کچھ اتنا ہوا اُسکو ملال
لے کے تلوار بڑھا آنکھیں نکالے ہوئے لال روکا مندودری نے کرکے بھلائی کا خیال
اور کہا ناتھ شہنشاہ کہاتے ہو تم
(۳۴) ہاتھ اپنا زنِ بیکس پہ اُٹھاتے ہو تم
اک تو انسان ہے یہ اُس پہ بپت کی ماری شغل ہے اس کا شب و روز کی آہ و زاری
دل میں ہے فُرقتِ شوہر کا بھی زخمِ کاری ظلم سے ایسوں پہ کیوں کرتے ہو اپنی خواری
دل میں ایسا نہ خیال اپنے کبھی آنے دو
(۳۵) چھوڑ دو رحم کرو اس پہ اسے جانے دو
عورتیں راج میں ہیں ایک سے اک بڑھ کے حسین دیوؤں۔ گندھربوں کی ناگوں کی جو ہیں ماہ جبیں
دیکھنے میں نہیں آتی ہیں جو دنیا میں کہیں حکم سے جن کو تمھارے کوئی انکار نہیں
کس لئے شاد اُنھیں کرنے میں تم رُکتے ہو
(۳۶) چھوڑ کر کیوں اُنھیں تم اسکی طرف جُھکتے ہو
سُن کے یہ روک لیا ہاتھ ہوا دل میں خجل بولا اُن نشیچریوں سے کہ جو تھیں روح گسل
ہو تشدد کہ بڑھے اور بھی بے تابیٔ دِل صورتِ گل ہے جو بیتا تو ہو اب صورتِ گِل

میری الفت میں پھنسے جس سے یہ تدبیر وہ ہو
(۳۷) جس سے آئے مرے قابو میں یہ زنجیر وہ ہو

دو مہینے میں اگر قابو میں آ جائے گی — راج لنکا کا ہر اک طور کا سُکھ پائے گی
ورنہ انکار زباں پر یہ اگر لائے گی — سامنا موت کا ہو جائیگا پچھتائے گی

خود نہ آئے یہ اگر کاٹ کے لانا ہوگا
(۳۸) گوشت اس جسم کا میرے لئے کھانا ہوگا

حکم دے کر یہ گیا قصر کو اپنے راوَن — اس طرف ڈھانے لگیں ڈائنیں آزار و محن
ایک بولی کہ عبث ہٹ یہ تمہارا ہے چلن — کیا ملے گا تمھیں مٹی میں ملانے سے یہ تن

عمر یہ سُکھ کی ہے اس کو نہ گنواؤ سیتا
(۳۹) تم مری بات سُنو ہوش میں آؤ سیتا

دوسری بولی زیادہ نہ مناؤ اِن کو — لا کے خنجر ابھی ہستی سے مٹاؤ ان کو
ٹکڑے ٹکڑے کرو تن ان کا پکاؤ ان کو — رکھ کے اک تھال میں راوَن کو کھلاؤ ان کو

تیسری کھول کے منھ دوڑی اُنھیں کھانے کو
(۴۰) اور چوتھی گئی اک تیز تبر لانے کو

جانکی سنتی رہیں بیٹھ کے چُپ چاپ یہ بات — حس رہا دُکھ کا نہ کچھ رہنے سے دُکھ میں دن رات
دل میں سوچا کہ ہوئی خیر کسی طرح ممات — صدمۂ ہجر سے حاصل تو ہوئی مجھ کو نجات

غم ہے اس کا کہ میں پھر دیکھ نہ پائی اُن کو
(۴۱) ہوں وہ کم بخت مری یاد نہ آئی اُن کو

راکشسی ایک تھی جو نام سے تِرجٹا[1] کے وہاں — ڈانٹ کر بولی وہ اُن سب سے کہ اے دشمنِ جاں
کیوں ستاتی ہو انھیں بند کرو اپنی زباں — خواب دیکھا ہے جو میں نے وہ میں کرتی ہوں بیاں

رام جی آئے ہیں لنکا کو جلا ڈالا ہے
(۴۲) قتل راوَن کو کیا سیتا کا دُکھ ٹالا ہے

اپنے ہمراہ لئے جانکی اپنی مایا — دیکھا پُشپک پہ اودھ جاتے ہیں رگھو کل رایا
راج لنکا کا بِبھیشن نے ہے اُن سے پایا — تیل کل جسم پہ دَش شیش نے ہے ملوایا

[1] त्रिजटा

اُس کو پھر چاہ میں سرگیں کے نہاتے دیکھا
(۴۳) مالا اک اپنے سروں کی بھی بناتے دیکھا
میں سمجھتی ہوں کہ آئینگے یہاں اب شری رام قتل کرڈالیں گے وہ لشکرِ عفریت تمام
راج پائینگے بھیشن نہیں کچھ اس میں کلام جانکی کے نہ رہے گا کہیں بد خواہ کا نام
بات یہ سُن کے وہ سب ڈائنیں خاموش ہوئیں
(۴۴) ڈر گئیں دل میں بہت خواب سے بے ہوش ہوئیں
جانکی اور بھی خائف ہوئیں دھمکانے سے دُکھ زیادہ ہوا تر جٹا کے چلے جانے سے
آ گئے اشک دلِ زار کے گھبرانے سے ہچکیاں بندھ گئیں رگھوبیر کی یاد آنے سے
بیکسی میں کوئی اپنا نظر آیا نہ اُنھیں
(۴۵) ساتھ دینے کو ملا اپنا ہی سایا نہ اُنھیں
یاس سے ہو کے کھڑی سوچنے پھر من میں لگیں کیا ہو ترکیب نکل جائے ابھی جانِ حزیں
آسماں آگ عطا کر یہ نہیں موقع کیں کاش لیلے مجھے آغوش میں اب پھٹکے زمیں
ڈائنیں صبح ستم ڈھانے کو پھر آئیں گی
(۴۶) کوئی ماریں گی کوئی ڈاٹیں گی دھمکائیں گی
آگ دے تو ہی اشوک اپنا دکھا شوک مجھے جان دیتی ہوں میں اے آس اب روک مجھے
غم نہیں اس کا جو ہنستا ہے ہنسے لوک مجھے جس کا جی چاہے کہے شوق سے ڈرپوک مجھے
قہر کرتی ہوں تو سب کھیل بگڑ جاتا ہے
(۴۷) اور برہ دان میں برہما کے بھی فرق آتا ہے

غزل

خیالِ رام سے واجب ہے درگذر سیتا اگر ہو عیش میں کرنی تجھے بسر سیتا
جو دیکھ لے مجھے تو بھر کے اک نظر سیتا نثار تجھ یہ ہوں جان و دل و جگر سیتا
نہیں جسے تری خواہش تو اُس کی چاہ نہ کر بھلا دے اُسکو جو ہو تجھ سے بے خبر سیتا
ہے آس دل میں ترے جس کی دستگیری کی نہ اُسکا خوف ہے مجھ کو نہ کچھ خطر سیتا

ہے اُس کی چارہ گری کیا جو خود ہو دست نگر بچائے گا تجھے کب جس کو خود ہو ڈر سیتا
دکھا دے ابرِ کرم کی اگر تو اپنے بہار تو میرے نخل تمنا میں آئے بر سیتا
نہ ہوتا خوف مرا اُسکے دل پہ گر غالب تو بھاگتا نہ کہیں تجھ کو چھوڑ کر سیتا
جو اُس میں نقص نہ ہوتا تو سلطنت کرتا نکالتے نہ اُسے مادر و پدر سیتا
وہ کون بات ہے جو مجھ میں رام سے کم ہے ہے مجھ سے کس لئے اتنا تجھے حذر سیتا
चन्द्रहास[1] ہوئی نہ گر مری تدبیر کارگر کوئی تو چندر[1] ہاس ہے یہ اور تیرا سر سیتا

ہے یہ فضیلتِ عفت جہاں میں ’ناراین،
کہ نام رام کا پیچھے ہے پیشتر سیتا

ایضاً

خیالِ خام سے تو اپنے در گذر راون جو آرزو ہو کہ ہو عیش سے بسر راون
پھری جو تجھ سے کہیں رام کی نظر راون جلیں گے خود ترے جان و دل و جگر راون
اُمید جس سے ہے سب کو ہے اُس کی آس مجھے ستم رسیدوں کی لیتا ہے وہ خبر راون
وبال جس کو عذابوں سے اپنا ہو جینا تو خوف پھر اُسے کیا اور کیا خطر راون
نظر سے جس کی گذرتے ہیں کام دنیا کے یہ بے حیائی ہے اُسکا نہیں جو ڈر راون
دوئی مٹا دے تو کر دور خود پرستی کو ہوس ہٹا دے تو اُمید آئے بر راون
عیاں ہے خوف کہ پہنا گداگری کا لباس جو تاب تھی مجھے لاناتھا جیت کر راون
دکھایا سب کو کہ ہو گر تو ہو پسر ایسا ہے موت بہ جو نہ ہو تابع پدر راون
حسیر تو ہے وہ ہیں قادرِ علی الاطلاق کہاں تو ظرفِ گلی اور کہاں وہ زر راون
تو اپنی بد حرکت سے اگر نہ باز رہا گریں گے جسم سے کٹ کٹ کے تیرے سر راون

یہ سُن کے دل میں لگی ایسی آگ ’ناراین،
کہ مُردہ ہو گیا مرنے سے پیشتر راون

سوئیا- تج دے رَٹ رام کے نام کی تُو سِکھ مان سیا سُکھ چاہت جو
مم اُور بلوک بِشوک کروں شِر دھاری جو ہوئے رجایسو سو
ترِن اوٹ کہیں متھلیش سُتا بھج لے بھج لے رگھونایک کو
تو شیش پہ کال پُکارت ہے اب جیون ہے جگ میں دن دو

دوہا- ابلن سوں تَیں بل کرت - نہیں آوت توہیں لاج
رے مُورکھ ابھمان تج - مِٹ جیہے سُکھ ساج
رگھوپتی شر لاگے گریں - بیس بھجا دش ماتھ
نارائن جو چہت بھل - جائے بھجہی رگھوناتھ

سرگ تیسرا

اَچھے بدھ

دل میں یکبارگی سیتا کے تب آیا یہ خیال — زندگی اپنی مجھے ہوتی ہے ہر لمحہ وبال
دے جو امداد یہاں مجھ کو یہ کِس کی ہے مجال — ہے زمیں سخت بہت آگ کا ملنا ہے محال
خودکشی سے مرا ممکن ہے بھلا ہو جائے
ہجر کے زخم کی شاید کہ دوا ہو جائے (۱)

सवैया—तजि दे रट राम के नाम की तू सिख मान सिया सुख चाहत जो ।
मम ओर बिलोकु विशोक करौं शिर धारि जो होय रजायसु सो ।
तृण ओट कहैं मिथिलेश-सुता भजि ले भजि ले रघुनायक को ।
तव शीश पै काल पुकारत है अब जीवन है जग में दिन दो ॥

दोहा—अबलन सों तैं बल करत, नहिं आवत तोहि लाज ।
रे मूरख अभिमान तजु, मिटि जैहै सुख-साज ॥
रघुपति शर लागे गिरैं, बीस भुजा दशमाथ ।
'नारायन' जो चहत भल, जाय भजहि रघुनाथ ॥

ساتھ رہنا مجھے نشیچروں کے منظور نہیں اور آئیں گے وہ کیسے ہو مرے دل کو یقیں
کام چوٹی مری دے جائے جو رسّی کا نہیں پاک ہو جائے مرا قصّۂ آزار یہیں

جانکی سوچ کے اس بات کو مسرور ہوئیں
(۲) کلفتیں سوزِ جدائی کی جو تھیں دور ہوئیں

دیکھ کر جانکی کو جان سے اپنی بیزار اور گلا گھونٹنے کے واسطے اپنا تیار
کر کے کچھ غور ہنومان نے تب آخرِ کار یوں کئے اُن کے پسندیدہ سخن گوشگزار

بھانو کے بنش میں دشرتھ جی کوئی نامی تھے
(۳) خوف سے جن کے سلاطینِ جہاں حامی تھے

دو پسر رام و لکھن اُنکے جہاں میں مشہور جن کا ثانی نہیں طاقت میں ہیں جو نیک شعور
باپ کے حکم سے گو اُن کا نہ تھا کوئی قصور عیش سے رہتے تھے اُس بن میں وطن سے تھا جو دور

ساتھ میں اُنکے تھیں متھلیش کماری سیتا
(۴) اہلیہ رام کی اور رام کی پیاری سیتا

ایک دن پنچ بٹی میں تھیں اکیلی سیتا جا کے دششیش چرا لایا اُنھیں کر کے دغا
دُکھ بہت رام کو سیتا کی جدائی سے ہوا جستجو کی مگر اُن کو نہ لگا کچھ بھی پتا

راہ میں کرگسِ مظلوم کا دیدار ہوا
(۵) جس سے راون کے چرا لانے کا اظہار ہوا

دیکھے اُس گدّھ کو تب رام نے ساکیت نواس آ کے ہمراہ لکھن لال کے رشیہ مُوک کے پاس
دوستی کر کے بنایا شہِ سگریو کو داس مار کر بالی کو دور اُس کا کیا رنج و ہراس

وانروں ریچھوں پہ سگریو کو تب راج ملا
(۶) اہلیہ اُس کی ملی ۔ تخت ملا ۔ تاج ملا

بھیجے سگریو نے ہر سمت ہزاروں وانر اور دیا حکم کہ اک ماہ میں مل جائے خبر
میں اُنھیں میں سے ہوں اک وقت جو آیا ہوں اِدھر چار سَو کوس کا طے کر کے سمندر کا سفر

ہر جگہ ڈھونڈھی یہاں کر کے گمانِ سیتا
(۷) نظر آیا کہیں لیکن نہ نشانِ سیتا

ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے اس باغ میں جب میں آیا تب شری جانکی جگ جننی[1] کا درشن پایا
آج میرا شجرِ مقصدِ دل بر لایا کرکے سچ میں نے کہا تھا جو وہ اب دکھلایا
گو بہت خوش ہوں نصیبہ مرا بیدار ہوا
(۸) موجبِ رنج مگر آپ کا آزار ہوا

جلد جا کر میں اب اس بات کی دیتا ہوں خبر حال ملنے پہ یقیں ہے نہ رکیں گے رگھوبر
ہوگی ماتا تری اب اس شبِ فرقت کی سحر اتنا کہہ کر ہوئے چپ انجنی کے نورِ نظر
جانکی پڑ گئیں حیرت میں اس افسانے سے
(۹) رنج دونا ہوا سب باتوں کی یاد آنے سے

غور پھر کرنے لگیں یہ جو صدا آئی ہے چرخ سے آئی ہے یا ساتھ صبا لائی ہے
خواب میں ہوں کہ مری حالتِ سودائی ہے یا کہ فی الواقعہ اس بات میں سچائی ہے
پھر یہ سوچا کہ میں بیدار ہوں یہ خواب نہیں
(۱۰) رام کے ہجر میں سونے کی مجھے تاب نہیں

عقل میں بھی مری ہوتا نہیں معلوم خلل کیونکہ ہر چیز ہے ویسی ہی تھی جسطور سے کل
چرخِ بدبیں روش اپنی نہیں سکتا ہے بدل نعمتِ نطق ہوا کو نہ ملی روزِ ازل
کوئی ہے جس نے کہانی یہ سنائی ہے مجھے
(۱۱) اور انھیں لانے کی امید دلائی ہے مجھے

بولیں جس نے یہ کہے ہیں سخنِ روح فزا مجھ کو درشن بھی وہ دے اپنا کرے اتنی دیا
حکم اس طور سے پایا جو شری جانکی کا روبرو جا کے کھڑے ہو گئے تب ابنِ صبا
دیکھ کر اک قدِ کنجشک کا وانر سیتا
(۱۲) لال منھ پیلا تھا تن جس کا گئیں ڈر سیتا

سوچ کر دل میں کہ ایسا نہ ہو وہ دزدِ لعیں میرے دکھ دینے کو ہو قالبِ میموں میں کہیں
کرکے بند آنکھیں لیا سر کو جھکا بیٹھ گئیں بولے ہنومان جی تب دیکھ کے یوں انکو حزیں
دل میں جو خوف ہے اب اسکو نکالو دیوی
(۱۳) اپنے بالک[2] پہ نظر مہر کی ڈالو دیوی

[1] जननी
[2] बालक

ذات سے میری نہ کر تو مری ماتا وسواس		میں ہوں فرزند ترا مجھ سے ہے کیا جائے ہراس
کوشلا پور شہ ہفت زمیں کا ہوں میں داس		اور منتری شہ سگریو کا پمپا ہے نواس

وہ پون جس کے سہارہ یہ سبھی رہتے ہیں
(۱۴) پتر اُسکا ہوں پون پوت مجھے کہتے ہیں

ہاتھ جوڑے جو ہنومان کی یہ بات سُنی		بیکراں بحر میں غم کے اُنھیں کچھ تھاہ ملی
کرکے پھر غور مخاطب ہوئیں یوں جانکی جی		دوستی وانروں انسانوں میں کس طور ہوئی

بات کیا رام نے سُگریو سے کی یاری کی
(۱۵) نہیں آتی ہے سمجھ میں مری یہ باریکی

ساری روداد ہنومان نے تب بتلائی		راہ جس طور سے شبری نے اُنھیں دکھلائی
آئے رشِ موک پہ جس طور سے دونوں بھائی		جس طرح دیکھ کے سگریو کو دہشت آئی

بھیس خود بدلا تھا جس طور سے برہمچاری کا
(۱۶) موقع سُگریو کو جس طرح ملا یاری کا

کی تھی خود جیسے بیاں ساری پریشاں حالی		جس طرح رام نے سُگریو کی آفت ٹالی
جیسے ہاتھوں سے گیا رام کے مارا بالی		جس طرح راج کا سُگریو ہوا تھا والی

دَل ہر اک سمت رواں کھوج میں جسطور ہوا
(۱۷) حال پایا نہ تو حال اور سے کچھ اور ہوا

داستاں کرکے بیاں ساری یہ پھر اُنسے کہا		میں اُنھیں میں سے ہوں اک دوت شہ میموں کا
رام نے میری طرف کرکے نظر دی تھی دعا		اور کہا تھا کہ نشانی یہ انگوٹھی لئے جا

نام ہے اس پہ مرا اُن کو دکھانا جاکر
(۱۸) اور حال اُن کا مجھے جلد بتانا آکر

میں نے رکھا ہے اسے جان کی مانند اتنک		آپ لے لیں اسے اب اے گلِ گلزار جنک
ناز ہے تو مجھے ہے رام پر اسمیں نہیں شک		کچھ مرا کر نہیں سکتا ہے یہ راون کا کٹک[1] कटक

کہکے یہ دیکھ کے پھر شک میں گرفتار اُنھیں
(۱۹) دی انگوٹھی وہ کیا جھک کے نمسکار اُنھیں

خوش ہوئیں پا کے انگوٹھی وہ شری جانکی جی نام دیکھا تو نہ حد اُن کی مسرت کی رہی
سوچ کر ہو نہیں سکتی ہے یہ مایا کی بنی رکھ لی سر پر اُسے اور آنسوؤں کی دھار بہی
نہ رہا وہم اُنھیں آس بھلائی کی ہوئی
قیدِ فرقت سے کچھ اُمید رہائی کی ہوئی (۲۰)

جانکی بولیں کہ جاں بخش ہمارے ہو تم رام کے بھکت بہت رام کو پیارے ہو تم
عمر کی ڈوبتی کشتی کو سہارے ہو تم عرشِ اقبال پہ تابندہ ستارے ہو تم
ہے دعا یہ کہ کوئی جیت نہ پائے تم کو
ہو اجر اور امر موت نہ آئے تم کو (۲۱)

میں سمجھتی ہوں اُنھیں تم پہ ہے پورا وشواس[1] بھیجتے ورنہ وہ تم غیر کو کیوں کر مرے پاس
تم نہ گر آتے تو باقی نہ رہی تھی کوئی آس اب تو خود دیکھ لیا تم نے مرے رنج و ہراس
حال یہ سب مرا تم اُن سے بتانا جا کر
جس قدر جلد ہو ممکن اُنھیں لانا جا کر (۲۲)

کیا کہوں تم سے میں تم آپ ہو گن گیان ندھان جس سے آ جائے دیا اُن کو وہ کہنا ہنومان
دو مہینے فقط اب اور ہے اس جسم میں جان گر نہ اس عرصہ میں آئیں گے یہاں رام سُجان
تو مری لاش کو بھی دیکھ نہ وہ پائیں گے
دُشٹ ہیں سارے یہ راچھس مجھے کھا جائینگے (۲۳)

پُتر رُکنا نہ کہیں راہ میں جانا جلدی بھائیوں کو مع کل فوج کے لانا جلدی
اک ندی خون کی اسُروں کے بہانا جلدی اور مجھے قیدِ جُدائی سے چھڑانا جلدی
دھرم ہوگا تمھیں اُپکار کا پھل پاؤ گے
رام کی ہوگی دیا بھکتی اچل پاؤ گے (۲۴)

شاہِ بیموں سے بھی کہنا کہ کرم فرمائیں فوج میں جتنے توانا ہوں یہاں سب آئیں
رام جی مار کے راون کو مجھے لے جائیں کر کے سچ اُن کی جو مہما ہے لکھی دکھلائیں
گر ہوا یہ نہ تو کچھ کام نہ بن پائے گا
جگ میں یہ رام کا اوتار نہ کہلائے گا (۲۵)

[1] विश्वास

تب دیا یوں شری سیتا کو پون سُت نے جواب　　دیکھتا ہوں میں کہ ہو مورِدِ ایذا و عتاب
جا کے جس وقت کرونگا میں بیاں رنج و عذاب　　ہے یقیں مجھ کو رُکیں گے نہ وہ آئینگے شتاب
فوج جتنی بھی ہے سب آئے گی ہمراہی میں
(۲۶) فرق آئے گا نہ رگھوبر کی شہنشاہی میں

ایسے تیر اُنکے ہیں جو کہ نہیں سکتے ہیں خطا　　دیر ہوگی نہ ذرا دینگے وہ راون کو مٹا
تم کو لے جائینگے آ کر نہیں شک اس میں ذرا　　جلد ہو جاؤ گی اب قیدِ جدائی سے رہا
سارے سنسار میں اس جنگ کی شہرت ہوگی
(۲۷) پھر نہ آزار رہے گا نہ اذیّت ہوگی

جانکی بولیں سُنی جب یہ ہنومان کی بات　　تم نے جو کچھ بھی کہا سچ ہے وہ اے نیک صفات
وہ جو چاہیں تو دلا دیں مجھے اب آ کے نجات　　بعد دو ماہ کے ممکن ہی نہیں میری حیات
ہے یقیں مجھ کو کہ دیر اُنکے ہے بس آنے کی
(۲۸) ورنہ رہ جائے گی پھر بات یہ پچھتانے کی

بیکراں بحر ہے ہر سمت بہت چیں بہ جبیں　　اُڑ کے آئیں وہ تو یہ فطرتِ انساں میں نہیں
ہے یہی فکر جو کرتی ہے مرے دل کو حزیں　　کس طرح اُنکے تم آنے کا دلاتے ہو یقیں
قدرت اُن میں ہے یہ مانا کہ چلے آئیں گے
(۲۹) فوج ہمراہ مگر کیسے وہ لے آئیں گے

بولے ہنوماں کہ ماتا تری دایا ہے اگر　　اُن کو لے آؤنگا کندھوں پہ میں خود فکر نہ کر
لشکر آئیگا سب اوپر سے بلا خوف و خطر　　جلد پیشِ نظر اب حشر کا ہوگا منظر
کچھ پتا تک نہ ملے گا کسی بیگانے کا
(۳۰) عرض ہے اب کہ ملے حکم مجھے جانے کا

التجا اتنی مری اور ہے اے بنتِ زمیں　　دل کو تسکیں ہو مرے دے جو نشانی تو کہیں
ہو کے خوش میں اُسے لے جاؤنگا رگھوبر کے قریں　　اور اُس سے مرے آنے کا بھی آئیگا یقیں
روک کر جانکی نے اشک فشانی اپنی
(۳۱) چوڑامن[1] اپنا دیا ان کو نشانی اپنی

[1] चूडामणि

اور کہا جا کے دکھانا اِسے اُن کو ہنومان رام و لچھمن اسے دیکھیں گے تو لینگے پہچان
تم سے اک راز کی بات اور میں کرتی ہوں بیان رام کو سُن کے جسے ہوگا بہت اطمینان

چترکوٹ آئے تھے ہم جب کہ وطن سے اپنے
(۳۲) اور بہلاتے تھے دل سیرِ چمن سے اپنے

ایک دن بیٹھے تھے اک ٹیلے پہ جب ہم جاکر صاف مندا کنی آتی تھی جہاں پر سے نظر
رام جی سو گئے تھے رکھ کے مرے زانو پہ سر زاغ کی شکل میں تب اندر کا آیا تھا پسر

سُرخ تھا پیر کا میرے جو انگوٹھا ہنومان
(۳۳) اُس نے سمجھا اُسے اک گوشت کا ٹکڑا ہنومان

چونچ اور پنجوں سے وار اُسنے کیا جب کئی بار ہوگیا زخم لہو بہنے لگا آخرکار
خوف یہ تھا کہیں ہوجائیں نہ رگھو بر بیدار پیر اپنا نہ ہٹانے سے مجھے اس لئے عار

زخم دیکھا مرا جب خواب سے جاگے بھگوان
(۳۴) اور پھر دیکھ کے اُس زاغ کو آگے بھگوان

چونچ اور پنجے تھے اُسکے جو مرے خون سے لال بات سب جان گئے دل میں ہوا اُن کو ملال
بولے اک بار مجھے دیکھ کے پھر دینِ دیال جانکی اِس کو نہ آیا مرا مطلق بھی خیال

جرم کا اس کے مزا اسکو چکھاتا ہوں ابھی
(۳۵) ہے غرور اسکے جو دل میں وہ مٹاتا ہوں ابھی

اس نے سوچا نہ کہ کرتا ہوں میں کس پر یہ جفا خوف طاقت کا مری اسکو ذرا بھی نہ ہوا
لے کے تب ہاتھ میں تنکا جو وہاں پر تھا پڑا منتر پڑھ کر اُسے اُس زاغ کی جانب پھینکا

آگ کی طرح دہکتا ہوا وہ تیر چلا
(۳۶) خوف سے جس کے وہ سرگشتہ و دلگیر چلا

جب نظر آئی نہ بچنے کی کوئی تیر سے راہ باپ کے پاس گیا بھاگ کے وہ بہرِ پناہ
اُسمیں رگھوناتھ کے ایمان کا پایا جو گناہ ڈر ہوا جان کا لی اندر نے بھی پھیر نگاہ

کس میں طاقت ہے عداوت جو کرے رام کیساتھ
(۳۷) اُن کا بدخواہ نہ رہ پائے گا آرام کے ساتھ

سارے کیلاش میں اور برہم پوری میں وہ پھرا　　کوئی ہمدرد کہیں بھی مگر اُس کو نہ ملا
آخرش آکے وہ پھر رام کے قدموں پہ گرا　　دیکھ کر اپنی شرن میں اُسے رگھوبر نے کہا
ہے مرا تیر یہ خالی نہ کبھی جائے گا
(۳۸) کچھ نہ کچھ اس حرکت کا تو ثمر پائے گا

پھر اُس کوّے سے یہ چھوڑ دی اک آنکھ وہیں　　ہوگیا اُس کو شری رام کی طاقت کا یقیں
دُکھ ہرن ہیں وہ مجھے دیکھ نہ سکتے تھے حزیں　　کیا ہوا اب کہ اُنھیں مجھ پہ ذرا رحم نہیں
داستاں میں نے کہی ہے جو سُنانا اُن کو
(۳۹) دُکھ جو سہتی ہوں میں وہ جاکے بتانا اُن کو

بولے ہنومان کہ ماتا اُنھیں ہوگی نہ درنگ　　پاتے ہی تیری خبر آئیں گے وہ سین[1] کے سنگ
خالی ہو جائیگا ان دیتوں سے سب عرصۂ جنگ　　رام کے جا نہیں سکتے کبھی بیکار خدنگ
صبر کر صبر وہ تشریف یہاں لائیں گے
(۴۰) اور ماتا ترے ساتھ اپنے وطن جائیں گے

جانکی جی نے کہا پھر کہ سُن اے لختِ جگر　　کیا ہیں تیری ہی طرح رام کے سارے وانر
اس طرف تو ہے جری اور توانا لشکر　　دیکھتے ہی سے جسے دل میں سما جاتا ہے ڈر
جسم چھوٹا سا ترا دیکھ کے گھبراتی ہوں
(۴۱) تجھ سے طاقت میں کہیں انکو قوی پاتی ہوں

سُن کے یہ بات پَون سُت نے کیا جسم دراز　　ہوگیا جس سے عیاں انکی توانائی کا راز
بولے جس پر درِ فضل و کرمِ رام ہو باز　　ڈر ہے پھر کیا اُسے طاقت پہ نہ کیوں اپنی ہو ناز
رام کا حکم جو ہوتا تو دکھاتا تجھکو
(۴۲) مار کر دیتوں کو لے ساتھ ہی جاتا تجھکو

جانکی جی نے کہا تب کہ ہوا مجھ کو یقیں　　سچ ہے کہتے ہو جو تم اس میں ذرا فرق نہیں
جا کے جلدی سے تم اب رام کو لے آؤ یہیں　　ہو نہ ایسا کہ تمھیں دیکھ لیں عفریت کہیں
ورنہ اس بات کی راون سے شکایت ہوگی
(۴۳) جو نہیں ہے ابھی وہ رنج کی صورت ہوگی

[1] سین — सेन

بولے ہنومان کہ خوف اُنکا دلاتی ہے مجھے ایسی کیا بات ہے کمزور جو پاتی ہے مجھے
بوئے خوش میٹھے پھلوں کی یہ جو آتی ہے مجھے بھوک بڑھ بڑھ کے مری اس سے ستاتی ہے مجھے
دل میں ٹھانا تھا یہ میں نے کہ نہ کچھ کھاؤنگا
ماتا دیدار نہ جب تک میں ترا پاؤں گا (۴۴)

کرکے میں نے وہ تھی جس بات کی ہٹ دکھلائی تیرا درشن جو ملا بھوک کی اب یاد آئی
کون ہو سکتا ہے دنیا میں مجھے دکھدائی کر نہیں سکتے ہیں عفریت مری رسوائی
حکم تیرا ہو تو میں بھوک مٹاؤں جا کر
کھا کے پھل لونگا میں جانے کی اجازت آکر (۴۵)

جانکی جی نے دیا حکم خوشی سے جاؤ جتنی کھانے کی تمنا ہو تمہیں پھل کھاؤ
دیر جانے میں مگر اب نہ ہو جلدی آؤ جاکے تم اُن سے مرا حال یہ سب بتلاؤ
جبتک آئیں گے نہ وہ چین نہ میں پاؤنگی
بعد دو ماہ کے پھر زندہ نہ رہ جاؤنگی (۴۶)

حکم پاکر یہ گئے باغ میں اور پھل کھائے توڑ کر پھینک دیئے کچھ جو نہ انکو بھائے
آکے بولے کہ اجازت مجھے اب مل جائے اور دعا دے وہ کہ جس سے نہ خلل کچھ آئے
جانکی جی نے کہا ان سے کہ تم شاد رہو
ہے دُعا قید سے آزار کی آزاد رہو (۴۷)

یہ دُعا پاکے پھرے سوئے وطن انجنی لال فکر تھی دل میں ہو کب رام کے قدموں سے وصال
سوچ کر پھر کہ ملا جانکی جی کا مجھے حال مل نہ راون سے سکا ہے یہ مگر مجھ کو ملال
چل کے دیکھوں اُسے اب اُس سے بھی کچھ بات کروں
اور کوئی حرکت موجب آفات کروں (۴۸)

بس یہی سوچ کے پھر باغ میں واپس آکر مار کر ڈال دیئے آئے نگہباں جو نظر
توڑ کر پھینک دیئے سارے درخت اور ثمر رہ گیا سایہ کو سیتا کے فقط ایک شجر
باغ کہتے تھے جسے لوگ وہ ویرانہ ہوا
ان سے لڑنے کا کسی دیت کو یارا نہ ہوا (۴۹)

جانکی جی سے کیا نشیچریوں نے یہ سوال — کون ہے یہ نہیں جس کی کوئی قوت میں مثال
شکلِ میموں ہے مگر دیکھو تو چہرہ پہ جلال — گویا تاباں ہے سرِ عرش پہ نجمِ اقبال
خوف ہے یہ کہیں ڈھائے نہ مصیبت ہم پہ
(۵۰) اب جو دُکھ دیں تمھیں ہم کوئی تو لعنت ہم پہ

جانکی بولیں کہ مجھ کو ہے بھلا کیا معلوم — تم ہی اس راکشسی اُتپات(۱) کا سمجھو مفہوم (۱) उत्पात
چھیڑتی کیوں ہو مجھے میں تو ہوں یوں ہی مظلوم — غالباً چاہتی ہو تم مرے بڑھ جائیں غموم
سُن کے یہ اور بھی دہشت سی سمائی اُن کو
(۵۱) سر پہ موت اپنے لگی دینے دکھائی اُن کو

شکل بچنے کی نہ دیکھی تو بہت گھبرائیں — اور راون تھا جہاں بھاگ کے اُس جا آئیں
پہلے کچھ دیر تو دہشت سے نہ کچھ کہہ پائیں — جوڑ کر ہاتھ یہ تب بات زباں پر لائیں
شکلِ میموں کوئی اُپ(۲) بن میں ابھی آیا ہے (۲) उपवन
(۵۲) باغ ویران کیا جس نے غضب ڈھایا ہے

باتیں سیتا سے بھی کچھ اُسکی ہوئی ہیں دو چار — تھے نگہباں جو موجود ہوئے اُس کا شکار
توڑ کر پھینک دیئے باغ کے سارے اشجار — اور شوالہ کو بھی کر ڈالا ہے اُس نے مسمار
دہشت انگیز ہمیں ہے قدِ بالا اُس کا
(۵۳) پھل درختوں کے ہوئے ایک نوالا اُسکا

ہے وہ بے خوف کسی کا نہیں مطلق اُسے ڈر — شک ہے ہم کو کہ کہیں راج کو پہونچے نہ ضرر
بھاگ آئی ہیں یہاں ہم جو ملی راہِ مفر — تا کہ اس بات کی پہنچا دیں کسی طور خبر
ماریئے گا نہ اُسے آپ تو آفت ہو گی
(۵۴) بچ گیا وہ تو بس اک روز قیامت ہو گی

جب سُنا یہ کہ درختوں کو اجاڑا اُس نے — خوشنما باغ کی رونق کو بگاڑا اُس نے
اور نگہبانوں کو طاقت سے پچھاڑا اُس نے — رام کا دوت ہے بے شبہ یہ تاڑا اُس نے
چونک کر بیٹھ گیا مشتغلِ غور ہوا
(۵۵) عیش کی بزم کا رنگ اور سے کچھ اور ہوا

بھیجے لڑنے کو ہزاروں شہِ راون نے غُلام — شور کرتے ہوئے پہنچے وہ بڑھاتے ہوئے گام
دیکھا ہنومان کا اُجڑے ہوئے مندر میں قیام — سامنے بیٹھے تھے۔ تھا وردِ زباں رام کا نام
آہنی ایک ستوں ہاتھ میں دیکھا ان کے
(۵۶) مطمئن دل میں نہ کھٹکا کوئی پایا ان کے

انجنی لال اُنھیں دیکھ کے گرجے اک بار — سُن کے اُس شور کو دیتوں کا گیا صبر و قرار
حاملہ ہوگئیں اسقاط کے باعث بیمار — دوڑے یکبارگی سب کرنے ہنومان پہ وار
دیکھ کر آتے ہوئے اُن کو مہابیر بڑھے
(۵۷) لے کے لوہے کا ستوں صورتِ شمشیر بڑھے

ہوگیا ختم پڑا ایک بھی مُگدر جس پر — خاک میں مل گئے کچھ لات گے مارے پس کر
بچ کے واپس نہ گیا ایک بھی دینے کو خبر — بیٹھے پھر جا کے وہیں کیسری کے نورِ نظر
مارنا اُن کو نہ ان کے لئے دشوار ہوا
(۵۸) دور اُن سب کے یوں ہی زیست کا آزار ہوا

دیکھتے دیکھتے جب اُن کی گیا راہ وہ تھک — دل میں پیدا ہوا کچھ راونِ بدذات کے شک
پانچ سردار گئے فوج لئے بہرِ کُمک — خوف بھی جن کی طرف دیکھ کے جاتا تھا دبک
مار کر اُن کو بھی مُگدر سے گرایا پل میں
(۵۹) دہر سے اُن کی بھی ہستی کو مٹایا پل میں

سات فرزند منسٹروں کے لئے چرخ و خدنگ — سامنے آئے دکھاتے ہوئے آرزم کا رنگ
یہ ہنسے دیکھ کر آئے ہوئے اُنکو پئے جنگ — پھینکا اُن کی طرف اک ہاتھ میں لیکر خرسنگ
اس قدر وزن میں تھا وہ کہ اُٹھائے نہ اُٹھے
(۶۰) مر گئے دب کے وہ پھر اُٹھ نہیں پائے نہ اُٹھے

جا کے پھر بیٹھ گئے پہلے جہاں تھے ہنومان — منتظر اس کے کہ شاید کوئی آئے بلوان
اُس طرف جبکہ یہ قصّہ ہوا راون سے بیان — چھا گیا عقل پہ غیظ اور غضب کا طوفان
دے دیا حکم کہ اب اکچھ[1] مقابل جائے
(۶۱) اور جو فوج میں لڑنے کے ہو قابل جائے

(۱) अक्ष

باپ کا حکم یہ لڑنے کے لئے جب پایا پھر پیکار پون سُت کے مقابل آیا
آتے ہی اُس نے کچھ اس زور سے گھونسہ کھایا کہ نہ پھر تاب وہ اُٹھنے کی زمیں سے لایا
مارے لاتوں کے ملا خاک میں اور خاک ہوا
(۶۲) قصۂ روح رواں اُس کا بھی یوں پاک ہوا

سُنکے یہ بات کہ لی اکچھ نے بھی راہِ عدم اور گھٹی فوج بھی بس ٹوٹ پڑا کوہِ الم
میگھ ناد اپنے پسر سے یہ کہا اُس نے کہ ہم جا کے دیکھیں تو وہ ہے کون کیا جس نے ستم
فوج ہمراہ لئے اپنے ابھی جاتا ہوں
(۶۳) مار یا باندھ کے میں اُس کو لئے آتا ہوں

اندرجت(۱) نے دیا تب باپ کو اس طرح جواب میرے ہوتے ہوئے کیوں آپ اُٹھاتے ہیں عذاب (۱) इन्द्रजित्
میں ابھی باندھ کے لاتا ہوں یہیں اُسکو شتاب کیجیئے گا وہ سزا وار ہو جس کا وہ عتاب
کیا کہوں آپ سے میں آپ سمجھدار ہیں خود
(۶۴) آپ مت جائیے ہم لڑنے کو تیار ہیں خود

کہہ کے یہ رتھ پہ چلا ظلم و جفا کی بنیاد راہ میں کرتے ہوئے بھائی کی تکلیف کو یاد
پاس پہنچا تو بڑی زور سے گرجا گھن ناد دیکھ کر اُس کو وہا بیر اُٹھے بہرِ جہاد
ہاتھ میں گُرز تھا فولاد بدن تھا ان کا
(۶۵) دیکھ کر خوف جسے ہو وہ دہن تھا ان کا

اوپر اُٹھے لئے اک سنگِ گراں کی نہ درنگ اور پھینکا اُسے جیسے کُشکنجیر تُفنگ
زور سے رتھ پہ گرا آکے وہ گھن ناد کے سنگ رتھ ہوا چور۔ مرے اسپ۔ مٹا فوج کا رنگ
دب گئی فوج زمیں پر جو یہ اُترے آکر
(۶۶) اور بچا جو وہ مرا بعدہٗ لاتیں کھا کر

اندرجت دنگ ہوا دیکھ کے ہنومان کا بل اور لاشوں سے پٹا معرکۂ جنگ و جدل
سوچ کر اُس نے کہیں میری نہ آجائے اجل اور سر کرنے میں برہماستر(۲) کے پڑ جائے خلل (۲) ब्रह्मास्त्र
برہمہ کا منتر پڑھا۔ تیر چلایا جلدی
(۶۷) پران سنکٹ میں تھا اپنا وہ بچایا جلدی

یہ تھا وہ تیر تھا جس تیر کا اُس کو ارمان کر سکا کچھ نہ تھا برہما کا جو ان کو بردان
یہ سمجھ کر کہ مناسب نہیں اس کا اپمان خود بخود آکے گرے فرشِ زمیں پر ہنومان
اُس ستمگر نے یہ جانا انھیں بیہوشی ہے
(۶۸) اور سوچا یہ نہیں موقعِ خاموشی ہے

گر رُکوں اب تو یہ کر ڈالینگے سب کو پامال اور قابو میں مرے انکا پھر آنا ہے محال
کر کے تب غور کہ مایا کی دکھاؤں کوئی چال برہمہ پاش اُس نے جو مارا تو بندھے انجنی لال
خوش ہوا دیت بہت اپنی کراماتوں پر
(۶۹) شاد دل میں ہوئے ہنومان بھی ان باتوں پر

گو نہ بندھتے یہ جو ہوتا نہ یہ منظور انھیں کونسی بات ہے جسکا نہیں مقدور انھیں
لے چلا باندھ کے یوں ظالمِ مغرور انھیں خوف کی وجہ سے رکھتا تھا مگر دور انھیں
وہ سمجھتا تھا کہ جیت ان کو نہیں پاؤں گا
(۷۰) اور ہارا تو نہ مُنھ باپ کو دکھلاؤں گا

جس کی امداد سے دشمن کی بھی طاقت گھٹ جائے جس کے اکرام سے اگیان کا بادل چھٹ جائے
نام سے جس کے فسوں مایا کا دل سے ہٹ جائے یاد کرتے ہی جسے کرم کا بندھن کٹ جائے
جس کی آنکھوں کے اشارہ میں یہ کُل مایا ہے
(۷۱) اُسکے ہی کام سے آج اپنے کو بندھوایا ہے

غزل

چرخِ ظالم نے کج ادائی کی کیا توقّع ہو اب رہائی کی
اک سوا اپنی جان دینے کے کوئی صورت نہیں بھلائی کی
ڈائنوں نے بھی تو قسم کھالی پھر گئی میری موت آئی کی
بولے ہنومان آس رکھ ماتا ختم ہوتی ہے شب جدائی کی
آکے لے جائیں گے تجھے رگھوبیر شان دکھلا کے کبریائی کی
اِس طرف میں نے دی خبر جا کر اُس طرف رام نے چڑھائی کی

مار کر فوج تجھ کو لے جاتا — مجھ کو پروا نہیں لڑائی کی
ڈر اگر ہے تو رام جی کا ہے — وہ نہ سمجھیں کہ بے وفائی کی
مارنے کے لئے ہے عہد اُن کا — میں نے کیوں طاقت آزمائی کی
اُس کی توصیف ہی ہے نارائن — راہ تیرے لئے رسائی کی
کب طلسمِ جہاں میں وہ بھٹکا
جس کی خود اُس نے رہنمائی کی

سوئیا

آیسو لے سیا سوں ہنومان پیان کیو اُودّیا نہیں آئے
برکش اُپار گرائے دئے پھل کھائیکے رکشک مار بھگائے
بھورِ نشاچر سَینّ ہتی - ہتی لاتن ابّہیں دُھوری مِلائے
جیتِ سکے تن کون 'نراین' جو رگھوبیر کو دوت کہائے

دوہا

اچھے ہوں کر چھے بھیو - رام دُوت اپمان
پون تنے کر بَل سُنیو - تب راون اکولان
اندرجیت پُنی آئے کے - مانیس مَن ماں ہار
برہمہ پاش سوں تب بندھے نج اِچّھا انوسار

सवैया—आयसु लै सिय सों हनुमान पयान कियो उद्यानहि आये।
वृक्ष उपारि गिराय दये फल खाय के रक्षक मारि भगाये।
भूरि निशाचर-सैन्य हती हति लातन अबहिँ धूरि मिलाये।
जीति सकै तिन कौन 'नरायन' जो रघुवीर को दूत कहाये॥

दोहा—अक्षयहूँ कर क्षय भयो, राम-दूत-अपमान।
पवन-तनय कर बल सुनेउ, तब रावन अकुलान॥
इन्द्रजीत पुनि आइके, मानेसि मन माँ हार।
ब्रह्म-पाशा सों तब बँधे, निज इच्छा अनुसार॥

سرگ چوتھا

لنکا دہن

حال کرتے ہیں وہ گر جا سے مہادیو بیاں شاد و مسرور ہو سُنکر جسے ہر پیر و جواں
جو پڑھے اِسکو نصیب اُسکو ہو گلزارِ جناں رہ نہ جائے کسی آزار و صعوبت کا نشاں
اُس پہ بے شُبہ مہا بیر کی دایا ہووے
(۱) اُس کو پھر باعثِ تکلیف نہ مایا ہووے

میگھناد ان کو لئے ساتھ چلا باپ کے پاس دل میں اُسکے ہوئی بھائی کا عوض لینے کی آس
اسطرف یوں تھے ہنومان جی بے فکر و ہراس سُوت کے جال میں جس طور سے ہو قید فراس
کب کوئی قید اُسے سنسار کی دُکھدائی ہو
(۲) مالکِ ہر دو جہاں کی جسے یارائی ہو

مارتے جاتے تھے پیچھے سے ہنومان کو سب دیکھنے والوں کو تھا اک وہ تماشائے عجب
جس طرف پھرتے تھے یہ جاتے تھے صدہا ویں دب تھا نہ بردان سے برہماستر انھیں دُکھ کا سبب
یوں سبھا میں شہِ راون کے یہ شاداں آئے
(۳) فیل کے غول میں جیوں شیر نیستاں آئے

دیکھ کر ان کو ہوئے سب وُزرا اُٹھ کے کھڑے میگھناد اور دشانن وہیں غیرت سے گڑے
دیکھنے آئے تھے جو لوگ وہ حیرت میں پڑے کوئی لشکر میں نہ راون کے تھا جو ان سے لڑے
اس قدر خوف سے رعب انکا تھا غالب سب پر
(۴) بات جو دل میں تھی آتی نہ تھی اُن کے لب پر

اندرجت کہنے لگا باپ سے تب جاکے قریں ہے یہ وانر وہ ہوا اراج یہ سب جس سے غمیں
دیکھ کر کانپتی ہے اِسکو ہی لنکا کی زمیں ہے یہی جس سے زمانہ بن نہیں اُکچھ کہیں
بس میں اپنے اسے برہماستر سے کر پایا ہوں
(۵) باندھ کر اس کو کسی طور سے لے آیا ہوں

جیسے ہوتے ہیں نہیں یہ کوئی ویسا وانر   اس نے برباد رعایا کے ہزاروں کئے گھر
رائے بھی منتریوں سے لے کے ہو منظور اگر   جو مناسب ہو وہ پہنچائیں اسے آپ ضرر
جس سزا کا یہ سزاوار ہو وہ دی جائے
(۶) جس طرح آپ کہیں اس کی خبر لی جائے

تھا سبھا میں وہیں اک دیت پرہست اس کا تھا نام   مثل کاجل کے سیہ فام تھا جسم اس کا تمام
اس سے راون نے کہا سن کے یہ سر کے یہ کلام   پوچھ تو کون ہے لایا ہے کہاں سے یہ پیام
باغ برباد کیا کیوں یہ ستم ڈھایا ہے
(۷) کس کا پیغام یہاں کس کے لئے لایا ہے

ان سے عفریت نے پوچھا یہ بہ تعظیم و ادب   آپ ہیں کون ہے کیا آپ کا نام اور لقب
کس کا پیغام تھا آنے کا یہاں کیا تھا سبب   اور کیوں باغ اجاڑا ہے یہ ڈھایا ہے غضب
قتل اچھے کو۔ شوالہ کو بھی مسمار کیا
(۸) خوف شاہنشہِ راون کا نہ زنہار کیا

بات جو کچھ بھی ہو وہ آپ کریں صاف بیاں   راجہ راون کا یہ دربار ہے مشہورِ جہاں
آپ بالکل نہ ڈریں کچھ نہ کریں دل میں گماں   تاب کس کی ہے اٹھائے نظر اپنی جو یہاں
خوش ہوئے سن کے ہنومان جی یہ بات اسکی
(۹) فکر تھی جس کی ہوئی آج ملاقات اس کی

گھور کر اس کی طرف رام کا پھر کر کے خیال   اس طرح کہنے دشانن سے لگے انجنی لال
لے گیا چور چرا کر جو کسی غیر کا مال   کیا بڑا کام کیا کونسا ہے اس میں کمال
یگیہ کے انش[1] کو جس طور سے کتا ہر لائے   [1] अंश
(۱۰) پیٹ بھی بھر نہ سکے کھاتے ہی اس کے مر جائے

جانکی جی کو اسی طور سے تو ہر لایا   یہ نہ سمجھا کہ پرم وشنو کی ہیں یہ مایا
تجھ کو پندار جو تھا خوف نہ مطلق آیا   تو نے دیکھا نہیں یہ موت کا تیری سایا
داس ہوں رام کا سیتا یہ جسے پیاری ہے
(۱۱) حکم دارین میں ان کا ہی فقط جاری ہے

دوت سُگریو کا کِشکندھا سے میں آتا ہوں — حال کچھ سن تجھے اب رام کا بتلاتا ہوں
راہ بھی غم نہ رہے جس سے وہ دکھلاتا ہوں — سچ تو یہ ہے تری حالت پہ ترس کھاتا ہوں
دشمنی رام سے اچھی نہیں راون تیری
(۱۲) جسم سے تیرے کٹا دے گی یہ گردن تیری

تو چُرا جانکی کو لایا جب اے دشٹ ادھم — رام جی ڈھونڈتے آئے اُنھیں جس جا پہ تھے ہم
یاری سُگریو سے کی دور کیا اُس کا الم — کر دیا بالی کو اک تیر سے راہیِ عدم
سلطنت رام نے سُگریو کو دی بالی کی
(۱۳) فکر میں اب ہیں وہ دونوں تری پامالی کی

رام نے کھوج میں سیتا کے ہیں بھیجے وانر — بڑھ کے اک اک سے توانا ہیں کوئی جنھیں ڈر
میں اُنھیں میں سے ہوں آیا ہوں جو لینے کو خبر — انجنی ماں ہے مری اور پَوَن دیو پدر
ذات وانر ہے ہنومان میں کہلاتا ہوں
(۱۴) میری فطرت ہے کہ پھل پھول سو کھاتا ہوں

ہو گیا جانکی ماتا کا مجھے جب درشن — اور پوری ہوئی جس بات کی تھی دل کو لگن
دیکھ کر سامنے پھل کھانے کو چاہا مرا من — بھوک تھی اسلئے ماتا سے لیا انوشاسن(۱) (۱) अनुशासन
کھائے پھل باغ میں کچھ پیڑ گرائے میں نے
(۱۵) خصلتِ میموں کے انداز دکھائے میں نے

مارنے کو مجھے ہاتھوں میں لئے تیر و کماں — میں نے دیکھا کہ چلے آتے ہیں کچھ دیت وہاں
سب کو پیارا ہے بدن اے شہِ عفریت زماں — مار کر میں نے اُنھیں اپنے بچائے تن و جاں
اُس پہ گھن ناد نے مجھ پر یہ ستم ڈھایا ہے
(۱۶) باندھ کر دیکھ یہاں تک مجھے لے آیا ہے

اپنے بندھنے کی نہیں کچھ مجھے پروا راون — اور نہ برہماستر ہی ہے باعثِ ایذا راون
میں نہ آتا تو کوئی کیا مجھے لاتا راون — تیرے لشکر کو تو کافی تھا میں تنہا راون
رام ہیں کون یہ چاہا کہ بتا دوں تجھ کو
(۱۷) اور طاقت کا بھی کچھ اپنی پتا دوں تجھ کو

رحم آتا ہے مجھے اِس تری نادانی پر بھول مت بھول کے تُو سلطنتِ فانی پر
غور کر غور تو اپنے خطِ پیشانی پر رام ہیں برہمہ نہ جا قالبِ انسانی پر
دیکھتا ہے شبِ غم عیش کا اب دن تیرا
(۱۸) رام ہوں غیر تو پھر کون ہو محسن تیرا

نیک و بد کی تجھے پہچان نہیں کیا راون کیا نہیں خوف بھی دوزخ کی سزا کا راون
کر حماقت نہ ذرا ہوش میں اب آ راون ہٹ نہ کر یہ حرکت ہے تری بیجا راون
عاقبت نیک نہ ہوگی تری اِن باتوں سے
(۱۹) کھو دمت اپنی ہی جڑ اپنے ہی تو ہاتوں سے

آرزو گر ہو کہ دُکھ سے تجھے مل جائے نجات دُکھ نہ دے غیر کو سُن غور سے کہتا ہوں جو بات
ہے ترا مُنیوں کا بنش اور برہمن تری ذات سچ اگر پُوچھ تو موجود ہیں سب تجھ میں صفات
جسم گر تُو نہ سمجھ اپنا تو یہ راز کھُلے
(۲۰) مُطّہر جیو ہے اس بات کا انداز کھُلے

کچھ خبر ہو تجھے تب اسکی کہ کیا چیز ہے تُو جسم سے اپنے نہ ہو تجھ کو تعلق سر مُو
تو ہی تُو دہر میں ہو تیرا نہ کوئی ہو عدُو دنیوی راحت و غم کی نہ ہو تجھ میں کوئی بُو
تن من اور اندریوں پر دُکھ کا اثر ہوتا ہے
(۲۱) آتما کو کوئی کب رنج و ضرر ہوتا ہے

آتما پر جو کریں رنج و صعوبت کا گماں تو وہ معیوب ہو کرتے نہیں جو وید بیاں
آتما پاک ہے کہتے ہیں یہ عُبّادِ جہاں اُس میں مطلق نہیں آزار کا کوئی بھی نشاں
دُکھ جو انسان پہ دُنیا میں نظر آتے ہیں
(۲۲) خواب کی طرح ہیں سنکلپ سے ہو جاتے ہیں

گر کہے تُو کہ ہر اک چیز ہے جب وہم و خیال سرمدی کیا ہے پھر آتا ہی نہیں جس کو زوال
سُن بتاتا ہوں کہ ہے آتما ہی میں یہ کمال ایکساں اُسکا ہی ہے ماضی و مستقبل و حال
گیان کا روپ ہے عیبوں سے بری رہتا ہے
(۲۳) وہ نہ مرتا ہے نہ جیتا ہے نہ دُکھ سہتا ہے

نیلگوں آسماں جس طور سے آتا ہے نظر　جیسے چلتا ہوا چلتی ہوئی کشتی سے شجر
ویسے ہی گو کہ نہیں جیو میں سُکھ دُکھ کا اثر　دیکھ پڑتا ہے سُکھی سُکھ سے دُکھی دُکھ سے مگر

ہے یہ اک وہم نہیں اس کی حقیقت کوئی
(۲۴) جیو کی ذات نہ کوئی ہے نہ ملّت کوئی

خاک سے جسم بنا خاک میں ہوتا ہے نہاں　جُز ہوا کچھ بھی نہیں پران جسے کہتے ہیں جاں
من اہنکار سے ہے ویدیہ کرتے ہیں بیاں　ہے جہت تتّ ہے جس سے یہ اہنکار عیاں

ست ان میں سے نہیں کوئی بھی کہلا سکتا
(۲۵) آتما وہ ہے جہاں من بھی نہیں جا سکتا

سَت چِت آنند ہر اک بات میں یہ کامل ہے　آتما کے سوا جو کچھ ہے وہ سب باطل ہے
گیان ہے جس کو یہ مُکتی کے وہی قابل ہے　ورنہ اس جسم کے ملنے ہی سے کیا حاصل ہے

چونکہ قابل تجھے ہر بات میں میں پاتا ہوں
(۲۶) سہل تدبیر تجھے مُکتی کی بتلاتا ہوں

وشنو کی بھکتی اگر تجھ میں دشان ہو جائے　دل میں جو کچھ ہے ترے میل وہ بالکل دھو جائے
گیان ہو تجھ کو تو اگیان سراسر کھو جائے　تخم راحت کا ترے دل کی زمیں پہ بو جائے

اس سے ہی روپ کا اپنے تجھے درشن ہو گا
(۲۷) اس سے ہی تیرا بھلا سُن شہ راون ہوگا

لکشمی پتی ہیں شری رام جی انسان نہیں　کیا ابھی علم ہی اسکا تجھے نادان نہیں
اُن سے لڑنے میں تو بچنے کی تری جان نہیں　اور یوں جان کے دینے میں کوئی شان نہیں

وہ شرن پال ہیں بے شک تجھے اپنائینگے
(۲۸) پاپ سنتاپ نہ کوئی ترے رہ جائیں گے

آگے سیتا ہوں ترے ساتھ میں سارا پریوار　چل کے اس طور سے مل اور کر اُن کا دیدار
بخش دیں گے تری تقصیر تجھے دیں گے قرار　آتما سب کے ہیں وہ خوف ہے اُن سے بیکار

گر نہ مانے گا تو یہ بات ہماری راون
(۲۹) ہو گی دنیا میں تری ذلّت و خواری راون

ہوگا محروم تو اس عشرتِ سلطانی سے مُخلصی ہوگی نہ پھر تیری گراں جانی سے
دُکھ تری روح کو ہوگا تری نادانی سے بھوگنا ہوگا نرک تجھ کو پریشانی سے
خفگی سُن کے یہ ہنومان پہ آئی اُس کو
(۳۰) راہ یہ اپنی بھلائی کی نہ بھائی اُس کو

کان میں جیوں ہی پڑے یہ سخنِ انجنی لال آ گیا طیش سے راون کی حماقت میں اُبال
کب پسند آتا یہ اِفہام جو آنا تھا زوال تھا نشاچر ہی تو وہ اُسمیں نہ تھا حُسنِ خیال
خشمگیں ہو کے کہا چُپ ہو یہ کیا کہتا ہے
(۳۱) میرے آگے بھی تو خاموش نہیں رہتا ہے

کیا ترے دل میں نہیں کچھ بھی مرا ڈر وانر میں یہ سمجھا کہ ہے تو سب سے فروتر وانر
کون ہے رام تجھے ناز ہے جس پر وانر کون سُگریو کہاں ہے ترا لشکر وانر
آ کے جیتا ہوا پھر جا نہیں سکتا کوئی
(۳۲) جیت لشکر کو مرے پا نہیں سکتا کوئی

آ ادھر پہلے تجھے قتل کروں کاٹ کے سر لوں گا پھر بعدہٗ میں رام کی لچھمن کی خبر
بچکے ہاتھوں سے مرے جائے گا سُگریو کدھر قتل کر دوں گا میں دم بھر میں ترا کُل لشکر
موت ہے سر پہ ترے گیان سکھاتا ہے مجھے
(۳۳) خوف حمدُونہ وانساں کا دلاتا ہے مجھے

بچ کے لنکا سے کسی طور نہ جا پائے گا انجنی روئے گی اور کیسری چلّائے گا
جس کا تُو دُوت ہے سُگریو بھی گھبرائے گا جس کا تُو داس ہے وہ رام یہاں آئے گا
قتل ہو جائیں گے اس طور سب آسانی سے
(۳۴) راکشسی فوج بھی بچ جائیگی حیرانی سے

رام کا سن کے یہ راون کی زبانی اپمان آ گیا غیظ اُنھیں زور سے گرجے ہنومان
بولے اے چور ہو خاموش بس اب روک زبان موت کی ورنہ دلا دے گا سزا یہ ابھمان
گو نہیں حکم ملا قتل کا تیرے راون
(۳۵) کیا کیا جائے تری موت ہے گھیرے راون

تیرے ایسے جو کئی لاکھ بھی آئیں راون   جیتنا دُور رہا لڑ بھی نہ پائیں راون
زور طاقت کا جو ہم اپنی دکھائیں راون   کو وِ ترکوٹ سے لنکا کو گرائیں راون
جسم سے کاٹ کے ہم سر کو ترے دکھلاتے
(۳۶) حکم ماتا کا بھی ہوتا تو ابھی لے جاتے

رام کا داس ہوں طاقت کی نہیں ہے مری حد   ہاں کہے جس کو تُو کر دوں میں اُسی بات کو رد
قہر سے کانپ اُٹھا سُن کے یہ راون کا جسد   ایک عفریت سے طولانی بہت جسکا تھا قد
بولا وہ کاٹ تو دے جسم سے اسکے سر کو
(۳۷) اور کر پیش نظر سب کے تو اس منظر کو

قتل کا حکم یہ جب پا کے وہ عفریت اُٹھا   روک کر اُس کو بھبھیشن نے یہ راون سے کہا
مارنا دُوت کا راجوں کو نہیں ہے زیبا   کیا کوئی اور نہیں آپ جو دیں اس کو سزا
کون پیغام - نہ ہوگا یہ تو - لے جائے گا
(۳۸) موت کے واسطے کیوں رام یہاں آئے گا

اس لئے عرض قبول آپ مری فرمائیں   دوسری اور کوئی اس کو سزا دلوائیں
چوٹ کا جسم پہ یا کوئی نشاں بنوائیں   تاکہ وہ لوگ اُسے دیکھ کے فوراً آئیں
تب جو کچھ آپ سے ہو اُنکی وہ تعزیر کریں
(۳۹) چھوڑ دیں آپ اُنھیں یا تہِ شمشیر کریں

آگئی سُن کے یہ تجویز جو راون کو پسند   بولا بہتر ہے سزا موت کی فی الحال ہو بند
سوچو تم لوگ کہ دیجائے اسے کون گزند   جسکے باعث ہو اسے موت سے تکلیف دوچند
تا کہ چھپ جائے یہ جا کر کسی ویرانے میں
(۴۰) اور شرم آئے اسے شکل بھی دکھلانے میں

پھر کہا خود ہی کہ اک بات مجھے آگئی یاد   اس طرح آئے گی آسانی سے بر دل کی مراد
دُم میں آگ اس کے لگا کر اسے کر دو آزاد   دیکھیں لاتا ہے کسے جا کے برائے امداد
باندھ کر تیل بھرے کپڑوں سے اسکی دُم کو
(۴۱) آگ دے دو تو نظر آئے تماشہ تم کو

اسطرح گیان کی تعلیم ہے سب کو آسان میں بھی دیکھوں تو کہ کتنا ہے اسے ہنومان کا گیان
پونچھ پر وانروں کو اپنی بہت ہوتا ہے مان بات کی بات میں مل جائیگی مٹی میں یہ شان
چھوڑ دے مان ہنومان جو کہلاتا ہے
(۴۲) ورنہ اک آن میں بے دُم کے ہوا جاتا ہے

سُن کے عفریت یہ فرمان شہِ راون کا جلد تر لائے ملا شہر میں کپڑا جتنا
تیل پیپوں میں کیا لا کے مہیّا اُس جا کر کے تر کپڑوں کو تب دُور سے دی آگ لگا
شہر میں باندھ کے اِس طور پھرایا ان کو
(۴۳) گو نہ تھے چور مگر چور بتایا ان کو

مارتے جاتے تھے ہر سمت سے ان کو نشیچر دیکھنے کے لئے آتے تھے سبھی چھوڑ کے گھر
سہتے تھے مار ہنومان جی بے خوف و خطر کیوں کہ کرنا انھیں کچھ اور ہی تھا مدِّ نظر
مغربی در پہ جو پہونچے تو گھٹایا تن کو
(۴۴) یک بیک آئے نکل چھوڑ کر اُس بندھن کو

کوہ کی طرح کیا جسم کو پھر اپنے بڑا کر دیا قتل جو تھا در پہ نگہبان کھڑا
اک ستوں ہاتھ میں لیکر جو وہاں پر تھا گڑا مارا اک اک کو ڈرے سب کوئی اُنسے نہ لڑا
چڑھ گئے کود کر اک چھت پہ جلایا اُس کو
(۴۵) شعلہ زن پھر گئے جس گھر میں بنایا اُس کو

ایک سے ایک جلا راکھ ہوئے جل کے محل بات کی بات میں نقشے گئے محلوں کے بدل
سامنے آئے جو دیت آ ہی گئی اُن کی اجل اور جو گھر میں تھے باہر نہ سکے پھر وہ نکل
بام و در کوچۂ و بازار جلے تیزی سے
(۴۶) اگنی کے مِتر[1] پَوَن دیو چلے تیزی سے

[1] मित्र

ڈائنیں روتی تھیں اور زور سے چلّاتی تھیں جل کے کوٹھوں پہ کبھی نیچے اُتر آتی تھیں
بھاگنے کے لئے رستہ نہ کہیں پاتی تھیں آگ ہی آگ تھی ہر سمت جدھر جاتی تھیں
کوستی تھی کوئی کہتی تھی کہ راون مر جائے
(۴۷) جیسے جاتا ہے مرا ویسے ہی اسکا گھر جائے

کوئی کہتی تھی ذرا ہم کو بچالو آکر جل رہا ہے مرا اسباب ہٹا لو آکر
رو رہے ہیں مرے بچوں کو سنبھالو آکر اس مصیبت سے مجھ ابلا کو نکالو آکر
کوئی کہتی تھی کہ مجھ بڑھیا کو کیوں چھوڑ گئے
(۴۸) کوئی روتی تھی کہ بابا مرے منھ موڑ گئے

کہہ رہا تھا کوئی گھر بار جلا جاتا ہے کوئی روتا تھا کہ بچہ مرا چلاتا ہے
ہے کہاں ابر جو پانی نہیں برساتا ہے کوئی کہتا تھا کہ راون کو یہی بھاتا ہے
کوستے سب تھے کہ برباد یہ شاہی ہو جائے
(۴۹) کوئی راون کی مناتا تھا تباہی ہو جائے

آخرش آگ وہ راون کے محل تک آئی دیکھ کر حال مندودری یہ بہت گھبرائی
دوڑ کر پہنچی وہ جس جا تھا نشاچر رائی اور کہا تم نے ہی سوامی یہ مصیبت ڈھائی
اب بچاؤ ہمیں ہم جائیں کدھر بھاگ کہاں
(۵۰) روح مضطر ہے۔ بتاؤ تو نہ ہو آگ جہاں

تم تو ہر کام کیا کرتے ہو اپنے من کا اب تو بل دیکھ لیا لشکرِ آہرمن کا
بہ گیا گل کے یہ سونے کا محل راون کا جل گیا باغ مٹا نام و نشاں گلشن کا
رو کے سب کہتے ہیں جس دوت کا یہ بانا ہے
(۵۱) اُس کے مالک کو تو لنکا میں ابھی آنا ہے

بات رانی کی یہ سُن کر وہ ہوا دل میں ملول دے دیا حکم کہ وانر ہو اسی دم مقتول
حیف کی ہم نے بھبیشن کی وہ تجویز قبول پڑ گئی جان رعایا کی مصیبت میں فضول
اب پشیمان اگر ہوں بھی تو کیا ہوتا ہے
(۵۲) فائدہ کچھ بھی نہیں رنج سوا ہوتا ہے

مارنے کے لئے ہنومان کو دوڑے کفّار لے کے ہاتھوں میں تبر تیر و کمان اور تلوار
گر پڑی جلتی ہوئی اُن کے سروں پر دیوار مر گئے دب کے اُٹھے پھر نہ جگہ سے زنہار
گر کے اُس آگ میں عفریت جو جل جاتے تھے
(۵۳) دیوتا ہوتے تھے وہ جسم نیا پاتے تھے

کیسری سُت نے ہَون کُنڈ بنائی لنکا　　　بن کر آہوتی[1] وہیں خود جس میں سمائی لنکا
بات کی بات میں یوں ساری جلائی لنکا　　　رہنے والوں نے بھی پہچان نہ پائی لنکا
اک بھیشن کا مکاں چھوڑ کے سب خاک ہوئے
(۵۴) دیکھ کر کھیل عفاریت یہ غمناک ہوئے

حسب دلخواہ تمنا جو بر آئی اپنی　　　پونچھ تب جا کے سمندر میں بجھائی اپنی
قلبِ راون میں خودی تھی جو سمائی اپنی　　　اُس کو چھوٹی سی کرامت یہ دکھائی اپنی
تھے پون پُتر تھی سیتا کی دعا بھی ان کو
(۵۵) آنچ اُس آگ سے آئی نہ ذرا بھی ان کو

رام کے نام سے بجھ جاتی ہے دوزخ کی بھی نار　　　داس اُسی کے ہیں یہ آگ اُسکی ہے فرماں بردار
دو ئمش آگ کا سورج یہ ہے سب دارومدار　　　اس لئے آگ سے پہونچی نہ اذیت زنہار
آفریں کہتے تھے سب ہے تمھیں ہنومان بلی
(۵۶) پھر چلے وہ پئے پابوسئ متھلیش للی

غزل

جس پہ تیرے کرم کی نظر اے کریم ہے　　　ہے کون جس کا پھر اُسے کچھ خوف و بیم ہے
ہے زندگی اُسی کی عذاب الحریق میں　　　جس کا وہ کارسازِ دوعالم غنیم ہے
خواہاں ہیں اُسکے لطف کے جن و ملک تمام　　　خم در پہ اُس کے گردنِ شاہ و عدیم ہے
لیکر تو ساتھ جانکی کو دست بستہ چل　　　وہ بخش دیں گے تجھ کو اگر تو ندیم ہے
اس عیشِ بے ثبات پہ راون نہ اپنے جا　　　ہر شے ہے مستعار حجر ہے کہ سیم ہے
یہ تخت و تاج کچھ بھی نہیں ہیں بجز گماں　　　اک وہم ہے جو نازِ سپاہِ عظیم ہے
ہوتی نہیں ہے بات مری تجھ پہ کارگر　　　سر پہ اب آگئی ترے مرگِ الیم ہے
آتا ہے دن وہ اب کہ نہ رہجائیگی یہ شان　　　دیکھے گا تو کہ تیری یہ لنکا جحیم ہے
مانا کہ ہیں گناہ نراین ترے کثیر
اُن سے بھی بڑھ کے شانِ عطائے رحیم ہے

[1] आहुति

سوئیا

(۱) بُوجھ سکوپ دشانن ڈانٹ کے کو ہَس تیں شٹھ کیش اناری
باگ بدھونس کئے کیہی ہیتو کہا اپرادھ جو سَین سنگھاری
مُوڑھ سُنے نہیں کا مم ناؤں کہ دھوں نہیں میچ کو بھے بنچاری
شیس پہ آئے گیو تو کال پرنتو نہ بولت بات سنبھاری

(۲) بولیو کپیش سُنو دشِ شیش ہری جن کی تم کانن ناری
تاہی کو دُوت ہوں انجنی پُوت ہوں نام سُنو ہنومان مُراری
سیکھ کہوں ہت کی شٹھ مِرتیو ہیں دَیتن کی متھلیش کماری
تاہی دیئے بن پران بچیں نہیں راکھ سکیں نہیں توہیں پُراری

(۳) وانر جاتی سُبھاویں تے پھل کھات سو کھائے کے برکش اُپارے
دیہہ سبے پریہ جانت ہو جن ماریو ہمیں ہم ہُوں تن مارے
نیت بِرودھ کیو گھن ناد جو باندھ کے لایو سمیپ تہارے
لاج نہیں بندھ جائوے کی کچھو رام کے کاج تو آج سنوارے

सवैया—बूझ सकोप दशानन डाँटिके को हसि तैं शठ कीश अनारी।
बाग विध्वंस किये केहि हेतु कहा अपराध जो सैन्य संहारी।
मूढ़ सुने नहिं का मम नाऊँ कि धौं नहिं मीच को भय वनचारी।
शीश पै आय गयो तव काल परन्तु न बोलत बात सँभारी॥ १॥
बोल्यो कपीश सुनौ दशशीश हरी जिनकी तुम कानन नारी।
ताही को दूत हौं अञ्जनि-पूत हौं नाम सुनौ हनुमान सुरारी।
सीख कहौं हित की शठ मृत्यु हैं दैतन की मिथिलेश-कुमारी।
ताहि दिये बिनु प्राण बचैं नहिं राखि सकैं नहिं तोहिं पुरारी॥ २॥
बानर-जाति स्वभावहिं ते फल खात सो खाइ के वृक्ष उपारे।
देह सबै प्रिय जानत हो जिन मार्‌यो हमें हम हूँ तिन मारे।
नीति-विरोध कियो घननाद जो बाँधि के लायो समीप तिहारे।
लाज नहीं बँधि जाइबे की कुछ राम के काज तो आज संवारे॥ ३॥

(۴) لائے بٹور کے گرام سوں وسترنشاچر راون آیسو پائی
تیل سوں بور لپیٹت لوُمہیں کوتک ہی کپی پونچھ بڑھائی
باندھت باندھت ہار گئے پٹ وستر بچے نہیں تیل چُکائی
پُونچھ پرجار بجائیکے ڈھول چلے سب مارت چور بتائی
(۵) دیکھت جوال بشال چڑھیو کپی کُودی اٹارن آگ لگائی
لاگ سمیر بہے سب اور تے دھاوت گرام بدھو اکولائی
پھیل کرشانو گیو سہسا نگری جنو پاوک کُنڈ بنائی
رُووت بالک بردھ سبے جری جات جو بھاگت لوگ لگائی

دوہا

چھن ماں جاریو سب نگر۔ کوتک ہی ہنومان
پُونچھ بجھائے سمدر پن۔ سیا پہاں کینھ پیان
جاکے اولوکت بجھے ۔ نرکہوں کیر کرشان
'نارائن' کو جار سک ۔ تا سو دُوت ہنومان

लाये बटोर के ग्राम सों बस्त्र निशाचर रावन-आयसु पाई ।
तेल सों बोरि लपेटत लूमहिं कौतुक ही कपि पूँछ बढ़ाई ।
बाँधत बाँधत हारि गए पट-बस्त्र बचे नहिं तेल चुकाई ।
पूंछ प्रजारि बजाइ के ढोल चले सब मारत चोर बताई ॥ ४ ॥
देखत ज्वाल विशाल चढ्यो कपि कूदि अटारिन आग लगाई ।
लाग समीर बहै सब ओर ते धावत ग्राम वधू अकुलाई ।
फैल कृशानु गयो सहसा नगरी जनु पावक-कुण्ड बनाई ।
रोवत बालक वृद्ध सबै जरि जात जो भागत लोग लुगाई ॥ ५ ॥

दोहा—छिन महँ जारयो सब नगर, कौतुक ही हनुमान ।
पूँछ बुझाय समुद्र पुनि, सिय पहँ कीन्ह पयान ॥
जाके अवलोकत बुझै, नरकहुं केर कृशानु ।
'नारायन' को जारि सक, तासु दूत हनुमानु ॥

سرگ پانچواں

ہنومان جی کا شری رام چندر جی کے پاس واپس آنا

پاس تب پھر شری سیتا کے ہنومان آئے
دست بستہ یہ سخن اپنی زباں پر لائے
داس حاضر ہے یہ ماتا جو اجازت پائے
جا کے سب حال شری رام کو اب بتلائے
ہے دعا تیری مجھے تو میں ابھی جاتا ہوں
(۱) رام و لچھمن کو مع فوج لئے آتا ہوں

پھر کہا کر کے نمسکار کہ دے انوشاسن
تاکہ ہو دیر نہ جلد آئیں یہاں رام و لکھن
خرس و میموں بھی وہ ہیں کوہ نما جنکے بدن
ساتھ آئیں گے مرے چھوڑ کے سب اپنا وطن
راون اب جلد ہی اس کرم کا پھل پائے گا
(۲) دور دُکھ ہوگا ترا رنج نہ رہ جائے گا

جانکی جی نے کہا آنکھوں میں آنسو بھر کر
کیسے جانے کو کہوں میں تمھیں اے لختِ جگر
دیکھ کر تم کو تھی تسکین کچھ اے نورِ نظر
پھر وہی میں ہوں وہی غم ہے وہی شام و سحر
رات دن پھر مرے آزار کے ساماں ہونگے
(۳) باعثِ رنج و محن دشمنِ ایماں ہوں گے

تم تو تیار ہو جانے کے لئے اے مرے لال
زندگی کیسے رہے گی نہ ملا کچھ بھی جو حال
بعد ۲ ماہ کے آجائیگا اس تن کو زوال
بھولنا بھول کر اس بات کا ہرگز نہ خیال
گر بچانا ہو مجھے رام کو آئیں فوراً
(۴) قید اور ظلم سے راون کے چھڑائیں فوراً

پھر پون سُت نے کہا سُن کے یہ سیتا کے کلام
گر نہیں بھاتا ہے ماتا تجھے لنکا میں قیام
بیٹھ کندھے پہ مرے تو ہو شبِ ہجر تمام
لیچلوں تجھ کو میں دم بھر میں جہاں ہیں شری رام
دیکھ لے چل کے تُو خود چہرۂ پُر نور ابھی
(۵) دل سے ہو داغ جدائی کا ترے دور ابھی

جانکی بولیں کہ گو بات یہ ہے ٹھیک۔ مگر چھپ کے جانا نہیں واجب مجھے اے نیک سیر
کر کے طے قلزمِ اعظم کو جب آئیں رگھوبر قتل راون ہو مخالف کوئی آئے نہ نظر
اور ساتھ اپنے اجودھیا کو مجھے لے جائیں
(۶) تب تو اوتار پرم برہمہ کا وہ کہلائیں

ہو گی اس طور سے شان اُنکی زمانہ میں عیاں دیوتوں مُنیوں کو مل جائیگا یوں امن و اماں
دو خبر جا کے تم اس واسطے اب جلد وہاں میں اس اثنا میں بچا لونگی کسی طرح سے جاں
جانکی جی کے تب اس طور سے سمجھانے پر
(۷) اُٹھ کے تیار تھا بیر ہوئے جانے پر

کر کے پھر جانکی ماتا کو نمسکار وہیں اور دلا کر اُنھیں پھر جلد ہی آنے کا یقیں
چڑھ گئے کود کے اک کوہ کی چوٹی کے قریں اور اُوپر کو اُٹھے داب کے پیروں سے زمیں
تیسؔ جوجن شکھر[1] اونچا تھا کھڑے تھے جس پر [1] शिखर
(۸) ہوا ہموار زمیں کے نہ پھر آیا وہ نظر

جا کے اوپر یہ بڑی زور سے گرجے اک بار ہو گئے خوف زدہ سُن کے گرج وہ کفّار
اس طرف سُن کے ہوا لشکرِ انگد بیدار آ گئے سب یہ لگے کہنے۔ یوں دیو کمار
ہو کے خوش پھر یہ کہا۔ جنم سپھل آج ہوا
(۹) سب کو معلوم تھا بیر کا بل آج ہوا

اک نے اُٹھ کر یہ کہا ہے یہ اُنھیں کی آواز کامیابی کے عیاں اس سے ہیں بے شک انداز
دوسرا بولا یہ ہم سب کو ہوئے باعث ناز آ رہے ہیں یہ یہیں دیکھ لو اِن کی پرواز
ہم زباں ہو کے کہا سب نے کہ اب جان بچی
(۱۰) تاب و طاقت کی تھی جو ہم کو وہ سب شان بچی

آ کر اتنے ہی میں اک چوٹی پہ اُترے ہنومان۔ اور یوں کرنے لگے فوج سے سب حال بیان
دیکھ کر جانکی کو آ تو گئی جان میں جان اور پورا ہوا میں نے جو کیا تھا پیمان
گو غرورِ شہِ لنکا بھی میں توڑ آیا ہوں
(۱۱) دُکھ مگر یہ ہے کہ دُکھ میں اُنھیں چھوڑ آیا ہوں

جانکی جب نہ ملیں بارگہِ راون میں تب گیا ڈھونڈھنے رنواس کے نرجن بن میں
فرطِ کربت سے فقط روح تھی باقی تن میں اور خیالِ رُخ رگھوناتھ تھا اُن کے مَن میں
دیکھنا جانکی ماتا کو مجھے شاق ہوا
(۱۲) تب میں راون سے عوض لینے کا مشتاق ہوا

رام کا حکم نہ ہونے سے ہوا میں ناچار توڑ کر پھینک دئے باغ کے سارے اشجار
مار ڈالے جو وہاں پہ تھے نگہباں دو چار کر دیا سونے کے مندر کو بھی بالکل مسمار
سُن کے یہ فوج نے کی آکے چڑھائی مجھ پر
(۱۳) اور بوچھار بھی تیروں کی کچھ آئی مجھ پر

اس پہ طاقت کا کچھ انداز دکھایا میں نے جتنا لشکر تھا وہاں مار گرایا میں نے
لڑنے والا کوئی جب اور نہ پایا میں نے بات کی بات میں لنکا کو جلایا میں نے
رام کے پاس یہ خواہش ہے کہ جاؤں جلدی
(۱۴) جانکی جی کی خبر اُن کو سُناؤں جلدی

شاد سب سُن کے یوں سُت کی یہ تقریر ہوئے باعثِ زندگیِ فوج مہابیر ہوئے
فرش پہ آکے وہ ہر اک سے بغلگیر ہوئے لے کے پھر سب کو روانہ سوئے رگھوبیر ہوئے
شاہِ سُگریو کا مدھوبن نظر آیا اُن کو
(۱۵) شہد اور پھل سے بھرا باغ وہ بھایا اُن کو

اس طرح کہنے تب انگد سے لگے سب وانر پیٹ بھر کھایا نہ تھا چونکہ ملی تھی نہ خبر
جان کے ڈر سے رہی جان ہماری مضطر اور اب تک کئے ایّام مصیبت میں بسر
حکم دیں آپ تو اب بھوک مٹائیں جا کے
(۱۶) اور بےخوف پھل اس باغ کے کھائیں جا کے

بھوک اور پیاس سے ہم لوگ ہیں بالکل معذور اور ہے ماندگیِ راہ سے غم کا بھی وفور
اب رہا خوف نہ مِل جائے اگر حکم حضور بھوک کو پھل سے کریں پیاس کو ہم شہد سے دور
ہو کے آسودہ یہیں باغ سے ہم آئیں گے
(۱۷) مل کے تب رام کے دیدار کو سب جائیں گے

بولے انگد کہ گیا ہے یہ ہنومان نے کام اس لئے تم کو رہا اب نہ کوئی ڈر کا مقام
جاکے پھل کھاکے پیو شہد بہ آرام تمام شاد و مسرور چلیں تب پئے پابوسی رام
پہونچے مدھوبن میں جب انگد کی اجازت پاکر
(۱۸) روکنے در پہ لگے اُن کو نگہباں آکر

فوج سے ہوگئی اس بات پر اُن کی تکرار لات گھونسوں کے نگہباں ہوئے دن میں شکار
جاکے فریاد یہ ددھی وکتر[1] سے کی آخرِ کار لوٹ لی باغ کی کُل لشکرِ انگد نے بہار دधिवक्त्र[1]
جاکے ددھی وکتر نے سگریو سے سب حال کہا
(۱۹) کردیا باغ کو جس طرح سے پامال کہا

اپنے ماموں کی یہ سگریو نے جب بات سُنی ہوکے خوش بولا کہ سیتا کی خبر اُن کو ملی
جانکی جو نہ اُنھیں ملتیں تو یہ تاب نہ تھی اس طرح کرتا جو مدھوبن مرا برباد کوئی
شک نہیں اس میں کہ سب کام وہ کر آئے ہیں
(۲۰) اور سیتا کی ہنومان خبر لائے ہیں

جاکے کہدو اُنھیں کچھ ڈر نہیں وہ پھل کھائیں دیر لیکن نہ کریں جلد مرے پاس آئیں
منتظر رام ہیں سب حال اُنھیں بتلائیں اور انعام بھی اس کام کا مجھ سے پائیں
آکے تب دُوتوں نے یہ حکم سُنایا سب کو
(۲۱) رام جی نے ہے بہت جلد بلایا سب کو

منتظر رام ہیں کانوں میں پڑی بات یہ جب ہوکے خوش راہِ فلک سے وہ روانہ ہوئے تب
جس جگہ پر لکھمن و رگھوبر و سگریو تھے سب جاکے ہمراہِ انگد میں اُنھوں نے بہ ادب
ہاتھ جوڑے ہوئے قدموں پہ جھکایا سر کو
(۲۲) خوش ہوئے دیکھ کے سب لچھمن و سیتا بر کو

رام کو بعدہٗ سگریو کو تب کرکے پرنام یوں گئے بیٹھ کے پاس اُنکے پون سُت نے کلام
دیکھ آیا ہوں میں سیتا کا ہے جس جا پہ قیام جیسے کرتی ہیں غمِ ہجر میں ایّام تمام
پوچھ کر مجھ سے کشل آپ کی فرمایا ہے
(۲۳) جاکے کہنا کہ یہ دُکھ کیوں مجھے دکھلایا ہے

اُن کے سایہ کے لئے سر پہ ہے شیشم کا درخت
ناتواں جسم نہ کھانے کے سبب ہے یک لخت
ہر طرف سہمگیں نشچریوں کا پہرہ بھی ہے سخت
کام جن کا ہے سُنانا اُنھیں الفاظِ کرخت
رات دن نام فقط وردِ زباں آپ کا ہے
(۲۴) رام جی دھیان ہی تارِ رگِ جاں آپ کا ہے

बेनी[1] جانکی کے تنِ لاغر پہ ہے میلا سا لباس
ایک بینی ہے فقط دل میں ہے دیدار کی آس
بیٹھ کر شاخ پہ کی آپ کی کچھ میں نے سپاس
اور کیا حال بیاں جیسے ملا تھا بن باس
سیر کرتے ہوئے آپ آئے تھے ڈنڈک بن میں
(۲۵) جیسے کھر دوشن و ترسرا گئے مارے رن میں

شکل ماریچ نے آہو کی بنائی جیسے
گھات راون نے اُنھیں ہرنے کی پائی جیسے
پوٹلی زیوروں کی لاکے دکھائی جیسے
ہوئی سُگریو سے بالی کی لڑائی جیسے
آپ نے تیر سے تب بالی کو مارا جس طرح
(۲۶) راج سگریو کے ہاتھ آیا دوبارا جس طرح

جستجو میں ہوئے جس طرح روانہ وانر
جیسے سمپاتی سے کچھ اُن کی ملی ہم کو خبر
چار سَو کوس کاٹے میں نے کیا جیسے سفر
جیسے آئیں وہ وہاں بیٹھی ہوئی مجھ کو نظر
جانکی جی ہوئیں خوش سُنکر اس افسانے کو
(۲۷) اور دیا حکم مجھے سامنے تب آنے کو

میرے کانوں میں پڑے اُنکے یہ جسوقت سخن
پیڑ سے کود پڑا رہ نہ گیا رنج و محن
جوڑ کر ہاتھ جھکائے ہوئے اپنی گردن
سامنے جاکے پرنام اُنکو کیا رگھونندن
دیکھ کر جسم مرا سکتہ میں آئیں ماتا
(۲۸) دیر تک لفظ کوئی لب پہ نہ لائیں ماتا

بعد ازاں مجھ سے کیا جانکی ماتا نے سوال
تُو ہے کون آیا کہاں سے ہے ترا کیا ہے خیال
میں نے تب اُنسے بہ تفصیل کہا آپ کا حال
اور انگوٹھی بھی اُنھیں دی کہ نہ رہجائے ملال
تب یقیں دل میں ہوا اُن کو مری باتوں کا
(۲۹) اور کچھ خوف بھی کم ہوگیا بدذاتوں کا

پھر کہا مجھ سے جنک نندنی نے بھر کے اک آہ تم نے اب دیکھ لیا لال مرا حالِ تباہ
رنج سہتی ہوں جو کرتی ہوں میں جس طور نباہ جیسے ملتی نہیں آزار سے دم بھر بھی پناہ
چھل کپٹ جیسے مرے ساتھ کئے جاتے ہیں
دیت کم بخت مجھے جس طرح دھمکاتے ہیں (۳۰)

جا کے کرنا مرا تم رام سے سب حال بیاں فکر کرنا کوئی ایسی کہ وہ جلد آئیں یہاں
دیکھتے ہو مجھے ملتی نہیں دم بھر کو اماں مجھ کو زندہ کبھی چھوڑیں گے نہ یہ دشمنِ جاں
سوزِ فرقت نہیں کم دل کے جلانے کے لئے
اُس پہ ہیں دیت ستم اور بھی ڈھانے کے لئے (۳۱)

ہو گئے ہیں مجھے غم سے خورش و خواب حرام منتظر تھی کہ اب آتا ہے اجل کا پیغام
مٹ گئی آج تمھیں دیکھ کے تکلیف تمام دل میں آس آئی کہ کٹ جائیگی اب ہجر کی شام
جان دینا تو ذرا بھی نہ تھا دشوار مجھے
روک دیتی تھی مگر خواہشِ دیدار مجھے (۳۲)

عرض کی میں نے کہ اے ارض و سما کی بنیاد ہر گھڑی رہتی ہے تیری ہی شری رام کو یاد
تجھ سے ماتا کہیں اُنکو غمِ فرقت ہے زیاد میں نے پایا دلِ ناشاد نہ اُن کا کبھی شاد
گر خبر رام نے اب تک تری پائی ہوتی
راہ یم لوک کی راون کو دکھائی ہوتی (۳۳)

جا کے جسوقت کرونگا میں یہ سب حال بیاں ہے یقیں مجھ کو رکینگے نہ وہ دم بھر بھی وہاں
آ کے دیتوں کا مٹا دیں گے وہ یکلخت نشاں تجھ کو لے جائیں گے ہمراہ نہیں اسمیں گماں
دے نشانی مجھے تسکیں جو دلائے اُن کو
اور یقیں جس سے مری بات کا آئے اُن کو (۳۴)

بات سُنکر یہ دیا اپنا مجھے چوڑامن اور کہا آئی تھیں جسطرح سے گھر چھوڑ کے بن
آ کے جس طور جینت[1] اُن سے ہوا تھا بدظن آپ نے دی تھی سزا جیسے اُسے رگھونندن
آگئیں جیسے وہ ماریچ کے بہکانے میں
چشم تر ہو گئی اس بات کے بتلانے میں (۳۵)

(۱) जयन्त

پھر کہا جا کے بتانا مرا سب رام کو حال　زندگی اپنی ہوئی ہے مجھے جس طرح وبال
لکشمن جی سے یہ کہنا کہ کریں دور ملال　بخشدیں مجھ کو کریں میری نہ باتوں کا خیال

دل میں نادم ہوں بہت اپنے میں پچھتاتی ہوں
(۳۶) میں نے جو اُن کو کہا اُس کی سزا پاتی ہوں

ہے خبر آپ کو بھیجی یہی بادیدۂ تر　اب کسی طرح سے میری نہیں ممکن ہے بسر
دو مہینے میں یہاں رام نہ آئیں گے اگر　روح کر دے گی مری عالمِ فانی سے سفر

دینے تسکیں اُنھیں میں آپکے پاس آیا ہوں
(۳۷) اُنکے دُکھڑے کا میں آدھا بھی نہ کہہ پایا ہوں

ہاں ابھی اور ہے اک بات کا باقی اظہار　آپ کی جس کے لئے تھی نہ اجازت سرکار
یعنی جب ہو گئے آزار کے درپے کفّار　مجھ سے دیکھی نہ گئی جانکی کی حالتِ زار

باغ برباد کیا دیتوں کو مارا میں نے
(۳۸) آگ سے پھونک دیا شہر وہ سارا میں نے

مار کر اکچھ کو راون کو بہت سمجھایا　موت سر پر ہے مر اُس کو نہ کہنا بھایا
لیکے ماتا سے اجازت میں یہاں تب آیا　مختصر حال یہ ہے سُنئے چرا چر رایا

خوش بہت سُن کے پون سُت کی یہ تقریر ہوئے
(۳۹) رام جی اُن سے کھڑے ہو کے بغلگیر ہوئے

اور یوں کہنے لگے ہنس کے کہ اے ابنِ صبا　تم نے جو کر نہیں سکتا کوئی وہ کام کیا
دے نہیں سکتے اس احسان کی ہم تم کو جزا　ہے جو کچھ بھی مرا میں نے وہ تمھیں آج دیا

پھر کہا قابلِ تحسین ہنومان ہو تم
(۴۰) تم مرے بھکت ہو اور بھکتوں کی بھی جان ہو تم

یوں پون سُت پہ ہوا جب کرمِ یزدانی　ان کی آنکھوں سے سرشکوں کی ہوئی طغیانی
حاصل ان کو یہ مسرت جو ہوئی روحانی　زندگی باعثِ فخر اپنی انھوں نے مانی

وشنو پد جن کے چرن جیو کو دلواتے ہیں
(۴۱) روبرو آج ہنومان اُنھیں پاتے ہیں

کون ساکام یوَن سُت نہ سنوارا تم نے کون ہے جس کو نہ سنکٹ سے اُبارا تم نے
کون اپرادھ نہ بھکتوں کا بسارا تم نے کون ہے داس وہ جس کو نہ ہوتارا تم نے
ہے نرآین کو بھی اک آس تمہاری سوامی
(۴۲) ہو گی کب تک یوں ہی ایام گزاری سوامی
حال سب جانتے ہو تم سے بتانا ہے فضول کیوں روا رکھتے ہو رکھنا مجھے غمگین و ملول
سخت حیرت ہے کہ خود تم ہی ہو جس پر انکول تو بھی وہ دُکھ میں رہے ہو نہ دعا اُسکی قبول
ڈر ہے دیں رنج نہ تم کو کہیں آنسو بہہ کر
(۴۳) مانگتا اس لئے ہوں نقدِ طلب چُپ رہ کر

غزل

غمگین ہوں ملول ہوں دامانِ تر ہوں میں اچھا نہ جو کبھی ہو وہ دردِ جگر ہوں میں
کبر و غرور سے جو بھرا ہو وہ سر ہوں میں جسکو خبر نہ اپنی ہو وہ بے خبر ہوں میں
عاصی ہوں وہ نہ جس نے کیا کچھ بجز گناہ معمور جس کا شر سے ہو دل وہ بشر ہوں میں
آوارہ گرد روزِ ازل سے ہوں در بدر شامِ وصال جس کی نہ ہو وہ سحر ہوں میں
جس کی مراد آئے نہ بر ہوں وہ تشنہ کام منزل سے دور ہو جو وہ اہلِ سفر ہوں میں
راحت ملے نہ جس کو کسی کل وہ بے کلی ہر دم مصیبتوں ہی کے مدِّ نظر ہوں میں
ریگِ تپاں ہوں دشتِ جنوں میں فراق سے باغِ جہاں میں طائرِ بے بال و پر ہوں میں
ظلم و ستم رسیدۂ چرخِ جفا شعار فریادِ نارسا سخنِ بے اثر ہوں میں
لاکھوں ہیں عیب گو ہے نرآین پہ جائے شکر
فضل انجنی کُمار کا ہے بے خطر ہوں میں

سوئیا

لانگھ سمدر ترِکوٗٹ پہ کوٗد چڑھیو دش شیش کی سین بڈاری
باگ بدھونس کیو ہتی اکچھ جرائے کے لنک کری سب چھاری

सवैया—लांघि समुद्र त्रिकूट पै कूदि चढ्यो दशशीश की सैन्य बिदारी।
बाग विध्वंस कियो हति अच्छ जराइ के लङ्क करी सब छारी।

دھیر بندھائے کے جانکی کہاں پُنی رامہیں دینہہ سندیش سُکھاری
کَون سو کاج 'نرائن' جو نہ تمھارے نہارے بھیو اسُراری

دوہا

(۱) بَل کے گُن کے بُدّھی کے آگر تم ہنومان
تم رکشک جا کر کرے کَون تا سُو اپمان
(۲) داسن کے پرتی پال ہو بھگتن کے رکھوار
دیا کرہو اب بال پر۔ بنوہوں پوَن کمار
(۳) تم سمان نہیں آن کواو دینن کو آدھار
سوامی اب رکشا کرہو بنوہوں بارمبار
(۴) جب ترلوک پتی رام سُوں بھیو نہ پرت اُپکار
دینھ بھکتی اَنپائنی۔ تم کہاں پوَن کمار
(۵) سنکٹ موچن نام ہے۔ بان گریب نواج
سیوک رگھوکُل چند کے۔ 'نارائن' سرتاج

धीर बँधाइ के जानकी कहँ पुनि रामहिं दीन्ह संदेश सुखारी।
कौन सो काज 'नरायन' जो न तुम्हारे निहारे भयो असुरारी॥

दोहा—बल के गुण के बुद्धि के, आगर तुम हनुमान।
तुम रक्षक जाकर करै, कौन तासु अपमान॥
दासन के प्रति-पाल हो, भक्तन के रख-वार।
दया करहु अब बाल पर, विनवहुँ पवन कुमार॥
तुम समान नहिं आन कोउ, दीनन को आधार।
स्वामी अब रक्षा करहु, विनवहुँ बारम्बार॥
जब त्रिलोक-पति राम सों, भयो न प्रत्युपकार।
दीन्ह भक्ति अनपायनी, तुम कँह पवनकुमार॥
सङ्कट-मोचन नाम है, बान गरीब-निवाज।
सेवक रघुकुल-चन्द के, 'नारायन' सिरताज॥

لنکا کانڈ

دوہا

لہت بڑائی جو لہت - رام چرن رت ہیت
اتی لگھو کپی نل جاسو بل - رچیو سو ساگر سیت
لنکیشور راون انج - بھا سکنٹھ کپی راج
کوٹن یش کیرتی وبھو - لہیو سکل سکھ ساج

سرگ پہلا

شری رام جی کا سمندر کے کنارے جانا

حال سیتا کا پون سُت کی زبانی سُن کر　　خوش بہت ہو کے یہ سُگریو سے بولے رگھوبر
دیوتاؤں کو بھی جس کام کے کرنے میں تھا ڈر　　دل میں لا ہی نہیں سکتا تھا کبھی جس کو بشر
کر کے وہ کام پون سُت نے دکھایا ہم کو
لا کے سیتا کا سماچار[1] سنایا ہم کو　　(۱)

[1] समाचार

दोहा—लहत बड़ाई जो लहत, राम-चरन-रति हेतु।
अति लघु कपि नल जासुबल, रच्यो सुसागर सेतु॥
लङ्केश्वर रावण-अनुज, भा सुकण्ठ कपिराज।
कोटिन यश कीरति विभव, लहेउ सकल सुख-साज॥

کون تھا کود کے کر جائے سمندر کو جو پار　　کون تھا لوٹ لے جو باغ کی راون کے بہار
کس کی طاقت تھی کرے جاکے جو دیتوں کو شکار　　کس کی تھی تاب جو راون کو کہے سارق و خوار
کون تھا رن میں جو لچھے کو سلاتا جا کر
(۲) کون تھا آگ جو لنکا میں لگاتا جا کر

دیکھ آئے جو شری جانکی جی کو ہنومان　　انکا رگھوبنش کے سر پر ہوا بھاری احسان
بچ گئی میری لکھن لال کی کل فوج کی جان　　اس کا بدلہ نہیں میرے لئے دینا آسان
داس ان کا سا نہ ہوگا نہ کوئی اور ہوا
(۳) کام سوامی کا کیا شوق سے جس طور ہوا

جاکے لے آئے جو سیتا کی خبر انجنی لال　　کرکے دکھلا دیا وہ امر جو تھا سب کو محال
مجھ کو آجاتا ہے رہ رہ کے سمندر کا خیال　　کیونکہ بچنے کا مگر مچھوں سے بیڈھب ہے سوال
چار سو کوس کا کس طرح سفر طے ہوگا
(۴) جانور جب کہ ہر اک جان کے درپے ہوگا

فوج میموں کی کرے گی اُسے کسطرح سے پار　　کس طرح مار کے راون کو میں پاؤں گا قرار
جانکی کا مجھے کس طرح سے ہوگا دیدار　　کیا کریں اب کہ ہو طے یہ رہِ دشوار گذار
کام ہنومان نے تو کرکے دکھایا اپنا
(۵) مطلبِ دل نہ مگر اس سے بر آیا اپنا

رام کی بات یہ سُنکر شہ میموں نے کہا　　آپ ہیں ساتھ اگر تو ہمیں ہے خوف ہی کیا
چڑھ کے جانداروں پہ لشکر مرا جائیگا چلا　　کیجئے فکر کسی بات کی دل میں نہ ذرا
آدمی اس سے شش و پنج میں پڑ جاتا ہے
(۶) کام بنتا بھی اگر ہو تو بگڑ جاتا ہے

فوج کے جاتے ہی ہو جائے گی لنکا پامال　　آپ کے سامنے راون کا گھٹے گا اقبال
بات کی بات میں آجائیگا دشمن پہ زوال　　جانکی آپ کو مل جائیں گی لے دینا یال
دیکھئے فوج یہ تیار ہے لڑنے کے لئے
(۷) ہو کے بیخوف و خطر آگ میں پڑنے کے لئے

خرس و میموں یہ لڑائی سے نہ گھبرائیں گے قتل کر ڈالیں گے دیتوں کو جہاں پائیں گے
جیتے جی چھوڑ کے میداں کو نہ یہ جائیں گے جان دیدیں گے مگر پیٹھ نہ دکھلائیں گے
کوچ کرنے میں مناسب نہیں تاخیر ہو اب
(۸) پار ہو جائیں سمندر کے وہ تدبیر ہو اب

نظر آتا نہیں ایسا کوئی ہم کو بلوان سامنے آپ کے جو جنگ میں ٹھہرے بھگوان
بچ نہیں سکتی ہے تیروں سے عدو کی کبھی جان آپ کی جیت ہے اسمیں نہیں کوئی بھی گمان
خوش ہوئے جوش بھری اُسکی یہ باتیں سُن کے
(۹) بولے ہنومان سے تب رام جی آگر گُن کے

پار ہو جائے سمندر بھی کسی طور اگر سرزمیں کیسے ملے گی ہمیں لنکا کی مگر
میں یہ سنتا ہوں کہ ہے سُور سے دشوار گذر اور حفاظت کو ہے لشکر بھی مُسلح در پر
کیسے تب چل کے ہم اُس شہر میں داخل ہونگے
(۱۰) کس طرح جنگ میں دیتوں سے مقابل ہونگے

جوڑ کر ہاتھ کہا رام سے ہنومان نے تب کیا کہوں آپ سے میں جانتے ہیں آپ تو سب
حال کرتے ہیں مگر آپ اگر مجھ سے طلب میں نے دیکھا ہے جو اے ناتھ بتاتا ہوں وہ اب
کوہِ ترکوٹ پہ لنکا نگری بستی ہے
(۱۱) جس کے آگے چمنِ خُلد کی بھی پستی ہے

مُرتفع سنگ کی ہے اُسکے ہر اک سمت فصیل مُتّصِل جس کے ہے خندق بھی عمیق اور طویل
معبد و قلعہ درخشاں ہیں شفق کی تمثیل سیم و زر دوز مکانات امارت کی دلیل
قدرتی حُسن کی اک جلوہ گری ہے لنکا
(۱۲) حیرت انگیز مناظر سے بھری ہے لنکا

جا بجا اُسمیں ہیں حوض و چمن و چاہ و غدیر خوشنما ایسے جو کر لیتے ہیں دل کو تسخیر
ایسے ایواں ہیں نہیں جنکی ہے سُر پُر میں نظیر سب تُو انگر ہیں نہیں کوئی بھی مسکین و فقیر
ہوتی ہیں بزم طرب خیز شب و روز وہاں
(۱۳) کہیں غم ہے نہ کہیں ماتمِ جاں سوز وہاں

راستے صاف ہیں دلکش ہے ہر اک شارعِ عام   دِل لُبھا لیتا ہے اُس شہر کا ہر ایک مقام
مہ جبیں شوخ حسینوں کا ہر اک جا ہے قیام   دلرُبائی کے جنھیں آتے ہیں انداز تمام
دیکھنے سے جنھیں عُبّاد کا بھی دل پھر جائے
ساتویں منزلِ عرفاں سے بھی عارف گر جائے (۱۴)

چار دروازوں سے آراستہ ہے شہر پناہ   رہتی ہے جن پہ نگہبانی کو موجود سپاہ
مغربی در کی گھری فیل نشینوں سے ہے راہ   لحہ بھر جن کی نہیں ہٹتی ہے در پر سے نگاہ
مرکب اسوار ہیں پیادہ ہیں شمالی در پر
پانچ سردار کھڑے رہتے ہیں جن کے سر پر (۱۵)

مشرقی در پہ ہیں دس کوٹ نگہباں موجود   اور اتنے ہی جنوبی پہ ہیں اے چشمۂ جود
بیچ میں بُرج ہے اونچا نمطِ چرخِ کبود   جس میں پہنے ہوئے ہر دم زرہ و بکتر و خود
لاتعُد فوج حفاظت کو بھری رہتی ہے
جس کو بس خواہشِ بیدادگری رہتی ہے (۱۶)

دیت اور دانو فنِ جنگ و جدل میں ہُشیار   در پہ رہتے ہیں مُسلّح لئے تلوار کٹار
راستے ہیں تو مگر تنگ ہیں دُشوار گذار   بعض بعض اُنمیں سے پوشیدہ ہیں ابتک سرکار
جا بجا توپیں بھری رکھی ہیں دیواروں پر
جو کہ چلتی ہیں شریعت کے طرفداروں پر (۱۷)

اتنی حکمت پہ بھی رحمت سے تمھاری بھگوان   میں نے جو کچھ بھی کیا تم سے وہ کرتا ہوں بیان
رُبع لشکر کا کیا دہر سے نابود نشان   مار کر اکچھ کو راون کا گھٹایا ابھمان
جانکی جی کو وہاں دُکھ میں جو پایا میں نے
بات کی بات میں کُل شہر جلایا میں نے (۱۸)

باغ برباد کیا توڑ کے اشجار تمام   کرکے دیوار کو مسمار کئے شارع عام
پاسباں مارے رہا کر دیئے قیدی وغلام   توڑ کر توپوں کو راون سے کئے جا کے کلام
جس طریقہ سے ہوا میں نے اُسے سمجھایا
ہے اجل سر پہ نہ کچھ اُس کی سمجھ میں آیا (۱۹)

میں نے جو کچھ بھی کیا جا کے وہاں رگھورائی — تھی مدد آپ کی اُس میں ۔ نہ مری دانائی
آپ ہی کا تھا یہ پرتاپ خبر جو پائی — اور آنچ آگ سے مجھ کو نہ ذرا بھی آئی
کی بھلائی نہ کچھ اس بات سے شرمایا ہوں
(۲۰) جلد لے آؤں گا لشکر کو یہ کہہ آیا ہوں

چلیئے اب جلد مناسب نہیں تاخیر یہاں — ایک اک لمحہ وہاں جانکی کو ہوگا گراں
دیجیئے حکم کہ لشکر بھی بصد شوکت و شاں — ہو اسی وقت سمندر کی طرف تیز رواں
سُن کے یہ بات ہنومان کی دل شاد ہوا
(۲۱) لشکرِ میموں ہو تیار یہ ارشاد ہوا

بولے سُگریو سے تب رام کہ اے نیک شعور — چل کے سوچیں گے سمندر پہ کوئی راہِ عبور
ہے مہورت یہ وِجے نام کی جے ہوگی ضرور — اسلئے اب ہے قیام اپنا یہاں عقل سے دُور
حکم دو لشکرِ میموں کو کہ تیّار ہو اب
(۲۲) خیمہ زن چل کے لبِ قُلزُمِ زخّار ہو اب

گو کہ آسان نہیں سرحدِ لنکا سے گذر — دَیت دانو ہیں جہاں کرنے کو ہر قسم کا شر
مردُم آزاروں سے پُر ہے شہِ لنکا کا نگر — جن سے ملتی نہیں انساں کو کوئی راہِ مفر
پھر بھی کر دوں گا میں اُس شہر کو پامال ضرور
(۲۳) آنکھ پھڑکی ہے مری نیک ہے یہ فال ضرور

بات سُن کر یہ ہوا لشکرِ میموں تیّار — فوج ہمراہ لئے ریچھوں کے آئے سردار
بولے سُگریو سے تب رام کہ اے نیک شعار — کر دو لشکر کو روانہ سُوئے بحرِ زخّار
ساتھ سردار رہیں کوئی نہ کھونے پائے
(۲۴) راہ میں فوج کو تکلیف نہ ہونے پائے

آگے ہونگا میں ہنومان کے کندھے پہ سوار — تا کہ لشکر کو مرے خوف نہ ہو کچھ زنہار
تم رہو ساتھ مرے ہاتھ میں لے کر تلوار — ہر طرح میری مدد کے لئے ہر دم تیار
لکشمن دوش پہ انگد کے بصد شان چلیں
(۲۵) جتنے سردار رہیں سب بن کے نگہبان چلیں

گج - گوا کچھ اور گوے مَیند سکھین و نل و نیل　　جامبواں اور وہ سردار نہیں جن کا عدیل
فوج کے ساتھ چلیں چاروں طرف بنکے کفیل　　تا نہ بھٹکے کوئی ہو راہ کسی کو نہ طویل
حکم دے کر یہ چلے رام لکھن لال کے ساتھ
(۲۶) چلتی فیروزی ہے جس طور سے اقبال کے ساتھ

شاہِ پمپا بھی چلے رام و لکھن کے ہمراہ　　خرس و میموں کی روانہ ہوئی تھی جتنی سپاہ
دوش پر انگد و ہنومان کے مثلِ خورد ماہ　　لچھمن اور رام جی رکھتے ہوئے ہر سمت نگاہ
کوہ و میدان و بیاباں سے چلے جاتے تھے
(۲۷) نام اُن سب کے ہنومان جی بتلاتے تھے

تھے جو لشکر میں تھے سب پیل تن و کوہ شکن　　تھی کرامات بنا لیتے تھے دلخواہ بدن
جوش آتا تھا لڑائی کا تو ہوتے تھے مگن　　بڑھ کے اک اک سے فنِ جنگ میں تھے ماہرِ فن
دیت دانو کہیں رستہ میں جو مل جاتے تھے
(۲۸) لات گھونسوں سے وہ یم پُر انھیں پہنچاتے تھے

شہد پیتا ہوا آرام سے کھاتا ہوا پھل　　تیز مانندِ ہوا جاتا تھا وہ وانری دَل
دم نہ لیتا تھا نہ رُکتا تھا کہیں ایک بھی پل　　پار کرتا ہی گیا وادی و صحرا و جبل
دِل تھا لشکر کا بھرا جنگ کے ارمانوں سے
(۲۹) نکلے کوہِ ملَے[1] اور سہیہ[2] کے میدانوں سے

اپنے ہمراہ لئے لشکرِ اعظم شری رام　　آئے ساحل پہ دیا حکم کہ ہوں نصب خیام
خرس و میموں نے کیا پاکے یہ فرمان قیام　　جا بجا ہو گئے مامور نگہبان تمام
بھر گئے پیٹ پھلوں پھولوں کو کھا کر اُن کے
(۳۰) پیڑ سب پھل سے لدے رام کی آمد سُن کے

بحر کو دیکھ کے اور شورِ تلاطم سُن کر　　رام جی حکم میں سب جتنے ہیں چر[3] اور اَچر[4]
بولے گھبرا کے یہ سُگریو سے مانندِ بشر　　اب کہو کونسی ترکیب سے آگے ہو سفر
اِس سمندر سے گذرنا کوئی آسان نہیں
(۳۱) جانور وہ ہیں کہ بچنے کی کبھی جان نہیں

(1) मलय (मलयागिर
(2) सह्य
(पश्चिमी घाट के
(3) चर　(4) अचर

حد نہ لمبائی کی اس کی ہے نہ چوڑائی کی تھاہ مل جائے۔ یہ ممکن نہیں۔ گہرائی کی
فوج پھرتی ہے اب۔ افسوس یہاں آئی کی ہوتی بیکار ہے سیتا کی خبر پائی کی

مُضطرب یاد میں سیتا کی بہت رام ہوئے
(۳۲)
نیند اُنھیں آئی نہ وہ مائل آرام ہوئے

ہیں فلک اور زمیں حکم سے قائم جس کے دہر میں تابع ہیں انسان و بہائم جس کے
قُلزم و طُور اشارے میں ہیں دائم جس کے بھاگتے دُور ہیں سایہ سے جرائم جس کے

سچّدانند ہے دُکھ سے جسے کچھ کام نہیں
(۳۳)
گیان کی شکل جہاں دوسرے کا نام نہیں

آتما سب کا ہے رہتا ہے جو ہر جا موجود جسکا تھا۔ جسکا ہے۔ اور جسکا رہے گا بھی وجود
جس کو خواہش نہیں کچھ جسکا نہیں کچھ مقصود کب یہ ممکن ہے کہ ہو جائے وہ غم سے آلود

دُکھ دکھاتا ہے مگر قالبِ انسانی میں
(۳۴)
خوف آتا ہے اُسے چُلّو بھر اس پانی میں

اُن کی اس بات پہ لشکر میں اُداسی چھائی بیٹھے سب جا کے وہاں پر تھے جہاں گھورائی
وہ یہ کہتے تھے وِرتن دیو ہوئے دُکھدائی ورنہ راون کی قضا سر پہ ہے اُس کے آئی

طے کسی طور سمندر کو جو ہم کر پائیں
(۳۵)
ہے یقیں موت سے پھر بچ نہ نشاچر پائیں

غزل

مہرباں گر وہ مہرباں نہ رہے یہ زمیں اور آسماں نہ رہے
غیریت کا اگر گماں نہ رہے خوف کا دل میں کچھ نشاں نہ رہے
جوئے فیض اُسکی گر رواں نہ رہے ہستیِ بحرِ بیکراں نہ رہے
عکس اک اُس کا ہے جہاں سارا ہو وہ ظاہر تو پھر جہاں نہ رہے
آرزو ہو جو وصل کی اُس کے نفسِ امّارہ درمیاں نہ رہے
باغِ دل میں نہ ہو گُلِ اُمّید تاکہ بارِ عمل گراں نہ رہے

عشق ہادی ہو راہِ اُلفت میں　　اور کوئی بھی پاسباں نہ رہے
دل میں حسرت ہو اُسکی طاعت کی　　خواہشِ عیشِ جاوداں نہ رہے
اضطراب اس قدر ہو نارائن
دھیان اُسکا نہ ہو تو جاں نہ رہے

سوئیا

پدپنکج دھیان دھرے سے ترے جلیان بِنا بھوساگر سے
بلی دَیت سے پنچھی جٹایو سے۔ وانر بالی سے سین دھنا نر سے
سوئی رام ترلوک پتی جو کریں ترن سے گراد ترن بھودھر سے
نرویش نراین، تیر کھڑے مگ مانگت ہیں رتناکر سے

دوہا۔ جا کی بھرکوٹن رُکھ لکھے۔ سُوکھیں شت باریش
سو چنتت ساگر نرکھ۔ نارائن، جگدیش

سرگ دوسرا

بھیشن کا راون کو تیاگ دینا

اُس طرف دیکھ کے لنکیش نے لنکا کا یہ حال　　دیوتوں کو بھی جدھر آنکھ اٹھانی تھی محال
کر کے پھر دل میں ہنومان کی طاقت کا خیال　　سب مشیروں کو بُلا کر یہ کیا اُن سے سوال
تم نے حد قوتِ دُشمن کی اگر پائی ہو
(۱) مشورہ دو ہمیں کس طور صف آرائی ہو

सवैया—पद-पङ्कज-ध्यान धरे से तरे जलयान बिना भवसागर से।
बलि दैत्य से पच्छी जटायु से वानर वालि से सेन धना नर से।
सोइ राम त्रिलोक-पती जो करैं तृण से गिरि औ तृण भूधर से।
नर-वेष 'नरायन' तीर खड़े मग माँगत हैं रतनाकर से॥
दोहा—जाकी भृकुटिन-रुख लखे, सूखैं शत वारीश।
सो चिन्तित सागर निरखि, 'नारायण' जगदीश॥

ایک وانر سے گئی فوج یہ ساری مری ہار آگیا کُود کے اس قلزمِ اعظم کے جو پار
وہ گیا جا نہ جہاں سکتا تھا کوئی زنہار جانکی جی سے ملا اُن کو دیا صبر و قرار

قتل عفریت کئے بن کو اُجاڑا اُس نے
(۲)
آگ سے صورتِ لنکا کو بگاڑا اُس نے

صاف لشکر بھی کیا اُس نے مرا جو تھائی اُس کے ہی ہاتھ سے موت اَکچھ نے اپنی پائی
اُس نے تم سب کی بھی ہر طور سے کی رُسوائی ہر طرح اُس کی تمنائے دلی بر آئی

ڈر ہوا اُس کو نہ کچھ اپنی گرفتاری کا
(۳)
دل میں اندیشہ ذرا بھی نہ ہوا خواری کا

جاننے والے ہو تم نیت کے اور دھرم کے سب جیت جس طور سے ہم پائیں وہ تدبیر ہو اب
بات سب سُن کے مشیروں نے کہا یہ بہ ادب فکر کیوں آپ کو ہے ڈر کا بھلا کیا ہے سبب

آپ چاہیں تو کسی کو نہ رہے فکر کوئی
(۴)
سامنے آپ کے کیا ڈر کا کرے ذکر کوئی

آپ کے نام سے ہو جاتے ہیں رُوپوش ملک آپ کے آگے سے جلتے ہیں کُبیر اندر کھسک
آپ کے خوف سے ہلتے ہیں زمین اور فلک سب کو ہے آپ کا ڈر عرش سے لے تا بہ سمک

دیکھا مَے دیت نے جب موت کو سر پر اپنی
(۵)
بیاہ دی آپ کو مندودری دختر اپنی

کال کے ڈنڈ سے بھی کچھ نہ ہوا آپ کو ڈر آپ کے خوف سے آتا نہیں یمراج ادھر
یکشوں۔ گندھربوں کو ناگوں کو کیا آپ نے سر سامنے آپ کے کب آئیں گے میمون وبشر

کھیل سب اپنا یہ وانر نے جو دکھلایا ہے
(۶)
اُس سے کب شان میں ہم لوگوں کی فرق آیا ہے

ہم کو کچھ خوف بھی اُس کی حرکت سے نہ ہوا اور پایا نہ کچھ اُس نے بھی ندامت کے سوا
زور وانر پہ دکھاتے بھی جو ہم لوگ تو کیا تھا مقابل میں وہ اک دیت کے کیا چیز بھلا

بس سمجھ کر یہی ہم سب نے نہ مارا اُس کو
(۷)
قہر کا ورنہ تھا بس ایک شرارا اُس کو

کی یہ بے شک غلطی جو نہ کیا پہلے سے غور   یہ خبر ہی نہ تھی نکلے گا وہ کچھ اور سے اور
آپ کا رحم تھا اُس نے جو کیا ہم پہ یہ جور   اب بھی دیں آپ اگر حکم تو جا کر فی الفور
دہر سے وانروں انسانوں کو مفقود کریں
(۸) رام لچھمن کو بھی مل جائیں تو نابود کریں

بولا شاہنشہ راون سے یہ تب کنبھ کرن   آپ نے کی غلطی کرنے میں سیتا کا ہرن
پھر جب رام کا ہوگا تو نہ کچھ آئے گا بن   بچ سکے گا نہ کوئی رام کا بن کر دشمن
بھگوتی لچھمی ہیں سیتا جی نہیں اور کوئی
(۹) دیکھنا اُنپہ نہ کرنا ستم و جور کوئی

تھے وہاں رام نہ۔ تھی یہ بھی تمھاری تقدیر   ورنہ بے فائدہ ہو جاتی وہ ساری تدبیر
دیکھ لیتے جو چُراتے کہیں تم کو رگھوبیر   چھوڑتا تم کو نہ جیتا ہوا اُن کا کبھی تیر
رام پر برہمہ کے اوتار ہیں انسان نہیں
(۱۰) کیا ہے دنیا میں جو اُنکے لئے آسان نہیں

مچھ جیوں زہر بھرے پنڈ[1] کو جب کھاتا ہے   رنج ہوتا ہے بہت بعد میں پچھتاتا ہے [1] पिण्ड
تیوں ہی دل آپ کا اس فعل سے گھبراتا ہے   اس قدر ڈر ہے کہ اب کچھ نہیں بن آتا ہے
کی اگر جانکی نے آہ تو ہونا یہ ہے
(۱۱) ناش کُل بنش کا ہو جائیگا رونا یہ ہے

ناپسندیدہ ہوا مجھ کو یہ گو آپ کا کام   تو بھی ہے آپ کی امداد کو حاضر یہ غلام
جس طرح ہوگا میں اس قصّہ کو کر دونگا تمام   فکر مت کیجئے۔ دہشت کا نہیں کوئی مقام
بولا گھن ناد یہ بات اپنے چچا کی سُنکر
(۱۲) کیجئے فکر نہ بے شُبہ ہماری ہے ظفر

دیجئے آپ اگر حکم تو اے شاہِ زمن   آپ کو اپنے دکھا دوں میں ابھی جنگ کے فن
یعنی بے خار بنا دوں میں یہ ہستی کا چمن   قتل سُگریو کو کر دوں نہ بچیں رام و لکھن
نام میں مردم و میموں کا مٹا دوں تو سہی
(۱۳) آپ کو کر کے جو کہتا ہوں دکھا دوں تو سہی

آ گئے اتنے میں ہری بھکت بھیشن بھی وہاں   جن کی تھی عقل رسا چہرۂ انور سے عیاں
رام کا نام تھا اک جن کے فقط وردِ زباں   دھیان تھا کوئی تو بس رام کا تھا دل میں نہاں
سر قدم پر شہِ لنکا کے جھکایا آ کر
(۱۴) پاس ہی بیٹھ گئے اُس کی اجازت پا کر

پہلے دیتوں پہ جو بیٹھے تھے نظر دوڑائی   کبر و نخوت سے بھری اُنکی طبیعت پائی
بعد ازاں یوں شہِ راون سے کہا سن بھائی   عقل پر سب کی رعونت کی گھٹا ہے چھائی
مان لو بات اگر جان ہو پیاری راجن
(۱۵) مت کرو جنگ میں ہے موت تمہاری راجن

اندرجت کنبھ کرن اور مہودر اتی کائے   یہ نکمبھ[1] اور مہا پارشو[2] جو دیتے ہیں یہ رائے   (1) निकुम्भ (2) महापार्श्व
ان میں ایسا نہیں کوئی بھی جو اُنسے لڑ پائے   تم کروگے غلطی انکے اگر کہنے میں آئے
جیتنا رام کو ممکن نہیں دشمن بن کر
(۱۶) کیا بجھا دے گا کوئی برق کو خرمن بن کر

اب بتاتا ہوں جو میں غور سے تم اُس کو سنو   اور کرو اُس پہ عمل خوف اگر جان کا ہو
جوڑ کر ہاتھ لئے جانکی کو ساتھ چلو   رام کو دیکھے اُنھیں دونوں کے قدموں پہ گرو
ہو کے شرمندہ کہو اُن سے معافی کے لئے
(۱۷) پھر کرو عرض گناہوں کی تلافی کے لئے

بخش دیں گے تمھیں رکھتا ہوں میں اُمید قوی   لیکن اس بات میں اب اور نہیں دیر بھلی
ورنہ یہ ڈر ہے کہ آیا جو کہیں تیر کوئی   وانروں ریچھوں کی یا دیتوں سے گر جنگ ہوئی
تو یہی ہوگا کہ برباد یہ شاہی ہو جائے
(۱۸) تم نہ زندہ رہو لشکر کی تباہی ہو جائے

رام کے تیر سے شیو جی بھی نہ پائیں گے بچا   بس نہ کچھ وشنو کا ہوگا نہ تو چترانن کا
اندر کی رام کے آگے ہے بھلا ہستی ہی کیا   گر سمجھتے ہو کہ پاتال کو جاؤں گا چلا
تو بھی جیتا تمھیں چھوڑیگا نہیں تیر اُن کا
(۱۹) رُک نہیں سکتا ہے جانے سے کہیں تیر اُن کا

گو سمجھتے تھے کہ ہو جائے گا راون بیزار　　کیونکہ اس وقت وہ ہے نفس پرستی کا شکار
رائے دینے سے مگر باز نہ آئے زنہار　　کوششیں جن سے ہو راون کا بھلا کیں وہ ہزار
جو بھلے ہیں وہ بھلائی پہ نظر رکھتے ہیں
(۲۰) جو برے ہیں ہوسِ رنج و ضرر رکھتے ہیں

بولے شیوجی کہ سُن اے شیل کماری گرجا　　یہ نصیحت تھی ہو جس سے شہِ راون کا بھلا
لیکن ان باتوں کا کوئی اثر اُس پر نہ ہوا　　جیسے موت آنے پہ ہو جاتی ہے بیکار دوا
چونکہ سر پر شہِ راون کے قضا آئی تھی
(۲۱) بات بھائی کی یہ مطلق نہ اُسے بھائی تھی

آگیا طیش میں سُنکر وہ بھبیشن کی یہ بات　　اور یوں اُن سے لگا کہنے اُنھیں مار کے لات
عیش کرتا ہے تُو میرے ہی کرم سے دن رات　　میری بخشش سے بسر ہوتی ہے تیری اوقات
اب پڑا کام تو مُنھ اپنا چھپاتا ہے تُو
(۲۲) ڈر تو ہے تجھ کو۔ مجھے راہ بتاتا ہے تُو

آج تک میں نے کیا تیری خطاؤں کو معاف　　اور کئے میں نے ہمیشہ ترے اوپر الطاف
اور تُو وہ ہے کہ چلتا ہے جو میرے ہی خلاف　　اس لئے بد ترا باطن ہے ترا دل نہیں صاف
دشمنی پردۂ اخلاص میں کرتا ہے تُو
(۲۳) دیکھ اب موت تری آگئی مرتا ہے تُو

ہے یہ دستور کہ ہوتے ہیں یگانہ بدخواہ　　پس ہے تیری بھی یہ خواہش کہ میں ہو جاؤں تباہ
ڈھونڈھتا رہ کے مرے پاس ہے غیروں کی پناہ　　اب ترا ہو نہیں سکتا ہے مرے ساتھ نباہ
تجھ سے بدذات سے رشتہ مجھے منظور نہیں
(۲۴) چل نکل ہٹ مری نظروں سے تُو جا دور کہیں

گر کوئی غیر اسی بات کا کرتا اظہار　　قتل میں خود اُسے کر ڈالتا لے کر تلوار
اب نہ شکل اپنی دکھا تُو مجھے اے ننگِ تبار　　زندگی پر تری نفرین ہے تجھ پر پھٹکار
کون دنیا میں ہے ایسا جو نہ ہارا مجھ سے
(۲۵) کیا لڑے گا کوئی انسان بچارا مجھ سے

جیوں ہی راون کے ببھیشن نے یہ الفاظ سُنے   پُرغضب ہو کے وہاں سے وہ اُسی وقت اُٹھے
چار منتری بھی جو آئے تھے وہ ہمراہ چلے   جا کے گردوں پہ ببھیشن نے یہ الفاظ کہے
تھی یہ وہ بات کہ ہو جس سے بھلائی تیری
(۲۶) حیف صد حیف سمجھ میں نہیں آئی تیری

تُو نے مارا جو مجھے اس کا نہیں کچھ بھی ملال   کیونکہ کرتا ہوں ترا باپ کی مانند خیال
ہاں مگر پھر بھی یہ کہتا ہوں جو چاہے نہ زوال   دیکے سیتا کو تُو کر اُن سے معافی کا سوال
رام انسان نہیں کال کے اوتار ہیں یہ
(۲۷) سیتا کالی[1] اجلِ لشکرِ کُفار ہیں یہ

ہے تری موت جو تُو اُن کو سمجھتا ہے بشر   اُنکی مرضی سے ہے تجھ کو مری باتوں سے حذر
ورنہ ہے کس کو نہیں اپنا بھلا مدِّ نظر   کون ہے اپنا سمجھتا جو نہیں نفع و ضرر
موت سے تیری ترے کُل کی میں دُکھ پاؤنگا
(۲۸) اس لئے رام جہاں ہیں میں وہیں جاؤں گا

ایک میں کیا نہیں اب کوئی بھی پیارا تجھ کو   دیکھنا ہوگا کسی کا نہ گوارا تجھکو
بھائے گا کب کوئی ہستی کا نظارا تجھ کو   کیونکہ جُز موت نہیں اب کوئی چارا تجھ کو
میں تو جاتا ہوں تو اب عیش سے شاہی کرنا
(۲۹) عرض ہے پھر کہ نہ لنکا کی تباہی کرنا

کر کے اس طور یہ راون سے ببھیشن گفتار   مال و دولت کو وہیں چھوڑ کر اپنا گھر بار
فکرِ پریوار کی لے کر نہ غمِ عزّ و وقار   رام کے پاس روانہ وہ ہوئے آخرِ کار
شوق آنکھوں کو تھا بس اُن کی قدمبوسی کا
(۳۰) خوف تھا دل میں مگر بخت کی منکوسی کا

غزل

نشاط و غم راحت و الم سب ہیں جھوٹ دنیا کے کارخانے
رہیں گے قائم کبھی نہ دائم امیری و مفلسی کے بانے

(1) काली

یہ شانِ شاہی ہے عیشِ فانی ہے چند روزہ یہ زندگانی
اجل سے جب ہوگی ناتوانی رہیں گے یوں ہی پڑے خزانے
کبھی غرورِ حشم نہ کرنا حباب ساں دم کبھی نہ بھرنا
جو موت آئے گی ہوگا مرنا تو کام آئیں گے کیا یگانے
ہوس سے ہوگی کبھی نہ سیری تو جانکی دیدے کہ نہ دیری
کہیں نہ سیتا ہو موت تیری اگر تو میرا کہا نہ مانے
ہے جس سے دنیا میں سب کا ناتا اماں ہے جس سے جہان پاتا
ہے نام جس کا دیال داتا اُسی کو جاتا ہوں میں منانے
اُسی نے سارا جہاں بنایا اُسی سے سب نے ظہور پایا
اُسی کی پھیلی ہوئی ہے مایا اُسی کے دنیا میں ہیں فسانے
وہی ہے ہر ایک جان و تن میں وہی ہے بوئے گل چمن میں
وہی ہے شادی کے پیرہن میں اُسی کے بجتے ہیں شادیانے
ہوا میں اب سوئے رام راہی تجھے مبارک ہو بادشاہی
ہوئی تری یہ بھی خوش نگاہی لگا دیا یوں مجھے ٹھکانے
نہ چاہئے مجھ کو تاجداری نہ سلطنت اور نہ تیری یاری
بر آئی نارائن آس ساری۔ اثر کیا یہ تری جفا نے

سوئیا۔ بیر بہائیکے رام سوں جانکی دیھُ جو چاہت ہوہُو بھلائی
جائے پرَو پد پاون سو ہر ہُوں جیہی چاہت ہیں سیوکائی
سیکھ بھبیشن سوں ہت کی سُن کے دَش کندھر لات چلائی
سانچی ہے بات 'نرائن' یہ نہیں نیکی ہے نیچ کے ساتھ نکائی

सवैया—वैर विहाय के राम सों जानकी देहु जो चाहत होहु भलाई ।
जाय परौ पद पावन सो हर हूँ जेहि चाहत हैं सेवकाई ।
सीख विभीषण सों हित की सुनि के दशकन्धर लात चलाई ।
साँची है बात 'नरायन' यह नहि नीकी है नीच केसाथ निकाई ।।

دوہا - بِمُکھ رام نہیں راکھِ سک - توہیں بِدھِ وِشنو ہیش
برَبَس پران گنواؤ جنِ - سیکھ مانُ لنکیش
پربھو شرناگت پال موہیں - رکھی ہیں آپن مانِ
کینھیو چرن پرہار بھَل - کہت سیکھ ہت جانِ
چھما دیا پرہِت بسَت - جاسو ہیئے سوئی سَنت
'نارائن' تاکر اہِت - سہی نہیں سَکت اَننت

سرگ تیسرا

بھبیشن شرناگتی

منتریوں کو لئے ہمراہ جہاں تھے شری رام — آ کے تیزی سے بھبیشن نے کیا اُنکو پرنام
چرخ پر سے ہی پھر اسطور کئے اُن سے کلام — آپ کے سایہ میں آیا ہوں میں اے شاہِ انام
آپ کو میں نے سُنا ہے کہ شرن پال ہیں آپ
(۱) ہیں جو بیدادگر اُن سب کیلئے کال ہیں آپ

میں بھبیشن ہوں اُسی چور کا چھوٹا بھائی — جانکی جس نے چرائی ہے سُنو رگھورائی
بات اُسے میں نے بھلائی کی بہت سمجھائی — کیا کیا جائے نہ راون کی سمجھ میں آئی
سلطنت کا ہے غرور اُسکو سکھائے کوئی کیا
(۲) ہے اجل سر پہ کھڑی اُسکے بچائے کوئی کیا

दोहा—विमुख राम नहिं राखि सक, तोहिँ विधि विष्णु महेश ।
बरबस प्रान गवाँउ जनि, सीख मानु लङ्केश ॥
प्रभु शरणागत-पाल मोहिं, रखिहइँ आपन मानि ।
कीन्हेउ चरण-प्रहार भल, कहत सीख हित जानि ॥
छमा दया परहित बसत, जासु हिये सोइ सन्त ।
'नारायन' ताकर अहित, सहि नहिं सकत अनन्त ॥

میں نے جس وقت کیا جانکی دینے کا سوال مار کر لات مجھے گھر سے دیا اُس نے نکال
اس لئے چھوڑ کے جاہ و حشم و مال و منال آپ کے قدموں میں آیا ہوں میں اے دینِدیال
لذّتِ عیشِ جہاں اب مجھے درکار نہیں
میں کسی چیز کا جز مُکتی طلبگار نہیں (۳)

سُن کے سُگریو نے باتیں یہ کہا رام سے تب ناتھ سنئے یہ نشاچر کہیں ڈھائے نہ غضب
ہوتا ہے دیتوں کی مایا کا تو کچھ حال عجب کیسے معلوم ہو کیا اس کے ہے آنے کا سبب
اس لئے باتوں میں آپ اس کی نہ آئیں ہرگز
کچھ یقیں اس کی نہ فریاد پہ لائیں ہرگز (۴)

دوسرا کوئی جو ہوتا تو نہ تھا ڈر کا مقام ہے مگر یہ تو اُسی چور کا بھائی خود کام
لوگ کچھ ساتھ ہیں اس کے لئے ہتھیار تمام پا کے موقع یہ کہیں وار کرے ہم پہ نہ رام
پس مجھے قتل کا حکم اس کے عطا ہو جائے
تاکہ آزار کے پہلے ہی دوا ہو جائے (۵)

مُسکراتے ہوئے رگھوناتھ یہ باتیں سُنکر بولے سُگریو سے کیا خوف ہے کیا جائے خطر
ہم کو آتا ہے نظر اس میں صداقت کا اثر اور بالفرض یہ دشمن بھی ہو تو بھی نہیں ڈر
کیونکہ چاہوں میں تو اک پل میں مٹا دوں دنیا
اور چاہوں تو پھر اک پل میں بنا دوں دنیا (۶)

اس لئے ذات سے اسکی مجھے ہے خوف ہی کیا جرم سے پہلے سزا دوں یہ بھلا کب ہے روا
جلد جا کر اسے تم لاؤ نہ دے گا یہ دغا اس سے کہنا نہ کرے دل میں یہ اندیشہ ذرا
ہے مرا قول اماں دوں گا میں بیچاروں کو
اور پھیروں گا نہ محروم طلبگاروں کو (۷)

سر پہ کتنا ہی کسی کے نہ ہو کیوں بارِ گناہ آ کے لیگا مرے قدموں میں وہ جسوقت پناہ
اُس پہ فی الفور پڑے گی مری شفقت کی نگاہ اُس کے ہو جائیں گے سب دُور گُنہ خواہ مخواہ
جو شرن میں مری آئے اُسے اپناتا ہوں
پھر نظر میں کوئی عیب اُسکا نہیں لاتا ہوں (۸)

جو کہے مجھ سے تمہارا ہوں بچا لو مجھے رام
دوں میں بے شبہ اُسے ظلِّ عطوفت میں قیام
شاد سُگریو ہوئے سُن کے یہ رگھوبر کے کلام
اور خود لا کے بھبھیشن کو بہ اعزازِ تمام

(۹)
رام لچھمن سے ملاقات کرائی اُس کی
دل میں جو کچھ تھی تمنّا وہ برآئی اُس کی

رکھ دیا جاتے ہی اُس نے قدم رام پہ سر
آیا دل اُس کا بہت اُن کی عنایات پہ بھر
لبِ لعلیں سے تبسّم میں عیاں سلکِ گہر
ہاتھ میں تیر و کمان مُظہرِ اندازِ ظفر

(۱۰)
پائی ہر بات میں یکتائے جہاں ذات اُنکی
جوڑ کر ہاتھ لگا کرنے مناجات اُن کی

جے شری رام چندر رگھورائی
بھگت[۱] بھاون کرپال سُکھدائی
جے شری کوشلا دُلارے رام
راجہ دشرتھ کے پران پیارے رام
جے شری جانکی رمن جگدیش
جے جگناتھ پُورن برہما اونیش[۲]
آپ کے روپ کا نہیں ہے انت[۳]
سچّدانند آپ ہیں بھگونت
آپ برہما بھی ہیں مہیش بھی ہیں
آپ رگھوکُل کمل دنیش[۴] بھی ہیں
آپ ہی ہیں جگت گُرو رگھوناتھ
ہر گھڑی آپ کے ہے مایا ساتھ
آپ کا کچھ کسی سے بَیر نہیں
آپ کے سب ہیں کوئی غیر نہیں
آپ ہی سب کے دل میں رہتے ہیں
آپ ہی آب و گِل میں رہتے ہیں
آپ ہی سب کے آتما ہیں رام
آپ کو میرا بار بار پرنام
آپ پرماتما ہیں گیان سوروپ
ہیں چرتر آپ کے انادی انوپ
آپ ہیں وِشنو پالنے والے
سب کے دُکھ درد ٹالنے والے
آپ ہیں مثلِ چِتر سیمیں رام
بڑھنے گھٹنے کا آپ میں نہیں نام
آپ ہیں نرو کلپ[۵] عیب سے پاک
آپ کو پائے کب کوئی ادراک
آپ نزدیک بھی ہیں دُور بھی ہیں
آپ داور بھی ہیں غفور بھی ہیں
آپ ہیں ہر جگہ زمانہ میں
جذب درکار ہے بُلانے میں
آپ بے ہاتھ کام کرتے ہیں
آپ بے پاؤں گام دھرتے ہیں

(۱) भक्त-भावन (۲) अवनीश (۳) अनन्त (۴) दिनेश (۵) निर्विकल्प

آپ ہیں بے زباں ہے گویائی — نہیں محتاجِ چشم بینائی
گوش پر سامعہ نہیں موقوف — سب کی سنتے ہیں داستانِ حُرُوف
آپ ہی کی غلام ہے شکتی — ہے ظفر آپ ہی کا مُنھ تکتی
آپ کامل ہیں ہر طرح سوامی — آپ کا کوئی بھی نہیں حامی
آپ نرگُن ہیں آپ گُن آگر — ہیں سگُن روپ آپ نٹ ناگر
جنم لیتے نہ آپ مرتے ہیں — اپنی مایا سے کھیل کرتے ہیں
سارے عالم کے باپ ماں ہیں آپ — خالقِ خلق و اِنس و جاں ہیں آپ
آٹھ دِگپال - یَم(۱) - سُریش(۲) - دہن(۳) — رُودر(۴) - نِرِت(۵) - برُن(۶) - کوبیر(۷) - پَوَن(۸)
آپ ہی کی وِبھُوتِ(۹) سارے ہیں — آپ ہی اُن کے اک سہارے ہیں
روئے انور سے آفتاب چھپے — تابِ ابرو سے ماہتاب چھپے
بانیٔ خلق و مہر و ماہ ہیں آپ — ربّ و بخشندۂ گناہ ہیں آپ
آرزو آپ کو نہیں کوئی — ہے تو بھکتوں ہی کی ہے دلجوئی
کول بھیلوں کے آپ یار بنے — شاہِ بھیموں کے غمگسار بنے
چشمِ رحمت ہوئی جو بھکتوں پر — مٹ گئے ترشرا و دوشن و کھر
آپ کے ہیں چرتر اپرم(۱۰) پار — ہے نمسکار آپ کو سَو بار
ہے یہ مایا کا آپ ہی کی اثر — نظر آتے ہیں آپ مثلِ بشر
آپ کا جس کو کچھ خیال نہیں — اُس کا اچھا کبھی مآل نہیں
دھیان جو آپ کا نہیں دھرتا — عیش کے واسطے ہے جو مرتا
سچ جو سمجھا ہے دہرِ فانی کو — حیف ہے اُس کی زندگانی کو
مخلصی وہ کبھی نہ پائے گا — جا کے پھر اس جہاں میں آئے گا
کام کچھ اقربا نہ آئیں گے — بن کے دشمن اُسے ستائیں گے
آتما کا نہیں جنھیں کچھ گیان — جن کو کرموں پہ اپنے ہے ابھمان
کب وہ آواگمن سے چھوٹیں گے — کیا مزہ زندگی کا لوٹیں گے
آپ کا جب کہ گیان ہوتا ہے — خواب سارا جہان ہوتا ہے

(१) यम (२) सुरेश (३) दहन (४) रुद्र (५) निऋति (६) वरुण (७) कुबेर (८) पवन (९) विभूति

(१०) अपरम्पार

اپنے فعلوں پہ شرمسار ہے دل آپ کے قدموں پہ نثار ہے دل
جس کا مدّت سے تھا تمنّائی آج صورت وہی نظر آئی
ہے عیاں آپ پر مرا سب حال کیا کہوں آپ سے ہیں دینِ دیال
زندگی ہے مجھے وبالِ جاں جیسے دانتوں کے درمیان زباں
آپ ہی پر ہے میرا دارومدار دیجئے اس دلِ حزیں کو قرار
آپ کو جانے کیا بھلا کوئی ابتدا ہے نہ انتہا کوئی
گیان اب دیجئے مجھے اپنا داس کر لیجئے مجھے اپنا
بندگی پھر بجا میں لاتا ہوں آپ کے آگے سر جھکاتا ہوں
ہے نمسکار آپ کو سرکار سرِ تسلیم خم ہے سَو سَو بار

ہو قبول التجا یہ نارائن
پھر کبھی ہو نہ میرا جنم مرن

استتی سُن کے بھبیشن کی کہا رام نے تب خوش ہوا تجھ سے میں کر جسکی ہو خواہش وہ طلب
عرض پھر کی یہ بھبیشن نے بہ تعظیم وادب دیکھ کر آپ کو بر آئیں مُرادیں مری سب
مل گیا کیا نہ مجھے آپ کے مِل جانے سے
(۱۱) سُکھ مرا بڑھ گیا تقدیر کے پیمانے سے

ہو گئی آج مرے سب مرضِ غم کی دوا کوئی خواہش نہ رہی اب کوئی ارماں نہ رہا
راج دھن پُور کی باقی نہیں مجھ کو پروا آپ سے مانگوں میں کیا آپکی بھکتی کے سوا
کرم جکڑے تھے تناسُخ کے رسن سے مجھ کو
(۱۲) مُخلصی ملتی نہ اس دیت کے تن سے مجھ کو

لیکن آج آپ کے درشن نے دیا چھٹکارا مٹ گیا رنج مرا دور ہوا غم سارا
آپ کے پدکملوں کا جو ہوا نظّارا ہے یقیں بخت کا چمکے گا مرے اب تارا
آپ کی بھکتی مجھے ناتھ عطا ہو جائے
(۱۳) عرض اتنی ہے کہ مقبول دعا ہو جائے

خوش ہوا سُن کے یہ کی استدعا تونے جو پیش　　میں نے دی تجھ کو۔ کہا رام نے بھکتی لنکیش
جس میں بھکتی ہے مری اُسکو نہیں کوئی کلیش　　میری بھکتی ہی کے شیدائی ہیں بِدھ وِشنو مہیش
گو کسی چیز کا پاتا نہیں محتاج تجھے
تو بھی دیتا ہوں میں لنکا کا یہ سب راج تجھے　(۱۴)

سُن کر استُتی یہ جو کی تو نے ہوا دل مرا شاد　　عیشِ شاہی تجھے ہوگا مری بھکتی سے زیاد
پائے گا سُننے سے اَستُتی یہ ہر اک اپنی مراد　　آئے گی ورد سے اس کے دمِ آخر مری یاد
بات اک اور مجھے تجھ سے یہ بتلانی ہے
دل میں کرنے کی سدا میں نے جسے ٹھانی ہے　(۱۵)

یعنی کتنا ہی کسی میں ہو نہ کیوں عیب و گناہ　　رنج سے اُس کا ہو کتنا ہی نہ کیوں حال تباہ
آ کے لے وہ قدموں میں مرے جسوقت پناہ　　ہوں صفت عیب صواب اُسکے گُنہ خواہ مخواہ
اُس کا آرام ہو آزار خوشی غم ہو جائے
دُکھ مقدر میں اگر ہو بھی تو وہ کم ہو جائے　(۱۶)

کہہ کے یہ بھائی سے بولے شہِ افلاک و زمیں　　پھل کا درشن کے مرے جس سے اسے آئے یقیں
میری خواہش ہے کہ ہو راج تِلک اسکو یہیں　　بعد راون کے یہی ہوگا وہاں تخت نشیں
بھر کے لے آؤ سمندر سے کلس پانی کا
قشقہ اک کھینچ دوں سیما پہ میں سُلطانی کا　(۱۷)

پانی منگوا کے کیا رام نے جس وقت تِلک　　پھول برسانے لگے دل میں ہوئے شاد ملک
پھر کہا رام نے جبتک ہے زمیں زیرِ فلک　　اور جب تک ہے مہ و مہر میں موجود چمک
کیرتی جیسے ہے جگ میں مری دائم لنکیش
ویسے ہی راج رہے یہ ترا قائم لنکیش　(۱۸)

شاد میموں ہوئے سب دیکھ کر اُس کو ممتاز　　ایسے مالک کو ہوا پا کے بھبیشن کو بھی ناز
یوں ہوا رام کا جب دستِ کرم اُس پہ دراز　　تھی جو اُمیّد ہوا کوکبِ تقدیر فراز
اُٹھ کے سُگریو بھبیشن سے بغلگیر ہوئے
باہم اس طور پہ پھر مائلِ تقریر ہوئے　(۱۹)

بولے سُگریو کہ ہم سب ہیں غلامِ شری رام ہر گھڑی ہم کو ہے اک انکی ہی خدمات سے کام
اور ہم سے بھی کہیں بڑھ کے تمھارا ہوا نام کیونکہ تم میں یہ سبب جھلکتی ہیں اوصاف تمام
پس تمھیں چاہئے ہر طور سے یاری کرنا
(۲۰) قتلِ عفریت میں امداد ہماری کرنا

تب بھبھیشن نے دیا یہ شہِ میموں کو جواب رام کو دوں میں مدد میری بھلا کب ہے یہ تاب
خوف سے اِن کے ہے خورشید برنگِ سیماب کون بچ سکتا ہے اِن کی ہو اگر چشمِ عتاب
جس کو ماریں یہ بھلا کون بچائے اُس کو
(۲۱) یہ بچائیں جسے کیا موت پھر آئے اُس کو

جس کے رہبر یہ بنے کب وہ جہاں میں بھٹکا جس کے حامی یہ ہیں کب ہے اُسے کوئی کھٹکا
جس سے یہ خوش نہ رہے موت نے اُس کو پٹکا آپ ہی پائے گا راون بھی پھل اپنی ہٹ کا
ان کے کام آؤں مگر ہے یہی حسرت میری
(۲۲) واسطے ان کے مروں میں تو ہے جنت میری

عہد کرتا ہوں کہ میں بھول کے دوں گا نہ دغا ان کی خدمت میں کروں گا نہ کبھی مکر و ریا
ان سے پھر جاؤں تو ہو جائے مرا حال بُرا ان کو دھوکا کبھی دوں گر تو میں ہو جاؤں فنا
ان کا چاہوں جو بُرا پاؤں نہ آرام کبھی
(۲۳) زندگی یہ مری آئے نہ مرے کام کبھی

शुक[1] چرخ پر آ کے کہا اتنے میں شُک[1] دیت نے تب ہوں میں پیغامبرِ راونِ عفریت لقب
پاس سُگریو تمھارے ہے جو آنے کا سبب دو ذرا دھیان بیان کرتا ہوں میں تم سے وہ اب
راون اور بالی تھے اک طرح سے بھائی بھائی
(۲۴) کیوں تمھیں آج ہے بھائی سے لڑائی بھائی

بھیجا راون نے مجھے ہے یہی کہنے کو پیام خرس و میموں کا مٹاتے ہو عبث دہر سے نام
جانکی لائے تو بگڑا نہ تمھارا کوئی کام جا کے تم راج کرو اپنا بہ آرام تمام
راہ لو ہار تم اب مان کے اپنی سُگریو
(۲۵) جان بے وجہ نہ دو جان کے اپنی سُگریو

جس میں کرتے نہیں آنے کا ملائک بھی زعم تاب کس کی ہے جو رکھے کوئی لنکا میں قدم
اس لئے چاہو بھلا تم تو مع فوج وحشم جاؤ واپس نہ کرو رنج کے سامان بہم
عمر مت وقف کرو گریہ وزاری کے لئے
(۲۶) جان دو اپنی نہ اک راجکماری کے لئے

تم تو ہو خود ہی خردمند ہیں کیا تم سے کہوں جاکے اب راج کرو چھوڑ دو یہ راہِ جنوں
کو دکر لائے پکڑ اتنے میں اُس کو میموں مارے لاتوں کے کیا حال بہت اُس کا زبوں
مُکتک نے چلا کے کہا تب کہ بچالو شری رام
(۲۷) سامنے موت کھڑی ہے اسے ٹالو شری رام

راج نیت آپ کو معلوم ہے اے بحر کرم دُوت ہیں ہم نہیں دُوتوں پہ روا ظلم و ستم
آپ کے سامنے ہستی کوئی رکھتے نہیں ہم اور ہمیں مار کے بھی ہوگا نہ دُور آپ کا غم
سُن کے فریاد کہا رام نے جانے دو اسے
(۲۸) حال اس فوج کا راون کو بتانے دو اسے

چھوٹ کر پہلے بجا رام کا لایا آداب اُڑ گیا بعدہٗ گردوں کی طرف دُور شتاب
پھر کیا جاکے وہاں سے شہ میموں سے خطاب دیتے پیغام کا کیا ہو شہِ راون کو جواب
کہو کیا کہتے ہو سُگریو میں اب جاؤں گا
(۲۹) حال پوچھیں گے اگر کیا اُنھیں بتلاؤں گا

بولے سُگریو کہ دینا یہی راون کو پیام جانکی ہر کے بر آسکتا نہیں دل کا مرام
موت بن کر تری آتے ہیں وہیں اب شری رام ہوش میں آ کہ چھلکتا ہے تری عمر کا جام
جیسا بالی تھا مرا ویسا ہی تو بھائی ہے
(۳۰) آچکی اُس کی قضا اب تری موت آئی ہے

جس طرح قتل کا بالی کے نہیں مجھ کو ملال رنج اُسی طرح نہیں سر پہ ترے دیکھ کے کال
فرق ہے یہ کہ اکیلے ہی ہوا اُس کا یہ حال اور ترے ساتھ تری فوج کو آنا ہے زوال
چین سیتا کو چُرا کر نہیں تو پا سکتا
(۳۱) بچ کے اب رام کے ہاتھوں سے نہیں جا سکتا

دل میں اپنے یہ کیا تب شہِ سُگریو نے غور   شک ہے یہ سمجھے نہ کہ ہم یار نہ ہوں گے کسی طور
پوچھ کر رام سے میمونوں سے بولے فی الفور   قید کر لو اُسے ہو اُس پہ مگر ظلم نہ جور
وانروں نے اُسے پھر کود کے پکڑا جا کر
اور باندھا شہِ سُگریو کے آگے لا کر (۳۲)

اک نشاچر شہِ راون کا تھا جو خاص غلام   جس کو بھیجا تھا کہ لا دے خبرِ لشکرِ رام
سخت حیرت میں پڑا دیکھ کے وہ فوج تمام   اور گھبرا کے گئے جا کے یہ راون سے کلام
ناتھ تم جیت نہ پاؤ گے لڑائی نہ کرو
اپنی چاہو جو بھلائی تو بُرائی نہ کرو (۳۳)

خرس و میموں کے سوا کچھ نہیں آتا ہے نظر   ایک سے ایک جری ہیں نہیں کوئی جنھیں ڈر
فوج ہی فوج ہے ہر سمت سمندر کے اُدھر   کب یہ ممکن ہے کسی سے ہو شمارِ لشکر
مان لو بات مری راج کو چوپٹ نہ کرو
جانکی دے کے ملو جا کے تم اب ہٹ نہ کرو (۳۴)

शार्दूल[1]
شاردول[1] اتنا ہوا کہہ کے اُسی جا پہ خموش   سُن کے جس کو نہ بجا رہ گئے راون کے بھی ہوش
دل میں نادم ہوا باقی نہ رہا جنگ کا جوش   فکر میں پڑ کے گیا بھول وہ خواب و خور و نوش
صبر باقی نہ رہا خوف و پریشانی سے
دیر تک ہل نہ سکا مسندِ سُلطانی سے (۳۵)

اس طرف دیکھ کے پھر رام جی بحرِ ذخّار   بولے بھائی سے کہ آساں نہیں موجوں سے گذار
یوں ہی کب تک بسر اب ہوں گے یہاں لیل و نہار   اس کا جاتا نظر آتا نہیں مجھ کو پندار
ہے بدی اس میں بھری دُور نہیں ہو سکتی
بے سزا بے خبری دُور نہیں ہو سکتی (۳۶)

میں نے گنجِ دُرِ شہوار بنایا اس کو   غیظ سے سُن کے یہ مٹتا تھا بچایا اس کو
خود سری سے مرا دیدار نہ بھایا اس کو   میرا غم دیکھ کے بھی درد نہ آیا اس کو
جانتا ہے کہ میں کچھ اس کا نہ کر پاؤں گا
خرس و میموں کو لئے ساتھ میں پھر جاؤں گا (۳۷)

بے خودی اس میں سمجھتا ہے یہ انسان مجھے اپنی طاقت کی دکھاتا ہے جو یہ شان مجھے
لکشمن دو تو ذرا میرے دھنش بان مجھے دیکھ لے یہ کہ ہے کس بات کا امکان مجھے
اس کی ہستی ابھی دنیا سے مٹا دوں تو سہی
(۳۸) آگ سے سارا سمندر جو سُکھا دوں تو سہی

آگ سا تیر لیا کہہ کے یہ ترکش سے نکال رنگ تبدیل ہوا قہر سے آنکھیں ہوئیں لال
کانپ اُٹھے چرخ و زمیں آگیا پانی میں اُبال ہوگئی بحر کے جانداروں کو بھی زیست محال
بولے پھر رام کہ اب دیکھو دکھاتا ہوں میں
(۳۹) دہر سے بحر کی ہستی کو مٹاتا ہوں میں

بھر کے اک تھال میں سونے کے دُر و لال و گہر رام کے نذر سمندر نے کئے تب لا کر
رکھ دیا بعدۂ اُس نے قدمِ پاک پہ سر اور کہا جوڑ کے ہاتھ اُن سے یہ با دیدۂ تر
مالکِ ارض و سما صاحبِ اجلال ہیں آپ
(۴۰) حامیٔ بیکس و بخشندۂ اعمال ہیں آپ

دیر آنے میں ہوئی کیجئے مجھ پہ نہ عتاب کیونکہ عادات تموگُن سے ہیں سب مجھ میں خراب
تھی حماقت یہ بجا جو میں نہ لایا آداب کاہلی مانع تھی میں آ نہیں سکتا تھا شتاب
ہوں جو ہوں آپ ہی کا رام بنایا ہوں میں
(۴۱) آپ ہی کے قدموں میں بھی اب آیا ہوں میں

کر دیا آپ نے جڑ[1] جس کو وہ چیتن[2] ہو کب تامسی ہے وہ اہنکار جو میرا ہے سبب
وصف علّت کے نتیجہ میں خود آجاتے ہیں سب اس لئے آپ کی مجھ پہ ہے عبث چشمِ غضب
کیا کروں دور سمجھ سے ہے اگر ذات مری
(۴۲) کیجئے مجھ پہ کرم۔ لیجئے سوغات مری

آپ نرگن ہیں نرا کار و کاروں[3] سے بری خاص کوئی نہیں ہر شکل میں ہے جلوہ گری
کھیل جب مدِّ نظر آپ کو ہوتا ہے ہری مایا کرتے ہیں قبول آپ خود اوصاف بھری
نام تب آپ کا ویراج[4] عیاں ہوتا ہے
(۴۳) جس کا ویدا ور پُورانوں میں بیاں ہوتا ہے

(۱) जड़ (۲) चैतन्य
(۳) विकारों
(۴) वैराज

وشنو سنکادی ستوگُن کا ہیں اُس کے اظہار — اور برہما نے رجوگُن سے لیا ہے اوتار
رُودر کرتے ہیں تموگُن سے جگت کا سنگھار — دیوتا بھی ہیں عناصر کے اُسی سے سرکار
آپ چیتن ہیں۔ میں جڑ۔ آپ کو جانوں کیونکر
(۴۴) اور جب تک نہ سزا ہو مری مانوں کیونکر

جانور جیسے بلا مار کے کب چلتا ہے — گر نہ کاٹے شجرِ موز تو کب پھلتا ہے
تودۂ برف نہ ہو تاب تو کب گلتا ہے — ہٹ سے کم ظرف بلا زجر کے کب ٹلتا ہے
ڈر ہلاکت کا نہ ہوتا تو نہ میں آ سکتا
(۴۵) میری طینت میں تموگُن ہے نہیں جا سکتا

درگزر کیجئے اے رام یہ میری تقصیر — پار جانے کی بتا دوں گا اک آساں تدبیر
دیکھئے چھوٹ نہ جائے یہ دہکتا ہوا تیر — کرکے تب رحم سمندر پہ یہ بولے رگھوبیر
کھینچ چکا تیر مرا جائے گا خالی کیوں کر
(۴۶) راہ بچنے کی کوئی جائے نکالی کیوں کر

وہ جگہ مجھ کو بتا جائے مرا تیر جہاں — ورنہ ملنے کی نہیں اس سے کہیں تجھ کو اماں
دیکھ کر رام کے ہاتھوں میں وہ پھر تیر و کماں — کانپ کر بولا کہ اے تاجورِ ہر دو جہاں
میں شرن آپ کی آیا ہوں۔ بچا لیجئے رام
(۴۷) ہیں شرن پال تو بیکس کو اماں دیجئے رام

(1) द्रुमकुल्य — دیش دُرم کل[1] ہے اُتر کی طرف اک مشہور — جس کے باشندے ہیں مغرور و پُر از فسق و فجور
دُکھ شب و روز بہت وہ مجھے دیتے ہیں حضور — اپنے اس تیر سے کر دیجئے اُس نسل کو دور
جس سے آئندہ سدا مُلک وہ ویران رہے
(۴۸) اور تا عمر مرے سر پہ یہ احسان رہے

سر کیا سُن کے یہ جب رام نے وہ تیر اُدھر — جل گئی اُس کی زمیں سب نہ بچا ایک بھی گھر
(2) आभीर — قتل آبھیر[2] ہوئے رہ نہ گیا کوئی بشر — آ گیا تیر وہ پھر کیش میں طے کر کے سفر
تب سمندر نے یہ کی عرض کہ رگھوبیر سنو
(۴۹) جس طرح پار یہ لشکر ہو وہ تدبیر سنو

بشوکرما کا پسر فوج میں ہے آپ کی نَل ۔۔۔ پُل کرے گا جو وہ تعمیر پڑے گا نہ خلل
अचल (1) فوج کُل جائے گی اس پار سے اُس پار نکل ۔۔۔ اُس کو بَردان بھی بَرہما سے ملا تھا یہ اچل (1)
پُل بنانے میں وہ سنسار میں یکتا ہو گا
سنگ غرقاب نہ رکّھا ہوا اُس کا ہو گا (۵۰)

ہے بہت فنِّ عمارت میں یہ دانا ہُشیار ۔۔۔ آپ کی فوج اُسی پُل سے اُتر جائے گی پار
ساری دنیا میں عیاں آپ کا ہو گا اوتار ۔۔۔ کیرتی ہو گی سویش آپ کا ہو گا سرکار
یہ جَرِت ہو گا گناہوں کا مٹانے والا
پار سنسار کے ساگر سے لگانے والا (۵۱)

ہو گیا کہہ کے سمندر تو یہ نظروں سے نہاں ۔۔۔ خرس و میموں کو اِدھر رام نے بُلوا کے وہاں
حُکم لانے کے لئے سب کو دیا سنگِ گراں ۔۔۔ اور کہا نَل سے کہ پُل جلد ہو تعمیر یہاں
تین۳ دن مجھ کو ہوئے دیر کی اب تاب نہیں
گر بندھا پُل نہ تو یہ قُلزُم قلّاب نہیں (۵۲)

مخمّس

جفائے عدو عیش زا ہو گئی ۔۔۔ مرے دردِ دل کی دوا ہو گئی
مسرّت کی آج انتہا ہو گئی ۔۔۔ تھی کیا میری تقدیر کیا ہو گئی
تُمھاری جو چشمِ عطا ہو گئی

نہ سرزد ہوا کوئی کارِ صواب ۔۔۔ گناہوں سے تھا حال میرا خراب
ہزاروں جنم کے تھے سر پہ عذاب ۔۔۔ مگر پا کے دیدارِ عالی جناب
گرہ میری مشکل کی وا ہو گئی

نہیں جانتا کچھ حقیقت کا راز ۔۔۔ عبادت سے اب تک رہا بے نیاز
مگر کر کے دستِ عنایت دراز ۔۔۔ مجھے آپ نے کر دیا سرفراز
مری بندگی سب ادا ہو گئی

پھر آج مجھ سے مرا بختِ شُوم مٹے دل سے سب میرے رنج و غُموم
ہوا آپ کا اتنا فیضِ قدوم نہیں رہ گیا خواہشوں کا ہجوم
مری روح غم سے رہا ہو گئی

بِبھیشن بتاتا ہوں اب اپنا حال کسی سے خوشی ہے نہ مجھ کو ملال
پھنساتا ہے بس اک محبت کا جال دغا کی چلا مجھ سے گر کوئی چال
تو بے سود حمد و ثنا ہو گئی

کسی پر اگر ہو گناہوں کا بار زمانہ کی گردش سے ہو بیقرار
وہ قدموں پہ گر کر مرے شرمسار ہوا جب معافی کا اُمیدوار
معاف اُس کی ساری خطا ہو گئی

مراد اس جائے جو غیروں کے پاس نہیں اعتقاد اُس کا قابلِ قیاس
ہوئی ہے بر خام میں کب مٹھاس مرا ہو کے اوروں سے رکھی جو آس
تو دُور اُس سے میری دیا ہو گئی

نراین یہ سچ ہے کہ اُس کے سوا کرے کون بندوں کی حاجت روا
ہے کس کا درِ فیض دنیا میں وا یہ سُن غیب سے آ رہی ہے صدا
کہ مقبول تیری دعا ہو گئی

سوئیا

بوجھ دھرے شِر پاپن کو یدی ہوئے کوؤ سب دُوش کی کھانی
شیش گنیش سُریش کو دروہی ترلوکی کو نِندک گیان گمانی
گھات کئے سُر وِپرن کو پد آئے پرے کہی آرت بانی
راکھوں میں پران سمان نراین، شوک ہروں شرناگت جانی

सवैया—बोझ धरे शिर पापन को यदि होय कोऊ सब दोष की खानी।
शेष गनेश सुरेश को द्रोही त्रिलोकि को निन्दक ज्ञान-गुमानी।
घात किये सुर विप्रन को पद आइ परै कहि आरत-बानी।
राखौं मैं प्राण-समान 'नरायन' शोकहरौं शरणागत जानी॥

دوہا- کامی مہی سُرگو بدھک - گرست موہ مد مان
چرن پرے نہیں تجوں تیہی - راکھوں پران سمان
'نارائن' کوؤ رام سم - نہیں شرناگت پال
کارن رہت بھیشنہیں کینہہ جو لنک بھوال

سرگ چوتھا

شیولنگ استھاپنا-سیت بندھنا-اور شنک کا راون کو اُپدیش

نل سے کہہ کر کہ بہت جلد کرو پُل تیّار تاکہ آرام سے کُل فوج ہو اس بحر سے پار
کرکے استھاپنا شیولنگ[1] کی باعزّ و وقار رام جی نے کیا اس بات کا سب سے اظہار
نام اِس لنگ کا ہووے گا عیاں رامیشور
(۱) دیں گے سنسار کے دُکھیوں کو اماں رامیشور

اس کے درشن کو جو آئے گا یہاں کوئی بشر ہوگی اُس پہ مرے الطاف و ترحّم کی نظر
دیکھ کر سیتُ[2] مرا جائے گا بھو سندھ سے تر پاپ مٹ جائیں گے کیلاش میں پائیگا وہ گھر
لاکے شیو پُر سے چڑھائے گا جو گنگا جل کو
(۲) برہمہ کے گیان کے پا جائیگا بے شک پھل کو

شیو سا دنیا میں نہیں ہے مجھے کوئی پیارا سب کو دیتے ہیں مصیبت سے یہی چھٹکارا
اِن کے دشمن کو بچالے یہ ہے کس کا یارا قہر ہو اِن کا تو نابود ہو عالم سارا
اِن کا بدگو مرا ساکیت نہیں پا سکتا
(۳) اور مخالف مرا کیلاش نہیں جا سکتا

(1) लिङ्ग
(2) सेतु

दोहा—कामी महिसुर-गो-वधिक, ग्रसित मोह-मद-मान ।
चरण परे नहिं तजौं तेहि, राखौं प्राण-समान ।।
'नारायण' कोउ राम-सम, नहिं शरणागत-पाल ।
कारण रहित विभीषणहिं, कीन्ह जो लङ्क-भुआल ।।

ان کے بھکتوں کو بہت سہل ہے پانا میرا — گھر ہے ان کا مرا دل ان کا ٹھکانا میرا
شیو کے بدبیں کو ہے مشکل نظر آنا میرا — ان کے دشمن کو ہے دشوار بچانا میرا
خوش بہت رام کی سب سن کے یہ تقریر ہوئے
(۴) پل کی تعمیر میں مشغول بہ تدبیر ہوئے

پہلے دن پل وہ بنا طول میں چودہ[14] جوجن — دوسرے روز بنا بیس[20] ہوئی کچھ نہ محن
تیسرے دن گیا اکیس[21] وہ آسانی سے بن — چوتھے بائیس[22] بنا نل کا تھا یہ جو ہر فن
ہو گیا پانچویں دن بن کے وہ سارا تیار
(۵) خرس و میموں ہوئے پانے کو اشارا تیار

رام کا حکم جو پایا تو ہوئی فوج رواں — ہو بیاں لشکر اعظم کا ہے یہ تاب کہاں
دیکھنے رام کو اس بحر کے سارے حیواں — دوڑ کر آئے ہوئے سطح پہ پانی کی عیاں
بھول کر خود کو وہ سب محو بہ دیدار ہوئے
(۶) چڑھ کے جن پر کئی وانر تھے جو اس پار ہوئے

تھی سُوبیل[1] ایک پہاڑی جو سمندر کے ادھر — خیمہ زن اس پہ ہوئی فوج بلا خوف و خطر सुबेल[1]
رام و لچھمن کے سوا جاتی تھی جس سمت نظر — خرس و میموں تھے فقط تھا نہ کوئی اور بشر
فوج کے واسطے سارے بہم اسباب ہوئے
(۷) سب شجر رام کی آمد میں ثمر یاب ہوئے

دوش پر انگد و ہنومان کے لکھن و شری رام — دیکھنے کے لئے چوٹی پہ چڑھے۔ شہر تمام
خوش نما جس میں تھے ایوان پسندیدۂ عام — دل رُبا نقش سے منقوش تھے جن کے در و بام
شہر کے چاروں طرف سنگ کی تھی شہر پناہ
(۸) فکر میں جس کو گرانے کے ہوئے دہر پناہ

متّصل سور کے خندق تھی عمیق اور طویل — پار کرنے کی جسے تھی کوئی آساں نہ سبیل
شہر میں قلعہ تھا اک سونے کی تھی جس کی فصیل — خوشنما اتنا کہ دنیا میں نہ تھا جس کا عدیل
راستے ایسے کہ دشمن کا گذرنا مشکل
(۹) تو ہیں وہ جن کے مقابل میں ٹھہرنا مشکل

ایک ایوانِ بریں ان کو نظر تب آیا جس کے اوپر شہِ عفریت کو بیٹھا پایا
جسم سے کوئیلوں کا انبار بھی تھا شرمایا ہوتا صورت سے تھا معلوم بہت گھبرایا
تاجِ زرّیں تھے دسوں سر پہ نمایاں اُسکے
(۱۰) تھے بجُز اقبال سبھی تابع فرماں اُس کے

جا کر اتنے میں وہ شُکک مار تھی جسنے کھائی باندھ کر وانروں نے جسکی تھی کی رُسوائی
رام کے حکم سے تھی جس نے رہائی پائی یوں گرا پانوں پہ گویا کوئی آفت آئی
ہنس کے پوچھا شہِ عفریت نے کیا بات ہوئی
(۱۱) فوج واپس گئی یا تجھ سے ملاقات ہوئی

کیوں ہیں آنکھوں سے رواں اشک ذرا ہوش سنبھال کس نے مارا تجھے کس بات کا ہے تجھ کو ملال
کیا خبر لایا ہے کیوں صاف بتاتا نہیں حال عرض کی شُکک نے یہ سُنکر شہِ راون کا سوال
جا کے جب آپ کا سُگریو سے پیغام کہا
(۱۲) اور بُرا اُس کے لئے جنگ کا انجام کہا

کود کر وانروں نے مجھ کو گرفتار کیا لات گھوسوں کا ہر اک سمت سے پھر وار کیا
نوچ کر ناخنوں سے جسم مرا زار کیا کاٹ کر دانتوں سے جینا مرا دُشوار کیا
دُور سے رام کی دی رو کے دُہائی میں نے
(۱۳) پائی تب جا کے اُس آفت سے رہائی میں نے

دل مرا سہم گیا دیکھ کے وہ لشکرِ رام خرس و میموں ہی نظر آتے ہیں ہر سمت تمام
نام لے لے کے تمھیں دیتے ہیں وہ سب دشنام اب کرو فکر کہ آئی صبحِ زیست کی شام
سچّدانند ہیں یہ رام جی انسان نہیں
(۱۴) حیف اب تک تمھیں اس بات کی پہچان نہیں

دیر اب کچھ بھی نہیں آتے ہی ہونگے رگھوبیر اُنکا ممکن نہیں جیتا ہوا چھوڑے تمھیں تیر
چاہو بچنا تو فقط ہے یہی باقی تدبیر دے کے سیتا کو معاف اپنی کرالو تقصیر
ورنہ مرنے کے لئے فوج کو تیار کرو
(۱۵) زندگی اپنی رعایا کی بھی دشوار کرو

رام نے مجھ سے کہا ہے کہ یہ کہنا جا کر　　فکرِ سیتا ہی تھی یا موت کی بھی کچھ ہے خبر
اپنے اعمال کا پائے گا تو اب جلد ثمر　　کٹ کے تیروں سے گرینگے ترے میدان میں سر

لا جسے اپنی ہو امداد میں لانا منظور
(۱۶)　اور وہ آئے جسے ہو جان سے جانا منظور

صبح کل سارا نگر تیرا یہ گھر جائے گا　　تیرا لشکر نہ مقابل میں ٹھہر پائے گا
موت سے اپنے عزیزوں کی تو پچھتائے گا　　تب تجھے جانکی ہرنے کا مزا آئے گا

ہے یہ پیغام وہ جو رام نے کہلایا ہے
(۱۷)　کہئے اب آپ کی دانست میں کیا آیا ہے

رام لچھمن شہ سگریو تمھارا بھائی　　ہے ہر اک ان میں وہ حاصل ہے جسے یکتائی
ان کی طاقت کی نہیں میں نے کوئی حد پائی　　کوہِ ترکوٹ کو چاہیں یہ تو کر دیں رائی

یہ اگر چاہیں تو اس بحر کو پایاب کریں
(۱۸)　یہ اگر چاہیں تو لنکا کو تہِ آب کریں

کون سی بات ہے جو رام کی طاقت میں نہیں　　کون وہ شخص ہے جو اُن کی اطاعت میں نہیں
دشمنی اُنسے مناسب کسی صورت میں نہیں　　زندگی ورنہ بچے گی کسی حالت میں نہیں

وہ اگر چاہیں تو نابود جہاں ہو جائے
(۱۹)　اُن کی مرضی سے نہیں بھی ہو تو ہاں ہو جائے

دیکھو اب آ ہی گیا کوہ پہ وہ لشکرِ رام　　جا بجا نصب کئے آکے غلاموں نے خیام
اس قدر فوج ہے مشکل ہے ملے جائے قیام　　چاہے کرنا جو شمار اُس کا تو ہو عمر تمام

ہیں جو سردار میں اب اُن کو دکھاتا ہوں تمھیں
(۲۰)　اُن میں ہر ایک سے کمزور میں پاتا ہوں تمھیں

رُخ ادھر کر کے گرجتا ہے جو دیکھو سرکار　　جس کے نزدیک ہیں اک لاکھ سے اوپر سردار
ہے یہ سگریو ہے فوج اس کی ہی فرمانبردار　　بختِ خفتہ کو کیا رام نے اس کے بیدار

کوہ ساں جسم یہ اک اور جو دکھلاتا ہے
(۲۱)　پتر اگنی کا ہے یہ نیل[1] جو کہلاتا ہے

(۱) नील

دیکھو وانر یہ اب اک بھاری بہت جسکا ہے قد   دُم پٹکتا ہے جو۔ طاقت کی ہے جس کی نہیں حد
کانپتا غصّہ کے مارے ہے ذرا جس کا جسد   پُتّر بالی کا ہے یوراج یہی ہے انگد
پاس سُگریو کے آ آکے جو پھر جاتا ہے
اس کا سیمیں ہے بدن شویت[1] یہ کہلاتا ہے (۲۲)   (1) श्वेत

اس طرف دیکھو کھڑے ہیں وہی ہنومان بلی   جن کے اک کھیل سے لنکا نگری ساری جلی
لے گئے آکے جو پیغامِ جنگ راج للی   سامنے جن کے تمھاری بھی نہ کچھ دال گلی
سارے عالم میں نہیں ان سا توانائی میں
اپنا ثانی نہیں رکھتے ہیں یہ دانائی میں (۲۳)

دوسرا یہ ہے جو غصّہ سے اِدھر دیکھ رہا   شیر ساں جسم بہت اس کا ہے مضبوط بنا
کچھ عجب اِس کی ہے طاقت ہے بڑی عقل رسا   رنبھ[2] نام اس کا تھا سرکار وہاں میں نے سُنا   (2) रंभ
کتنا بھاری ہے ذرا دیکھو تو اس کے سر کو
مار سکتا ہے اکیلے ہی یہ لنکا بھر کو (۲۴)

یہ شرَبھ ہے یہ پنس[3] ہے یہ میند[4] اور یہ نل   پُل بنانے میں پڑا جس کے نہ کوئی بھی خلل   (4) मयन्द (3) पनस
ہے دوِبدھ[5] یہ کہ جسے دیکھ کے ڈرتی ہے اجل   حکم میں ان میں سے ہر اک کے کروڑوں کا ہے دل   (5) द्विविद
لاتعد ہیں یہ شمار ان کا بتائے کوئی کیا
زور کی ان کے تو کچھ حد نہیں پائے کوئی کیا (۲۵)

میں نے یہ اک تمھیں سُگریو کی بتلائی ہے   ایسی ہی اور بہت فوج وہاں آئی ہے
اُن میں ہر فرد لڑائی کا تمنّائی ہے   جنگ اگر ہو گی تو بس جان کو رُسوائی ہے
رام جی برہمہ ہیں بھگوان بڑے داتا ہیں
بھگوتی شکتی یہ سیتا جی جگت ماتا ہیں (۲۶)

برہمہ اور شکتی سے پیدا ہے یہ عالم سارا   دشمنی اُن سے کرے اِسکا ہے کس کو یارا
اپنی تم نفس پرستی سے بنے خود آرا   ہو نہیں سکتا بلا موت کے اب چھٹکارا
گر بھلے ہو تو بھلائی کا قرینا سیکھو
زندگی چاہو تو آرام سے جینا سیکھو (۲۷)

جسم فانی ہے یہ مٹ جائے گا ہستی کا نشاں — جتنی چیزیں ہیں رہیں گی نہ یہ کوئی بھی یہاں
جسم کہتے ہو جسے ہے یہ غلاظت کا مکاں — جُز خودی کیا ہے جسے کہتے ہیں سب روحِ رواں

اب بتاتا ہوں تمھیں جسم سے اُلفت کیوں ہے
(۲۸) ہے جو فانی تمھیں اُس چیز سے رغبت کیوں ہے

جسم ہی کے لئے دنیا میں کئے تم نے ہیں پاپ — جسم ہی کے لئے اوروں کو دیا ہے سنتاپ
جسم کے کرموں سے حاصل ہے یہ تم کو پرتاپ — جسم ہی بھوگے گا سب کرموں کا پھل آپ ہی آپ

تم سمجھتے ہو کہ تم جسم ہو کچھ اور نہیں
(۲۹) آتما کیا ہے کیا تم نے مگر غور نہیں

جسم مل جائے گا اک روز عناصر میں ضُرور — آتما وہ ہے جو فانی نہیں ہوتا ہے حضُور
جسمِ ناپاک سے ہر فعل کا ہوتا ہے صُدور — آتما پاک ہے جس میں نہیں کچھ عیب وفتور

آتما کو نہیں فعلوں سے لگاوٹ کوئی
(۳۰) سچ ہے یہ بات نہیں اس میں بناوٹ کوئی

جیو مایا کے سبب سے یہ سمجھتا ہے مگر — فعل کرتا ہوں میں اور پاؤں گا میں اسکا ثمر
ہے اہنکار جو اپنا یہ دکھاتا ہے اثر — ورنہ دراصل نہیں فعلوں سے کچھ نفع وضرر

جس طرح کوئی اگر وہم میں پڑ جاتا ہے
(۳۱) اصلیت کچھ نہیں سُکھ دُکھ وہ مگر پاتا ہے

آتما ویسے ہی یہ جو کہ ہے شُدھ اور اچل — جس کی ہوتی ہے سرشت اور نہ آتی ہے اجل
شکلِ عرفاں ہے نہیں جس میں جہالت کا خلل — وہ کوئی کرم نہ کرتا ہے نہ پاتا کوئی پھل

خود ہی مایا کے سبب جسم کو اپناتا ہے
(۳۲) اُس کے کرموں سے بلا وجہ جکڑ جاتا ہے

اس لئے جسم کے ابھمان کو راجن چھوڑ دو — کرم سے اپنا سدا کے لئے تم مُنہ موڑ دو
برہمہ کے انش ہو تم برہمہ سے ناتا جوڑ دو — اور زنجیر کو اب جنم مرن کی توڑ دو

آتما کیا ہے ذرا اس کی بھی پہچان کرو
(۳۳) چھوڑ دو موہ نہ تم جسم کا ابھمان کرو

کوئی شوہر ہے کسی کا نہ کسی کی کوئی زن کوئی راحت نہ تو دیتا ہے کسی کو نہ محن
خوک و سگ نفس پرستی کیلئے پاتے ہیں تن تم ہو انسان تو کیوں رکھتے ہو اُنکا سا چلن
بس میں کہتا ہوں کہ برباد یہ ہستی نہ کرو
(۳۴) فکر مکتی کی کرو نفس پرستی نہ کرو

کوئی آسان نہیں جسم بشر کا پانا اُس پہ پھر جنم بھرت[1] کھنڈ میں لے کر آنا
دونوں پا کر یہ بھلا کون وہ ہوگا دانا جس نے اس دہر میں اپنے کو نہیں پہچانا
عمر کھونی ہے جہالت میں حماقت راون
(۳۵) روح کے ہٹتے ہی ہٹ جائیگی طاقت راون

تم کو توکل میں پولست[2] ایسے کے ہونے کا ہے ناز عیش فانی کے لئے کھوتے ہو کیوں عمر دراز
کیوں نہیں ہوتے ہو تم رام سے مل کر ممتاز بخش دیں گے تمھیں بے شبہ ہیں وہ بندہ نواز
ترک اب اپنا خیال عبث و خام کرو
(۳۶) جانکی دے کے بسر عیش سے ایّام کرو

اُن کی بھکتی میں تمھاری ہے بھلائی راون اُن کی خدمت میں ہے دنیا سے رہائی راون
بات میری یہ اگر تم کو نہ بھائی راون تو سمجھ لو کہ ہے اب موت ہی آئی راون
وہ شرن پال ہیں تم اُن کی شرن لو جا کر
(۳۷) کوئی خواہش نہ رہے گی تمھیں اُن کو پا کر

چھب[3] جو اُن پدکملوں کی نظر آئیگی تمھیں عشرت عالم فانی یہ نہ بھائے گی تمھیں
ہر مصیبت سے دیا اُن کی بچائے گی تمھیں کبھی تکلیف تناسخ نہ ستائے گی تمھیں
جا کے دیکھو تو ذرا سانولی صورت اُن کی
من ہرن اُن کی چھٹا[4] موہنی مورت اُن کی

غزل

باغ جہاں میں اُس کے کرم کا ظہور ہے ہر نخل بہرہ مند ہے ہر گل میں نور ہے
ہے قطرہ قطرہ آب کا اک بحر بیکراں اک ایک ذرہ سنگ کا اک ایک طور ہے

(1) भरतखण्ड
(2) पुलस्त्य
(3) छवि
(4) छटा

ہر چیز میں ہے پنج عناصر کا اختلاط — موجد جہالت اُس کا تو موجب غرور ہے
ہے کونسی وہ شے جو نقائص سے ہو بری — اک آتما ہی پاک ہے عیبوں سے دور ہے
کرتا ہے فعل اور نہ پاتا ہے یہ ثمر — ہوتا ہر ایک فعل کا من سے صدور ہے
روزِ ازل سے دل کے ہے ہمراہ آتما — اس واسطے سمجھتا یہ اپنا قصور ہے
دراصل یہ جدا ہیں نہیں ان میں ارتباط — حق تو یہ ہے کہ مایا کا سارا فتور ہے
سمجھا جو یہ بری وہ تناسُخ سے ہو گیا — زنجیر ورنہ جنم مرن کی ضرور ہے

نارائن اپنا آتما آجائے گا نظر
دن رات اک اُسی کا جو تجھ کو سرور ہے

کبت

جیتے جگ کرم ہیں اَکرم او سُکرم دواُو دَھرم سو شریر کے نہ آتم دَھرم جانیئے
برہمہ کے سُورُوپ شُدّھ جیوآتما سوں شُونّ ٹھاؤں ناہیں ایک چاہے سَرب بِشّو چھانیئے
گیانی بِگیانی جیو سَرب شکتی مان کرم واسنا بِرکت ناتھ سیکھ میری مانیئے
آتما بتاوے کرم کارِی جو اناری سوئی تا کر متی ماری گئی مُوڑھ سو بکھانیئے

دوہا۔ پربھو مایا آورن تے۔ بھیو جیو پرَ تنتر
نارائن، سو جاے نہیں۔ بِنا گیان کے منتر
سورٹھ۔ جاہو مان تج لیہو۔ راون تیہی پربھو کی شرن
راہیں سیتا دیہو۔ جو بھل چاہو آپنو

कवित

जेते जग कर्म हैं अकर्म औ सुकर्म दोऊ धर्म सो शरीर के न आत्म-धर्म जानिये।
ब्रह्म के स्वरूप शुद्ध जीव-आत्मा सों शून्य ठाउँ नाहीं एक चाहे सर्व विश्व छानिये।
ज्ञानी विज्ञानी जीव सर्व शक्तिमान कर्म-वासना-विरक्त नाथ सीख मेरी मानिये।
आत्मा बतावै कर्मकारी जो अनारी सोई ता कर मति मारी गई मूढ़ सो बखानिये॥

दोहा—प्रभु-माया-आवरण ते, भयो जीव परतन्त्र।
'नारायण' सो जाय नहिं, बिना ज्ञान के मन्त्र॥
सोरठा—जाहु मान तजि लेहु, रावण तेहि प्रभु की शरण।
रामहिँ सीता देहु, जो भल चाहौ आपनो॥

سرگ پانچواں

شُنک دیت کا شُنک مُن ہو جانا اور انگد راون سمواد

یوں ملا گیان کا جب شُنک سے دشانن کو سبق ۔ سُرخ آنکھیں ہوئیں غصّہ کے سبب مثل شفق
آگیا اُس کے بڑھا طیش تو ماتھے پہ عرق ۔ ڈانٹ کر شُنک سے لگا کہنے کہ سُن اے احمق

ہو کے چاکر مرا تُو گیان سکھاتا ہے مجھے
(۱)
مل کے دشمن سے تُو آفت میں پھنساتا ہے مجھے

میں تو خود سب کو بتاتا ہوں کہ کیا چیز ہے گیان ۔ تجھ کو شرم آتی نہیں کرتا ہے تُو مجھ سے بیان
مار کر تجھ کو میں لے لیتا اسی دم تری جان ۔ یاد آتے ہیں مگر تیرے پُرانے احسان

گو بغاوت ہے بھری تجھ میں ہے تُو قابلِ قتل
(۲)
رحم سے اپنے نہیں ہوں میں مگر مائلِ قتل

جلد تُو دور ہو آگے سے مرے اے بدذات ۔ شکل اپنی نہ دکھا اب جو ہو منظور حیات
تیر کی طرح کلیجہ میں لگی ہے تری بات ۔ بھیجنے سے تجھے پہلے میں نہ سمجھا ہیہات

چل نکل تجھ میں تو مردانگی کا نام نہیں
(۳)
بُزدلوں کا مرے دربار میں کچھ کام نہیں

حکم راون کا سُنا جب یہ تو فی الفور اُٹھا ۔ اور کہہ کر کہ بڑا آپ کا احسان ہوا
آیا اُس جا یہ وہ آشرم تھا جو ویکھانس[1] کا ۔ اور عُبّاد کے ہمراہ وہاں رہنے لگا

برہمن پہلے عبادت میں وہ لاثانی تھا
(۴)
وان پرستھ[2] اُس کا تھا آشرم وہ بڑا گیانی تھا

دیوتاؤں کا بھلا اُس کو جو تھا مدِّ نظر ۔ یگیہ وہ اُس نے کئے جن سے ہو دیتوں کو خ
یوں جو امدادِ ملائک میں رہا آٹھ پہر ۔ سارے دیتوں کو ہوئی اُس کی عداوت کی خ

ہو گئی جب اُنھیں یوں اُس سے کدورت پیدا
(۵)
مارنے کی اُسے کی سب نے یہ صورت پیدا

[1] वैखानस
[2] वानप्रस्थ

बज्रदंष्ट्र[1]
بجر دنسٹر[1] ایک اسُر اُس کا بنا دشمنِ جاں جس نے چاہا کہ زمانہ سے مٹے اُسکا نشاں
چلدیا اُٹھ کے اسی فکر میں وہ گھر سے وہاں جس جگہ پہلے بیاباں میں تھا شُنک مُن کا مکاں
اتفاقاً گئے مُن راج کے مسکن پہ اگست
(۶) اور یوں بولے دیا کر کے برہمن پہ اگست

خوش ہوا دیکھ کے تم کو بہت اے نیک نہاد مانگ لو مجھ سے جو کچھ دل میں تمہارے ہو مُراد
اُن سے تب شُنک نے کہا اے شہِ مُلکِ عُبّاد کر دیا غم سے مجھے آپ نے آکر آزاد
آئیں گھر آپ مرے کب تھی یہ قسمت میری
(۷) اب تمنّا ہے کہ منظور ہو دعوت میری

بولے تب اُس سے اگست آؤنگا کرکے اشنان اسی عرصہ میں کرو سارا مہیّا سامان
چلدیئے جب وہ نہانے کو یہ دے کر فرمان شکل اُن کی سی بنا کر وہ تب آیا شیطان
اور کہا شُنک سے ہے گر تم کو کھلانے کی ہوس
(۸) ہے مجھے مانس ہر اک قسم کا کھانے کی ہوس

ایک مدّت سے نہ بکرے کا اب مجھے مانس ملا بس یہی مجھ کو ملے ہے یہ تقاضا دل کا
کہہ کے یہ ہو گیا غائب وہ نہ پھر دیکھ پڑا سارا سامان بہم لا کے اِدھر شُنک نے کیا
جب اگست آئے وہاں غسل سے فارغ ہو کر
(۹) شُنک نے آسن پہ بٹھایا چرن اُن کے دھو کر

اس طرف دیت نے پھر اپنی دکھائی مایا جس جگہ پر تھی رسوئی وہ وہاں پر آیا
شُنک کی عورت کو جو بیٹھی ہوئی تنہا پایا کر کے افسوں اُسے لیجا کے الگ بٹھلایا
خود اُسی شکل میں پھر چھپ کے نمودار ہوا
(۱۰) یوں کہ شُنک مُن پہ نہ اس بات کا اظہار ہوا

مانس انسان کا کھانوں میں ملایا لا کر ہو گیا بعدہٗ غائب نہ پڑا پھر وہ نظر
ہوئی شُنک مُن کو نہ اس بات کی مطلق بھی خبر اور نہ عورت کو ہوا مایا کا معلوم اثر
رکھ دیئے کھانے وہ سب لا کے جب آگے مُن کے
(۱۱) آگیا چہرہ پہ اکبارگی غصّہ اُن کے

بولے شُنک سے کہ ارے نیچ یہ کیا لایا ہے مانس انسان کا کیوں کھانوں میں پکوایا ہے
رشیوں اور مُنیوں نے ناپاک اسے بتلایا ہے کیا تری عقل میں کچھ آج فتور آیا ہے

ذات سے تیری نہ تھا ایسا بھروسا مجھ کو
(۱۲) چاہئے جو نہ تھا کھانا وہ پروسا مجھ کو

مانس انسان کا راچھس ہی کی ہوتی ہے غذا پس مرا شاپ ہے راچھس تو اسی دم ہو جا
شاپ مُن بر سے سنا جب یہ تو شُنک مَن میں ڈرا جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے بابِ سخا

آپ کا حکم جو تھا ہم وہ بجا لائے ہیں
(۱۳) تھے جو امکاں میں مرے کھانے وہ پکوائے ہیں

شاپ دیتے ہیں مجھے اب تو ہے کیا اسکا سبب کیا خطا ہے مری بتلائیے کیجے نہ غضب
دل میں غور اپنے کیا سُن کے یہ مُن راج نے تب فعل اُس دیت کا معلوم ہوا اُن کو وہ سب

بولے پھر شُنک سے نہیں گو تری تقصیر کوئی
(۱۴) مٹ سکا کب ہے کسی سے خطِ تقدیر کوئی

بجر دنشٹر ایک نشاچر ہے ترا دشمنِ جاں فکر تھی اُسکو کہ مٹ جائے ترا نام و نشاں
فعل سارا یہ اُسی کا ہے وہ آیا تھا یہاں حیف پہلے مجھے اس بات کا گُذرا نہ گماں

بد دعا ورنہ مرے لب پہ نہ آتی ہرگز
(۱۵) بات ایذا کی تری مجھ کو نہ بھاتی ہرگز

ہو گیا خیر وہ ہونا تھا جو اب فکر نہ کر جا کر امداد میں راون کی تو رہ آٹھ پہر
رام جی آئیں گے بن باس کو جب چھوڑ کے گھر اور دشِ شیش شری جانکی کو لائے گا ہر

لینے ہنومان جی سیتا کا پتا آئیں گے
(۱۶) جا کے پھر حال وہ سب رام کو بتلائیں گے

خرس و میموں کی لئے فوج تب اپنے ہمراہ رام مانگیں گے گذرنے کے لئے سندھ سے راہ
جب نظر اُس کو نہ آئے گی کوئی جائے پناہ دیکھنے بھیجے گا راون تجھے تب اُن کی سپاہ

اُن کے دیدار سے یہ شاپ نہ رہ جائے گا
(۱۷) کر کے راون کو تو اُپدیش یہیں آئے گا

کہہ کے رگھر جا سے شری شیو جی یہ سارے حالات بولے شک ہو گیا مُن سچ ہوئی رِشِ راج کی بات
بد دعا سے اُسے دی رام کے درشن نے نجات جا کے پھر محو عبادت وہ ہوا نیک صفات

اُس طرف اپنے مشیروں کو طلب فرما کر
(۱۸) بولا راون کہ ہوئی فوج اکٹھا آ کر

اب کہو جنگ کی کس طور سے تیاری ہو کون سا حکم ضروری ہے جواب جاری ہو
فتح پانے میں ہمیں جس سے نہ دشواری ہو جس سے دشمن کو لڑائی میں غم و خواری ہو

مالوان ایک نشاچر جو بڑا دانا تھا
(۱۹) پیرو عالم شہ عفریت کا جو نانا تھا

بولا راون سے کہ پہلے مری تم بات سنو پھر جو کچھ تم کو ہو معلوم مناسب وہ کرو
جا کے ہر لائے ہو تم جب سے یہاں جانکی کو بخت و اقبال جو تھے راج کے بالکل گئے سو

بد شگوں سب کو نظر آتے ہیں لنکا بھر میں
(۲۰) چین ملتا ہے نہ باہر نہ کسی کو گھر میں

دیکھ پڑتے ہیں جو کہتا ہوں میں وہ فالِ زبوں یعنی ہلتے ہیں ہر اک معبد و ایواں کے ستوں
ابر اس راج میں اب کرنے لگے بارشِ خوں سُن کے بادل کی گرج خوف ہے ہر دل میں فزوں

سرنگوں دیوتوں کی مورتیاں روتی ہیں
(۲۱) وہ نہاں یا تو عرق سے کبھی تر ہوتی ہیں

کالکا[1] کرتی ہے اب راج میں اپنے پھیرے بھوت پریت اور پشاچوں کے ہیں گھر گھر ڈیرے
گِدّھ پھرتے ہیں تری فوج کو گھیرے گھیرے اب نہیں اندر و غیرہ کوئی بس میں تیرے

سہمگیں شکلوں میں یم روز نظر آتا ہے
(۲۲) اور ہر گھر سے وہ اک آدھ کو لے جاتا ہے

مان کہنا مرا اب چھوڑ بُرائی راون ورنہ ہو گی نہ ترے حق میں بھلائی راون
اُن کے اک دوت نے طاقت جو دکھائی راون مِل گئی خاک میں لنکا یہ طلائی راون

رام ایشور ہیں عداوت شہِ عفریت نہ کر
(۲۳) جانکی مایا ہیں مایا سے کبھی پریت نہ کر

[1] शैव

جانکی جانِ جہاں ہیں اُنھیں مطلق نہ ستا   رام کو دیدے اُنھیں سلطنت اپنی نہ مِٹا
ہو جو پیارا تجھے پریوار تو لے اُس کو بچا   اُن کی بھگتی سے بنا نلہے تو پرلوک بنا

جائے گا اُن کی شرن تو تجھے اپنائیں گے
(۲۴) اُن کی بھگتی سے ترے پاپ نہ رہجائیں گے

بات یہ جو کہ تھی راوَن کے لئے ہتکاری   موت تھی سر پہ تو لگتی اُسے کیوں کر پیاری
بولا۔ سمجھا میں کہ دشمن سے ہے تیری یاری   اس لئے دیتا ہے تو یہ سبقِ دیندا ری

رام انسان ہے مجبور ہے بے زور بھی ہے
(۲۵) چھپ کے چڑھ آیا ہے لنکا میں تو وہ چور بھی ہے

وانروں ریچھوں کے لشکر پہ فقط ہے اُسے ناز   یا بھبیشن پہ کیا جس نے ہے اب رام سے ساز
تپسیوں مُنیوں کی ہی نظروں میں ہے وہ ممتاز   سامنے میرے نہ سر ہوگا کبھی اُس کا فراز

کون سی بات ہے اُس میں مجھے ہو ڈر جس کا
(۲۶) ہے وہ کیا وانروں ریچھوں کا ہو لشکر جس کا

جس سے دہشت ہو مجھے کون ہے ایسا بلوان   کیوں مری ہار کا آتا ہے ترے دل میں گمان
جا کے مل رام سے ہے تجھ میں بغاوت کا نشان   تجھ سے ہوتی نہ قرابت تو میں لیتا تری جان

کہہ کے یہ لے کے مشیروں کو بھی ہمراہی میں
(۲۷) جا کے وہ بیٹھ گیا بارگہِ شاہی میں

اپسراؤں کو دیا حکم کہ ہو رقص و سُرود   پھر مشیروں کو۔ کہ ہوں عیش کے ساماں موجود
اس طرف دیکھ کے راوَن میں رعونت کی نمود   رام جی کہنے لگے ہو کے بہت خشم آلود

دو لکھن لال دھنش بان ہمارے ہم کو
(۲۸) خیرگی کے یہ دکھاتا ہے نظارے ہم کو

(۱) छत्र کہہ کے یہ رام نے پھینکا جو اُدھر ایک خدنگ   گر پڑے چھتر[1] مکٹ سر سے مِٹا بزم کا رنگ
ہو گئے دیکھ کے یہ سکتہ میں سب صورتِ سنگ   ہاتھ سے چھوٹ پڑے بجتے ہوئے بربط و چنگ

اُٹھ کے راوَن نے مکٹ سر پہ سنوارے اپنے
(۲۹) چلدیا گھر کو وہ تب شرم کے مارے اپنے

اُن سے بولے کہ ہے کیا رائے ہو اب کونسا کام
پاس ادھر اپنے مشیروں کو بلا کر شری رام
لے کے جائیں۔ ہے مناسب۔ پسرِ بالی پیام
ریچھ پت نے یہ کہا اُن سے بہ دانستِ غلام
راچھس اب راہ پہ ممکن ہے کہ ہوں آئے ہوئے
(۳۰) سُن کے یہ جتنے تھے سب متفق الرائے ہوئے

جا کے دیکھو تو ہے کیا دیت کے دل میں آیا
ہنس کے انگد سے شری رام نے تب فرمایا
یا کہ ہرنے پہ وہ اب جانکی کے پچھتایا
ہے غرور اُس کا وہی ہے اُسے لڑنا بھایا
میں سمجھتا ہوں کہ ہر بات میں چالاک ہو تم
(۳۱) کوئی کھٹکا ہی نہیں ہے تمھیں بیباک ہو تم

مُنھ سے کہدوگے جو خالی وہ نہیں جا سکتا
جیت کوئی بھی وہاں تم کو نہیں پا سکتا
گر نہ آیا ہو تو اب اُس کو نہیں آ سکتا
گیان ہنومان سا کوئی نہیں سکھلا سکتا
یہ دعا ہے تمھیں وہ طاقتِ گویائی ہو
(۳۲) جس طرح کام مرا۔ اُس کی نہ رسوائی ہو

شکل پر رعب تھا چہرہ سے نمایاں تھی خرد
حکم یہ پا کے کھڑے ہو گئے اُٹھکر انگد
تھی دعا رام کی درکار نہ تھی اور مدد
رام کے چھو کے قدم کو دگئے سُور کی حد
شہر تک جانے میں کچھ بھی نہ اُنھیں دیر ہوئی
(۳۳) شاہزادہ سے درِ شہر پہ مُٹھ بھیڑ ہوئی

باتوں باتوں ہی میں کچھ بڑھ گئی دونوں کی زباں
کھیلتے کھیلتے پہنچا تھا پرہست آ کے وہاں
اس طرف ناز کہ میں پیکِ شہِ ہر دو جہاں
اُس طرف زعم اُسے میں پسرِ شاہِ زماں
لات جب انکی طرف اُس نے چلائی اپنی
(۳۴) طاقت انگد نے ذرا اُس کو دکھائی اپنی

جسم میں دم کہیں دم بھر بھی نہ اُسکا اٹکا
یعنی اس زور سے انگد نے اُسے دے پٹکا
اِس لئے تھا جو وہاں پہ وہ وہاں سے سٹکا
دیکھ کر سب کو ہوا موت کا ان سے کھٹکا
سامنے ان کے جو پڑتا تھا وہ ہٹ جاتا تھا
(۳۵) راستہ ان کو بلا پوچھے ہی بتلاتا تھا

یہ اُٹھاتے تھے جدھر شیر کی مانند نگاہ — ڈر سے بن جاتے تھے سب دیکھنے والے روباہ
گو کہ موجود تھی دربارِ شہِ راون کی سپاہ — موت کے خوف سے تھا قتل کا کوئی نہ گواہ

سب لگے کہنے کہ وانر وہی پھر آیا ہے
(۳۶) بیشتر جس نے کیا ظلم ستم ڈھایا ہے

دیکھنا چاہئے اب اور ہے کیا مدِّ نظر — آئی ہے کس کی قضا لے گا یہ کس کس کی خبر
اُس طرف بالی کے فرزند بلا خوف و خطر — جا کے پہونچے درِ دربارِ شہِ راون پر

دیت موجود وہاں پر تھا جو دربانی میں
(۳۷) بھیج کر اُس سے خبر خدمتِ سلطانی میں

جا کے دربار میں پہونچے تو کھڑے ہو گئے سب — یہ سمجھ کر کہ ہنومان جی پھر آ گئے اب
ان سے راون نے کہا ہو کے بہت پُرزِ غضب — کون ہے تو ہے بتا کیا ترے آنے کا سبب

نام انگد ہے مرا میں ہوں پسر بالی کا
(۳۸) رام کا دُوت ہوں خواہاں تری خوشحالی کا

باپ سے میرے کبھی تھی تری یاری راون — اس لئے ہے وہی میرا بھی رفاقت پہ چلن
یہ سمجھ کر نہ ہو بے کار گرفتارِ محن — حال سب کرنے کو آیا ہوں میں تجھ پر روشن

سُن ذرا غور سے کہتا ہوں کہ ابھمان نہ کر
(۳۹) رام بھگوان ہیں بھگوان سے تُو شان نہ کر

برہمن کُل میں ترا جنم ہوا باعثِ ناز — شیو و برہما کی دعاؤں سے ہوا تو ممتاز
بن گیا کام کیا جس کا کہ تُو نے آغاز — جیت کر سب کو زمانہ میں ہوا سرافراز

ہو گیا زعم تجھے اپنی توانائی کا
(۴۰) رہ گیا خوف نہ دل میں ترے رسوائی کا

چھیڑ کر رام سے ٹھانی ہے لڑائی تُو نے — جانکی لا کے ہے موت اپنی بُلائی تُو نے
کچھ سمجھ بات پَوَن سُت کی نہ پائی تُو نے — تُو نہ سمجھا کہ یہ لی کس سے بُرائی تُو نے

اُن کے آگے ہے بھلا کیا تری ہستی راون
(۴۱) عرش کا اوج کہاں ارض کی پستی راون

تُو بھلا چاہے اگر اب بھی تو بن جائیگی بات　　زندگی چاہے تو مل جائے گی کچھ اور حیات
اپنے پریوار کے ہمراہ تو لے کر سوغات　　چلکے سیتا اُنھیں دے مانگ لے پاؤں سے نجات
جان بچ جائے گی تُو مان جو میرے مت کو
(۴۲)
ہر طرح رام بچا لیتے ہیں شرناگت کو

بولا راون کہ بڑھا اپنی زیادہ نہ زباں　　ورنہ رہ جائے گی مطلق نہ ترے جسم میں جاں
تھا تو بالی کوئی وانر مجھے معلوم ہے ہاں　　یہ بتا اب کہ ترا باپ ہے اس وقت کہاں
کیا اُسی میموں کی اک ناخلف اولاد ہے تُو
(۴۳)
یا کوئی باعثِ غیرت پئے اجداد ہے تُو

بولے انگد کہوں کیا تجھ سے میں بالی ہے کہاں　　تو بھی کم بخت بہت جلد ہی جائے گا وہاں
حال سب رام کی طاقت کا کرے گا وہ بیاں　　ہوگی تب تجھ پہ صداقت مری باتوں کی عیاں
رام کے دُوت کو تُو ناخلف اولاد کہے
(۴۴)
ہو کے خود غیر کو تُو غیرتِ اجداد کہے

سچ ہے جب عقل میں انساں کے فتور آتا ہے　　تیری ہی طرح سے گُمراہ وہ ہو جاتا ہے
کوئی اظہار بھلائی کا نہیں بھاتا ہے　　غیر اُس کو وہ سمجھتا ہے جو سمجھاتا ہے
بولا راون کہ بس اب چُپ ہو یہ کہتا ہوں میں
(۴۵)
نیت اور دھرم سے باتیں تری سہتا ہوں میں

پھر دیا یوں پسرِ بالی نے راون کو جواب　　سارے عالم میں عیاں آپکے ہیں کارِ صواب
جانکی ہرنے میں کچھ آپ کو آیا نہ حجاب　　اور پَوَن سُت پہ کیا نیت سمجھ کر نہ عتاب
آپ نے شکل پہ ہمشیر کی جب غور کیا
(۴۶)
سوچ کر دھرم کسی پر نہ کوئی جور کیا

آپ کے دھرم کی ہے سارے جہاں میں تشہیر　　مل گیا آپ کا درشن یہ تھی میری تقدیر
بولا راون کہ بس اب کر نہ زیادہ تقریر　　ورنہ ہو جائے گی حق میں ترے واجب تعزیر
میری طاقت کا پتا کچھ تجھے زنہار نہیں
(۴۷)
جنگ ہوتی ہو تو ہو مجھ کو بھی انکار نہیں

حال انگد ترے لشکر کا ہے مجھ کو معلوم فوج ہے یا کہ کوئی وانروں ریچھوں کا ہجوم
خرس و میموں ہیں فنِ جنگ سے بالکل محروم نیل نل جانتے ہیں صرف عمارت کے علوم
جامبوان اپنی ضعیفی سے ہے مجبور بہت
(۴۸) جنگ کے نام سے رہتا ہے وہ اب دور بہت

جانتا خوب ہوں میں طاقتِ سگریو کا حال سامنے بالی کے جانے کی نہ تھی جس کی مجال
تم ابھی طفل ہو نا واقفِ آلاتِ جدال اور اقبالِ بھبیشن کو اب آیا ہے زوال
رام بیتاب ہے سیتا کی جدائی کے سبب
(۴۹) اور غمگین لکھن رہتا ہے بھائی کے سبب

ہے اگر کوئی تو ہے ایک ہی وانر بلوان جس نے لنکا کے کئے آگ سے برباد مکان
پوچھا انگد نے کہ کیا سچ ہے یہ در اصل بیان قتل دیتوں کو کیا باغ تمھارا ویران
شاہِ عفریت کی اک میموں نے رسوائی کی
(۵۰) کون مانے گا کہ یہ بات ہے سچائی کی

سچ ہے لشکر میں نہیں کوئی ہمارے راون جو کہ خوش ہو کے لڑے ساتھ تمھارے راون
کیونکہ مرتا ہو جو خود خوف کے مارے راون کیا بڑائی ہو کوئی اُس کو جو مارے راون
دوستی اور عداوت ہیں برابر کے لئے
(۵۱) نہ کہ تم جیسے حیر اُن سے دلاور کے لئے

چارہ گر رام کہاں تم ہو کہاں بیچارے سامنے شیر کے گیدڑ کوئی کیا دم مارے
کیا جلا دیں گے بھلا برف کو آتش پارے کب چمک سکتے ہیں خورشید کے آگے تارے
مان لے اب بھی کہا اپنی تو خواری مت کر
(۵۲) زندگی دیتوں کی اُن کے لئے بھاری مت کر

پھر کہا ہنس کے یہ راون نے کہ مشہور ہے بات کرتے وانر تو ہیں مالک ہی کا اظہارِ صفات
ناچ اور کودیہی شغل ہیں اُن کے دن رات در بدر مانگتے پھرتے ہیں وہ سب سے خیرات
جو کھلاتے ہیں اُنھیں اُن کی ثنا کرتے ہیں
(۵۳) اور دھمکاتے ہیں اُن کو جو ڈرا کرتے ہیں

جانتا ہوں کہ ہے مالک کی بڑائی تری خو — اس لئے خوف نہیں لاکھ ڈرائے مجھے تو
بولے انگد کہ ہیں جتنی تری عادات نکو — مجھ سے بتلائی ہیں ہنومان نے وہ سب سُن او
آ کے دیکھا تو ہر اک بات میں سچائی ہے
(۵۴) شرم و غصہ نہ تجھے کچھ غمِ رسوائی ہے

پس سمجھ کر یہی اک مجھ سے بھی سرزد ہوا کام — میں نے مارا ترا فرزند پرہست اُس کا تھا نام
گو کہ دی تھی اُسی کمبخت نے مجھکو دشنام — شاہزادہ تھا وہ اور میں تھا غلامِ شری رام
زعم تجھ پہ تھا اُسے رام پہ تھا ناز مجھے
(۵۵) دی تھی لڑنے کے لئے اُس نے ہی آواز مجھے

بولا راون کہ سمجھ تو نہ جو ایسی پاتا — باپ کو اپنے یہ ممکن نہ تھا تو کھا جاتا
بولے انگد کہ اُنھیں کھا کے میں تجھ کو کھاتا — کاش بالی سے نہ ہوتا ترا کوئی ناتا
یادگار اُن کی سمجھ کر تجھے خاموش ہوں میں
(۵۶) ورنہ بالی کا پسر کب کا خطاپوش ہوں میں

سُن تو راون مجھے آئی ہے ابھی یاد یہ بات — جتنے راون ہیں بتاتا ہوں میں اُن سب کی صفات
ایک وہ جس نے کبھی کھائی تھی پاتال میں لات — اُس کو دلوائی شہ بلی نے تھی اُس غم سے نجات
ایک وہ جس کو سہس باہو نے پکڑا گھر پر
(۵۷) کر لیا قید چراغ اُس کے جلائے سر پر

مل گیا کھیلنے والوں کو یہ اک کھیل نیا — شمع داں دیکھ کے ہر شخص اُسے محظوظ ہوا
بھاگنے کا اُسے جب کوئی بھی موقع نہ ملا — اور کئی روز یوں ہی کھانے سے محروم رہا
تب چھڑا لائے پلستت اُس کو وہاں سے جا کر
(۵۸) مدتوں گھر سے وہ نکلا نہ کہیں پھر آ کر

ایک راون کے لئے ہے یہ روایت مشہور — جس کو کہتے ہوئے ہوتی ہے ہچک مجھ کو ضرور
جا کے بالی سے بھڑا اتنا بڑھا اس کا غرور — دابا بالی نے بغل میں اُسے ہو کر مجبور
چھوٹ پایا وہ وہاں سے کئی دن میں راون
(۵۹) اب بتا دے کہ ہے تو کون سا ان میں راون

بولا راون کہ میں ہوں وہ شہ راون بلوان قوّتِ بازو کو جس کی گیا کیلاش بھی مان
جس کی طاقت کا کیا کرتے ہیں دِگپال بیان دیکھ کر جس کی جسارت کو ہیں شنکر حیران

مجھ سا دنیا میں بھلا کون ہے قوت والا
(۶۰) جس نے سر کاٹ کے شیوجی کو پنھادی مالا

میں وہ راون ہوں زمیں ہلتی ہے جب چلتا ہوں تجھ سے میمونوں کو پیروں کے تلے ملتا ہوں
اڑگیا جس پہ پھر اُس کام سے کب ٹلتا ہوں ڈوبتا پانی میں نے آگ سے میں جلتا ہوں

میرے ہوتے ہوئے انساں کی حقیقت کیا ہے
(۶۱) سامنے میرے کسی غیر کی طاقت کیا ہے

پُر غضب ہو کے تب انگد نے کہا ہوش سنبھال قتل بالی کو کرے کیا تھی یہ انساں کی مجال
کردے جو دُور پرے سر رام کے چہرہ کا جلال زندگی جس سے اُنھیں اپنی بچانی ہو محال

اُس کو کہتے ہوئے انساں نہیں شرماتا ہے
(۶۲) مجھ کو حیرت ہے کہ تو کیوں نہیں مرجاتا ہے

کیا شری رام جی انسان ہیں اے دشمنِ جاں کیا کمانوں ہی کی مانند مدن کی ہے کماں
کیا ہیں ندیوں ہی کی ایسی شری گنگا بھی رواں کیا ہے سُردھینو[1] بھی حیوانوں کی ایسی حیوان

کیا درختوں ہی کی مانند ہے طوبیٰ راون
(۶۳) کیا گرڑ بھی ہے کوئی عام پرندہ راون

سانپ ہیں شیش کہ پتھر کوئی چنتامَن[2] ہے رام کی بھکتی سا ہو کون سا ایسا دھن ہے
کون سا دہر میں ہمرنگِ جناں گلشن ہے پانی امرت کو کہے یہ ترا اندھاپن ہے

پھونک دی جس نے یہ لنکا تری ساری کمبخت
(۶۴) کیا وہ وانر ہے گئی عقل ہے ماری کمبخت

رام کا نام لے اب وقت کو ضائع مت کر ہوگا کل کیا تجھے نادان ہے کچھ اس کی خبر
رام سے لڑکے کٹا دے گا تو بیفائدہ سر کر نہیں سکتے مدد کچھ تری بدھ و شنو نہ ہر

ہوش کر تیر ہر اک رام کا چوگاں ہوگا
(۶۵) گیند ہوں گے ترے سر جنگ کا میداں ہوگا

[1] सुरधेनु
[2] चिन्तामन

مثلِ مقراض نہ چل پائے گی اُس وقت زباں ہیچ معلوم تجھے ہوں گے سب اسبابِ جہاں
تاب اس بات کے سننے کی تھی راون کو کہاں ہو گئے غصّہ کے چہروں پہ نمودار نشاں
بولا کم ظرف یہ کیوں بات بناتا ہے تو
(۶۶) رام سے کم مجھے کس بات میں پاتا ہے تو

جس کو دنیا میں ملے کُنبھ کرن سا بھائی اور پسر وہ کہ شکست اندر نے جس سے کھائی
فوج دیتوں کی زبردست ہو جس نے پائی کیوں نہ ہر بات میں حاصل ہو اُسے یکتائی
بحر میں بَرّ میں آبادی میں ہو یا بَن میں
(۶۷) کون ایسا ہے جسے میں نے نہ جیتا رَن میں

سب زمانہ میں بجا لاتے ہیں میرا ارشاد میں جو چاہوں تو فلک کی بھی ہلا دوں بنیاد
پُل بنایا ہے جو میمونوں کی لے کر امداد کیا اسی بات سے طاقت ہوئی کچھ اُسمیں زیاد
بحر کو پار پرندہ بھی تو کر جاتا ہے
(۶۸) سوُرما[1] کب وہ مگر دہر میں کہلاتا ہے

(1) सूरमा

میں نے دِگپالوں سے انگد ہے بھرایا پانی مجھ سے کرتا ہے بیاں محمدتِ انسانی
رام کا گر کوئی طاقت میں نہیں ہے ثانی یا جو حاصل ہے اُسے مرتبۂ یزدانی
تو سبب کیا ہے کہ ڈرتا ہے ترا رام مجھے
(۶۹) تجھ سے بھیجا ہے یہ کیوں صلح کا پیغام مجھے

سارے عالم میں بتا کون ہے مجھ سا بلوان جس نے خود کاٹ کے سر کر دیئے شیو پر قربان
اس مری تاب و توانائی کا شاہد ہے جہان کیا ہوں میں اس کی ابھی تجھکو نہیں ہے پہچان
دیکھ کر آگ میں جلتی ہوئی پیشانی کو
(۷۰) ساتھ ہی اپنی پھر اس عشرتِ لافانی کو

مجھ کو آئی پتر آنن کی حماقت پہ ہنسی جس نے تھی موت مری ہاتھ سے انساں کے لکھی
فکر دل میں مرے لیکن نہ ہوئی اس کی کوئی کیونکہ پیری کے سبب اُس سے ہوئی تھی غلطی
تیرے انداز یہ دھمکی کے ہیں سارے انگد
(۷۱) تاب انساں کی کہاں جو مجھے مارے انگد

بولے انگد کہ کوئی تجھ سا حیا دار نہیں
جس کو خود اپنی ستائش میں کبھی عار نہیں
کاٹنا سر کسی لعاب کو دشوار نہیں
سورما اس سے مگر وہ بھی تو زنہار نہیں

کاٹنا سر نہ کبھی دل سے فراموش ہوا
(۷۲) خیر اب مجھ سے بتا کر تو سُبکدوش ہوا

کٹ چکے سر ترے اب جان کی آئی باری
جھیلنی موت کی باقی ہے ابھی دشواری
طول اس بات کو دے کر نہ کر اپنی خواری
جو میں کہتا ہوں وہ سُن چھوڑ کے کج رفتاری

تھی ٹھنی جب بلی بالی سے لڑائی تیری
(۷۳) کام طاقت کوئی اُس وقت نہ آئی تیری

کچھ یہاں دُوت کی صورت میں نہیں میں آیا
اور نہ کوئی تجھے پیغام مُدارا لایا
موت کے مُنہ میں مگر تجھ کو جو جلتے پایا
رام کو آ ہی گئی حال پہ تیرے دایا

میرا آنا ہے فقط تیری بھلائی کے لئے
(۷۴) نہ کہ کچھ اُن کی مصیبت سے رہائی کے لئے

مجھ کو بھیجا ہے یہی کہنے کو تجھ سے ترے پاس
کیا بڑائی ہے کرے قتل جو گیدڑ کو فراس
جانکی دیدے اگر موت سے ہو تجھ کو ہراس
چھوڑ دے اپنی روش ورنہ نہ رکھ جینے کی آس

اک اسی حکم سے بس رام کے خاموش ہوں میں
(۷۵) ورنہ دراصل ترا خونِ جگر نوش ہوں میں

میں رضا رام کی راون جو ذرا بھی پاتا
جانکی ماتا کو لنکا سے ابھی لے جاتا
توڑ کر مُنہ کو ترے تجھ کو مزا دکھلاتا
فوج ساری تری یہ ملکِ عدم پہنچاتا

گر کسی کا ہے تو اک رام کا ہے ڈر مجھ کو
(۷۶) ورنہ کیا بات ہے آتی نہیں جو کر مجھ کو

ناچتی دیکھ ترے سر پہ ہے خود تیری ممات
مار ڈالوں میں تجھے تو بھی نہ ہوگی بڑی بات
کیونکہ نادار۔ تہی مغز۔ لئیم و بدذات
فاسق اور پیر مرض میں جو گذاریں دن رات

خود غرض۔ کافر و مغرور جو آزردہ ہیں
(۷۷) دیکھنے میں تو یہ زندہ ہیں مگر مُردہ ہیں

جل گیا سُن کے یہ تو ہیں بھرے ان کے کلام　　　پیس کر دانتوں کو بولا شہِ عفریت انام
میں شہنشاہ کہاں اور تو ادنیٰ سا غلام　　　دے زباں کو تو بس اب اپنی خبردار لگام
جس کی تعریف یہاں تُو نے ابھی گائی ہے
اُس کا اقبال نہ کچھ اُس میں توانائی ہے (۷۸)

ہے وہ اُن لوگوں میں ہے جنکا تہی عقل سے سر　　　جن میں خوبی نہ کوئی ہے جنھیں رسوائی کا ڈر
جب یہ دیکھا کہ نہ آئے گا کوئی اِس کو ہُنر　　　کر دیا مار کے ماں باپ نے بھی شہر بدر
اک تو اس بات کا غم اُسپہ ہے فرقت زن کی
بڑھ کے ان سب سے مرا خوف و مصیبت بن کی (۷۹)

ہو گیا ہے انھیں اسباب سے جسم اُس کا نزار　　　ٹھہر سکتا نہیں وہ میرے مقابل زنہار
جسکی کی تُو نے بڑائی ہے وہ کب اہلِ وقار　　　ایسے انساں کا تو کرتے ہیں مرے دیت شکار
بات راون کی پسرِ بالی کے یہ سہہ نہ سکے
اپنے آپے میں وہ غصّہ کے سبب رہ نہ سکے (۸۰)

طیش میں ہاتھ بڑی زور سے پٹکا جو وہیں　　　دم بخود ہوگئے سب آگئی لرزہ میں زمیں
گر پڑے تھے جو مشیران وہاں تخت نشیں　　　بھاگنا چاہا مگر پا نہ سکے راہ کہیں
گر پڑے تاج دشانن کی نگونساری سے
لے لئے اُن میں کچھ انگد نے بھی ہُشیاری سے (۸۱)

اور پھینکا اُنھیں اُس جا سے شری رام کے پاس　　　خرس و میموں کے ہوا دل میں جنھیں دیکھ کے یاس
بولے کچھ بجر ہیں راون کے یہ کہتا ہے قیاس　　　تارے ٹوٹے ہیں کہا بعضوں نے بارنج و ہراس
رام جی بولے نہ یہ بجر نہ انگارے ہیں
اور نہ تو عرش کے یہ ٹوٹے ہوئے تارے ہیں (۸۲)

تاجِ راون پسرِ بالی نے پھینکے ہیں اِدھر　　　خوف کیا ہے تمھیں پہنچا نہیں سکتے یہ ضرر
آکے اتنے میں گرے سامنے وہ افسرِ زر　　　تھے چمکدار جڑے بیش بہا جن میں گہر
کود کر اُن کو اُدھر لے گئے ہنومان اُٹھا
شاہِ عفریت ادھر ہو کے پشیمان اُٹھا (۸۳)

بولا جھنجھلا کے خبردار یہ بھاگے نہ کہیں خرس و میموں سے اسی وقت کرو پاک زمیں
باندھ کر رام و لکھن دونوں کو لے آؤ یہیں ہوں جو راون تو گھسا لونگا میں پیروں پہ جبیں
بولے انگد نہ حماقت گئی اب تک تیری
(۸۴) موت تو سر پہ ہے۔ باقی ہے ابھی جھک تیری

مثل پہلے کے زباں تیری چلی جاتی ہے بے حیا شرم بھی کیا تجھ کو نہیں آتی ہے
حالِ لشکر تجھے طاقت مری بتلاتی ہے تو بھی کم بخت مری بات نہیں بھاتی ہے
کیوں زباں گر نہیں جاتی ترے منھ سے کٹ کر
(۸۵) یہ زمیں تجھ کو نگل کیوں نہیں لیتی پھٹ کر

کیا کہوں حکم اگر رام کا پاتا راون کھیل طاقت کا میں کچھ اپنی دکھاتا راون
تیری لنکا کو سمندر میں ڈباتا راون لے کے سیتا کو تجھے مار کے جاتا راون
بولا راون کہ عبث لاف زنی خوب نہیں
(۸۶) اتنی شیخی تو تھی بالی کو بھی مرغوب نہیں

خشمگیں ہو کے تب انگد نے کیا رام کا دھیان اور پھر بولے کہ نادان نہ دے اپنی تو جان
لشکرِ رام سے ہے جنگ کا تجھ کو ارمان ہم بھی دیکھیں ہیں تری فوج میں کیسے بلوان
لے کوئی پیر ہٹا دے جو ہمارا راون
(۸۷) رام پھر جائیں گے سیتا کو میں ہارا راون

حکم راون نے دیا سن کے یہ انگد کا بیاں راج میں جتنے توانا ہیں وہ حاضر ہوں یہاں
دیں پٹک اس کو کہ کافور ہو طاقت کا گماں اور لڑائی کا نہ رہ جائے پھر اس کو ارماں
بات سنکر یہ وہاں آ گئے طاقت والے
(۸۸) پیل تن تھے جو توانا قد و قامت والے

زور کرتے تھے کسی سے نہیں ہلتا تھا قدم دیکھ کر حال یہ راون کے بڑھے غصہ و غم
جبکہ گردن ہوئی گھمن نادکی بھی شرم سے خم خود اٹھا کہہ کے یہ راون کہ ذرا دیکھیں تو ہم
پاس جا کر قدم ان کا جو اٹھانا چاہا
(۸۹) مار کر لات اسے انگد نے گرانا چاہا

رُک گئے کرکے مگر رام کی باتوں کا خیال ۔ اور کہا یوں نہیں مٹنے کا ترے دل سے ملال
جا کے کرنا ہے تو کر رام کے قدموں سے وصال ۔ وہ جو چاہیں تو ہو تو راحت عقبیٰ سے نہال
اس پہ شرمندہ ہوا بخت پر اپنے راون
(۹۰) زہر خندانہ پھرا تخت پر اپنے راون

جُھک گئے اُس کے دسوں سر بھی پشیمانی سے ۔ آب جاتی رہی سب چہرۂ نورانی سے
کہہ کے پھر اُس سے کہ آباز تو شیطانی سے ۔ ہو جو بچنا تجھے منظور گراں جانی سے
چل دیئے چھوڑ کے انگد اُسے بل دکھلا کر
(۹۱) اور کیا حال بیاں رام سے سارا آکر

سُن کے سب حال کہا رام نے ہو تیاری ۔ چاروں جانب سے بڑھے فوج بصد ہشیاری
ہو گیا حکم یہ راون کا اُدھر بھی جاری ۔ جس سے بیکار ہو تدبیر عدو کی ساری
خرس و میموں تھے اِدھر لشکرِ کفار اُدھر
(۹۲) دیوتا کہتے تھے ہو جیت اِدھر ہار اُدھر

دونوں جانب سے بجے جنگ کے باجے بہم ۔ دُندبھی۔ ڈھول نفیری کہ بڑھائیں جو ہمم
تھی اُدھر چاروں دروں پر صفِ عفریت بہم ۔ فوجِ میموں تھی اِدھر اُن سے کسی طرح نہ کم
اونٹوں بھینسوں پہ گدھوں چیتوں پہ تھے دیت سوار
(۹۳) وانر اور ریچھ لڑائی کو تھے پیدل تیار

اُس طرف تیر و کماں کوئی لئے تیغ و تبر ۔ پاس بھالا تھا کسی کے تو کسی کے مُگدر
وانروں کے تھے اِدھر ناخن و دندان و شجر ۔ اور سروں پر کرم رام تھا مانندِ سپر
گھِر گئی ان سے اِدھر شہر پناہِ لنکا
(۹۴) ہو گئی بند اُدھر دیتوں سے راہِ لنکا

جب یہ دیکھا نہیں دروازوں سے آسان گزر ۔ چڑھ گئے کود کے تب سُور کے اوپر وانر
پھینکنے جا کے لگے دیتوں پہ یہ سنگ و شجر ۔ جن سے بعضوں کے کٹے ہاتھ پھٹے بعضوں کے سر
یک بیک دیتوں پہ اوپر سے جو یوں وار ہوا
(۹۵) منتشر خوف سے تب لشکرِ کفا رہوا

دیکھی ہٹتے ہوئے پیچھے کو جو فوجِ کفّار تھے جو سردار وہ اوپر سے گئے کود کے پار
تھے نگہبان جو موجود وہاں پر دو چار بات کی بات میں ڈالا اُنھیں ان لوگوں نے مار
جیت کا اپنی بجاتے ہوئے ڈنکا میموں
(۹۶) ہوگئے شان سے تب داخلِ لنکا میموں

اپنے ہاتھوں میں لئے کوئی شجر کوئی پہاڑ مار کر گھونسہ کوئی دیتوں کو دیتا تھا پچھاڑ
اوپر اُڑ جاتا تھا لیتا تھا نشانہ کو جو تاڑ لے کے دیتوں کو کوئی وار سے کرلیتا تھا آڑ
رام کی جے کوئی کہتا تھا لکھن لال کی جے
(۹۷) کوئی سُگریو کی انگد کی پون لال کی جے

اُس طرف دیت بھی ہر سمت سے ہو کر تیار کوئی پیدل کوئی ہاتھی کوئی گھوڑے پہ سوار
کوئی پھرسا کوئی مُگدر کوئی لے کر تلوار دوڑ کر کرنے لگے وانروں اور ریچھوں پہ وار
زور سے کہتے تھے پہلا کے ہو جے راون کی
(۹۸) ہار ہو رام کی لچھمن کی وِجے راون کی

دُو بدو ہونے لگی وانروں اور دیتوں میں جنگ پھینکتے اُن پہ یہ پتھر تھے تو وہ ان پہ خدنگ
نہرِ خوں بہنے لگی لال ہوا فرش کا رنگ پٹ کے لاشوں سے ہوا معرکۂ رزم بھی تنگ
مارتے تھے وہ انھیں اور یہ اُن کو چڑھ کر
(۹۹) تھے وہ طاقت میں زیادہ تو یہ اُن سے بڑھ کر

گونج اُٹھی شور سے لنکا کی زمیں تا بہ فلک دیوتا سکتے میں تھے جن کی نہ گرتی تھی پلک
عرش سے دیکھ کے اس جنگ کو کہتے تھے ملک ہو مبارک انھیں اور اُن کو ہو یہ جنگ کلنک
کوئی بے ہاتھ اگر تھا تو تھا بے پیر کوئی
(۱۰۰) بہہ رہا تھا کوئی خوں میں تھا رہا تیر کوئی

رام کی تھی انھیں راون کی تھی اُن کو امداد وہ تو تھے جنگ کو مجبور یہ تھے جنگ سے شاد
کم ہوا اُن کا ہوا اِن کا کچھ اقبال زیاد فوج دیتوں کی ہوئی چشم زدن میں برباد
اک رُبع فوج بچی اُن کی لڑائی کے لئے
(۱۰۱) مستعد یہ ہوئے اُس کی بھی صفائی کے لئے

میگھ ناد آگیا میدان میں یہ دیکھ کے حال — اور پوشیدہ لڑائی کا کیا دل میں خیال
بر سے برہما کے اُسے جنگ میں حاصل تھا کمال — جیتنا اُس کے مقابل میں تھا اک امرِ محال
جنگ کے فن میں بہت ماہر و کامل تھا وہ
(۱۰۲) اندر ڈرتے تھے اُسے سحر کا عامل تھا وہ

دیکھ کر ہوتے ہوئے دیتوں کی اسطور پہ ہار — ہو کے روپوش اُڑا جانبِ گردوں اک بار
جا کے ہتھیاروں کی کی ان پہ کچھ ایسی بوچھار — خرس و میموں کو ہوئی جان بچانی دشوار
زخم پر زخم تن زار پہ کھاتے تھے یہ
(۱۰۳) مارتا تھا جو اُسے دیکھ نہ پاتے تھے یہ

دھڑ سے کٹ جاتے تھے سر اُن کے جنھیں لگتے تھے تیر — کارگر ہوتی نہ تھی کوئی بھی ان کی تدبیر
جتنے سردار تھے لشکر میں ہوئے سب وہ حسیر — بہرِ امداد کھڑے تکتے تھے شکلِ رگھوبیر
سب یہ کہتے تھے کہ اب جان پر آفت آئی
(۱۰۴) یہ فسوں اُس کا ہے یا سر پہ قیامت آئی

سوچ کر دل میں کہ برہماستر کا گھٹ جائے نہ مان — پہلے بیٹھے رہے خاموش شری رام سُجان
پھر جو دیکھا کہ ہوا لشکرِ میموں حیران — اور بھرا زخمیوں مقتولوں سے سارا میدان
ظلم عفریت کا دم بھر بھی گوارا نہ ہوا
(۱۰۵) آگیا طیش اُنھیں ضبط کا یارا نہ ہوا

بولے لچھمن سے کہ لاؤ تو مرے تیر و کماں — راچھسوں کا میں مٹا دوں ابھی ہستی سے نشاں
گو دھنش بان وہیں پر تھے وہ بیٹھے تھے جہاں — تھی نہ غصہ سے مگر کچھ خبرِ جسم نہ جاں
خوش فسوں گر تھا جو اِن اپنی کراماتوں پر
(۱۰۶) بھاگا وہ گھر کی طرف رام کی اِن باتوں پر

دیکھ کر وانروں ریچھوں کا بہت حال خراب — خاک و خوں میں تھا اگر کوئی تو کوئی بیتاب
مضطرب کوئی زمیں پہ تھا برنگِ سیماب — دیکھتا تھا کوئی خاموش پڑا حشر کا خواب
رحم کی وجہ سے رگھوناتھ کا دل بھر آیا
(۱۰۷) ہو کے رنجیدہ ہنومان سے یہ فرمایا

چھیر[1] ساگر ہے جہاں جلد وہیں تم جاؤ		درون[2] پربت ہے جو اُس جا اُسے تم لے آؤ
بوٹیاں اُس پہ ہیں تم اُن سے دوا بنواؤ		اور بے ہوش ہیں جو ہوش میں اُن کو لاؤ
جانتا ہوں میں کہ یہ کام تمہیں سے ہوگا
(۱۰۸) دُور کل فوج کا آلام تمہیں سے ہوگا

ہوگا نام اس سے زمانہ میں تمہارا مشہور		اور تکلیف مری فوج کی ہو جائے گی دور
بولے ہنومان میں حاضر ہوں جو ہو حکم حضور		آپ کے فضل سے ہر کام پہ ہے مجھ کو عبور
چل دیئے کہہ کے یہ فوراً نہ رُکے انجنی لال
(۱۰۹) لا کے پھر رام کے قدموں پہ جھکے انجنی لال

خرس و میموں ہوئے سب شاد دوائیں پیکر		ہو گئے پھر وہ توانا جو تھے با حالِ بتر
زندگی پا گئے پھر سب وہ گئے جو کہ تھے مر		یوں ہوئے اُٹھ کے کھڑے خواب سے جیسے بشر
پھر پہاڑی کو مہابیر وہیں رکھ آئے
(۱۱۰) جا کے جس طور سے تھے اُسکو جہاں سے لائے

شور پھر لشکرِ میموں کا جو راون نے سُنا		پڑ کے حیرت میں بہت فوج سے یوں اپنی کہا
دیوتاؤں کی مدد میں ہے بد اندیش مِرا		مارنا اس لئے تم دیتوں کو ہے اُس کا روا
دیت دانو ہیں سبھی تابع فرماں میرے
(۱۱۱) شرم ہے آئے مقابل اگر انساں میرے

اس لئے جتنے بھی لشکر میں ہیں میرے سردار		ہیں رعایا مری حاصل ہے جنھیں مجھ سے وقار
جو جری اور بہادر ہیں بڑے کار گذار		ہم نشیں میرے ہی خواہ ہیں جتنے مرے یار
حکم میرا ہے وہ سب جائیں لڑائی کے لئے
(۱۱۲) رام کی رام کے لشکر کی صفائی کے لئے

جان کے ڈر سے لڑائی کو نہ جو جائے گا		یا وہ میدان سے جو ہار کے بھاگ آئے گا
وہ مرے حکم عدولی کی سزا پائے گا		راہ دوزخ کی مرا تیر اُسے دکھلائے گا
ہو گئے خوف زدہ سُن کے یہ سارے عفریت
(۱۱۳) ہو کے مجبور چلے موت کے مارے عفریت

[1] क्षीरसागर [2] द्रोणपर्वत

अतिकाय[2] महोदर[1]
महानाद[3]

دیونشتر و پرہست اور مہودر[1] بلوان بیر اتی[2] کائے لڑائی کا تھا جن کو ارمان
لے کے ہاتھوں میں نکنبھ اور ترانتک بھی کمان اور مہاناد[3] وغیرہ جنھیں طاقت کی تھی شان
ہر طرح ہو کے مسلّح پئے پیکار چلے
(۱۱۴) جان ہاتھوں پہ لئے زیست سے بیزار چلے

دیت اور اتنے تھے جن کی نہ تھی کوئی تعداد جنگ جو مائلِ شر۔ بانیٔ ایذا و فساد
جان پر کھیل گئے سب جو یہ پایا ارشاد پل پڑے کرنے لگے لشکرِ میموں برباد
تھا تبر ہاتھ میں کوئی تو کوئی تیر لئے
(۱۱۵) کوئی نیزہ کوئی خنجر کوئی شمشیر لئے

خرس و میموں بھی اِدھر دیکھ کے دیتوں کا یہ [?]رنگ طیش میں آکے ہوئے اُن سے پھر آمادۂ جنگ
ہاتھ میں اپنے شجر کوئی لئے تھا کوئی سنگ کارگر جن سے نہ ہوتے تھے غنیموں کے خدنگ
روکتے ان کے تھے وہ اُنکے تھے یہ واروں کو
(۱۱۶) مارنے تب یہ لگے دیتوں کے سرداروں کو

بعض تو اُن میں مرے کھا کے شری رام کا تیر اور بعضوں کے پڑی سر پہ لکھن کی شمشیر
موت کی بعضوں کی سُگریو نے کر دی تدبیر اور بعضوں کو ملی ابن صبا سے تعزیر
جو بچے کچھ وہ مرے دوسرے سرداروں سے
(۱۱۷) اور کچھ وانروں ریچھوں کے مرے واروں سے

الغرض دیت وہاں جتنے تھے سب آ گئے کام رہ گیا جنگ کے میداں میں نہ عفریت کا نام
رام کی پا کے مدد لشکرِ سُگریو تمام یوں لڑا گویا نہ تھا اُس کو کوئی ڈر کا مقام
رام کا جس پہ کرم ہو اُسے کس کا ڈر ہو
(۱۱۸) کب وہ ہارے گا مقابل میں جو دنیا بھر ہو

سرو ویاپک ہیں شری رام ہر اک جا موجود ہیں وہ ہر بات میں کامل نہیں طاقت محدود
بچشمِ رحمت سے اُنھیں کے ہے زمانہ کا وجود قہر ہو اُن کا تو اقلیم ہوں سارے نابود
جنکو وشنو شیو و برہما بھی نہیں پاتے ہیں
(۱۱۹) آج بھگتوں کو چرتر اپنا وہ دکھلاتے ہیں

مخمس (مکالمہ)

انگد۔ ہو نہ راون تو ظلم کا بانی　　کیا ملے گا بجز پشیمانی
چند روزہ ہے عشرتِ فانی　　ترک کر خواہشاتِ نفسانی
ہوگا تب تجھ پہ رحمِ یزدانی

راون۔ بس زباں اپنی بند کر انگد　　زندگی چاہتا ہو گر انگد
مجھ پہ ہوگا نہ کچھ اثر انگد　　ہے کچھ اسکی تجھے خبر انگد
کہ نہیں ہے کوئی مرا ثانی

انگد۔ مجھ کو معلوم ہے ترا سب راز　　بلی[1] سے لڑکر ہوا تو سرافراز
پھر کیا تو نے اپنا دست دراز　　اور سہس باہو سے ملا اعزاز
کی تھی بالی نے تیری مہمانی

راون　جانتے خوب ہیں مجھے دِگپال　　دل میں ابتک ہے جنکے رنج وملال
شیو کو معلوم ہے مرا سب حال　　جنکو میں نے دکھا دیا وہ کمال
جس سے حیراں ہے عقلِ انسانی

انگد　رام کا حکم کاش پاتا میں　　تیری طاقت تجھے دکھاتا میں
تیری ہستی ابھی مٹاتا میں　　سر پہ سیتا کو لے کے جاتا میں
بھول جاتا تو ساری شیطانی

راون　رام لچھمن ہیں تیرے محوِ فغاں　　تجھ میں سگریو میں ہے تاب کہاں
تیرا لشکر ہے لشکرِ طفلاں　　ہے اگر تو ہے ایک وانر ہاں
جس سے لنکا پہ چھائی ویرانی

انگد　سچ ہے لنکا تری جلا ڈالی　　کر دیا باغ نخل سے خالی
کی تری فوج کی بھی پامالی　　تجھ کو دی تیرے سامنے گالی
پھر بھی تو نے نہ ذات پہچانی

راون　رام سے مل کے باپ کو کھایا　　راج سگریو نے ترا پایا

(1) बलि

چھن گیا تیرا سارا سرمایا تو بھی تیری نہ عقل میں آیا
رام ہے تیرا دشمنِ جانی

انگد۔ باپ کو کھا کے میں تجھے کھاتا اُن سے ہوتا نہ گر ترا ناتا
سُن مگر میں ہوں تجھ کو بتلاتا باپ سب کے ہیں رام سُکھ داتا
ماں ہیں سیتا جگت مہارانی

راون مجھ سے انگد نہ اتنی شیخی مار جیتنا مجھ کو امر ہے دشوار
میرے آگے ستائشِ اغیار روک اپنی زباں کو بدکردار
ورنہ اب تیری جان ہے جانی

انگد۔ رام ہیں سب کے آتما راون بر نہ آئے گا مُدّعا راون
موت اپنی نہ تو بلا راون اُن سے لڑنا نہیں روا راون
ورنہ ہو جائے گا لہو پانی

راون جس کو تو نے کہا کہ ہے بھگوان میں سمجھتا ہوں اُسکو اک انسان
باپ ماں اُس سے جب ہوئے حیران بھاگ آیا وہ لے کر اپنی جان
دربدر خاک ہر طرف چھانی

انگد۔ ہفت اقلیم کا جو ہو سرور اُسکو کب ہو گا کوئی خوف و خطر
قتل تیرا اگر تھا مدِّ نظر اس لئے آئے ہیں وہ چھوڑ کے گھر
نا سمجھ اب بھی چھوڑ نادانی

راون۔ جیت سکتا مجھے جو تیرا رام بھیجتا صلح کا یہ کیوں پیغام
بَل کا اُس میں نہیں ذرا بھی نام مار سکتے ہیں اُسکو میرے غلام
اُس کی بیکار ہے ثنا خوانی

انگد۔ نہیں اُن کا یہ ہے پیامِ اجل پائے گا پھل تو اُسکا صبح کو کل
دیکھنا اُن کا کارزار میں بَل ہو گا تو اور تیرا لشکر شل
بھول جائے گی شانِ سلطانی

راون سامنے میرے تیری یہ تقریر میں شہنشاہ تو سفیرِ حقیر

بڑھ گئی حد سے اب تری تقصیر جا تُو سکتا نہیں بِلا تعزیر
رہ نہ جائے گی پھر یہ لسّانی
بے حیا اس قدر تو مار نہ دم لے میں رکھتا ہوں یہ زمیں پہ قدم
جو ہٹا دے تو ہو نہ رام کو غم جانکی تجھ سے ہار جائیں ہم
دیکھوں تو کس قدر ہے لاثانی
بات راون یہ سُن کے جب اُٹھا ہنس کے انگد نے تب یہ اُس سے کہا
پیر میرا نہ چھُو نہ ہوگا بھلا ہاں اگر رام کی شرن میں جا
ہے یہ ممکن ہو لطفِ رحمانی
یوں نرائن ہوئی جو رسوائی شرم راون کو بے طرح آئی
ہو گئی دور سب خود آرائی رہ گئی پھر نہ تابِ گویائی
اُڑ گیا رنگِ روئے نورانی
سوئیا
راون سیکھ کہوں ہت کی پِت کی گتی میں نج نین نہاری
رام برودھ بھلائی نہ ہوئے سہائی جو ہو ہیں برنچ پُراری
کنٹھ کُٹھار گہے اب ہوں چل سنگ لئے متھلیش کُماری
دین دیال کرپال نرائن، تو ہیں ابھے گتی دیہیں سُراری
دوہا
سُن راون اجہوں بھلو جو نج چاہت ہوئے
تو سیتا لے سنگ چل اہنکار سب کھوئے

सवैया—रावण सीख कहौं हित की पितु की गति मैं निज-नयन निहारी।
राम बिरोध भलाई न होय सहाइ जो होहिं विरञ्चि पुरारी।
कण्ठ कुठार गहे अब हूँ चलु सङ्ग लिये मिथिलेश-कुमारी।
दीन दयालु कृपालु 'नरायन' तोहि अभयगति देहिं सुरारी॥
दोहा—सुनु रावण अजहूं भलो जो निज चाहत होय।
तो सीता लै सङ्ग चलु, अहङ्कार सब खोय॥

دِین بندھُو رگھوناتھ سَم 'نارایَن' نہیں آن
گئے شَرن رکھہیں اوشِ۔ کرپا سِندھو بھگوان

سرگ چھٹواں

لچھمن جی کو شکتی لگنا

حال اب جنگ کا یوں کرتے ہیں برکھیکِتؔ بیاں
دل بھر آئے جسے سُننے سے ہو چشم اشک افشاں
رہ گیا دیتوں کا میداں میں نہ جب کوئی نشاں
اور اَتی کاے کی کام آگئی کُل فوج وہاں
فرطِ غم سے شہِ عفریت غضبناک ہوا
(۱) مُستعد جنگ و جدل کے لئے بیباک ہوا

کہہ کے گھن ناد سے ہر طور یہ رہنا ہشیار
ہو سکے تا کہ نہ لنکا پہ کسی سمت سے وار
لے کے ہاتھوں میں تبر تیر کمان اور تلوار
سوئے میداں وہ بڑھا رتھ پہ برائے پیکار
دیکھ کر چاروں طرف جانبِ رگھوناتھ بڑھا
(۲) فوج عفریت کئی لاکھ لئے ساتھ بڑھا

غُل ہوا لشکرِ میموں میں کہ آیا راون
مارنے اُس کو چلے لیکے دھنش بان لکھن
دیکھ کر حال یہ عفریت ہوا تیر فگن
سانپ کی طرح چلے تیر نکالے ہوئے پھن
یک بیک سر پہ یہ میمونوں کے آفت آئی
(۳) جاں بری کی نہ نظر کوئی بھی صورت آئی

دیکھا سُگریو کو جب فرش پہ گرتے بیتاب
طیش میں دوڑے بِبھیشن بھی گدا لیکے شتاب
کہہ کے راون نے یہ بھائی سے کہ اے خانہ خراب
ٹھہر میں تجھ کو دکھاتا ہوں تری موت کا خواب
مَے کی دی شکتی تھی جو زہ پہ وہ جوڑی اُس نے
(۴) اور بِبھیشن کی طرف تاک کے چھوڑی اُس نے

दीन-बन्धु रघुनाथ-मम, 'नारायन' नहिं आन।
गए शरण रखिहहिं अवशि, कृपा-सिन्धु भगवान ॥

دیکھ کر آتے ہوئے اُس کو لکھن لال نے تب سوچ کر دل میں کہ ایسا نہ ہو ڈھلئے یہ غضب
موت کا آکے ببھیشن کی ہوئی گر یہ سبب رام نے کھیل رچا ہے جو بگڑ جائے گا سب
کیونکہ رگھوبر نے ابھے[1] دان دیا ہے اس کو
(۵) سایۂ دامنِ رحمت میں لیا ہے اس کو

سہہ نہ پائے گا لگا اس کو جو یہ تیر کہیں اور غم رام کو ہو جائیگا ہوں گے وہ حزیں
اس لئے ہے یہ مناسب اسے لیں روک ہمیں کیونکہ میرے لئے یہ کوئی بڑی چیز نہیں
تیر کی زد سے ببھیشن کو بچایا فوراً
(۶) اور خود سینہ پہ اُس تیر کو کھایا فوراً

گو یہ وہ شکتی تھی جس کا نہ ہو بیکار اثر کچھ مگر اُس سے لکھن لال کو پہونچا نہ ضرر
کیونکہ مایا کی تھی وہ جس سے نہ تھا کچھ اُنھیں ڈر دوئمش رام کی تھی خاص عنایت کی نظر
تو بھی اظہار کیا اپنی پریشانی کا
(۷) اس قدر پاس کیا پیکر انسانی کا

تیر لگتے ہی گرے فرش پہ غش کھا کے لکھن ہل گئی جس سے زمیں کانپ اُٹھا چرخ کہن
فوج میموں کی چلی رن سے پڑا کچھ بھی نہ بن دیکھ کر حال یہ نزدیک گیا تیر فگن
جا کے راون نے قریب اُن کو اُٹھانا چاہا
(۸) اور کُل فوج کو زور اپنا دکھانا چاہا

رام کے انش[2] تھے اور شیش کے اوتار تھے وہ تھا یہ غش کھیل نہ کچھ اس کے سبب ناچار تھے وہ
سر پر اپنے لئے برہمانڈ کا سب بار تھے وہ لاکھوں راون سے بھی اُٹھ سکتے نہ زنہار تھے وہ
جلد تب پاس لکھن لال کے آئے ہنومان
(۹) تاب غصہ کی نہ یہ دیکھ کے لائے ہنومان

کس کے اک آتے ہی راون کو وہ گھونسہ مارا جس سے آیا اُسے غش ہو کے وہ بیتاب گرا
ناک مُنھ کانوں سے اکبارگی خون اُس کے بہا پُتلیاں پھر گئیں ہل اپنی جگہ سے نہ سکا
رتھ پہ گو دیتوں نے لے جا کے بٹھایا اُسکو
(۱۰) دیر تک ہوش نہ مطلق مگر آیا اُس کو

(1) अभयदान
(2) अंश

لائے لچھمن کو اِدھر جلد اُٹھا کر ہنومان　　دیت سب رہ گئے۔ طاقت جو یہ دیکھی حیران
گو کسی سے بھی نہ لچھمن کا تھا اُٹھنا آسان　　کیونکہ تھے شیش کا اوتار لئے سر پہ جہان
تو بھی وہ پریم سے ہنومان کے ناچار ہوئے
خود بخود اُٹھ گئے بالکل نہ اُنھیں بار ہوئے　(۱۱)

رام کی بھگتی سے پایا یہ ہنومان نے بَل　　کہ اُٹھایا اُنھیں یوں ہاتھ پہ جس طرح کمَل
اس طرف شکتی وہ لائی تھی جو پیغامِ اجل　　اُن کو اوتار سمجھ کر گئی واپس وہ نِکل
اُس طرف جب شہِ عفریت کو پھر ہوش آیا
سامنے رام کے لڑنے وہ بصد جوش آیا　(۱۲)

رتھ پہ بیٹھا ہوا دیکھا اُسے رگھوناتھ نے جب　　آ گیا خیرہ سری پر اُنھیں راوَن کی غضب
بیٹھ کر جلدی سے کندھے پہ پوَن پُوت کے تب　　پا نہیں سکتے تھے رفتار کو جن کی مَرکب
شور کرتے ہوئے رودہ کا مقابل آئے
خوف کی وجہ سے سُنکر جسے دل ہل جائے　(۱۳)

آ کے بولے شہِ عفریت سے اس طور پہ رام　　ٹھہر ہستی سے مٹاتا ہوں ابھی میں ترا نام
گو یہ سچ ہے کہ ہے یکساں مری نظروں میں انام　　کیونکہ ہر ذرّہ کو حاصل ہے مری بخششِ عام
تو بھی یہ وہ ہے خطا جو میں نہیں سہہ سکتا
بے دیئے اس کی سزا تجھ کو نہیں رہ سکتا　(۱۴)

تیر وہ قتل ہوا جس سے جن اَستھان[1] میں کھَر　　کاٹتا ہوں میں ترے جلد اُسی تیر سے سر
رام کندھے پہ ہنومان کے آئے جو نظر　　تیر راوَن نے پوَن سُت پہ کیا تاک کے سر
کچھ ہوا اُس سے ضرر اور نہ زیانِ ہنومان
بڑھ گئی اُس سے مگر اور بھی شانِ ہنومان　(۱۵)

برق ساں گرجے ادھر زور سے ہنومان بلی　　چرخ رگھوبر سے اُدھر تیروں کی اک فوج چلی
تھی یہ فوج ایسی شرربار کہ وہ فوج جلی　　رام کے سامنے راوَن کی نہ کچھ دال گلی
مر گئے سارتھی اور گھوڑے تو رتھ ٹوٹ گیا
یک بیک ہاتھ سے راوَن کے دھنش چھوٹ گیا　(۱۶)

[1] जनस्थान

رہ گیا دھوج نہ تو چھتر اور نہ پتا کا نشاں ٹکڑے ٹکڑے ہوئے دشیش کے سب تیر و کماں
اندر کے بجر کی مانند تب اک تیر گراں اُس طرف رام نے پھینکا شہِ راون تھا جہاں

ایک ہی تیر نے عالم یہ دکھایا اُس کو
(۱۷) جسم کل کانپ اُٹھا اُس کا غش آیا اُس کو

پھینکا تب رام نے اک اور بہ شکلِ مہِ نیم جس کے لگتے ہی گرا کٹ کے الگ تاجِ غنیم
رام جی جو کہ ہیں مشہور دو عالم میں رحیم بولے یہ دیکھ کے راون کا بہت حال سقیم

دیکھ کر حال ترا تجھ پہ ترس کھاتا ہوں
(۱۸) جا تو اب آج نہ لڑ تجھ کو میں سمجھاتا ہوں

پہلے زخموں کا جو تن پر ہیں تو کر جا کے علاج بند کرتا ہوں لڑائی میں ترے واسطے آج
صبح کل پھر نہ ہوا ٹھیک اگر تیرا مزاج دیکھنا جنگ کے میدان میں میری معراج

بات یہ رام کی سُن کر وہ پشیمان ہوا
(۱۹) غمزدہ گھر کو رواں چھوڑ کے میدان ہوا

دیکھ کر رام جی سومتر کو بیہوش ادھر دیر تک گریہ و زاری میں رہے مثلِ بشر
بعدہٗ بولے پَوَن سُت سے یہ با دیدۂ تر روح ان کی کہیں ایسا نہ ہو کر جائے سفر

تم جو لائے تھے دوائیں وہی لا دو جلدی
(۲۰) اور میمولوں کو لچھمن کو جلا دو جلدی

انجنی لال نے پایا جو یہ حکمِ شری رام چل دئے کہہ کے بہت خوب بہ تعجیل تمام
دھیان میں رام کے اور لیتے ہوئے رام کا نام پار پہونچے نہ کیا راہ میں دم بھر بھی قیام

حال دُوتوں نے یہ راون کو سُنایا جا کر
(۲۱) جس جگہ جیسے گئے تھے وہ بتایا جا کر

ہو گئی فکر دشانن کو ملی جب یہ خبر رات کو اُٹھ کے چلا قصر سے وہ بانیٔ شر
کال نیم ایک نشاچر کا جہاں پر کہ تھا گھر جا کے پہونچا وہیں دم بھر میں وہ طے کر کے سفر

اپنا سر دیکھ کے راون کو جھکایا اُس نے
(۲۲) کی مدارات بہ تعظیم بٹھایا اُس نے

بعدہٗ دیکھ کے راون کو بہت غمزدہ حال سامنے جوڑ کے ہاتھ اُسنے کیا اُس سے سوال
کی یہ کیوں آپ نے تکلیف ہے کیا دل میں خیال آج کیوں آپ کے چہرہ سے ٹپکتا ہے ملال
مانئے بات مری آپ کا دمساز ہوں میں
(۲۳) کیا کروں آپ کی خدمت کہ سرافراز ہوں میں

بولا راون کہ سُن اب تجھ کو بتاتے ہیں وہ ہم باعثِ فکر ہے جو بات ہے جس کا ہمیں غم
آجکل رام سے ہیں جنگ کے سامان بہم چین اس واسطے ملتا نہیں ہم کو کوئی دم
میری نظروں میں ہے تکلیف اب آرام تمام
(۲۴) نصف لشکر کا لڑائی میں ہوا کام تمام

کال کا چکر ہے جس نے ہے یہ آفت ڈھائی ورنہ انساں میں کہاں طاقتِ جنگ آرائی
خوف سے میموں نہ دیتے تھے کہیں دکھلائی آج کرتے ہیں وہی آکے مری رسوائی
ہم سے جو ڈرتے تھے کل آج ڈراتے ہیں ہمیں
(۲۵) ہم ستاتے تھے جنھیں اب وہ ستاتے ہیں ہمیں

گر پڑے رن میں لکھن میں نے جو شکتی ماری ہوتی ہے اُن کو بچانے کے لئے تیاری
لینے جاتے ہیں ہنومان دوائیں ساری اب وہ تدبیر ہو جس سے ہو اُنھیں ناچاری
صبح تک روک لے تو اُن کو نہ جانے پائیں
(۲۶) اور دوا لاکے نہ لچھمن کو بچانے پائیں

تُو ہی یہ کام کرے گا ہے تری عقل رسا جا کر اب بھیس بنا اپنا تُو سنیاسی کا
صبح تک تُو اُنھیں باتوں میں کسی طور پھنسا کرکے یہ کام مرا اپنے مکاں کو پلٹ آ
راہ اب جانے کی سُن ہم تجھے بتلاتے ہیں
(۲۷) چھیر ساگر ہے ہنومان جدھر جاتے ہیں

کالنیم اُس کی ہوا سُن کے یہ تقریر حزیں اور بولا کہ کہوں آپ سے کس منہ سے نہیں
چال لیکن یہ ہوئی اُن کو جو معلوم کہیں جان رہ جائے گی تن میں نہ یہ ہے مجھ کو یقیں
دُور اک تیر سے بالی کا سب اقبال ہوا
(۲۸) اور ماریچ کا معلوم ہے جو حال ہوا

غور سے سنئے میں جو آپ سے کرتا ہوں بیاں — اس سے ممکن ہے کہ ہو امن کی تدبیر عیاں
روک لوں میں جو یُوں شت کو یہ ہے تاب کہاں — ہاں اگر جانی ہے یوں ہی تو چلی جائے گی جاں
زندگی میری جو کام آئے تو تیار ہوں میں
(۲۹) آپ کا حکم نہ مانوں تو گنہگار ہوں میں

راج یہ وہم ہے دھن دھام بھی سب باطل ہے — ہو گیا کُل کا اگر ناش تو کیا حاصل ہے
جانکی شکتی ہے دل اُس پہ عبث مائل ہے — سچ جو مایا کو سمجھتا ہے وہی جاہل ہے
کون کس کا ہے یہیں تک کا ہر اک ناتا ہے
(۳۰) بعد مرنے کے کوئی ساتھ نہیں جاتا ہے

گو یہ مانا کہ ہیں دنیا میں بڑے آپ جری — آپ کے بس میں ہیں انسان و ملک دیو و پری
کیا ضرورت ہے عبث آپ یہ لیں دردسری — کون ایسا ہے جو ہو موت کے پنجہ سے بری
پھیر دینے ہی میں سیتا کے بھلائی ہوگی
(۳۱) جان بچ جائے گی موقوف لڑائی ہوگی

راج دے کر یہ بھبھیشن کو چلے جائیے بن — کیجئے بیٹھ کے تنہائی میں کچھ روز بھجن
ہو جو منظور کہ پھر ہو نہ کبھی جنم مرن — تو لگا دیجئے سنسار سے ویراگ میں من
آتما کیا ہے ذرا غور تو فرمائیے آپ
(۳۲) بھول کر بھی نہ وشے(۱) بھوگ میں پھر جائیے آپ

(۱) विषय-भोग

آتما کے سوا جو کچھ بھی نظر آتا ہے — کھیل مایا کا ہے مایا سے وہ بن جاتا ہے
آتما انش پرم برہمہ کا کہلاتا ہے — گیان کا روپ ہے مایا سے نہیں ناتا ہے
ست رج اور تم صفتیں مایا کی کہلاتی ہیں
(۳۳) سارے عالم کی ہر اک شے میں نظر آتی ہیں

ہیں یہی جن سے کہ ہوتا ہے وجودِ عالم — ہیں یہی جو کہ بنا دیتی ہیں ہستی کو عدم
ہیں یہی سب میں کسی میں کوئی بیش اور کوئی کم — ہیں یہی جن سے عیاں دہر میں ہیں راحت و غم
تین گُن مایا کے یہ جیو کو اپناتے ہیں
(۳۴) موہ کے جال میں جیو ان سے ہی پھنس جاتے ہیں

کھیلتی کھیل ہے ان تینؔ گنوں سے مایا ان سے ہی جیو پہ مایا نے ہے قابو پایا
موہ لیتے ہیں یہی سُنیئے نشاچر رایا چھوٹتے ہیں یہ تبھی رام کی جب ہو دایا
دیکھ سُن پڑتے ہیں بس یہ ہی میانِ دنیا
(۳۵) یہ نہ ہوں گر تو نہ رہ جائے نشانِ دنیا

آتما میں تو کوئی نقص نہ ہے عیب کا نام اور ہوتا نہیں اس سے کبھی سرزد کوئی کام
مان لینے سے مگر اپنے کو مایا کا غلام خوبیاں جیو یہ خود بھول گیا اپنی تمام
جس طرح شیر وہ گیدڑ کے جو ہمراہ رہے
(۳۶) کچھ بھی اپنی عظمت سے وہ نہ آگاہ رہے

گیان اُپدیش مگر جیو یہ جب پاتا ہے خود بخود مایا کے چکر سے نکل جاتا ہے
روپ اپنا اسے اُس وقت نظر آتا ہے اک سوا گیان کے پھر کچھ بھی نہیں بھاتا ہے
آتما کیا ہے یہ غور اس پہ ذرا کیجئے آپ
(۳۷) اندریاں بس میں کسی طور سے کر لیجئے آپ

اس طرح آپ کو ہو جائے گی مُکتی حاصل ساری دنیا یہ نظر آنے لگے گی باطل
گر نہ آپ اپنے کو اس گیان کے سمجھیں قابل کیجئے دل کو سگُن روپ کی جانب مائل
دھیان میں رکھئے میں جس رُوپ کو بتلاتا ہوں
(۳۸) کیونکہ ایسا ہی پورانوں میں لکھا پاتا ہوں

یعنی اک تخت مُرصّع پہ ہیں بیٹھے شری رام زیورِ لعل و گہر جسم پہ ہیں اُن کے تمام
تن کی پوشاک مُکٹ سر کا ہیں مرغوبِ انام دست بستہ ہیں کھڑے اُنکے ہر اک سمت غلام
ترکش و تیر و کماں لے کے لکھن ساتھ میں ہیں
(۳۹) جانکی بائیں طرف خدمتِ رگھوناتھ میں ہیں

دھیان اس روپ کا کرنے میں بھلائی ہو گی رام تک آپ کی اس طرح رسائی ہو گی
اک فقط رام ہی کیا بس میں خدائی ہو گی بھکتی مل جائے گی دنیا سے رہائی ہو گی
سارے اندیشۂ بد قلب سے ہٹ جائیں گے
(۴۰) اور جو پاپ ہیں اتنک کے وہ کٹ جائیں گے

غزل

نہ کر ظلم راون بھلائی نہ ہوگی — کبھی قید غم سے رہائی نہ ہوگی
پھرے گی نظر رام کی تجھ سے جیدم — وہ آئے گی آفت جو آئی نہ ہوگی
نہ کر پائے گا کوئی امداد تیری — کہیں کارگر جُبہہ سائی نہ ہوگی
بچے گا نہ تو اور نہ پریوار تیرا — جو موقوف اب بھی لڑائی نہ ہوگی
خیالاتِ فاسد نہ ہوں گے جو سر میں — تو دل میں کسی کی بُرائی نہ ہوگی
وجودِ شری جانکی سے جہاں ہے — اگر یہ نہیں تو خدائی نہ ہوگی
جو پائی ہے انگد سے تو نے ندامت — کہیں اس طرح مُنھ کی کھائی نہ ہوگی
خودی ترک کر دے اگر اپنے دل سے — تو پھر تجھ میں اپنی پرائی نہ ہوگی

رہے رام کا دھیان ہردم نرائن
بجز اس کے دل کی صفائی نہ ہوگی

سوئیا

اَجھوں تج دے نج مُورکھتا پرِی جاے کے تُو پد پاون میں
مَن تے مَد تیاگ لگاؤ سدا مَن رام کے رُوپ سُہاون میں
انُراگ جو ہوے تو ہوئے نراین، رام سوں پریت بڑھاون میں
یدی مان جو چاہت ہوئے تو مان ہے رام کو داس کہاون میں

دوہا

کرِلے جو کرنی اَہے - کرنی جیہے ساتھ
نہیں تو اِک دِن جگت سے جیہے مینجت ہاتھ

सवैया —अजहूँ तजि दे निज मूरखता परि जायके तू पद पावन में ।
मन ते मद त्यागि लगाउ सदा मन राम के रूप सुहावन में ।
अनुराग जो होय तो होय 'नरायन' राम सों प्रीति बढ़ावन में ।
यदि मान जो चाहत होय तो मान है राम को दास कहावन में ॥
दोहा—करि ले जो करनी अहै, करनी जैहै साथ ।
नहिँ तो इक दिन जगत से, जैहै मीँजत हाथ ॥

پریم پریت انوراگ سب ایک، رام کے نات
متھیا جگ متھیا بھرمن متھیا سگری بات

سرگ ساتواں

لچھمن جی کا غش دور ہونا

کال نیم اتنا بتا کر اُسے خاموش ہوا | اس طرف غصہ سے ذہن شیش پُراز جوش ہوا
ڈانٹ کر بولا کہ ابتک نہ تجھے ہوش ہوا | منّتوں کا مری احسان فراموش ہوا
مجرمِ حکم عدولی ہے گنہگار ہے تو
لے تجھے قتل کئے دیتا ہوں بیکار ہے تو (۱)

شک نہیں اس میں کہ دشمن سے مرے ہے ترا ساز | اس لئے مجھ سے تو کہتا ہے کہ آ جنگ سے باز
بے حیا اتنا ہوا گیان پر اپنے تجھے ناز | تو بتاتا ہے مجھے برہمہ کا اور مایا کا راز
جس طرح پاتے ہیں مُکتی وہ بتاتا ہوں ابھی
تیغ سے میں تری گردن کو اڑاتا ہوں ابھی (۲)

یوں دیا ڈر کے تب اُس دیت نے راون کو جواب | میرا کہنا نہیں بھاتا ہے تو کیجے نہ عتاب
آپ کہتے ہیں جہاں مجھ سے میں جاتا ہوں شتاب | اور کرتا ہوں وہ سمجھے ہیں جسے آپ صواب
سوچ کر ہو نہ اجل کا وہ نشانہ جلدی
کال نیم اتنا ہوا کہہ کے روانہ جلدی (۳)

راہ میں جا کے وہ مایا سے بنایا گلزار | دل لبھا لینے کو تھا جس میں عیاں رنگِ بہار
شکلِ عابد میں کیا اُس نے پھر اپنا اظہار | اور مایا سے مرید اپنے بنائے دو چار
بیٹھ کر کرنے لگا گیان کا اُپدیش اُن کو
دیکھ کر سمجھے ہنومان خوش اندیش اُن کو (۴)

प्रेम-प्रीत-अनुराग सब, एक राम के नात ।
मिथ्या जग मिथ्या भ्रमन, मिथ्या सिगरी बात ।।

سوچ کر پھر کہ میں آیا تو تھا پہلے بھی اِدھر لیکن آیا نہ تھا یہ باغ کہیں مجھ کو نظر
راہ بھولا ہوں میں یا آج پھرا ہے مرا سر دیکھ کر اس کو کروں گا میں تب آگے کو سفر
حال سب جانے سے اس باغ میں روشن ہوگا
(۵) رات کا وقت ہے مُنیوں کا بھی درشن ہوگا

ٹھان کر دل میں یہ جا پہونچے ہنومان وہاں بھیش بدلے ہوئے بیٹھا تھا وہ عفریت جہاں
یوں کیا اُس سے پَوَن سُت نے بہ تعظیم بیاں رام کا دُوت ہوں میں آپ تو ہیں خود ہمہ داں
رام کا کام ہے جس کے لئے آیا ہوں میں
(۶) بے طرح پیاس سے اسوقت ستایا ہوں میں

پیر اُٹھتے نہیں آگے کے لئے ایک قدم ہے زباں خشک مری پیاس سے بیچین ہے دم
وہ جگہ ہم کو بتا دیجئے اب کر کے کرم جس جگہ پیاس بجھا پائیں کسی طور سے ہم
بات سُن کر یہ کہا دیت نے آؤ آؤ
(۷) جل کمنڈل میں ہے لو پیاس بُجھاؤ آؤ

پھل درختوں میں پکے بھی ہیں تمھیں بھوک ہو گر کر کے آرام کرو دور گرانیِ سفر
سو بھی جاؤ گے اگر تو بھی نہیں ہے کوئی ڈر کیونکہ آتی ہے یہاں سے مجھے ہر بات نظر
آگیا ہوش لکھن لال کو غش دور ہوا
(۸) ہو گیا سب وہ جو کچھ رام کو منظور ہوا

رام کے حکم سے جی اُٹھی ہے فوجِ شری رام ہونے والا ہے جو معلوم ہے وہ مجھ کو تمام
جلد جانے کا ہے اسواسطے اب کونسا کام پی کے پانی کرو آرام سے کچھ دیر قیام
پھر پَوَن سُت نے کہا پیاس سے بیتاب ہوں میں
(۹) ہو تو بتلائیے مُتلاشیِ تالاب ہوں میں

اس کمنڈل سے تو ہرگز نہ بجھے گی مری پیاس پی کے پانی میں پھر آتا ہوں یہیں آپ کے پاس
دور ہو پیاس تو ہوں میرے بجا ہوش وحواس اور یوں ہوگی نہ محسوس پھلوں کی بھی مٹھاس
ایک تالاب انھیں مایا کا تب دکھلا کر
(۱۰) بولا راچھس کہ وہاں پیاس بجھا لو جا کر

کرکے بند آنکھوں کو تالاب میں پینا پانی   ہوگا حاصل تمھیں یوں فائدہ روحانی
جلد آنا تو میں دوں گا سبقِ عرفانی   جس سے ہر کام میں ہوگی تمھیں اب آسانی
جتنی پوشیدہ ہیں باتیں اُنھیں تم جانوگے
منتر کے زور سے بوٹی کو بھی پہچانوگے (۱۱)

کہہ کے اچھا گئے تالاب کے اندر ہنومان   کرکے بند آنکھوں کو جس وقت کیا رام کا دھیان
ایک مکری نے جسے کچھ نہ تھی اُن کی پہچان   اور جس کو نہ تھا کچھ اُن کی کرامت کا گمان
کھول کر مُنھ کو کیا قصد انھیں کھانے کا
دل میں ڈر کچھ نہ ہوا خود اُسے مرجانے کا (۱۲)

کھول کر آنکھوں کو دیکھا جو پَوَن سُت نے یہ چال   غیظ آیا حرکت پر انھیں مکری کی کمال
سمجھے یہ باغ یہ تالاب ہے اک وہم و خیال   اور مایا میں پھنسانے کی ہے یہ دیت کی چال
چیر کر ہاتھوں سے مُنھ مکری کا مارا اُس کو
یاد بھی قصد کی آئی نہ دوبارا اُس کو (۱۳)

چرخ پر دیکھ پڑی اتنے میں اک انکو حسیں   جس نے چلّا کے کہا کرنا تم اس کا نہ یقیں
کال نیم اس کا ہے نام اور یہ ہے بر سرِ کیں   دیت بھیجا ہوا راون کا ہے یہ مُن یہ نہیں
ान्यमाली[1] دھانیہ[1] مالی ہے مرا نام بتاتی ہوں میں
چھوٹ کر شاپ سے اب سورگ کو جاتی ہوں میں (۱۴)

شاپ کا مجھ پہ اثر تھا جو ہوا دور وہ سب   راستہ لیجئے جلدی سے اسے مار کے اب
اس کے کہنے میں جو آئے تو گذر جائیگی شب   اور ہو جائیگا۔ لچھمن نہ بچیں گے تو غضب
پاس تب دیت کے سُن کر یہ مہابیر چلے
جس طرح رام کے ترکش سے کوئی تیر چلے (۱۵)

دور سے آتے جب اُس دیت نے ان کو دیکھا   پوچھا ہنسکر کہ سبب اتنے توقُّف کا تھا کیا
جلد آؤ تو میں دوں تم کو ابھی منتر سکھا   دچھنا ہو جو سکے پھر وہ کرو مجھ کو عطا
दक्षिणा[2] دچھنا[2] بولے مہابیر کہ۔ لے لیجئے آپ
بعدہٗ منتر کا اُپدیش مجھے کیجئے آپ (۱۶)

کہہ کے یہ زور سے گھونسہ جو اک اُسکو مارا رہ گیا ہوش نہ اُٹھنے کا زمیں سے یارا
مل گیا جسم سے راچھس کے اُسے چھٹکارا باغ و تالاب وہ مایا کا گیا مٹ سارا
کچھ ہنومان پہ اُس دیت کی مایا نہ چلی
(۱۷)
کوئی تدبیر جو وہ کام میں لایا نہ چلی

اس طرح جب نہ رہا جسم میں عفریت کے دم اور سب دور ہوا جتنا تھا مایا کا بھرم
سوچ کر پھر کہ کیا رام نے مجھ پر یہ کرم رکھا آگے کی طرف اپنا پون ست نے قدم
درون پربت پہ گئے پھیر سمندر کے قریب
(۱۸)
اور ڈھونڈھا کئے بوٹی کو بہر پھر کے قریب

جبکہ بوٹی کا پتا پا نہ سکے کیسری لال سارے پربت کو اُٹھانے کا ہوا ان کو خیال
کہہ کے سورج سے کہ تم روک لو کچھ دیر کو چال یعنی سومتر کی جب تک نہ طبیعت ہو بحال
رام کے دھیان میں پھر من کو لگایا اپنے
(۱۹)
ہاتھ پر سارا وہ گرِ[1] درون اُٹھایا اپنے

رات میں جاتے تھے جب راہِ فلک سے ہو کر راستہ میں ہوا نند گرام کے اوپر سے گذر
جا کر اُس دم جو پڑی ان پہ بھرت جی کی نظر وہ یہ سمجھے کہ ہے راچھس یہ کوئی مائلِ شر
تیر اک لے کے کماں پر وہیں جوڑا جلدی
(۲۰)
اور بے پیکاں کے اُس تیر کو چھوڑا جلدی

تیر لگتے ہی گرے آکے زمیں پر ہنومان زور سے نام لیا دل میں کیا رام کا دھیان
رام کا نام سُنا جب تو بھرت لال سُجان دوڑ کر آئے وہاں ہاتھ سے دی پھینک کمان
ان سے پوچھا کہ ہو تم کون کہاں جاتے ہو
(۲۱)
حال اپنا مجھے تم کیوں نہیں بتلاتے ہو

جب دیا کچھ نہ بھرت جی کو پون ست نے جواب رنج کے مارے ہوا اُنکا بہت حال خراب
کیں انھیں ہوش میں لانے کی تدابیر شتاب ہو سکا دور نہ اُن سب سے مگر عالم خواب
اس قدر دُکھ سے پریشاں دل رنجور ہوا
(۲۲)
رنگ چہرہ کا بھرت جی کے جو تھا دور ہوا

[1] गिरिद्रोण

رام کی یاد میں آنکھوں سے ہوئے اشک رواں — اور پھر یوں وہ ہوئے زور سے سرگرمِ فغاں
ہجر تھا رام کا کیا پہلے ہی کم مجھ کو گراں — لیکن اس غم سے تو بچنے کی نہیں ہے مری جاں
دیکھیں اب روح مری دُکھ یہ سہے یا نہ سہے
(۲۳) اور کچھ روز تک اس تن میں رہے یا نہ رہے

پریم ہو پدکملوں میں مجھے گر آپ کے رام — بے ریا آپ کا سمجھا ہو جو اپنے کو غلام
آپ کا لطف جو رہتا ہو مرے حق میں مدام — تو دیا کیجئے دُکھ اس کا یہ ہو دور تمام
اُن کی اس بات پہ فی الفور ہنومان اُٹھے
(۲۴) جس طرح جان کو پا کر کوئی بے جان اُٹھے

ہم بغل ان سے بھرت لال ہوئے ہو کے مگن — اور کہا حال کہو اپنا کچھ اے ابنِ پون
کیا لئے جاتے ہو کیوں چھوڑ کر آئے تھے وطن — ہیں تو آرام سے بتلا و سیا رام ولکھن
مختصر حال پون سُت نے انھیں بتلایا
(۲۵) چشم تر ہو گئی سُن کر جسے دل بھر آیا

حیف صد حیف کہا پھر اُسی گریانی میں — جنم کیوں مجھ کو ملا اس تنِ انسانی میں
رام کے کام نہ آیا میں پریشانی میں — کیا ابھی اور ہے گردش مری پیشانی میں
کیا کہوں حُکم سے بس رام کے ناچاری ہے
(۲۶) ورنہ رُکنا مجھے پل بھر بھی یہاں بھاری ہے

سوچ کر دل میں کہی تب یہ ہنومان سے بات — ڈر ہے روکے نہ تمھیں پھر کوئی اے نیک صفات
کہیں ایسا نہ ہو رستہ میں گذر جائے یہ رات — اور مشکل ہو لکھن لال کی اس غم سے نجات
پس لئے شیل چڑھو تم جو مہابیر ابھی
(۲۷) ہیں جہاں رام وہاں بھیجدوں میں تیر ابھی

بولے ہنومان اگر آپ کا ہے ہم پہ کرم — رام کے تیر کی مانند چلے جائیں گے ہم
کیجئے فکر نہ کوئی نہ کسی بات کا غم — حکم جانے کا عطا ہو مجھے اب وقت ہے کم
دی بھرت جی نے جو جانے کی اجازت انکو
(۲۸) رام کے لطف سے پھر مل گئی طاقت انکو

پیر چھو کر ہوئے آگے کو روانہ ہنومان جسم پر رہ نہ گیا چوٹ کے لگنے کا نشان
راستہ میں کبھی آتا تھا انھیں رام کا دھیان دل میں کرتے تھے بھرت کے کبھی اوصاف بیان
بات تھی کوئی نہ ان کے لئے گھبرانے کی
(۲۹) تھی بہت دل میں خوشی رام کے کام آنے کی

اس طرف دیکھ کے لچھمن کو غشی میں شری رام یوں ہوئے محوِ فغاں جیسے کہ ہوتے ہیں عوام
نصف شب ہو گئی چلا کے کہا اب تو تمام لیکن آئے نہ ہنومان ابھی کر کے مرا کام
دیکھ بھی سکتے تھے تم دکھ میں نہ بھائی مجھ کو
(۳۰) کیا ہوا آج جو صورت یہ دکھائی مجھ کو

چھوڑ کر آئے ہو گھر بار مرے ساتھ یہاں باپ ماں کی بھی جدائی نہ ہوئی تم کو گراں
تم مرے ہو میں تمھارا ہوں رفیقِ تن و جاں ایسی حالت میں مجھے چھوڑ کے جاتے ہو کہاں
کیا ہوئی اب وہ جو تھی تم کو محبت میری
(۳۱) دیکھتے کیوں نہیں تم اٹھ کے مصیبت میری

مجھ کو ہوتا کہیں معلوم جو پہلے سے یہ حال میں نہ کرتا کبھی ماں باپ کی باتوں کا خیال
ملتے پھر پھر کے ہیں فرزند و مکان و زن و مال تم سے بھائی کا مگر ملنا ہے دنیا میں محال
رنج کوئی بھی پڑے مجھ کو گوارا ہوگا
(۳۲) بے تمھارے نہ مگر جینے کا یارا ہوگا

کیسے آرام نہ تم ہوگے تو میں پاؤں گا دل کو بتلاؤ تو کس طور سے بہلاؤں گا
لوگ پوچھیں گے تو میں کیا انھیں بتلاؤں گا کون منھ لے کے اجودھیا کو میں اب جاؤنگا
ہائے سب خاک میں اعزاز ملایا میں نے
(۳۳) ایک عورت کے لئے بھائی گنوایا میں نے

فرقتِ شہ میں یوں ہی ہوگا بہت حال خراب تم کو پوچھیں گی تو ماتاؤں کو کیا دونگا جواب
جب ہوئے رام جی یوں فکر کے مارے بیتاب غم سے انسان کی مانند ہوئے دیدہ پرآب
دیکھ کر رام کو لشکر بھی پریشان ہوا
(۳۴) چرخ پر اتنے ہی میں جلوۂ ہنومان ہوا

سب نے چلّا کے کہا آئے ہنومان آئے تھا جو دُکھ درد مٹا پران میں پھر پران آئے
ہاتھ میں شیل لئے اپنے بصد شان آئے اُن کے آتے ہی جو تھے بر وہ سب ارمان آئے

آخرش اُترے ہنومان زمیں پر آ کر
(۳۵) جوڑ کر ہاتھ وہ پھر رام کے آگے جا کر

سر کو خم کر کے یہ بولے کہ سُنو گیان نِدھان جا کے اس بار سکا میں نہ وہ بوٹی پہچان
اس لئے آپ کی مہما کے سہارے بھگوان لایا پربت کو ہوں گو میں نہ تھا اتنا بلوان

آپ ہی کی تھی دیا یہ نہ تھی طاقت میری
(۳۶) اک بہانہ تھا مرا یہ بھی تھی قسمت میری

کیجئے لے کے دوا ہو جو مناسب تدبیر فائدہ کیا ہے جواب اور ہو اس میں تاخیر
چُپ ہوئے کر کے ہنومان جی اتنی تقریر شاد دل میں ہوئے ان باتوں پر انکی رگھوبیر

رام نے سینہ سے تب ان کو لگایا فوراً
(۳۷) تھا جو اک وَید سُشین[1] اُس کو بلایا فوراً

جب کیا اُس نے لکھن لال کی مُورچھا[2] کا علاج ہو گئی اُن کی غشی دور ہوا تیز مزاج
اُٹھ کے بولے کہ خبردار جو بھاگا کہیں آج جسم کو تیرے کئے دیتا ہوں سر کا محتاج

شان راوَن تیری مٹی میں ملاتا ہوں ابھی
(۳۸) زور تیروں کا تجھے اپنے دکھاتا ہوں ابھی

دیکھ کر دور ہوئی بھائی کی تکلیف تمام شادماں دل میں ہوئے اپنے شہنشاہِ انام
پہلے لچھمن کو کلیجہ سے لگا کر شری رام پھر پَوَن سُت سے ملے اور یہ کئے اُنسے کلام

آج تیری ہی مدد تھی کہ یہ دُکھ دور ہوا
(۳۹) شاد انھیں دیکھ کے اپنا دلِ رنجور ہوا

اک یہ احسان بڑھا اور بھی میرے سر پر حق سے ہوں گا نہ ادا تیرے میں چاہوں بھی اگر
بولے ہنومان کہ گر آپ کی مجھ پر ہے نظر کوئی کیسی بھی مہم آئے تو ہو جائے وہ سر

یہ تو کیا چیز ہے گر آپ کا ایما ہو جائے
(۴۰) کوہ سے ذرّہ ہو اور قطرہ سے دریا ہو جائے

[1] सुषेन
[2] मूर्छा

تھا جراحت سے جو راون کا اُدھر غمزدہ حال　　راستہ میں نہ پھر آیا اُسے لڑنے کا خیال
ڈر کے یوں بھاگا وہ جیوں شیر کے دہشت سے غزال　　یا پرندہ کوئی گر دیکھ لے صیاد کا جال
آکے زخموں کا علاج اپنے کرایا اُس نے
تھے مشیر اُس کے جو اُن سب کو بلایا اُس نے (۴۱)

بیٹھ کر تخت پہ اُسنے یہ کیا اُن سے بیاں　　ہونے والا ہے جو سب راز وہ ہے مجھ پہ عیاں
جائے گی ہاتھ سے انسان کے بیشک مری جاں　　راج پائیگا ببھیشن نہیں کچھ اس میں گماں
بات پہلے ہی یہ برہما نے بتائی تھی مجھے
اور یہی راہ رہائی کی دکھائی تھی مجھے (۴۲)

کوئی ایسا نہ تھا دنیا میں جو سکتا مجھے مار　　اور انساں نہ مقابل مرے آتا زنہار
خود ہی بھگوان نے اسواسطے لے کر اوتار　　دی سزا مجھ کو مٹایا مرا سارا پندار
موت میری ہی یہاں رام کو لے آئی ہے
ان کے ہاتھوں سے مروں اب یہی دانائی ہے (۴۳)

شاپ انرنیہ[1] نے یہ مجھ کو دیا تھا یک بار　　رام کے نام سے ہوگا مرے کُل میں اوتار
جس سے ہوگا ترا اور نسل کا تیری سنگھار　　نہ ببھیشن کے سوا کوئی بچے گا زنہار
سورگ[2] کو تھے وہ گئے شاپ یہ دیکر مجھ کو
مگر آیا نہ تھا اس بات کا باور مجھ کو (۴۴)

جانکی جی کو میں جس دن سے چُرا کر لایا　　مجھ کو اُس روز سے اُس شاپ کا پھر ہوش آیا
رام ہیں برہمہ مرے دل نے مجھے بتلایا　　جانکی جی ہیں اُسی برہمہ سگُن کی مایا
ان کو ماتا کی طرح اس لئے مانا میں نے
کوئی آزار روا ان پہ نہ جانا میں نے (۴۵)

کیا کہوں خواب میں ابتک ہے پڑا کمبھکرن　　کیا خبر اُس کو کہ ہم سب ہیں گرفتارِ محن
جلد یہ حال کرو اُس پہ جگا کر روشن　　آکے میدان میں دکھلائے وہ کچھ جنگ کے فن
سُن کے یہ جا کے مشیروں نے جگایا اُسکو
حکمِ راون سے ملا تھا جو بتایا اُس کو (۴۶)

(1) अनरण्य
(2) स्वर्ग

خواب سے کنبھ کرن دیت کو جب ہوش ہوا جنگ کے نام سے پہلے اُسے کچھ جوش ہوا
مُن کا کہنا نہ مگر دل سے فراموش ہوا یاد باتیں جو سب آئیں تو وہ خاموش ہوا
ہو کے مایوس چلا یوں شہِ عفریت کے پاس
(۴۷)
جیسے بیمار کوئی جس کو نہ جینے کی ہو آس

ہو گیا دیکھ کے راون اُسے آتا ہوا شاد اور سمجھا کہ بس اب آگئی بر دل کی مراد
ہو کے تب اُس سے بغل گیر کہی وجہ عناد پھر بتایا ہوا جس طور سے لشکر برباد
موت کا میری ۔ کہا ۔ رام تمنائی ہے
(۴۸)
اب جو تم آئے تو کچھ جان میں جان آئی ہے

لڑکے کام آ گئے جتنے تھے نبیرہ و پسر اپنے کُل میں نہیں آتا کوئی اب مجھ کو نظر
تھے جو سردار وہ سب کر گئے دنیا سے سفر آس بس تم سے ہی باقی ہے مجھے کچھ ہے اگر
قابلِ جنگ جو پایا ہے تو پایا ہے تمھیں
(۴۹)
ہے یہی جس کے لئے میں نے جگایا ہے تمھیں

سامنے آنے کا تھا جس کو نہ کل تک یارا آج اُسی فوج نے دیتوں کو ہمارے مارا
آ کے ہر سُو سے نگر گھیر لیا ہے سارا دیکھ پڑتا نہیں جز موت کے کوئی چارا
رام یہ صورتِ انساں میں مرا قاتل ہے
(۵۰)
جیتنا میرے لئے اُس کو بہت مشکل ہے

ہنس کے تب اُسنے دیا یوں شہِ راون کو جواب کب نتیجہ ہو بھلا اُسکا جو ہو فعل خراب
عرض یہ آپ سے کی میں نے تھی پہلے ہی جناب چھیڑ کر رام کو لیں آپ نہ سر پر یہ عذاب
رام یہ برہمہ ہیں نر رُوپ میں لاثانی ہیں
(۵۱)
یوگ مایا یہی سیتا جی مہارانی ہیں

پیشتر میں نے یہ بات آپ کو سمجھائی تھی کیا کہوں عقل میں اُس وقت نہ کچھ آئی تھی
میری اک رات زمستاں میں جو تنہائی تھی سیر کچھ کوہ و بیاباں کی مجھے بھائی تھی
جا کے بیٹھا تھا میں اک کوہِ بریں کے اوپر
(۵۲)
آئے سُر لوک سے نارد تھے زمیں کے اوپر

اُن کے نزدیک گیا جا کے کیا میں نے سوال　　کہئے مُن راج ہے کیا حال کہاں کا ہے خیال
یوں لگے کرنے بیاں مجھ سے وہ تب واقفِ حال　　تم سے کہتا ہوں کہ تم سب کا اب آیا ہے زوال
شیو و برہما سے جو تم لوگوں نے بر پایا ہے
دیوتاؤں پہ کیا ظلم و ستم ڈھایا ہے　(۵۳)

دیوتاؤں نے تھی کی وشنو سے جا کر فریاد　　اور بتلائی تھی تم لوگوں کی ساری بیداد
پھر دلائی اُنھیں برہما کے تھی بر دان کی یاد　　تب پرم برہمہ نے یہ اُن سے کیا تھا ارشاد
کام آؤں گا میں تم سب کی پریشانی میں
ہوگا اوتار مرا قالبِ انسانی میں　(۵۴)

آج اُنھیں وشنو نے رگھو کُل میں لیا ہے اوتار　　شک نہیں اسمیں ذرا بھی تمھیں ڈالیں گے وہ مار
بنس کا نام نہ راون کے بچے گا زنہار　　تم سے کہتا ہوں کہ ہو جاؤ تم اب بھی بیدار
چل دیئے سورگ کو وہ بات یہ کہہ کر ہم سے
دُکھ نہ دو اور کو چاہو جو رہائی غم سے　(۵۵)

آ گیا قالبِ انساں میں وہی عزّ و جلّ　　ناچتی پھرتی ہے ہم سب کی اب آنکھوں میں اجل
مان لو بات تو جائے ابھی دُکھ سُکھ سے بدل　　رام سے چل کے مِلو ترک کرو جنگ و جدل
ہو گی جب اُن کی دیا تم پہ تو بن جاؤ گے
بخش دیں گے وہ جو تم اُن کی شرن جاؤ گے　(۵۶)

دھیان میں اُن کے جو رہتے ہیں وہ تر جاتے ہیں　　سُکھ سے رہتے ہیں وہ جو اُن کے چرت گاتے ہیں
رام سے پاتے ہیں سب لوگ جو کچھ پاتے ہیں　　آپ کیوں اُن کے قدم چھونے میں شرماتے ہیں
سلطنت اُن کی ہے جسم اُنکا رگِ جاں اُن کی
ساری خلقت یہ ہے اک جنبشِ مژگاں اُن کی　(۵۷)

غزل

کیا کیا نہ دُکھ دیئے ہمیں چرخِ جفا شعار نے　　کوہِ الم گرا دیا گردشِ روزگار نے
ہوش میں جب سے آئے ہم چین ملا نہ ایکدم　　بخت میں کیا فقط الم لکھا تھا کردگار نے

طفلی میں ہم سے ناگہاں ہو گئے دور باپ ماں
کھانے کو اہرِم ثریاں آئے تھے ہم کو مارنے

بیاہ کے بعد عیش سے گذرے نہ تیرہ[13] سال تھے
دشت میں پھر ہم آ گئے چودہ[14] برس گذارنے

صحرا میں بھی اِدھر اُدھر پھرتا رہا بچشمِ تر
باپ کی موت کی خبر پائی جو خاکسار نے

پنج بٹی میں آتے ہی سیتا سے بھی ہوا جدا
داغ یہ داغ رات دن کھائے ہیں جانِ زار نے

ہم ہی ہیں جن کے واسطے چرخ پہ جا کے جنگ کی
ہو کے لہو سے تر بتر۔ جان دی غمگسار نے

واسطے جانکی ترے بھائی بھی چھوٹتا ہے آج
کون ہے اب مرا یہاں جاؤں کسے پکارنے

پہلے جو جانتا یہ حال۔ کرتا نہ باپ کا خیال
کی مری زندگی وبال۔ خاطرِ بے قرار نے

فکر ہے ہر گھڑی ہمیں کیسے عوض چکائیں گے
نیکی ہمارے ساتھ جو کی ہے پَوَن کُمار نے

رام نے یوں فغاں جو کی۔ چرخ ہلا زمیں ہلی
آ گئے ابنِ انجنی۔ راہ لی انتشار نے

ہوش میں آ گئے لکھن۔ دور ہوئے غم و محن
رہ نہ گیا۔ مٹا دیا رنگِ خزاں بہار نے

کس نے نراین ایک دن دیکھا نہیں نشیبِ دہر
ہاں جو نہیں تو اک فقط عجز اور انکسار نے

سوئیا

بِیت گئی نِش اَردھ پرنتو اَبَے ہنومنت نہ اَوشدھی لائے
کاہ کروں کچھ سُوجھ پرے نہیں ناری کے کارَن بندھو گنوائے
دھائی کے ماتو جبَے پُوچھِہیں تو بَنے نہیں ایکھو بات بنائے
رام وِلاپ سُنیو جو نراین، وانر بھالو سبَے اکُو لائے

دوہا
نارایِن، لائے تبے۔ گِرِ اُٹھائے ہنومان
اُٹھے لکھن مُرچھا بگت۔ ہرشے رام سُجان

सवैया—बीति गई निश अर्ध परन्तु अबै हनुमन्त न औषधि लाए।
काह करौं कुछ सूझ परै नहिँ नारि के कारण बन्धु गँवाए।
धाइ के मातु जबै पुछिहैं तो बनै नहिँ एकहु बात बनाए।
राम विलाप सुनेउ जो 'नरायन' बानर भालु सबै अकुलाए॥

दोहा—'नारायन' लाए तबइ, गिरि उठाय हनुमान।
उठे लखन मूर्छा विगत, हर्षे राम सुजान॥

سرگ آٹھواں

کُنبھ کرن کا مارا جانا

بات یہ گیان بھری کنبھ کرن کی سُن کر قہر سے رہ نہ گئی جسم کی راون کو خبر
ہو گیا چیں بہ جبیں۔ پھر گئی اک لخت نظر اور ہوا چہرہ پہ غصّہ کا نمودار اثر
بولا میں خوب سمجھتا ہوں بڑے گیانی ہو
(۱) دہرِ فانی میں بس اک تم ہی تو لافانی ہو

لیکن اس وقت ہے یہ گیان تمھارا بیکار جبکہ مجھ پر ہیں غنیموں کے ہر اک سمت سے وار
دل میں آئے تو ہو تیار برائے پیکار ورنہ پھر جاؤ مکاں جنگ سے کر کے انکار
فائدہ کیا ہے تنومند و قوی ہونے سے
(۲) تم تو بزدل ہوئے دن رات پڑے سونے سے

جب سُنی بات یہ تب کُنبھ کرن نے جانا آ گیا طیش اسے بے کار ہوا سمجھانا
میرے امکاں میں نہیں راہ پر اس کو لانا پس مناسب ہے لڑائی میں مرا کام آنا
رزم کو کُنبھ کرن سوچ کے یہ بات چلا
(۳) چھوڑ کر جتنے تھے سب وہم و خیالات چلا

ڈال کر اپنے عزیزوں پہ پھر اک بار نگاہ مل کے دشنیش سے لی عرصۂ آرزم کی راہ
ایک ہی جست میں بس کو دگیا شہر پناہ وانروں ریچھوں کے لشکر کو لگا کرنے تباہ
زور سے گرجا وہ جب بحر میں طوفان آیا
(۴) فوج سمجھی کہ اجل کا کوئی فرمان آیا

رکھ لیا منھ میں اُسے جس کو لیا اُس نے پکڑ ورنہ پیروں کے تلے رکھ کے دیا اُس کو رگڑ
اک طمانچہ بھی پڑا جس پہ گیا بس وہ اکڑ اُس نے پٹکا جسے اک بار گیا وہ وہیں گڑ
لے کے مگدر وہ بڑھا فوج کی بربادی کو
(۵) بھاگے سب دیکھ کر اُس ظلم کے بنیادی کو

لات گھونسوں سے ہوا سیکڑوں کا کام تمام　　گرز کی ضرب سے صدہا کا مٹا دہر سے نام
اُس نے تاکا جسے وہ کر نہ سکا کوئی کلام　　اُس نے ڈانٹا جسے وہ بھول گیا تیزیٔ گام
چھپ گئے دیکھ کر آتے ہوئے وانر اُس کو
(۶) منتشر ہو گئے سب موت سمجھ کر اُس کو

سامنے جا کے بھبھیشن نے کہا جوڑ کے ہات　　بھائی راون کو نہ بتلائی بھلائی کی جو بات
وقت ہوتا تو بتاتا میں وہ سارے حالات　　جس طرح گھر سے نکالا ہے مجھے مار کے لات
اپنے قدموں پہ جو آیا ہوا پایا مجھکو
(۷) رام نے کھا کے ترس مجھ پہ بچایا مجھکو

سچ تو یہ ہے کہ کیا میں نے نہ تھا کوئی قصور　　ہاں اگر کچھ بھی کہا تھا تو کہا تھا یہ ضرور
آپ سیتا کو اگر کیجئے دینا منظور　　آفتیں سر پہ ہیں جتنی ابھی ہو جائیں وہ دور
تھی یہی بات بھلائی کی بتائی میں نے
(۸) بس اسی پر تھی سزا لات کی پائی میں نے

اُس کی آواز یہ عفریت نے جب پہچانی　　خوش ہوا دل میں محبت کی ہوئی طُغیانی
بولا راون میں بھری ہے ہوسِ نفسانی　　اُس کو بیکار ہے دینا سبقِ عرفانی
کارگر میری بھی کچھ اُس پہ نصیحت نہ ہوئی
(۹) دیکھ کر حالتِ لشکر اُسے عبرت نہ ہوئی

حال نارد نے کیا تھا یہ مرے گوش گذار　　اب بِلا موت کے جائے گا نہ اُس کا پندار
خوش ہوں تم نے جو لیا رام کے قدموں میں قرار　　جاؤ اس وقت ہے گردن پہ مری خون سوار
موت نے ہے مری شہزور بنایا مجھ کو
(۱۰) سوجھ پڑتا نہیں اپنا نہ پرایا مجھ کو

اب دُعا ہے یہ کہ تا عمر رہو خرّم و شاد　　راج مل جائے تمھیں پوری ہو سب دل کی مراد
بھولنا بھول کے دل سے نہ کبھی رام کی یاد　　ہو گی تم سے ہی اگر ہو گی یہ لنکا آباد
راکھشسی بنش میں تم سے ہی اُجالا ہو گا
(۱۱) رام کی بھگتی سے اعزاز دوبالا ہو گا

سُن کے یہ دیدہ بھبیشن کے ہوئے اشک سے نم اُس کو بھائی سے جدائی کا ہوا دل میں الم
نیچی آنکھیں ہوئیں تعظیم سے گردن ہوئی خم رام کے پاس بالآخر وہ چلا چھُو کے قدم
واپسی سخت تو رُکنا اُسے دشوار بھی تھا
(۱۲) تھی اِدھر بھکتی تو بھائی کا اُدھر پیار بھی تھا

کر کے بھائی سے ملاقات بھبیشن جو پھرا فوجِ میموں میں ہوئی پھر سے قیامت برپا
وانروں ریچھوں کا اُس پر کوئی جب بس نہ چلا اور دیکھا کہ ہوئی جاتی ہے کُل فوج فنا
تیر اک رام نے ترکش سے نکالا اپنے
(۱۳) اور دھنش دستِ مبارک پہ سنبھالا اپنے

کہہ کے یہ کنبھ کرن سے کہ ذرا آ تو اِدھر مارتا کیا ہے تُو ان سب کو مِلا مجھ سے نظر
کھینچ کر تیر کیا ہی تھا کماں سے ابھی سر جب کہ اک ہاتھ الگ دھڑ سے گرا مثلِ شجر
دب گئے میموں گرا ہاتھ جو کٹ کر اُس کا
(۱۴) جا پڑا اگرچہ بھی کچھ دور اُچٹ کر اُس کا

زخم کھایا تو بڑی زور سے گرجا اک بار ہاتھ لے کر وہ کیا اُس سے ہنومان نے وار
ٹھن گئی رام کی اور کُنبھ کرن کی بیکار دیکھتے دور کھڑے سب تھے لڑائی کی بہار
دوسرے ہاتھ میں اک لے کے شجر وہ دوڑا
(۱۵) تھے جدھر رام بہت تیز اُدھر وہ دوڑا

سر کیا رام نے اک اور جو تدبیر کے ساتھ ہاتھ بایاں بھی گرا کٹ کے وہیں تیر کے ساتھ
اس طرح تب وہ چلا جنگ کو رگھوبیر کے ساتھ جس طرح کوئی کھنچے موت کی زنجیر کے ساتھ
لے کے دو تیر گئے رام نے سر سوئے غنیم
(۱۶) تھی چمک دونوں میں دونوں تھے مثالِ ہیم

جسم سے ہو کے جُدا پیر لگے تیر وہ جب جا کے لنکا میں گرے خوف زدہ ہو گئے سب
بھاگ گئے کچھ دیت اُنھیں دیکھ کے اور کچھ گئے دب دونوں پیروں سے نکلتی تھی وہ آوازِ عجب
جس کو سُن کر ہو بجا ہوش بھی تو گم ہو جائے
(۱۷) دل میں دہشت کے سبب بند تکلم ہو جائے

ہاتھ اور پیر نہ ہونے سے ہوا وہ عاری گر کے اک چیخ بڑی زور سے اُس نے ماری
کھول کر مُنھ کو سوئے رام بصد دشواری جب وہ کھسکا تو ہوئی فوج کو دہشت بھاری
مارے تیروں کے کیا رام نے مُنھ بند اُسکا
(۱۸) ہل ذرا بھی نہ سکا جسمِ تنومند اُس کا

बड़वाग्नि[1]
تیر کے زخموں سے جس وقت وہ چلّاتا تھا دیکھنے والوں کو بڑوا[1] اگنی نظر آتا تھا
درد اور رنج سے گو چین نہیں پاتا تھا بے بسی اپنی مگر دیکھ کے جھنجھلاتا تھا
اندر کے بجر سا اک تیر لیا رام نے تب
(۱۹) اور ہدف دیت کی گردن کو کیا رام نے تب

تیر کے لگتے ہی سر اُس کا ہوا تن سے جُدا جا کے لنکا میں سر اور جسم سمندر میں گرا
دیکھنے میں تھا وہ سر مثلِ پہاڑی کے بڑا جس میں تھی زیوروں کے گوہرِ تاباں کی ضیا
سر نے گرتے ہی درِ لنکا کو مسدود کیا
(۲۰) جسم نے بحر کے جانداروں کو نابود کیا

اس طرح کُنبھ کرن کا بھی ہوا دور غرور کام آئی نہ تو طاقت نہ کوئی مکر نہ زور
جا بجا ہونے لگا قتل کا اُس کے مذکور تھے جو عابد وہ ہوئے موت کو سُن کر مسرور
شاد ہوتا تھا ہر اک جو یہ خبر پاتا تھا
(۲۱) سُر بہت خوش تھے کہ اَسُروں کا زوال آتا تھا

آ کے سب چرخ سے برسانے لگے رام پہ پھول شاد ماں سب تھے کہ اب ہوگی مُراد اپنی حصول
مطمئن ہوگئے تھے جو کہ شدائد سے ملول دیو رِشی کا ہوا اتنے ہی میں سُرپُر سے نزول
اپنی بینا کو مدھر سُر سے بجاتے آئے
(۲۲) اور استُتی یہ شری رام کی گاتے آئے

اَستُتی:- سَرب وِشو کے کارَن تُم ہیں اکھِل بھُوَن کے سوامی
پرَم آتما سگُن اگُن تُم سب کے اَنتر جامی

स्तुति

सर्व विश्व के कारण तुमहीं अखिल भुवन के स्वामी ।
परम आत्मा सगुण अगुण तुम सबके अन्तर्यामी ॥

گیان رُوپ تم جگ کے ساکھی مایا جال رچیّا
دُشٹ نکندن بھکتن رنجن دینن پران بچیّا
مایا تے مل جگ اُپجاوت تمہیں جیو کہاوت
داسن کے ہت لاگ دھرے تم نرتن کشٹ اُٹھاوت
اَوگُن بسے جاسُ ہیئے تا کہاں دُرلبھ درس تمھارا
کرہُو کرپا جیہی شُدّھ ہردے تیہی پرم پرکاش پسارا
تمہیں برہمہ سرشٹ کے کرتا تمہیں پالن ہارے
تمہیں شیو سنگھار کرت ہو تیسر نین اُگھارے
دھرم سیتُ کے رکچھک تمہیں تم راجن کے راجا
نمسکار جن چرن کمل کہاں دھیاوت سنت سماجا
تمہیں پُرش پرکرتی پُن تمہیں تمہیں جگت نواسی
تم آکار بکار رہت سب تمہیں سویم پرکاسی
نرگُن سگُن رُوپ تو دواُو دواُو کہاں وید بتاویں

ज्ञान-रूप तुम जग के साक्षी माया-जाल-रचैया ।
दुष्ट - निकन्दन भक्तन-रञ्जन दीनन - प्राण - बचैया ॥
माया ते मिलि जग उपजावत तुमहीं जीव कहावत ।
दासन के हित लागि धरे तुम नर-तन कष्ट उठावत ॥
अवगुण बसैं जासु हिय ता कहँ दुर्लभ दरस तुम्हारा ।
करहु कृपा जेहि शुद्ध हृदय तेहि परम-प्रकाश-पसारा ॥
तुमहीं ब्रह्म सृष्टि के कर्ता तुमहीं पालन-हारे ।
तुमहीं शिव संहार करत हौ तीसर नयन उघारे ॥
धर्म-सेतु के रक्षक तुमहीं तुम राजन के राजा ।
नमस्कार जिन चरण कमल कहँ ध्यावत सन्त-समाजा ॥
तुमहीं पुरुष प्रकृति पुनि तुमहीं तुमहीं जगत-निवासी ।
तुम आकार-विकार-रहित सब तुमहीं स्वयं प्रकासी ॥
निर्गुण सगुण रूप तव दोऊ दोउ कहँ वेद बतावैं ।

چرت تمہار گوڑھ بن سمجھے بھید جانی نہیں پاویں
مرگ ترشنا جم رجت سیپ مہاں رجو جم سرپ دکھائی
تیسے ہی اگن سگن بن جانے بھرانت گیان نہیں جائی
یہی بھرم گیان روپ سب جگ کو کلپت سنو ہو کھراری
شرون آدِ بن جان جائے نہیں پرم آکرتی تمہاری
اگن سروپ بچار کٹھن اتی ہوئے تاسو نہیں سیوا
سگن سگم تیہی دھیان دھیان تے گیان ملے سر دیوا
کام کرودھ مد آدِ شترو اتی جیون کہاں دکھدائی
دیکھی بھگتی تو تم جم روی تے جات سو دور پرائی
اتی بسترت ساگر سنساری جیو پار نہیں پاویں
تدپی جنھیں رت چرت تمہارے گوپد ایو ترجاویں
تیہی کارن میں سگن روپ کر دھروں دھیان نِش کاما
پھروں ترلوک چرت تو گاوت سکھ اچھاہ یت راما

चरित तुम्हार गूढ़ बिनु समझे भेद जानि नहि पावैं ।।
मृग-तृष्णा जिमि रजत सीप महँ रजु जिमि सर्प दिखाई ।
तैसेहि अगुण सगुण बिनु जाने भ्रान्त-ज्ञान नहि जाई ।।
यहि भ्रम-ज्ञान रूप सब जग को कल्पित सुनहु खरारी ।
श्रवण आदि बिनु जानि जाय नहिं परमाकृती तुम्हारी ।।
अगुण स्वरूप विचार कठिन अति होय तासु नहिं सेवा ।
सगुण सुगम तेहि ध्यान ध्यान ते ज्ञान मिलै सुर-देवा ।।
काम क्रोध मद आदि शत्रु अति जीवन कहँ दुखदाई ।
देखि भक्ति तव तम जिमि रवि ते जात सो दूर पराई ।।
अति विस्तृत सागर संसारी जीव पार नहिं पावैं ।
तदपि जिनहिं रति चरित तुम्हारे गोपद इव तरि जावैं ।।
तेहि कारण मैं सगुण-रूप कर धरौं ध्यान निष्कामा ।
फिरौं त्रिलोक चरित तव गावत सुख-उछाह-युत रामा ।।

جگت بدت ترے تاپ نہ لاگہیں نویں دیو سمدائی
یہ سب چرت پرتاپ تہارے نہیں کچھ مور بڑائی
سدّھ کیو سُر کاج آج تم کُنبھ کرن سنگھاریو
ہرشت بھئے سکل یوگی جن بھومی بھار بڑ ٹاریو
ہتہیں لکھن گھن ناد کال تم پروں ہتب دش شیشا
دیکھوں سدّھ جنن کے سنگ سنگ سکل چرت جگدیشا
'نارایَن' کر جور بنے کر بارہیں بار مناوَہوں
آیسُ دیہو ناتھ اب مو کہاں برہمہ لوک کہاں جاوَہوں

دوہا۔ اس کہی پگ پر دیو رِش کرت رام گُن گان
گونت بھے بدھ۔دھام کہاں کینہ سُرن سمّان

جب دشانن کو ہوئی قتل کی بھائی کے خبر آگیا غش اُسے کچھ اتنا پڑا دل پہ اثر
جب ہوئے ہوش بجا دیدہ ہوئے اشک سے تر رات ساری وہ ہوئی گریہ وزاری میں بسر

قصر میں سارے اعزّ ا تھے عزاداری میں
(۲۳) ہر طرف سوگ تھا راوَن کی عملداری میں

اندرجت نے یہ سُنا جب کہ مرا کُنبھ کرن اور راوَن کو بہت موت سے ہے اُسکی حزن
جوڑ کر ہاتھ کہا باپ سے جا کر یہ سخن میرے ہوتے ہوئے کیوں آپ ہیں یوں محوِ محن

जगत विदित त्रय-ताप न लागहिं नवैं देव-समुदाई।
यह सब चरित-प्रताप तिहारे नहिं कछु मोर बड़ाई॥
सिद्ध कियो सुर-काज आजु तुम कुम्भकरण संहारयो।
हर्षित भए सकल योगीजन भूमि-भार बड़ टारयो॥
हतहिं लखन घननाद कालि तुम परौं हतव दशशीशा।
देखौं सिद्ध जनन के सँग सँग सकल चरित जगदीशा॥
'नारायन' कर जोरि विनय करि बारहिं बार मनावहूँ।
आयसु देहु नाथ अब मो कहँ ब्रह्म लोक कहँ जावहूँ॥
दोहा—अस कहि पग परि देव-ऋषि, करत राम-गुण-गान।
गवनत भे विधि-धाम कहँ, कीन्ह सुरन सम्मान॥

دیوتاؤں نے بھی ہار آپ سے جب مانی ہے
(۲۴) کون سی گنتی میں تب طاقتِ انسانی ہے

خرس و بیموں سے بھلا کونسی ہے جائے خطر   سامنے آئے ہمارے یہ ہے کب تاب بشر
دیکھئے گا مری طاقت کو ذرا ہو تو سحر   مار ڈالوں گا میں اُس فوج کے سارے افسر
جا کے میں خوش ابھی اگنی کو کئے لیتا ہوں
(۲۵) رتھ وہ جس سے ہو عدو قتل لئے لیتا ہوں

ہوم استھل میں گیا کر کے یہ راون سے کلام   چندن اور پھول تھے ملبوسِ بدن لال تمام
مون برت لیکے جو بیخوف لگا کرنے وہ کام   اور ہون کا کیا آغاز پئے نیل مرام
اپنے دُوتوں سے بھبھیکشن نے خبر یہ پا کر
(۲۶) کر دیا حال بیاں رام سے سارا جا کر

پھر یہ کی عرض کہ پورا جو ہوا اُس کا ہون   جیت پائے گا نہ کوئی اُسے اے شاہِ زمن
دیجئے حکم کہ قتل اُس کو کریں جا کے لکھن   دیوتاؤں کو نہ رہ جائے کوئی غم نہ محن
ساتھ جاؤں گا میں واقف ہوں گذرگاہوں سے
(۲۷) دور رکھوں گا انھیں ان کے میں بدخواہوں سے

رام جی نے یہ کہا جاؤں گا میں خود پئے جنگ   کیونکہ اگنی کا مرے پاس ہے اک تیز خدنگ
فوجِ کفّار کا دم بھر میں مٹا دوں گا میں زنگ   قتل میں ہوگی ستمگر کے نہ کچھ مجھ کو درنگ
چل کے دکھلا دو مجھے ہے وہ جفا کار کہاں
(۲۸) بھاگ کر جاتا ہے اب دیکھیں تو عیار کہاں

عرض پھر کی یہ بھبھیکشن نے کہ اے دینِدیال   جز لکھن لال کسی کو نہیں حاصل یہ کمال
چونکہ برہما کی دُعا کا مجھے معلوم ہے حال   میں یہ کہتا ہوں کہ ہے اور کو یہ بات محال
کھایا بارہ برسوں سے نہ ہو کھانا جس نے
(۲۹) اور ہو روک دیا خواب کا آنا جس نے

ہوگا گھن ناد فقط اُسکے ہی تیروں کا شکار   غیر سے قتل نہیں اُس کا تو ممکن سرکار
ہے یہ بردان جو برہما نے دیا تھا اک بار   اندر بھی جس کے سبب سے گئے گھن ناد سے ہار

جب سے بن آپ کے ہمراہ لکھن آئے ہیں
(۳۰) نہ ذرا کھانا ہی کھایا ہے نہ سو پائے ہیں

اس لئے ہوتے انھیں میں ہیں یہ اوصاف عیاں بھیجئے ان کو مرے ساتھ ہے وہ دیت جہاں
اُس کو ماریں گے یہی اسمیں نہیں کوئی گماں ساری دُنیا کا لئے سر پہ ہیں یہ بارِ گراں

رام جی آپ سگن برہمہ جگت سوامی ہیں
(۳۱) شیش لچھمن ہیں یہ بھکتوں میں بڑے نامی ہیں

آپ کا بھکت نہیں ہے کہیں ان سا کوئی رام جو نہ امکان میں ہو انکے وہ ہے کون سا کام
واسطہ ہے انھیں اک آپ کی خدمت سے مدام آپ کی بھکتی سے طاقت انھیں حاصل ہے تمام

آپ پر ہیں یہ فدا کچھ انھیں دشوار نہیں
(۳۲) آپ کے عاشقِ صادق کی کہیں ہار نہیں

غزل

عشق جس دل میں نہیں وہ دل نہیں جس کو ہے عشق اُس کو کچھ مشکل نہیں
عشق ہی سے کھنچ کے آتا ہے نگار اور کوئی جاذبِ کامل نہیں
عشق ہی سے ہے فروغِ بزمِ دہر یہ نہ ہو تو رونقِ محفل نہیں
عشق ہی ہے رہبرِ راہِ نجات زندگی سے ورنہ کچھ حاصل نہیں
عشق ہے سارے مصائب سے بری عشق پر کوئی بلا نازل نہیں
عشق سے پاتا ہے ہر انساں عروج دور اس کو عرش کی منزل نہیں
عشق ہی سے ہے وجودِ کائنات کون ہے جو عشق پر مائل نہیں
عشق سے گر ہو نہ بہرہ ور بشر جسمِ انسانی کے وہ قابل نہیں
عشق ہے وہ سحر وہ افسوں جسے کاٹ دے ایسا کوئی عامل نہیں
عشق سے ہے روشنئ مہر و ماہ عشق سے بے بہرہ آب و گل نہیں
عشق سے ہوتا ہے سم آبِ حیات عاشقوں کو زہر بھی قاتل نہیں
عشق ہو کر ہو نہ دیدارِ صنم اس کا نارآین تو میں قائل نہیں

سوئیا - پریم کو بیج نہ جامیں پریو سو پکھان سمان کٹھور ہئے ہے
پریت کی ریت نہ جانی کبھو جو سو شوکر شوان شریر لئے ہے
نیہ کو نیر سروے نہیں نین سدھارس کمبھن کا جو پئے ہے
جو نہ بھیو انوراگ سوں راگ "نراین"، تو پھل کون جئے ہے
دوہا - پریم سوں بارد دیہیں جل - پریم سوں بہے بیار
"نارائن"، جیہی پریم نہیں - تیہی جیون دھکار

سرگ نواں

میگھ ناد بدھ

سن کے الفاظ بھبھیشن کے یہ بولے شری رام　　جانتا ہوں میں فسوں اور فریب اسکے تمام
ब्रह्मास्त्र (1) اس کا طاقت کے سبب سارے زمانہ میں ہے نام　　اور برہماستر چلانے میں ہے اک شہرۂ عام
ہاں لکھن لال کی طاقت سے بھی آگاہ ہوں میں
ان کا ہر طرح رفیق اور بہی خواہ ہوں میں　(۱)

یہ بھی معلوم ہے مجھ کو کہ نہیں کچھ کھایا　　جب سے بن آئے ہیں خواب انکو نہ دم بھر آیا
قتل اسکا مگر آساں نہیں میں نے پایا　　اس لئے حرف نہ میں کوئی زباں پر لایا
کیا کروں کام یہ دشوار ہے بھائی کیلئے
کس طرح بھیجدوں میں ان کو لڑائی کیلئے　(۲)

सवैया— प्रेम को बीज न जामें परयो सो पखान-समान कठोर हिये है ।
प्रीति की रीति न जानी कभू जो सो शूकर-श्वान-शरीर लिये है ।
नेह को नीर स्त्रवै नहिं नयन सुधारस कुँभन का जो पिये है ।
जो न भयो अनुराग सों राग 'नरायन' तो फल कौन जिये है ॥
दोहा— प्रेम सों वारिद देहिं जल, प्रेम सों बहै बयार ।
'नारायन' जेहि प्रेम नहिं, तेहि जीवन धिक्कार ॥

کہہ کے لنکیش سے یوں بولے وہ لچھمن سے سخن   جانتا ہوں کہ نہیں سہل ہے گھن ناد سے رن
مارنے میں اُسے ہوگی تمھیں تکلیف و محن   ساتھ اک فوجِ عظیم اپنے لئے جاؤ لکھن
ہوں گے ہمراہ ہنومان تمھارے ہردم
(۳) دیکھتے رہنا بھبھیشن کے اشارے ہردم

ریچھ پت[1] اپنی لئے فوج بھی ہوں گے ہمراہ   جتنے سردار ہیں رکھیں گے وہ سب تم پہ نگاہ — [1]ऋक्षपति
ہو وہ تدبیر کہ جس طور ہوں عفریت تباہ   میگھ ناد آج نہ بچ پائے نہ لے پائے پناہ
سُن کے یہ حکم شری رام لکھن لال اُٹھے
(۴) کرنے پورن شہ دش شیش کو پامال اُٹھے

جوڑ کر ہاتھ وہ چھو کر شری رگھوبر کے قدم   خندہ پیشانی سے کرکے سرِ تسلیم کو خم
رام سے بولے کہ اس حکم سے آج آپکے ہم   بھیجدیتے ہیں اُسے جاکے ابھی ملکِ عدم
آپ کا حکم ہے تو فوج کا کچھ کام نہیں
(۵) اب وہ بچ جائے تو سومتر مرا نام نہیں

تیر کردے گا مرا قتل اُسے آج ضرور   کچھ بھی کام آئے گا اُس کا نہ کوئی مکر نہ زور
چلدیئے تیر و کماں لے کے یہ کہہ کر کہ حضور   کون ہے اُس کو بچالے ہے یہ کس کا مقدور
میگھ ناد آج ہی راہیٔ عدم ہوتا ہے
(۶) آپ کے حکم سے سہل امرِ اہم ہوتا ہے

فوج اپنی لئے ہمراہ چلے ابن صبا   ریچھ پت ریچھوں کے لشکر کو لئے ساتھ چلا
تھا وزیروں کو بھبھیشن لئے سرگرمِ وفا   رام کے حکم سے تھی فتح بھی اُن کے ہم پا
چھپ کے کرتا تھا جہاں بیٹھ کے گھن ناد ہون
(۷) اُس غرض سے کہ کرے موت سے آزاد ہون

فوج پہونچی یہ وہیں جاکے لئے سنگ و شجر   دور سے اس کو پڑا لشکرِ عفریت نظر
ہوئے تیار لکھن لے کے دھنش بان اِدھر   اُس طرف دیتوں نے باندھی کمر اپنی اُٹھ کر
جامبوان انگد و ہنومان بھی تیار ہوئے
(۸) دیت اور دانو بھی آمادۂ پیکار ہوئے

تب بھبیشن نے گذارش یہ لکھن لال سے کی　　فوج عفریت وہ ہے دیکھئے بادل سی کھڑی
مارنے کی اُسے اب کیجئے تدبیر کوئی　　ورنہ جب تک ہے وہ آئیگا نہ کھن ناد کبھی
جب یہاں کی یہ زمیں دیتوں سے خالی ہوگی
(۹)　صورت اُس دیت کو تب دیکھنے والی ہوگی

بات کانوں میں پڑی ان کے بھبیشن کی جب　　تیر ترکش سے لیا اپنے لکھن لال نے تب
سر کیا لشکرِ کفّار کی جانب بہ غضب　　جس سے کچھ مر گئے کچھ گر کے ہوئے جاں بلب
ایک جانب شجر و سنگ کی بوچھار ہوئی
(۱۰)　اک طرف ریچھوں کی بھی یورشِ خونخوار ہوئی

اس طرح یہ جو ہوا دیتوں پہ اس سمت سے وار　　اُس طرف سے بھی لگی تیروں کی ہونے بوچھار
کوئی مُگدر تھا لئے ہاتھ میں تو کوئی کٹار　　گر گیا کھا کے کوئی گُرز تو کوئی تلوار
کوئی گرتا کوئی مہمانِ اجل ہوتا تھا
(۱۱)　ہاتھ اور پیر کوئی کٹنے سے شل ہوتا تھا

نہ لگا شور بلا خیز سے کھن ناد کا دھیان　　دیکھ کر پھر کہ چلی جاتی ہے کل فوج کی جان
ہو گیا اُٹھ کے کھڑا اپنے لئے تیر کمان　　دوڑ کر آیا لڑائی کا جہاں تھا میدان
بیٹھ کر رتھ پہ وہ تب سامنے ان کے آیا
(۱۲)　یہ سخن دیکھ کے لچھمن کو زباں پہ لایا

میگھ ناد اپنا سناتا ہوں تمھیں نام سنو　　اندر تک ہار گئے یہ مری طاقت دیکھو
مان لو بات لکھن جان عبث کھوتے ہو　　لڑ کے دشوار ہے جیتے ہوئے جانا گھر کو
تم سے کہتا ہوں میں یہ بات بھلائی کے لئے
(۱۳)　جان کیوں دیتے ہو تم مفت میں بھائی کیلئے

جا کے پھر اپنے چچا پر جو پڑی اُس کی نظر　　بولا اُس سے کہ نہ کیوں ہوتے ہی پیدا گئے مر
آج تک چین سے کی تم نے تو اوقات بسر　　اب پڑا وقت تو دشمن کے ہوئے دست نگر
بغض اُسی سے ہے تمھیں جسنے تمھیں پالا ہے
(۱۴)　آئینہ جا کے ذرا دیکھو تو مُنہ کالا ہے

وہ جو ہیں نیچ وہ ہوتے ہیں تمھاری ہی طرح — اپنا اعزاز وہ کھوتے ہیں تمھاری ہی طرح
نام اجداد ڈبوتے ہیں تمھاری ہی طرح — عمر بھر رنج میں روتے ہیں تمھاری ہی طرح
موت ہے سر پہ کھڑی ہوش سنبھالو اب بھی
(۱۵) اپنے بھائی کے قدم دوڑ کے جالو اب بھی

شرم آتی نہیں آئے ہو لڑائی کے لئے — راج کا سکھ تمھیں بھاتا نہیں بھائی کے لئے
جاکے دشمن سے ملے اپنی بھلائی کے لئے — کیا تمھیں رام ہی تھے ناصیہ سائی کے لئے
عیب کیا باپ میں میرے نظر آیا تم کو
(۱۶) بجز اس کے کہ مصائب سے بچایا تم کو

دیکھ کر پھر انھیں ہنومان کے کندھے پہ سوار — ہوگئیں آنکھیں لکھمن لال سے اُس دیت کی چار
تھا وہ جس رتھ پہ تھے اُس رتھ میں بہت سے ہتھیار — کیش تیروں سے بھرے نیزہ کمان اور تلوار
ہاتھ میں لے کے کماں تیر اٹھایا اُس نے
(۱۷) اور اس فوج پہ یہ کہہ کے چلایا اُس نے

وانرو ریچھو! مرے تیروں کی دیکھو تیزی — کس طرح رن میں یہ کرتے ہیں قیامت خیزی
ہوگئی چال سے تم سب کی جنوں انگیزی — لو سنبھل جاؤ کہ ہوتی ہے ابھی خونریزی
تیر لچھمن نے تب اک اُس پہ چلایا اپنا
(۱۸) اور اُس دیت کو کچھ زور دکھایا اپنا

گر پڑا لگتے ہی اُس تیر کے وہ غش کھا کر — عرصۂ جنگ میں پھر جلد اُٹھا گھبرا کر
تیر اک کھینچ کے سومتر کے آگے آکر — ان سے یوں کہنے لگا آنکھیں انھیں دکھلا کر
بل کا کچھ میرے پتا تم نے نہ پایا اب تک
(۱۹) حیف کچھ تم کو کسی نے نہ بتایا اب تک

تم جو ملتے کہیں بالی سے تو کرتے وہ بیاں — دیکھتے ہی مجھے منہ اندر کا ہوتا ہے دھواں
خیر لو دیکھ لو تم خود مری اب تاب و تواں — دیکھیں ہم بھاگ کے میدان سے جاتے ہو کہاں
سات تیران کی طرف کہہ کے یہ چھوڑے اُس نے
(۲۰) تیر دس اور کماں پر وہ ہیں جوڑے اُس نے

سر کئے ابنِ صبا پر جنھیں اُس نے اک بار ہو گئے جس سے پَوَن سُت میں غضب کے آثار
پھر بھبیشن پہ کیا دوڑ کے سَو تیر سے وار جسم مجروح ہوا اُس کا بہت خستہ و زار
اس طرف سے بھی لکھن لال کے وہ تیر چلے
(۲۱) جن کے آگے کوئی دشمن کی نہ تدبیر چلے

کٹ گئی اُس کی زرہ تیروں کے جب واروں سے ریزہ ریزہ ہوئی وہ سنگ کی بوچھاروں سے
وار کرتے تھے یہ پنجوں سے وہ تلواروں سے جنگِ اعظم تھی یہ دینداروں کی کفّاروں سے
گر پڑی کٹ کے لکھن کی بھی زرہ تیروں سے
(۲۲) جنگ ہونے لگی تب دونوں میں شمشیروں سے

کر دیئے تیغ و تبر سنگ و شجر نے بیکار جان سے دیت ہوئے زخموں کے مارے بیزار
گو تھے مجروح بہت چوٹوں سے اُنکے تنِ زار جان پر کھیل کے کرتے تھے مگر وار پہ وار
جو گرا اپنی جگہ پر وہ پڑا رہتا تھا
(۲۳) مثل دریا کے غنیموں کا لہو بہتا تھا

میگھناد اور لکھن دونوں اڑے تھے رَن میں دونوں ماہر تھے بڑے جنگ و جدل کے فن میں
زخم پر زخم کئی گو کہ تھے اُن کے تن میں مانتا ہار نہ تھا کوئی بھی لیکن من میں
دیر تک لڑتے رہے تیروں سے شمشیروں سے
(۲۴) وار اک اک کا بچاتے ہوئے تدبیروں سے

جب یوں ہی لچھمن و گھن ناد کی پیکار ہوئی اور نہ اُن میں سے کسی ایک کی بھی ہار ہوئی
مار اک ایک کی اک ایک پہ بیکار ہوئی تب لکھن لال کے پھر تیروں کی بوچھار ہوئی
پانچ تیروں سے گرا سارتھی اُس کا مر کر
(۲۵) رتھ گیا لوٹ مراکب ہوئے غائب ڈر کر

ساتھ ہی کٹ کے گری دیت کی تیروں سے کماں دل میں کہنے کو تھا کچھ۔ کر نہ سکا تھا وہ بیاں
دی ہنومان نے جب زور سے اک گرزِ گراں جس سے دشوار ہوئی اپنی بچانی اُسے جاں
دوسری لے کے کماں تیر چڑھایا جیوں ہی
(۲۶) تیر سے کاٹ دی سومتر نے وہ بھی تیوں ہی

سر کئے تیر لکھن لال نے گھن ناد پہ تب ۔۔۔ اور اُس نے بھی دکھایا انھیں اندازِ غضب
وار رد ہو گئے اس طور پہ اک ایک کے جب ۔۔۔ دل میں سومترنے کی رام سے امداد طلب
لے کے اک تیر پڑھا منتر کماں پر رکھا
(۲۷) ابنِ راون کا نشانہ کے لئے سر رکھا

اور کہا رام سا گر کوئی نہ ہو دھرم ندھان ۔۔۔ اُن کی ایسی نہ ہو رکھتا کوئی سچائی کی شان
گر زمانہ میں نہ ہو کوئی اُن ایسا بلوان ۔۔۔ تو بچے اب نہ عدو کی مرے اس تیر سے جان
رام کے پد کملوں میں جو مرا دل ہووے
(۲۸) یہ مرا تیر عدو کے لئے قاتل ہووے

کہہ کے لچھمن نے یہ جس وقت کیا تیر وہ سر ۔۔۔ جا گرا کٹ کے الگ جسم سے گھن ناد کا سر
رہ گئے تیر و کماں ہاتھ میں نے تیغ و تبر ۔۔۔ دیوتاؤں کے مٹا دل سے جو دیتوں کا تھا ڈر
چرخ پر آ کے لکھن لال کے گُن گانے لگے
(۲۹) پھول رام اور لکھن دونوں پہ برسانے لگے

شادماں اندر ہوا دل سے مٹا رنج و الم ۔۔۔ خوش تھے عابد بھی کہ اب رہ نہ گیا جور و ستم
موت سے اُس کی ہوا بارِ سرِ ارض بھی کم ۔۔۔ چرخ سے آتی تھیں باجوں کی صدائیں پیہم
دیوتاؤں نے وہ کی عرش سے بارش گُل کی
(۳۰) چرخ سے تا بہ زمیں بن گئی صورت پُل کی

لے کے ہمراہ بھبیشن کو ہنومان کو تب ۔۔۔ لکشمن بولے شری رام سے آ کر با ادب
تھی مدد آپ کی گھن ناد ہوا قتل جو اب ۔۔۔ دیوتاؤں کے مٹا دل سے مصائب کا سبب
رام جی سُن کے یہ الفاظ بہت شاد ہوئے
(۳۱) قید جو محبسِ غم میں تھے وہ آزاد ہوئے

رام نے ڈالی جو لشکر پہ عنایت کی نظر ۔۔۔ رہ گیا کسل کا باقی کوئی اُس میں نہ اثر
مٹ گئے جسم پہ جتنے تھے وہ سب زخم و ضرر ۔۔۔ ہو گیا پھر وہ لڑائی کے لئے سینہ سپر
بولے بھائی سے کہ اندیشہ کوئی اب نہ رہا
(۳۲) میگھ ناد ایسا ستم پیشہ کوئی اب نہ رہا

تھے وہ بردان کہ قتل اُس کا کچھ آسان نہ تھا اب یہاں کوئی بھی بدخواہ ہمارا نہ رہا
ایک راون ہے فقط بانیٔ بیداد و جفا مارنا اُس کا نہیں ہے مجھے دشوار ذرا
اُس طرف حال یہ راون کو جو معلوم ہوا
(۳۳) آگیا غش اُسے کچھ اتنا وہ مغموم ہوا

پھر بجا ہوش ہوئے جب تو ہوا محوِ فغاں طاقتِ دل گئی کمزور ہوا رشتۂ جاں
اک طرف تھا الم فرقتِ فرزندِ جواں اک طرف فکر تھی سیتا کے نہ ملنے کی نہاں
دل میں سمجھا کہ کوئی اپنا سہارا نہ رہا
(۳۴) جس کی طاقت کی تھی طاقت وہ ہمارا نہ رہا

اندر تک رکھتے نہ تھے جس سے لڑائی کی مجال دیوتا سامنے آنے کا نہ کرتے تھے خیال
تاب و طاقت کا عیاں جس کی زمانہ میں تھا حال بھاگتا ڈر سے تھا وہ بھی جسے سب کہتے ہیں کال
کانپتے رہتے تھے دِگپال بھی جس کے ڈر سے
(۳۵) تھا توانا جو زیادہ کہیں دنیا بھر سے

آج انسان کے ہاتھوں سے ہوئی اُس کی مات سچ ہے حاصل نہیں دنیا میں کسی کو بھی ثبات
دیوتوں کی بسر آرام سے ہو گی اوقات مل گئی رشیوں کو اب قیدِ مصیبت سے نجات
عالمِ سوگ سے جب ہوش میں آیا راون
(۳۶) پھر عدو یاد پڑا جوش میں آیا راون

دے دیا حکم کہ ہو لشکرِ اعظم تیار جا کے میدان سے منھ موڑے نہ کوئی زنہار
جان سے خود غمِ فرزند میں ہو کر بیزار جانکی جی پہ چلا کرنے وہ تلوار سے وار
سوچ کر دل میں کہ بکھ(۱) اس کا ہی سب بویا ہے (۱) विष
(۳۷) ہے یہی جس کے لئے نورِ نظر کھویا ہے

اس کی ہی شکل میں پوشیدہ ہے بنیادِ عناد مار ڈالوں میں اسے تا نہ رہے کوئی فساد
دیکھا آتے ہوئے جب اُس کو برائے بیداد جانکی جی کا ہوا رنج و الم اور زیاد
خوف سے قلب میں بندِ آمدِ انفاس ہوئی
(۳۸) تھی جو کچھ رام سے ملنے کی وہ دور آس ہوئی

आ کرا تنے میں سو پارشؔ[1] نے جو تھا اُسکا وزیر دیکھی جب ہاتھ میں راوَن کے برہنہ شمشیر सुपारश[1]
یہ کہا اُس سے کہ اے مالکِ دیہیم و سریر زیب دیتی نہیں یہ آپ کو دینی تعزیر
آپ کیا کرتے ہیں یہ آپ کو کچھ یاد بھی ہے
(۳۹) زن بیکس ہے یہ اور موردِ بیداد بھی ہے

دھرم کہتا نہیں ہاتھ آپ اُٹھائیں اِس پر بد دعا ورنہ ابھی اپنا دکھادے گی اثر
کیا کیا وید پُوران آپ نے سارے پڑھ کر آپ جس کُل میں ہیں کیا اُسکی نہیں کچھ بھی خبر
جانکی ملنے کی خواہش ہی اگر ہو مَن میں
(۴۰) جیتئے رام و لکھن دونوں کو چل کر رَن میں

سُن کے یہ بات رُکا دل میں پشیمان ہوا ماجرا یاد پڑا۔ کُل کا اُسے دھیان ہوا
رام و لچھمن سے لڑائی کا پھر ارمان ہوا کہہ کے یہ سب سے روانہ وہ بصد شان ہوا
ساتھ آئے مرے لڑنے سے جسے عار نہ ہو
(۴۱) رَن میں جو پیٹھ دکھانے کا گنہگار نہ ہو

غزل

جو چاہے کچھ لطفِ زندگانی تو دل سے اپنے ہوس مٹادے
رہے رضا میں اُسی کی راضی اُسی کے قدموں پہ سر جھکادے
نہ کہہ وہ جو بار ہو کسی کو۔ نہ جس میں کچھ عار ہو کسی کو
نہ جس سے آزار ہو کسی کو۔ جو آگ بھڑکے اُسے دبادے
نہ بھول کر آئے خود پرستی۔ مٹادے تُو آپ اپنی ہستی
ہر اوج کے واسطے ہے پستی۔ نہ سر میں تُو اپنے اُسکو جادے
عیاں ہے سب پر کمال جس کا۔ کبھی نہ ہوگا زوال جس کا
ہے سب کا مقصد وصال جس کا۔ اُسی سے اپنے کو تُو ملادے
نہ ہو کسی کی مدد کا یارا۔ رہے اُسی کا بس اک سہارا
ہوائے دنیا سے کر کنارا۔ جو تُو نے دیکھا اُسے بھلادے

جو بولنا ہو تو بول اُس سے۔ جو دیکھنا ہو تو دیکھ اُس کو
جو پیار کرنے کی ہو تمنّا تو دل کو اُس کی طرف لگا دے
وہ چاہے گر تو نہ کیا، ہم ہو۔ ہے کیا وہ دنیا میں جسکا غم ہو
کسی پہ الطاف ہو کرم ہو۔ کسی کی بگڑی ہوئی بنا دے
یہ خواہشیں بن کے تیری رہزن کبھی نہ چھوڑیں گی تیرا دامن
بھلا جو چاہے تو اب نرائن نظر سے اپنی انھیں گرا دے

سوئیا

اُت تے گھن ناد سکوپ چلیو۔ اِت تے سومتر چلے رَن میں
اُت تے رجنیچر سین بڑھی اِت تے سُر بھالُ کپیشن میں
اتی گھور نراین، یُدّھ بھیو نہیں مانت ہار کوؤ مَن میں
اُت کے شر ٹوٹ گئے اِت کے جِم دامنی دھائے دھسے تَن میں

دوہا

تب لچھمن اَتی کرُدّھ ہوئے۔ کینھ بان سندھان
پریو اونی لنکیش سُت۔ باجے گگن نِسان

سورٹھا

کر پر لینھ سنبھار۔ کوتُک ہی ہنومان تیہی
رِپو نگری کے دوار۔ دش مُکھ کے دیکھت دھریو

सवैया—उतते घननाद सकोप चल्यो इतते सौमित्र चले रन में।
उतते रजनीचर-सेन बढ़ी इतते सुर भालु कपीशन में।
अति घोर 'नरायन' युद्ध भयो नहि मानत हार कोऊ मन में।
उत के शर टूटि गये इत के जिमि दामिनि धाय धसे तन में॥
दोहा—तब लछिमन अति क्रुद्ध हुइ, कीन्ह बाण सन्धान।
परयो अवनि लङ्केश सुत, बाजे गगन निसान॥
सोरठा—कर पर लीन्ह सँभार, कौतुक ही हनुमान तेहि।
रिपु-नगरी के द्वार, दशमुख के देखत धरयो॥

سرگ دسواں

راون کا شکراچارج کے کہنے پر عمل

مشورہ کرکے وزیروں سے جو تھے اہلِ غرور رام کے ساتھ لڑائی کا لئے شوق وفور
سوئے میداں مئے پندار سے ہو کر مخمور لے کے لشکرِ عفریت بداطوار وشعور
یوں چلا خون کرانے کے لئے جانوں کا
(۱) حملہ جس طور سے شعلہ پہ ہو پروانوں کا

رام نے قتل کیا لشکرِ راون سارا اور اک تیر عدو کے بھی جگر پر مارا
ٹھہرنے کا نہ رہا جنگ میں جس سے یارا موت کا اپنی اُسے دیکھ پڑا نظارا
بیٹھ کر رتھ پہ وہ تب شکل چھپا کر اپنی
(۲) بھاگا لنکا کی طرف جان بچا کر اپنی

رام وہنومان کی کرتے ہوئے طاقت کا بیاں شُکرآچارج[1] جہاں رہتے تھے پہنچا وہ وہاں
کرکے تعظیم ہوا بیٹھ کے یوں عرض رساں حیف ہم آپ کے ہوتے جو ہوں محرومِ اماں
کیا کروں حال بیاں اپنی پریشانی کا
(۳) کربِ عفریت و ستمگاریٔ انسانی کا

جتنے سردار تھے لشکر میں گئے سب مارے رام سے کُنبھ کرن ایسے جری بھی ہارے
میگھ ناد اکچھ جو آنکھوں کے تھے میری تارے بیر اَتی کائے[2] پرہست[3] اور دلاور سارے
کوئی باقی نہ رہا جنگ میں کام آ گئے سب
(۴) رنج واندوہِ جدائی مجھے دکھلا گئے سب

ہو گیا ہے مری لنکا کا بہت حال زبوں کام آتا ہے نہ زور اپنا کچھ اُن پر نہ فسوں
زندگی سخت مصیبت میں ہے کیا عرض کروں جس طرف دیکھئے آتا ہے نظر منظرِ خوں
آپ کی گر ہو دیا اب تو یہ آفت ٹل جائے
(۵) آپ اگر چاہیں تو دشمن کا ستارا ڈھل جائے

(۱) शुक्र आचार्य
(۲) अतिकाय (۳) प्रहस्त

شُکر آچارج نے سُنکر یہ دیا اُس کو جواب رام سے لڑکے لیا تم نے عبث سر پہ عذاب
ہو مقابل میں کسے رام کے امداد کی تاب وہ اگر بحر تو ہم لوگ ہیں مانندِ حباب
اُن کے ہی ایما سے سب عیش و الم ہوتا ہے
(۶) سہل چاہیں وہ تو ہر کارِ اہم ہوتا ہے

تو بھی میں تم سے بتاتا ہوں اک ایسی ترکیب جس سے ہو جائے یہ ممکن ہے ظفر تم کو نصیب
تم کرو جاکے ہَوَن ہو نہ جہاں کوئی قریب ہو جو پورا وہ کہیں تو ہو اثر اسکا عجیب
یعنی رتھ۔ اسپ کماں۔ کیش بہم ہو جائیں
(۷) جیت ہو۔ دور یہ سب رنج و الم ہو جائیں

منتر دیتا ہوں میں جو جاکے کرو اُس سے ہَوَن کوئی آزار رہے گا نہ تو اندوہ و محن
چلدیا اُٹھ کے اُسی وقت وہ سُنکر یہ سخن فکر کی آکے وہ جس سے نہ بچیں رام و لکھن
ایک گہرا سا زمیں دوز مکاں بنوایا
(۸) راستہ داخلہ کا جس میں نہاں بنوایا

مَوَن برت لیکے کیا اُس نے جب آغازِ ہَوَن تاکہ رہ جائیں نہ اس دہر میں رام و لکھن
ابر کی طرح دھُواں دیکھکے ہوکر بدظن رام جی سے یہ کہے جاکے بھبھیشن نے سخن
دیکھئے ناتھ دھُواں یہ جو نظر آتا ہے
(۹) چرخ پر ابر کی مانند جو چھا جاتا ہے

اُس ہَوَن کا ہے یہ کرتا ہے جو راون گھر پر ہو گیا وہ کہیں پورا تو وہ سکتا نہیں مر
اس لئے بھیجئے لشکر کے توانا وانر ڈر ذرا موت کا جنکو نہ ہو ایسے ہوں نڈر
جس طرح سے ہو ہَوَن جاکے وہ برباد کریں
(۱۰) رانیاں تنگ کچھ اتنی ہوں کہ فریاد کریں

سُن کے اس بات کو سُگریو سے بولے شری رام بولو کیا کہتے ہو کیا ہو کہ ہَوَن ہو نہ تمام
عرض تب کی شہ پمپا نے کہ اے شاہِ انام آپ کا حکم بجا لانے کو حاضر ہے غلام
ہے یہی راے ہماری بھی کہ وانر جائیں
(۱۱) اور جیسے بھی ہو برباد ہَوَن کر آئیں

کہہ کے یہ رام سے تب انگد و نل نیل جری اور پون پوت جو تھے موت کے پنجہ سے بری
اُن کو سگریو نے بُلوا کے بہ نزدیکِ ہری یوں کیا اُن سے بیانِ سببِ دردِ سری

ہم نے کچھ ہوم کی راون کے خبر پائی ہے
(۱۲) جس سے وہ موت کا ہم سب کی تمنائی ہے

ہم نہ بچ پائیں گے پورا جو ہوا اُس کا ہون جان بچنے کی سکے گی کوئی تدبیر نہ بن
جا کر اس واسطے تم لوگ کرو اب وہ جتن جس سے پورا نہ ہون ہو وہ نہ ہو ہم کو حزن

ہو گئے حکم یہ پاتے ہی روانہ وانر
(۱۳) تاب و طاقت کا لئے ساتھ خزانہ وانر

کود کر آئے یہ جس جا پہ تھا راون کا محل اور درباں جو تھے ڈالا انھیں پیروں سے کچل
اسپ فیل اور شتر تک ہوئے مہمانِ اجل رانیاں ڈر سے گئیں چھوڑ کر ایوان کو نکل

رات بھر راج بھون مقتلِ کفار رہا
(۱۴) سب کو راون کا پتا دینے سے انکار رہا

صبح سرہانے بھبھیشن کی جو ہم خوابہ تھی اک نظر جا کے ہنومان پہ جب اُس کی پڑی
کر کے آنکھوں سے اشارہ وہ جگہ بتلا دی جس جگہ بیٹھ کے کرتا تھا ہون لنک پتی[1]

در پہ اُس غار کے اک سنگِ گراں رکھا تھا
(۱۵) وہ بناوٹ تھی کہ نظروں سے نہاں رکھا تھا

ٹکڑے ٹکڑے کیا انگد نے اُسے مار کے لات تب وہاں پر انھیں بیٹھا نظر آیا بدذات
بند آنکھوں کو کئے دل میں لئے خوفِ ممات کر رہا تھا وہ ہون جس سے ملے غم سے نجات

گھس گئے غار میں پائی جو اجازت میموں
(۱۶) اور یوں کرنے لگے جا کے ملامت میموں

بے حیا بھاگ کے تو رن سے یہاں آبیٹھا شکل اپنی تجھے دکھلانے میں شرم آتی ہے کیا
بزدلی ایسی نہیں تجھ سے دلاور کو روا چل کے کر جنگ ذرا موت کی باقی ہے سزا

کیا چھپاتا ہے یہ خود خاک میں چھپ جائیگی
(۱۷) پھر تری شکل کسی کو نہ نظر آئے گی

[1] लंकपती

جب یہ دیکھا کہ ذرا بھی نہیں ہلتا ہے بدن کُنڈ میں ڈال دیا جتنا تھا سامانِ ہَوَن
مارنے اُس کو لگے گھونسوں سے فرزندِ پَوَن کاٹنے اُس کو لگے کھول کے ہیمون دہن
تھا وہ جس دھیان میں وہ دھیان نہ چھوڑا اُسنے
(۱۸) منھ ذرا اپنے ارادہ سے نہ موڑا اُس نے

مارا اور کاٹ سے بھی جب نہ ہلا اُس کا جسد اور جسمانی تکالیف کی جب ہو گئی حد
لائے سرداروں کے سر کاٹ کے ذی شان بیش عدد راج محلوں میں اُدھر کود کے پہنچے انگد
جا بجا توڑ کر اُس کُوشکِ سلطانی کو
(۱۹) کھینچتے بالوں سے لے آئے پکڑ رانی کو

کر دیا لا کے اُسے سامنے راون کے کھڑا سینہ بند اُس کا دیا پھاڑ جو تھا رتن جڑا
ٹوٹی تگڑی تو الگ جا کے کمربند پڑا پایا اپنے کو جو بے بس تو ہوا رنج بڑا
بولی دیکھو تو ذرا کون کھڑی روتی ہے
(۲۰) راج میں اپنے ہی آج اپنی یہ گتی[1] ہوتی ہے

تیرے ہوتے ہوئے اسطور سے رسوائی ہو اور رعایا مری ذِلّت کی تماشائی ہو
غیریوں آبرو ریزی کا تمنّائی ہو بند آنکھیں ہوں تری گوشۂ تنہائی ہو
ساری عزت یہیں مٹّی میں ملی جاتی ہے
(۲۱) حیف بے شرم تجھے شرم نہیں آتی ہے

دیوؤں گندھرپوں کی کنیائیں ہوں یوں محوِ محن برہنہ غیر کے ہاتھوں سے ہو ہم سب کا بدن
تو بھی افسوس نہ ہو کچھ ترے ماتھے پہ شکن کُنجِ تنہائی میں تو بیٹھا ہو کرنے کو ہَوَن
ہے بھلی موت ہی عورت کی جو عصمت نہ رہے
(۲۲) مرد مر جائے تو اچھا ہے جو عزّت نہ رہے

میگھ ناد آتی ہے رہ رہ کے تمھاری مجھے یاد آج تم ہوتے تو ہوتی نہ یہ ہم پر بیداد
بیٹھے بٹھلائے لیا مول دشانن نے فساد کون ہے اب کہ کریں جا کے ہم اُس سے فریاد
اک سوا جینے کے باقی کوئی حسرت نہ رہی
(۲۳) حیف رسوائی ہمسر کی بھی غیرت نہ رہی

[1] गति

دیکھ کر رانی کو مظلوم اُسے طیش آیا   اُٹھ پڑا چھوڑ دیا دھیان بہت گھبرایا
بولا انگد سے کہ کیا اس کو ستا کر پایا   بے حیا چھوڑ اسے اس پہ ستم کیوں ڈھایا
شرم کھا شرم ذرا اپنی تو اس ہستی پہ
(۲۴) ڈوب مر جا کے اک ابلا سے زبردستی پہ

کہہ کے یہ زور سے گھونسہ جو کمر پر مارا   گر پڑا فرش پہ چکرا کے سلیل تارا
اُٹھ کے پھر مار کے انگد نے اُسے للکارا   حشر کا جس سے نظر اُس کو پڑا نظّارا
اس طریقہ پہ ہَوَن کا جو سرانجام ہوا
(۲۵) آ کے لشکر پہ قدم بوس شری رام ہوا

اُٹھ کے راون نے اُدھر ہوش جب آیا اُس کو   اپنی پٹ رانی جو روتی تھی بلایا اُس کو
پونچھ کر آنسو قریب اپنے بٹھایا اُس کو   اور یوں گیان کا اُپدیش سُنایا اُس کو
جیو ہے برہمہ ہی جب یہ تجھے ہوش آئے گا
(۲۶) ہے بھرا دل میں جو پندار نہ رہ جائے گا

گیان جب تک نہیں ہوتا ہے تبھی تک ہے بھرم   ورنہ حاصل نہ کسی کو بھی خوشی ہو نہ تو غم
ہے اہنکار جو جاتا نہیں دل سے کوئی دم   اور اہنکار سے ہیں رنج و طرب عیش و الم
کرم بندھن کے سبب خواہ کوئی یونی[1] ہو   (1) योनी
(۲۷) وقت پر ہو کے وہ رہتی ہے جو انہونی[2] ہو   (2) अनहोनी

صرف اگیان سے انسان میں آتی ہے خودی   اور خودی ہی ہے جو بنیاد ہے سارے دکھ کی
بس جہالت ہی رسن ہے زن و فرزند کی بھی   سچ تو یہ ہے کہ ہے دنیا میں کسی کا نہ کوئی
جیو غیروں کو جہالت سے جو اپناتا ہے
(۲۸) عیش و غم پاتا ہے وہ قہر و غضب ڈھاتا ہے

ورنہ پاتا ہے وہ آرام نہ ہوتا ہے حزیں   ہے امر وہ اُسے آتی ہی کبھی موت نہیں
کوئی اپنا ہے نہ اُس کو نہ پرایا ہے کہیں   اُسمیں دکھ سکھ نہیں مطلق بھی تو کر اس کو یقیں
میل اُسکا ہے کسی سے نہ جدائی اُس کی
(۲۹) ہے اُسے قیدِ تعلق نہ رہائی اُس کی

غور کر اس پہ بس اب چھوڑ دے تو رنج و فغاں	رام و لچھمن کو ابھی مار کے آتا ہوں یہاں
ورنہ ہو جاؤں گا میں عالمِ بالا کو رواں	اور سدا کے لئے پاؤں گا تناسخ سے اماں

ہے مرا حکم اگر لوٹ نہ پاؤں رن سے
(۳۰)
جانکی کا بھی تعلق نہ رہے اِس تن سے

غم مرا تم نہ اب اے ماہ کا پارا کرنا	مار کر اُس کو مرتک کرم ہمارا کرنا
یا مرے ساتھ ستی ہونا گوارا کرنا	اور سدا کے لئے دنیا سے کنارا کرنا

ہے مرا حکم عدول اس میں کسی طور نہ ہو
(۳۱)
میں جو کہتا ہوں وہی ہو کہیں کچھ اور نہ ہو

بولی مندودری راون کی یہ باتیں سُنکر	سنئے کہتی ہوں جو میں گر ہو بھلا مدِ نظر
رام کو جیت نہ پائے گا کبھی کوئی بشر	کیونکہ یہ برہمہ ہیں ان کا نہیں کوئی ہمسر

मत्स्य[1] ہیں یہی متس[1] کا اوتار لیا تھا جس نے
(۳۲)
غم سے آزاد دیوسُوت کو کیا تھا جس نے

कच्छप[2] پھر لیا تھا انھیں بھگوان نے کچھپ[2] اوتار	مندراچل کا انھیں نے تھا لیا پشت پہ بار
हिरण्याक्ष[3] بن کے باراہ کیا سارے جگت کا اُدھار	ہیں یہی رام ہوا جن کا ہرنیاکچھ[3] شکار

स्वर्णकशिपु[4] سورن کشپ[4] کو بھی تھا نرسنگھ ہو مارا جس نے
(۳۳)
اور پرہلاد کو سنکٹ سے اُبارا جس نے

बामन[5] بلی کو باندھا تھا انھیں رام نے بن کر بامن[5]	مارا چھتریوں کو تھا رکھ کے پرشرام کا تن
ہیں وہی رام جو رگھو بنش میں ہیں جلوہ فگن	مارنے تم کو یہاں چھوڑ کے آئے ہیں وطن

ہر کے سیتا کو جو تھے خوش انھیں پہچان کیا
(۳۴)
اور یوں قتل کا خود اپنے بھی سامان کیا

بھیجدو جانکی کو اب بھی شری رام کے پاس	سلطنت دیکے بھبھیشن کو کرو بن میں نواس
بولا راون کہ دِلا اب نہ مجھے زیست کی آس	کیونکہ جینے میں مجھے موت سے دو چند ہے یاس

ہے پسر کوئی نہ اب اپنا ایگا نہ باقی
(۳۵)
اب نہ وہ میں ہی رہا اور نہ زمانہ باقی

نہ رہی فوج ہوا راج بھی چوپٹ سارا چھپ گیا گردشِ گردوں سے ہمارا تارا
سارا پریوار گیا میرے سبب سے مارا دیکھ کر لوگ کہیں گے مجھے اب ہتّیارا
کون مُنھ اپنا زمانہ کو دکھاؤں گا میں
(۳۶) جی کے اب کون سا سکھ دہر میں پاؤنگا میں

جا کر اس واسطے کرتا ہوں میں اب رام سے رَن مار ڈالیں گے وہ تو جائیگی قسمت مری بن
وِشنوپد جس کے لئے مجھ سے چھڑاتی ہے وطن مجھ کو گھر بیٹھے ہی مل جائے گا بے رنج و محن
جانتا ہوں کہ پرم برہمہ کے اوتار ہیں رام
(۳۷) سچّدانند۔ دیا دھام۔ نِراکار ہیں رام

جانکی ہیں شری لکشمی یہ جگت کی ماتا ہیں یہی جن سے ہے ہر شخص بڑائی پاتا
ہیں یہ جیو آتما ہے جن کے سبب کہلاتا برہمہ اور آتما میں ورنہ نہ ہوتا ناتا
یہ سمجھ بوجھ کے ٹھانی ہے لڑائی میں نے
(۳۸) آج تک تجھ سے تھی یہ بات چھپائی میں نے

تھی یہی وجہ کہ سیتا کا کیا میں نے ہرن تاکہ ہو جائے مرا رام کے ہاتھوں سے مرن
وہ گتی پاؤں میں پاتے نہیں جس کو مُن جن بن کو جانا ہے تو میں جاؤں نہ کیوں تجکے بن
ہو کے تم سب سے الگ چھوڑ کے سنسار کا ساتھ
(۳۹) دل میں آیا ہے مرے دونگا میں پریوار کا ساتھ

اس طرح مر کے عذاب اپنے نہ رہجائیں گے ہم کہاتے ہیں جو راچھس یہ نہ کہلائیں گے
سارے پریوار کو ہم اپنے وہاں پائیں گے کرم بندھن سے نہ سنسار میں پھر آئیں گے
غور کر دہر کے اُس عیش میں رکھّا کیا ہے
(۴۰) جس کو ملتا ہو سمندر اُسے دریا کیا ہے

پانچ دُکھوں سے ہے سنسار کا ساگر محدود اک اَوِدّیا[1] ہے کہ ہے سیم صدف میں موجود अविद्या[1]
دوسرا اسمتا[2] یا آتما کا تن سے وجود تیسرا راگ[3] ہے جس سے ہے محبّت کی نمود अस्मिता[2] राग[3]
دویش[4] چوتھے سے حسد کی ہے کدورت پیدا द्वेष[4]
(۴۱) ابھنویش[5] آخری سے موت کی دہشت پیدا अभिनिवेश[5]

ہیں انھیں پانچوں کی ارمان کی لہریں محکوم جن میں گرداب ہیں شادی و خوشی رنج و غموم
خیلِ حیواں اسی ورطہ میں ہے خویشونکا ہجوم کرو وہ بڑواگنی(۱) ہے امارہ ہے آبِ مذموم

वड़वाग्नि(۱)

ایسے ساگر کو عذابوں سے بھرا پاتا ہوں
رام سُکھ سِندھو ہیں میں اُنکی شرن جاتا ہوں (۴۲)

مثلّث

میں جاتا ہوں اب تو شرن رام کی دھنُش بان دھاری دیا دھام کی
یہی ایک صورت ہے آرام کی
جو چاہا تھا جلوہ نظر آگیا جو تھا مطلبِ دل وہ بر آگیا
ہوئی ختم اب گردش ایّام کی
مرے دل میں پر برہمہ کا نور ہے مجھے جان دینی ہی منظور ہے
نہیں زندگی یہ کسی کام کی
یہ گلزارِ ہستی ہے مایا کا گھر ہے انسان کو اس سے لازم حذر
بہارِ زمانہ ہے بس نام کی
گناہوں کا میں سر پہ لایا تھا بار رہا جس کے باعث زمانہ میں خوار
نہ تھی حد کوئی میرے آلام کی
نکل جائے گا اُن کے قدموں پہ دم تو ہو جائیں گے دور رنج و الم
دوا ہے یہی سارے اسقام کی
کسی کا نہ کوئی پسر ہے نہ زن نہ جینا نہ مرنا نہ آوا گمن
یہ ہیں صورتیں ساری اجسام کی
لو اب ہم تو اس دارِ غم سے چلے تمنّا ہے یہ جلد آفت ٹلے
رہی فکر باقی نہ انجام کی
ہے نارائن اک آرزو یہ ہی بس دمِ مرگ کوئی نہ ہو پیش و پس
یہ سر خاکِ پا ہو دلا رام کی

سوئیا

رام کے بانن سوں تن تیاگ ترتاپن پاپن سوں چھٹ جیہوں
پاوت ہیں بدھ بشنُ مہیش کلیش بنا سوئی دیش میں پیہوں
چھانڈ کے راج سماج سبے اُنکے پد پاون پران گنویہوں
رارِ ٹھنی تو ٹھنی رَن ماہیں نراین، بھاگِ نہ پیٹھ دِکھیہوں

دوہا - ہری لایوں دھرنی سُتا لیہوں رام سن رار
جئے شُویش تہوں لوک مہاں مرے پدارتھ چار
ہری کے تیرن پران تجی جیہوں ہری کے دھام
نارایَن، اب چُوکی کے پھر پیہوں کہاں رام

سرگ گیارہواں

رام راون سنگرام۔ راون بدھ

پیار سے گیان یہ مندودری کو سمجھایا فوج میں اپنی وہاں سے شہ راون آیا
جتنے سردار تھے لشکر میں اُنھیں بُلوایا خاص رتھ اپنا جو تھا اُس کو طلب فرمایا
سولہ پہیے تھے لگے جیسیں گدھے جوتے تھے
کم پشاچوں سے جو معلوم نہیں ہوتے تھے (۱)

सवैया—राम के बानन सों तन त्यागि त्रितापन पापन सों छुटि जैहौं ।
पावत हैं विधि विष्णु महेश क्लेश-बिना सोइ देश मैं पैहौं ।
छाँड़ि के राज समाज सबै उनके पद-पावन प्राण गँवैहौं ।
रारि ठनी तो ठनी रन माहिँ 'नरायन' भागि न पीठि दिखैहौं ॥

दोहा—हरि लायों धरणी-सुता, लिहौं राम सन रारि ।
जिये सुयश तिहुं लोक महँ, मरे पदारथ चारि ॥
हरि के तीरन प्रान तजि, जैहौं हरि के धाम ।
'नारायन' अब चूकि के, फिरि पइहौं कहँ राम ॥

ڈر لگے دیکھ کے پڑ جائے اگر اُن پہ نظر دیر تک دل سے نہ پھر دُور ہو دہشت کا اثر
رتھ کے دروازوں میں تھے بیش بہا لعل و گہر چشم ناظر کی جھپک جائے جو اُٹھ جائے اُدھر
تیر۔ تلوار۔ کماں۔ گُرز دھرے تھے اُسمیں
(۲) سارے ہتھیار لڑائی کے بھرے تھے اُسمیں

یوں چلا رتھ پہ وہ کرنے کیلئے رام سے رَن دل میں دہشت ہو جسے دیکھ کر ایسا تھا بدن
جنگ میں اُس نے دکھایا کچھ اس انداز سے فن بھاگے میداں کو جری چھوڑ کے جس طور ہرن
تیر سر کرتے ہوئے رتھ پہ وہ چلتا تھا جدھر
(۳) ہوتی تھیں صاف صفیں رُخ وہ بدلتا تھا جدھر

کو د کر آئے ہنومان مقابل بے جنگ دیکھ کر جن کی توانائی توانائی تھی دنگ
آکے دی زور سے اک مُشت نہ کی کچھ بھی درنگ آئی راوَن کو غشی دور ہوا چہرہ کا رنگ
پُتلیاں پھر گئیں اس زور سے چکّر آیا
(۴) ہوش میں اپنے نہ کچھ دیر ستمگر آیا

ہوش آنے پہ جو دیکھا رُخ روشن کا جلال خوف کھا کر یہ کہا اُس نے کہ اے انجنی لال
جانتا ہوں کہ ہے حاصل تمہیں طاقت میں کمال کوئی تم سا نہیں اک تم ہی ہو خود اپنی مثال
ورنہ آگے مرے آئے یہ تھا یارا کس کو
(۵) کون دشمن تھا مرا میں نے نہ مارا جس کو

مجھ سے لڑ کر ہوئے کتنے ہی جری خانہ خراب دیکھتے کتنے توانا ہیں پڑے حشر کا خواب
ہاں جو طاقت ہے تو اک تم میں ہے بیحدّ و حساب تب دیا اُس کو جہابیر نے سنکر یہ جواب
حیف صد حیف مری تاب و توانائی پر
(۶) تیری جاں نکلی نہ اس ضربت و رسوائی پر

مارنے کی مجھے دل میں ترے خواہش ہو اگر مارلے تو بھی مرے سینہ پہ گھونسہ کس کر
پھر مری ضرب تجھے اپنا دکھا دے گی اثر روح کر دے گی تری عالمِ فانی سے سفر
سُن کے راوَن یہ سخن کھل کے بہت خوب اُٹھا
(۷) مارکے ڈر سے مگر خائف و مرعوب اُٹھا

تان کر سینہ پر اس زور سے گھونسہ مارا   لمحہ بھر غش میں رہا جس سے پَون کا پیارا
ہوش میں آکے پھر اُس دیت کو جب للکارا   ڈر سے وہ دوسری جانب کو چلا بیچارا
نیل نل انگد و ہنومان اڑے تھے در پہ
(۸) شور سے اپنے اُٹھاتے تھے قیامت سر پہ

چار سردار تھے دیتوں کے جو موجود وہاں   سرپ روماں و کھڑگ روماں و برشچک روماں
تین یہ اگن ورن نام تھا جو تھے کا عیاں   اپنی طاقت کے لئے جو کہ تھے مشہور جہاں
بِھڑ گیا ایک اک ان میں سے اک اک وانر سے
(۹) اور مرا یوں کہ کٹا جسم تو انا سر سے

مار کر دیتوں کو آئے یہ جہاں تھے شری رام   دوسری سمت سے آیا شہِ عفریت انام
شکل پر طیش کے آثار نمایاں تھے تمام   اتنا غصہ تھا نکلتا نہ تھا کچھ مُنھ سے کلام
سُرخ آنکھیں تھیں بدن کانپا چلا جاتا تھا
(۱۰) دیکھنے میں ملک الموت نظر آتا تھا

رتھ پہ بیٹھا تھا وہ تھے فرشِ زمیں پر شری رام   دل میں آیا نہ مگر اُس کے ذرا رحم کا نام
پاس ہتھیار جو تھے اُسنے چلائے وہ تمام   بن گیا جنگ کا میدان وہ اک مقتلِ عام
سر کئے رام نے بھی تیر نشاچر مارے
(۱۱) جُن کے سب لشکرِ عفریت کے افسر مارے

دیکھ کر پھر شہِ راون کو مقابل میں وہاں   سر کئے تیر وہ تھے جن میں طلائی پیکاں
وار کرتے تھے وہ اک اک پہ بصد شوکت و شاں   تھی ادھر جنگ یہ کھیل اُسکو تھی اک آفتِ جاں
اندر نے رام کو جب فرشِ زمیں پر دیکھا
(۱۲) اور رتھ میں شہِ راون کو برابر دیکھا

بولا ماتلی[1] سے کہ تم جلد مرا رتھ لاؤ   اور اُسے رام جہاں پر ہیں وہاں لے جاؤ   मातलि[1]
حکم جو کچھ وہ تمھیں دیں وہ بجا لے آؤ   سب کے مالک ہیں وہ دل میں نہ ذرا گھبراؤ
میگھناد اب نہ تو اب کُنبھ کرن باقی ہے
(۱۳) ہے تو اک رام سے راون ہی کا رن باقی ہے

ماتلی دل میں ہوا شاد سنے جب یہ کلام لیچلا جوت کے رتھ کو تھے جہاں پر شری رام
سبز گھوڑے تھے جتے اُسمیں بہت تیز خرام رتھ میں تھا وصف کہ دیکھ اُسکو نہ سکتے تھے عوام
بات کی بات میں رتھ اندر پوری سے لا کر
(۱۴) جوڑ کر ہاتھ کہا رام کے آگے آکر

رام جی اندر نے بھیجا ہے مجھے آپ کے پاس میں تو جاہل ہوں کروں آپکی کس طور سپاس
رتھ یہ حاضر ہے جسے دیکھ بھی سکتے نہیں ناس برق کی طرح تُنک گام ہیں اسمیں افراس
کیجئے قتلِ عدو بیٹھ کے اس پر سرکار
(۱۵) اسلحہ سارے وہ اسمیں ہیں جو ہونگے درکار

دیکھئے ہے یہ کماں اندر کی اے بحر ہمم ہیں یہ ۲ دو کیش کہ تیران کے نہ ہونگے کبھی کم
مارنے کے لئے دیتوں کو ہے یہ تیغ دودم یہ زرہ وہ ہے نہ ہو توپ کے گولوں سے جو خم
سارتھی اس کا ہوں گھوڑوں کو چلاؤنگا میں
(۱۶) سہہ کے وار آپ کو زخموں سے بچاؤنگا میں

जس طرح اندر نے تھا وِرترا(۱) سر سنگھارا ویسے ہی آپ سے جائے گا دشمن مارا (1) वृत्रासुर
چھپ گیا برجِ نحوست میں اب اُس کا تارا موت سے بچنے کا باقی نہیں اُس کو چارا
جلوہ گر رتھ پہ سُنا جب یہ تو رگھونند ہوئے
(۱۷) دیوتا دیکھ کے یہ عرش پہ خرسند ہوئے

رام راون کی لگی ہونے تب اسطور پہ جنگ تیغ چلتی تھی کبھی دونوں میں چلتے تھے خدنگ
خون سے سُرخ ہوا عرصۂ آرزم کا رنگ کانپ اُٹھے ڈر کے سبب دیکھنے والے ہوئے دنگ
برچھی پر برچھی تو شمشیر پہ شمشیر چلی
(۱۸) رام کے سامنے راون کی نہ تدبیر چلی

رزم میں جن سے کیا راونِ مغرور نے وار رام نے پھینک دیئے کاٹ کے سارے ہتھیار
وار بیکار عدو کے گئے یوں ہی کئی بار واقفِ فن تھا وہ یہ بڑھ کے تھے سب ہشیار
کر دیا اُس کو تھکاوٹ سے پریشان بہت
(۱۹) رد ہوئے وار ہوا دل میں پشیمان بہت

سر کیا مایا کا تب اُس نے خجل ہو کے وہ تیر   نوکِ پیکانِ طلائی میں تھی جس کی تنویر
سانپ اُس میں سے جو نکلے تو ہوئی فوج اسیر   سب پریشاں تھے نہ چلتی تھی کسی کی تدبیر
آگ سانپوں سے نکلتی نظر آئی سب کو
(۲۰) سخت دشوار ہوئی اپنی رہائی سب کو

دیکھ کر رام نے سانپوں سے بھرا عرصۂ جنگ   پھینکا گرُڑاستر[1] کا جس سے وہ مایا کا خدنگ (1) गारुड़ास्त्र
دیکھا زائل جو اثر تیر کا اپنے ہوا دنگ   سیکڑوں تیروں سے پھر اُس نے کیا رام کو تنگ
رام کی فوج پہ راون کے جو تیر آتے تھے
(۲۱) رام کے تیروں سے رستے ہی میں کٹ جاتے تھے

یوں ہوا تیروں کے جب کٹنے سے عفریت خجل   سیکڑوں تیروں کا آماج بنا رام کا دل
غیر کو جان تھی تیروں سے بچانی مشکل   لیکن اُن سب کو کیا رام نے یوں کاٹ کے تل
جس طرح کاہ کسی تیز تبر سے کٹ جائے
(۲۲) یا کوئی ابرِ سیہ تند ہوا سے چھٹ جائے

خشمگیں دیکھ کے یہ لشکرِ کفّار ہوا   اور شری رام پہ ہر سمت سے پھر وار ہوا
سر جو راون کا اُدھر تیرِ شرربار ہوا   آ کے ماتلی کے وہ سینہ سے ادھر پار ہوا
اندر کے رتھ کا دُھوجا کٹ کے گرا سونے کا
(۲۳) دُکھ ہوا گھوڑوں کو مجروح بہت ہونے کا

زخم پر زخم کئی رام کے تن پر آئے   دیوتا دیکھ کے یہ حال بہت گھبرائے
جنگ میں جب شہِ راون نے ہنر دکھلائے   دیکھنے والوں کے بھی عضوِ بدن تھرائے
خرس و میموں کو نظارا یہ ہوا شاق بہت
(۲۴) ہٹ گئے وہ بھی جو تھے جنگ کے مشتاق بہت

دُکھ بھبیشن کو ہوا دیکھ کے لشکر کا یہ حال   تھے جو مجروح اُنھیں اپنی ہوئی زیست محال
خشمگیں رام ہوئے اتنا کہ آنکھیں ہوئیں لال   آ گیا طیش خم ابرو ہوئے مانندِ ہلال
کال کے طور عیاں رام کے اُس تور میں تھے
(۲۵) دونوں موت اور حیات اُنکے ہی مقدور میں تھے

کان تک کھینچ کے تب اپنی رماپت[1] نے کماں سر کئے تیر کہ راون کی پڑی ضیق میں جاں
رام کے ڈر سے اُٹھے کانپ زمین اور زماں بدشگوں راج میں ہونے لگے ہر سمت عیاں

دیوتاؤں کو نظر حشر کا منظر آیا
(۲۶) موت کے ڈر سے دشانن کو بھی چکر آیا

ایک اندر استر[2] سے راون کا گرا سر کٹ کر دوسرا اور جو پھینکا تو گرا دوسرا سر
آئے سر گرتے ہوئے جسم سے یوں کٹ کے نظر ٹوٹ کر تاڑ سے جس طور پہ گرتے ہیں ثمر

روشنی مہر کی گرد اُٹھنے سے معدوم ہوئی
(۲۷) دن نہ معلوم ہوا رات نہ معلوم ہوئی

سر جو یوں رام نے اُس دیت کے کاٹے کئی بار پھر نکل آئے رہا اُس کا نہ بے سر تن زار
سر جو خود کاٹ کے تھے اُسنے کئے شیو پہ نثار بدلے اک اک کے ملے تھے اُسے اک ایک ہزار

اس طرح دیکھ کے کٹ کٹ کے نکلنا سر کا
(۲۸) بار آسا شجرِ جسم میں پھلنا سر کا

مثل انسان کے حیرت میں پڑے عزّ وجل کیا سبب ہے کہ نہیں آتی ہے راون کی اجل
ہیں یہ وہ تیر مرے جن میں نہ پڑتا تھا خلل آج کس واسطے کرتے نہیں یہ اپنا عمل

سوچنے دل میں لگے اپنے کہ کیا بات ہے یہ
(۲۹) کوئی بردان ہے یا اُس کی کرامات ہے یہ

تب ببھیشن نے کہا اُن سے کہ اے رام سُجان ایک بار اُس کو چتر مکھ سے ملا تھا بردان
جس کی تاثیر سے سر اور بھجائیں بلوان گر کے تیروں سے نکل آتی ہیں تن پر اُسی آن

ناف میں نوش ہے جس سے نہیں مرتا راون
(۳۰) ناوکِ نارہی ہے جس سے ہے ڈرتا راون

آتشی تیر سے گر ناف کا امرت جل جائے کام کر جائیں سلب آپ کی منشا پھل جائے
سر پہ دنیا کے جو آفت ہے وہ آفت ٹل جائے دیت کی عمر کا فی الفور ستارہ ڈھل جائے

رام جی شاد ہوئے اُس کی یہ باتیں سن کر
(۳۱) آتشی تیر لیا کیش سے اپنے چُن کر

(۱) रमापति
(۲) इन्द्रास्त्र

تیر کے ہوتے ہی سر رہ نہ گیا آبِ حیات　　سر نکل آتے تھے جس سے وہ نہ باقی رہی بات
کٹ گئے جسم سے سر دھڑ سے الگ ہو گئے ہات　　آخرش آہی تو راون کا گیا وقتِ وفات

آ کے پھر طیش میں راون نے اُٹھائی شکتی
اور بھبیشن کی ہلاکت کو چلائی شکتی　(۳۲)

کیونکہ راون کا تھا اُسوقت وہی دشمنِ جاں　　اک وہی تھا کہ دیا جسنے تھا امرت کا نشاں
رام کو اُس سے ہوا قتلِ بھبیشن کا گماں　　اس لئے تیر وہ جس کا تھا طلائی پیکاں

کر کے سر کر دیئے اُس تیر کے ٹکڑے ٹکڑے
اور اُس شکتی[1] کی تاثیر کے ٹکڑے ٹکڑے　(۳۳)

دو بھجائیں تھیں اب اُسکے تھا فقط ایک ہی سر　　نور چہرہ پہ نہ تھا جسم تھا کل خون سے تر
پھر بھی کرنے کے لئے وار بڑھا بانیٔ شر　　اور کی تیروں کی بارش تھے کھڑے رام جدھر

تیر وہ رام نے اُس پر جو چلائے اپنے
کاٹ کر تیر عدو کیش میں آئے اپنے　(۳۴)

دونوں فوجوں میں ہوئی بعدہٗ پھر جنگِ عظیم　　بھڑ گئے ایک سے اک جا کے مقابل میں غنیم
اتنا دیتوں کا جراحت سے ہوا حال سقیم　　جان کا پاس اُنھیں رہ نہ گیا موت کا بیم

دیوتا دیکھ کے یہ جنگ و جدل گھبرائے
کُشت و خوں سے دلِ اربابِ نظر تھرّائے　(۳۵)

پھر کہا رام سے ماتلی نے کہ اے کانِ کرم　　ایک برہماستر سے راون کا نکل جائیگا دم
وقت وہ اُس کے جو مرنے کا ہے قسمت میں رقم　　آ گیا اب نہ عبث کیجیے سر تن سے قلم

ہے تو برہماستر ہی ہے جس سے ہے وہ مر سکتا
ورنہ سر کاٹنا اس کا نہیں کچھ کر سکتا　(۳۶)

اب جو برہماستر کا آماج بنے چشمۂ خوں　　زندگانی کا ہو راون کی ابھی دور جنوں
سُن کے یہ رام نے ماتلی کے کلامِ موزوں　　لے لیا ہاتھ میں وہ تیر ہوا جوش فزوں

شعلہ زن آگ کی مانند تھا جلتا تھا وہ
سانپ کی طرح سے پھپکارتا چلتا تھا وہ　(۳۷)

(۱) शक्ति

تیر کے ہر دو سروں پر تھا پون دیو کا باس سورج اور اگنی کا دونوں کا تھا گانسی پہ نواس
وزن تھا اتنا کہ تمثیلِ جبل آتی تھی راس اُس میں تھی اتنی چمک گویا تھا سورج کا پرکاس
رام نے تیر وہ جس وقت کماں پر رکھا
(۳۸) اور نشانہ دلِ عفریتِ ثریاں پر رکھا

سب ہوئے خوف زدہ آ گئی لرزہ میں زمیں رام جی دیکھ کے راون کو ہوئے چیں بہ جبیں
کان تک کھینچ کے رودہ کو وہ تب سرورِ دیں بولے راون سے سنبھل اپنی بچا جانِ حزیں
برق وش تیر وہ رگھوناتھ نے چھوڑا فوراً
(۳۹) اور سینہ شہِ عفریت کا توڑا فوراً

لے کے جانِ شہِ راون وہ گیا تیر نکل روح باقی نہ رہی آ ہی گئی اُس کی اجل
گر پڑا دھڑ سے زمیں پر نہ سکا جسم سنبھل دیوتا شاد ہوئے ختم ہوئی جنگ و جدل
گر گئی ہاتھ سے راون کے مع تیر کماں
(۴۰) کر سکی کچھ نہ ظفر یابی کی تدبیر کماں

رام کا تیر دھنسا پہلے زمیں میں جا کر اور پھر رام کے ترکش میں سمایا آ کر
دیت بھاگے جو یہ دیکھا تو اُدھر گھبرا کر فوج میموں کی اِدھر خوش ہوئی نصرت پا کر
کچھ لگے کہنے کہ رگھوناتھ سے ہارا راون
(۴۱) اور کچھ بولے گیا رام سے مارا راون

باجے گردوں پہ بجے جشن و مُسرت کے اُدھر اور اِدھر رام پہ فردوس سے برسے گُل تر
اپسراؤں نے بھی دکھلائے کچھ اندازِ ہنر سِدھ مُن ہو گئے سرگرم ثنائے رگھو بر
روح راون کی ہوئی رام کے تن میں پیوست
(۴۲) بوئے خوش ہوتی ہے جس طرح سمن میں پیوست

دیوتاؤں نے یہ کی دیکھ کے اُسکی تعریف اور کہا شبہہ نہیں ہونے میں راون کے عفیف
روح دیکھو تو ہماری ہے کہیں اُس سے کثیف کیونکہ ہم سب کے لئے ہے پسِ راحت تکلیف
ہم یہ مانا کہ بہت رحمتِ یزدانی ہے
(۴۳) تو بھی ساتھ اُس کے تناسخ کی پریشانی ہے

اور راونؔ یہ بھلائی تھی برائی جس کو برہمہ ہتیا میں بھی دہشت نہ کچھ آئی جس کو
ہوئی معلوم زن اپنی نہ پرائی جس کو قیدِ دوزخ سے نہ ملنی تھی رہائی جس کو
آفریں اُس کو کہ آج اُس نے یہ پد(۱) پایا ہے (۱) पद
(۴۴) رام کو سونپ کے جاں عیشِ ابد پایا ہے

ہنس کے ناردؔ نے کہا سُنکے یہ اُن سبکا بیان دھرم کے تتّو(۲) کی کیا تم کو نہیں کچھ پہچان (۲) तत्त्व
جان کر بھی ہوئے جاتے ہو تم اتنے انجان ہر گھڑی رہتا تھا راونؔ کو تو بس رام کا دھیان
جاگتے سوتے تھا بس ایک خیالِ شری رام
(۴۵) دل میں صورت تھی تو آنکھوں میں جمالِ شری رام

دشمنِ رام تھا وہ رام تھے اُس کے دشمن رام کے ساتھ رہا اُس کا عداوت پہ چلن
کوئی خواہش نہ تو حسرت تھی کوئی عکس فگن شوق تھا تو یہ تھا ہو رام کے ہاتھوں سے مرن
پاپ تھا کوئی نہ تھا پاپ کا ارماں باقی
(۴۶) تھا تو تھا ایک خیالِ رُخِ جاناں باقی

پس مقابل میں جو کی رام کے صف آرائی کوئی ناداں نہ تھا وہ اس میں بھی تھی دانائی
آخرش اُس کی تمنّائے دلی بر آئی یعنی موت اُسنے شری رام کے ہاتھوں پائی
آخری وقت اُسے رام کا دیدار ہوا
(۴۷) کیا تعجب ہے جو وہ واصلِ دلدار ہوا

ہو گنہگار کوئی چور ہو یا ہتیارا ظلم پیشہ کوئی خود بیں ہو کہ ہو خود آرا
رام کے دھیان میں وقت اُسکا کٹے گر سارا بالیقیں اُس کو تناسخ سے ملے چھٹکارا
ختم یوں رام سے راونؔ کا بھی سنگرام ہوا
(۴۸) اور یہ اُن کی عداوت کا سر انجام ہوا

ہاتھ میں اُنکے زمیں کے ہو سہارے سے کماں داہنے ہاتھ میں اپنے ہوں لئے تیرِ گراں
جسمِ اجمل پہ ہوں اُنکے کئی زخموں کے نشاں سُرخیِ چشم سے اُن کی ہو ذرا خشم عیاں
لاکھوں سورج کی چمک ہو تنِ نورانی میں
(۴۹) تابِ نظارہ نہ ہو طاقتِ انسانی میں

ہستی و نیستی کا بچین جبیں میں اعجاز تمکنت کے لئے شمشیرِ دودم بندہ نواز
شکل سے اُن کی شہامت کے ہویدا انداز دیوتا ہوتے ہوں سب حمد و ثنا سے ممتاز
ایسے رگھوناتھ جگناتھ کا ہو دھیان سدا
(۵۰) بیر[1] شری رام دھنر[2] دھر ہوں نگہبان سدا

(1) वीर (2) धनुर्धर

غزل

گلستانِ دہر کو دارالمحن پاتا ہوں میں اک نیا داغ اپنے دل پہ ہر گھڑی کھاتا ہوں میں
شرحِ ہستی سے رہیں گے تا ابد سب بے نیاز کوئی کیا جانے کہاں جاتا کہاں آتا ہوں میں
موسمِ گل ہے اگر تو ہے خزاں بھی ساتھ ساتھ سچ تو یہ ہے نیستی ہستی میں اک ناتا ہوں میں
ہے ہر اک شے سے ظہورِ بے ثباتیِ جہاں آج ہے جو کل اُسی کو بے نشاں پاتا ہوں میں
وہم و باطل ہے خیالِ امتیازِ نیک و بد پڑ کر اس چکر میں چکر ہر طرف کھاتا ہوں میں
رام کے تیروں سے دیکھ جانِ راون نے کہا دیکھو یوں مر کر حیاتِ جاوداں پاتا ہوں میں
ہنس کے فرمانے لگے اُس سے یہ ربِّ ذو المنن یاد جو کرتا ہے میری اُس کو اپناتا ہوں میں
دیکھنا بھٹکے نہ بعدِ مرگ نارائن کہیں ضامن اپنی روح کا تم کو ہی ٹھہراتا ہوں میں
ہے توقع کچھ اگر تو ہے تمہارے لطف کی نامۂ اعمال خود سے ورنہ شرماتا ہوں میں
آؤ بالیں پر کرو اتنی قبولِ التجا سوچ کر تکلیفِ وقتِ نزع گھبراتا ہوں میں

سوئیا۔ کوپ کریں رگھوناتھ جبے دش شیش کے شیش ہتیں مہی پاریں
تیرن سوں دش کندھر کے کر ایسے گریں جیسے برچھ کی ڈاریں
دھائے دھریں کپی بھالو سو باہن ہُوں جم پاہن پائے پنواریں
لُومہیں لیہیں لپیٹ کچھو نکھ سوں کچھو دَیتن کے اُر پھاریں

सवैया—कोप करैं रघुनाथ जबै दश-शीश के शीश हतैं महि पारैं ।
तीरन सों दशकन्धर के कर ऐसे गिरैं जैसे वृक्ष की डारैं ।
धाय धरैं कपि भालु सो वाहन हूँ जिमि पाहन पाय पँवारैं ।
लूमहि लेहिं लपेटि कछू नख सों कछु दैतन के उर फारैं ॥१॥

شیش کٹے بہو بار پرنت نہ آنت بھیو دش آنن کیرو
سوچ بھیو بپریت چرتر سوں رام بھیشن کو تن ہیرو
جور کے ہاتھ کہے رپو بھرات سدھا کر راون کے اُر ڈیرو
چھانڈ نراین، پاوک شایک پران ہتو اب شوک نویرو
دوہا۔ لے پاوک شر مارے اُد۔ نابھی امرت سکھان
پریو اونی راون بکل۔ نکس گئے تن پران
سب کے دیکھت تیج سو۔ ہری کے بدن سمان
ہرشے سُر بھے ابھے سب۔ باجے گگن نسان

سرگ بارہواں

جانکی جی کی اگن پریکشا

रणभूमि[1] آئے رن بھوم[1] سے لشکر میں جب اپنے رگھو چند — خرس و میموں ہوئے سب دیکھ کر اُنکو خرسند
نعرہ تحسیں کا ہوا اُن کی ہر اک سُو سے بلند — دل میں باقی نہ ملائک کے رہا خوفِ گزند
انگد و لچھمن و ہنومان بہت شاد ہوئے
(۱) قیدِ راون میں تھے جو لوگ وہ آزاد ہوئے

शीश कटे बहु बार परन्तु न अन्त भयो दश-आनन केरो।
शोच भयो विपरीत-चरित्र सों राम विभीषण को तनु हेरो।
जोरि के हाथ कहै रिपु-भ्रात सुधा कर रावण के उर डेरो।
छांड़ि 'नरायन' पावक-सायक भान हतौ अब शोक निबेरो ॥२॥
दोहा—लै पावक-शर मारेउ, नाभी अमृत सुखान।
परयो अवनि रावण विकल, निकसि गये तनु प्रान ॥
सबके देखत तेज सो, हरि के बदन समान।
हरषे सुर भे अभय सब, बाजे गगन निसान ॥

بولے لشکر سے یہ اپنے سببِ فیضِ عمیم　　تھی تمہاری ہی مدد آج مرا جس سے غنیم
اب نہیں عابد و زاہد کو کوئی خطرہ و بیم　　اور باقی نہ زمانہ کا رہا حال سقیم
پرتوِ روشنئ شمس و قمر ہے جب تک
(۲)
اور زمیں پر مری مایا کا اثر ہے جب تک

کارنامہ ہے تمہارا بھی مرے نام کے ساتھ　　روز پیوستہ ہے جیسے سحر و شام کے ساتھ
جو بیاں حال کرے گا مرا اتمام کے ساتھ　　باغِ جنّت میں جگہ پائے گا آرام کے ساتھ
کرم بندھن سے نجاتِ ابدی پائے گا
(۳)
جا کے دنیا سے نہ دنیا میں وہ پھر آئے گا

آئی روتی ہوئی مندودری لٹنے میں وہاں　　لاش تھی فرشِ زمیں پر شہِ راون کی جہاں
رانیاں جتنی تھیں وہ سب ہوئیں سرگرمِ فغاں　　اُس کی کر کر کے توانائی و طاقت کا بیاں
لڑ نہ سکتا تھا مقابل میں تمہارے کوئی
(۴)
تاب کس میں تھی بھلا تم کو جو مارے کوئی

خوف کھاتے تھے تمہیں دیکھ کر اندر اور کوبیر　　بھاگ جاتے تھے پون دیو بھی ہوتی نہ تھی دیر
کوئی تم سا نظر آتا نہ تھا دنیا میں دلیر　　آج وہ دن ہے کہ ہو خاک پہ اک خاک کا ڈھیر
سر تمہیں دیکھ کے جھک جاتے تھے سرداوں کے
(۵)
دل مہابت سے دہل جاتے تھے دِگپالوں کے

فوج اپنی تھی تمہاری کہ نہ تھا کوئی شمار　　بیٹوں اور بھائی بھتیجوں سے بھرا تھا پریوار
دوست حامی تھے اعزّا تھے مددگار ہزار　　تابعِ حکم تمہارے تھے سدا لیل و نہار
رام کا قہر ہوا نام ڈبونے والا
(۶)
کُل میں باقی نہ بچا کوئی بھی رونے والا

صبح تک جس کی طرف آنکھ اُٹھانی تھی محال　　اُسکو کھانے کیلئے تاک میں ہیں زاغ و شغال
آگیا دشمنئ رام سے اُس پر یہ زوال　　جس کو ہر ایک فن جنگ میں حاصل تھا کمال
رام نے تم پہ مگر رحمتِ یزدانی کی
(۷)
تا ابد دورِ تناسخ کی پریشانی کی

سُن کے ماتم یہ ببھیشن کا بھی دل بھر آیا — آگیا غش اُسے اِس زور سے وہ چلّایا
آگئی دیکھ کے حالت یہ جو اُس پر دایا — لکشمن جی سے شری رام نے تب فرمایا
گیان سے جا کے ببھیشن کا الم دور کرو
(۸) اُس کو بھائی کے مرتک کرم پہ مجبور کرو

ہوگی دیر اور زیادہ غم و ماتم کا سبب — فائدہ کیا ہے توقف ہو جو اس کام میں اب
رانیاں لوٹتی ہیں خاک بھری لاش پہ سب — اُن سے کہدو کہ ہے بیکار یہ اندوہ و تعب
مر گیا جو نہیں دنیا میں وہ پھر آسکتا
(۹) ہوش میں گریہ کبھی اُس کو نہیں لا سکتا

حکم پا کر یہ گئے اُٹھ کے لکھن لال وہاں — لاش راون کی پڑی دھول میں لپٹی تھی جہاں
دیکھا بیہوش ببھیشن کو مگر محوِ فغاں — رانیاں جتنی تھیں آمادہ تھیں سینے کو جہاں
سوگ میں یوں جو لکھن لال نے پایا اُن کو
(۱۰) اس طرح گیان کا اُپدیش سُنایا اُن کو

اس قدر کس کے لئے کرتے ہو تم لوگ وِلاپ — کوئی بھائی ہے کسی کا نہ تو شوہر ہے نہ باپ
ہے یہی وہم کہ جیوؤں کو ہے جس سے سنتاپ — یہ نہ ہو گر تو نہ آئے کبھی دل میں کوئی پاپ
کچھ تعلق نہ تمہیں ان سے تھا اس سے پہلے
(۱۱) کیا خبر ہے کہ یہاں کون تھا کس سے پہلے

اک سمندر کی طرح پر ہے یہ ساری گیتی — روحیں یوں اسمیں ہیں پانی میں ہوں جیسے پیتی
یا سمجھ لو کہ یہ سنسار ہے گویا کھیتی — روحیں دانے ہیں یہ مایا ہے جنھیں کھو دیتی
ہے کہیں ساتھ کہیں پر ہے جدائی ان کی
(۱۲) اصل دراصل کسی نے بھی نہ پائی ان کی

کھیل مایا کے ہیں سنسار میں جنم اور مرن — وقت پر اپنے یہ خود ہوتے ہیں اے نیک چلن
ان کے ہونے پہ روا ہے نہ خوشی اور نہ حزن — کوئی ہے یار کسی کا نہ تو فرزند نہ زن
روح کا جسم نہ چھوٹا نہ بڑا ہوتا ہے
(۱۳) فرق ہوتا ہے تو مایا کا پڑا ہوتا ہے

جسم مایا کا ہے یہ کرم کی ہے اس کی رسن سرنوشت اس کی ہوئی ختم تو رہتا نہیں تن
وصل میں حظ ہے اسی سے تو جدائی میں جلن آتما کے لئے دراصل خوشی ہے نہ حزن

چونکہ جیو اپنے کو یہ جسم سمجھ جاتا ہے
(۱۴) وصل سے عیش جدائی سے الم پاتا ہے

درحقیقت ہے یہ جیو آتما اس تن سے جُدا جسم فانی ہے مگر جیو کو حاصل ہے بقا
جسم آئینہ کے مانند ہے مایا کا بنا جیو میں ہے حرکت عکس ہے یہ ناظر کا

عکسِ ناظر نہ ہو گر جسم کا آئینہ نہ ہو
(۱۵) اور نہ ہو جسم تو بغض و حسد و کینہ نہ ہو

کرم ہو جاتا ہے جس طرح شکر کی تمثال ہے اُسی طرح سے دنیا میں ہر اک جیو کا حال
یعنی جس چیز کا ہر دم اسے رہتا ہے خیال بس اُسی کا فقط آتا ہے نظر اس میں جمال

خواب میں عالمِ جبروت جب آ جاتا ہے
(۱۶) جیو سے کبر کا انداز چلا جاتا ہے

کچھ نظر آتے نہیں اُس کو جہاں کے اسباب کوئی راحت اُسے رہتی ہے نہ رہتا ہے عذاب
پس نہ رہ جائے جو بیداری میں پندار کا خواب ہے نجات اُسکو یہیں۔ دور ہے مایا کا سحاب

کچھ نہ راحت سے ہو مطلب نہ تو سکرات سے کام
(۱۷) ہو نہ دنیا سے غرض اور نہ خرافات سے کام

اس لئے وہم اہنکار کا من سے چھوڑو اور مُنھ لعبتِ آفاق سے اپنا موڑو
وشو مایا سے ہے ممتا[1] کا جو ناتا توڑو برہمہ سے اپنا سدا کے لئے رشتہ جوڑو

کچھ حقیقت نہ تو مایا کی نہ سنسار کی ہے
(۱۸) لوک بیوہار نہ ممتا نہ اہنکار کی ہے

بے سبب جیو کی ہوتے ہیں یہ راحت کا سبب جیو کو ان سے ہی ملتا ہے سب آزار و تعب
باپ ماں بھائی انھیں سے زن و فرزند ہیں سب ورنہ بیگانہ یگانہ ہے کسی کا کوئی کب

ہیں یہ سب جہل سے عرفاں سے نکل جاتے ہیں
(۱۹) راج دھن اپنے نہ اغیار نظر آتے ہیں

[1] ममता

جتنی چیزیں ہیں زمانہ میں پسندیدہ و خوب ہیں یہ مایا کی بنی ان میں ہیں دنیا کے عیوب
ہے زوال ان کا نہیں ایک طرح پر اُسلوب جیو کو چاہیئے ہرگز نہ ہو ان سے مغلوب
گر ہو خواہش تو ہو بس چشمِ حقیقت بیں کی
آرزو ہو کوئی دنیا کی نہ کوئی دیں کی (۲۰)

رام کے پدکملوں کا رہے ہر وقت خیال سرنوشت آئے جو درپیش نہ ہو اُسکا ملال
فرض ادا اپنا کرے کچھ بھی نہ ہو قیل نہ قال ہو یہ تو مرکے ہو پھر نورِ حقیقی سے وصال
اس لئے جلد اُٹھو راج سنبھالو اپنا
خوش رعایا کو کرو اُس کو بنا لو اپنا (۲۱)

دیکھ لو ہے جو بہار اس چمنِ عاجل کی جا نہیں سکتی ہے رونق کبھی اس محفل کی
فکر کچھ چاہیئے ماضی کی نہ مُستقبل کی سب تمنّائیں بر آئیں نہ کسی کے دل کی
اس لئے کام ہر اک فرض سمجھ کر کرنا
نہ کہ زیرِ اثرِ نفس مُکدّر کرنا (۲۲)

نیت کے رُو سے رَوا ہو جو وہ بیوہار کرو فکر اس لوک نہ پرلوک کی زنہار کرو
رام کا حکم جو ہو اُس سے نہ انکار کرو چاہیئے جیسا مرتک کرم وہ اے یار کرو
رانیاں گریہ سے بیخود ہیں اُنھیں سمجھاؤ
دے کے تسکین اُنھیں تم گھر کو لوائے جاؤ (۲۳)

میں نے جو تم سے کہا ہے یہی حکمِ شری رام راج کا کام کرو کرکے مرتک کرم تمام
عرض لنکیش نے کی سُن کے یہ لچھمن کے کلام رام کا حکم بجا لانے کو حاضر ہے غلام
رنج کوئی نہ کسی کی ہے اب اُلفت باقی
ہے تو ہے رام کی خدمات کی حسرت باقی (۲۴)

کہہ کے یہ دُور کیا صدمۂ غم کا احساس آیا ہمراہِ لکھن لال شری رام کے پاس
جوڑ کر ہاتھ کہا اُن سے کہ اے دھرم کی آس آپ سوامی ہیں مرے اور میں ہوں آپکا داس
آپ جو حکم مجھے دیں گے بجا لاؤں گا
اس طرح دولتِ دارین کو اپناؤں گا (۲۵)

عرض اتنی ہے مگر آپ سے سرکار ضرور — جسمِ راون میں بھرے تھے حسد و کبر و فتور
سر میں تھا اُس کے خیالِ ستم و فسق و فجور — پاپ ہی پاپ تھا اُس میں وہ طریقت سے تھا دور
آپ کا داس ہوں اس بات کی گر شرم کروں
(۲۶) کب روا ہے کہ میں ایسوں کا مرتک کرم کروں

رام جی شاد ہوئے سُن کے بھبیشن کی یہ بات — اور بولے کہ سنو غور سے اے نیک صفات
دشمنی اور محبت ہیں فقط تا بہ حیات — کوئی دشمن ہے نہ ہے دوست کوئی بعدِ وفات
اب نہ دشمن یہ تمھارا نہ ہمارا ہی رہا
(۲۷) اور نہ ملنے کا اب اس جسم کو یارا ہی رہا

بغض اب اس میں نہ کوئی ہے رعونت کا اثر — فسق تھا جس میں بھرا اب نہیں باقی ہے وہ سر
اب نہ غیروں کی ہے کچھ اسکو نہ کچھ اپنی خبر — ہوگیا کام بھی اپنا وہ جو تھا مدِّ نظر
اس کی تم جلد ہو جس طرح سے تکفین کرو
(۲۸) بعد مرنے کے نہ اب لاش کی توہین کرو

حکم یہ رام سے پایا تو گیا جلد وہاں — سوگ و ماتم سے تھی مندودری بیہوش جہاں
کرکے نیرنگیِ گردش کا زمانہ کی بیاں — اُسکو تسکین دی اور دور کیا رنج و فغاں
شاستر بتلاتا ہے جس کو وہ مرتک کرم کیا
(۲۹) دھرم لازم تھا جو اُسکے لئے وہ دھرم کیا

विधान[1] دھرم کا اپنے بہت چونکہ بھبیشن کو تھا گیان — وہ کیا اُس کا مرتک کرم جو ہے شاستر بِدھان[1]
جو کیا اُسکے وزیروں نے اقارب نے بیان — وہ کیا اُس نے دیا خوب مساکین کو دان
رانیاں جتنی تھیں اُن سب کو بہت سمجھایا
(۳۰) بھیج کر گھر اُنھیں پھر رام جہاں تھے آیا

جوڑ کر ہاتھ ہوا جاکے کھڑا رام کے پاس — خوش ہوا اُن کی سُنی ہوتے جو ہر سُو سے سپاس
کرکے پھر زخم جو ماتلی کو تھے اُن کا احساس — اور جن زخموں سے بیچین تھے اب تک افراس
رام نے اپنی نوازش سے اُنھیں شاد کیا
(۳۱) پھر یہ ماتلی کی طرف دیکھ کے ارشاد کیا

جنگ کا جا کے بیاں اندر سے کرنا احوال — اور کہنا کہ ہوا بنش کا راون کے زوال
میگھ ناد اور ہوا کنبھ کرن بھی پامال — مل گیا خاک میں راون کا سب اقبال و جلال
کوئی باقی نہ رہا جو اُسے تاراج کرے
(۳۲) ہو کے بے فکر وہ سُر لوک میں اب راج کرے

چلدیا سورگ کو ماتلی جو یہ پایا فرمان — رہ گیا زخم کا دل پر نہ کوئی غم کا نشان
پھر وہ بخشندۂ شاہنشہی و شوکت و شان — بولے لکشمن سے ہر اک اپنے بر آئے ارمان
اب یہاں کام نہ ہے کوئی ضرورت باقی
(۳۳) تاجپوشئ بھبیشن کی ہے شہرت باقی

دے چکا ہوں انھیں میں پہلے ہی شاہنشاہی — تو بھی بہتر ہے رعایا کو بھی ہو آگاہی
اس لئے جانبِ لنکا ہو اِسی دم راہی — اور دو جا کے انھیں شاہئ نامتناہی
تاجپوشی کی کرو رسم ادا حسبِ رواج
(۳۴) تخت راون پہ ہوں یہ جلوہ نما حسبِ رواج

پایا جس وقت کہ لچھمن نے یہ فرمانِ قدیر — لے کے ہمراہ وہ میمونوں کا اک جمِ غفیر
آئے لنکا میں بُلائے گئے خاصان و امیر — سامنے اُن کے بھبیشن کو ملا تاج و سریر
قشقۂ شاہی سے معمور ہوئی اُس کی جبیں
(۳۵) نُورِ دیہیم سے پرنُور ہوئی اُس کی جبیں

ہو چکی رسم ادا جب تو بہت عجز کے ساتھ — نذر لے کر وہ پھر آیا تھے جہاں پر رگھوناتھ
اور کی عرض بہ تعظیمِ اتم جوڑ کے ہاتھ — ایک دن تھا وہ کہ دنیا میں تھا میں دین انا تھ
آپ نے کر کے دیا مجھ پہ بچایا مجھ کو
(۳۶) دُکھ کیا دُور یہ دن آج دکھایا مجھ کو

میں نے جو کی نہ ہو ایسی کوئی تقصیر نہ تھی — کونسی میری خطا قابلِ تعزیر نہ تھی
آپ کے سامنے میری کوئی توقیر نہ تھی — ہو مجھے آپ کا دیدار یہ تقدیر نہ تھی
جنم سے خلطِ بدی سے تھی بھری ذات مری
(۳۷) عیب سے پاک نہ ہوتی تھی کوئی بات مری

آپ کی شان نے دی مجھ کو عذابوں سے نجات چشم پوشی مری کی تھی یہ فقط آپ کی ذات
آپ کے لطف نے بدلا ہے مرا طرزِ حیات ہو گئے آپ کے درشن سے مرے عیب صفات
شومیٔ بخت مبدل ہوئی خوش بختی سے
(۳۸) بچ گئی روح ہمیشہ کے لئے سختی سے

آپ کا حکم جو تھا مجھ کو وہ لایا میں بجا یعنی کی رسمِ مرتک کرم کی راون کے ادا
آرزو اب ہے رہوں آپ کی خدمت میں سدا کیونکہ اس میں ہے کہیں راج سے آرام سوا
دور اپنے قدموں سے نہ مجھے کیجئے اب
(۳۹) ساتھ خدمت کے لئے اپنی مجھے لیجئے اب

خوش ہوئے رام جی سُنکر یہ بھبیشن کا بیاں نورِ عرفاں سے منور نظر آئے دل و جاں
دیکھ کر جسم پہ شاہی کے علامات عیاں فرق پر تاج تو پیشانی پہ قشقہ کا نشاں
مطمئن دل میں ہوئے اپنا ہر اک کام ہوا
(۴۰) جس طرح چاہا تھا جس بات کا انجام ہوا

بولے سُگریو سے تب مبدءِ یارا و خرد صفحۂ گیہاں پہ تم لوگ ہو اب تا بہ ابد
قتلِ کُفّار و شہِ راونِ آہرمنِ بد تاجپوشیٔ بھبیشن میں تمہاری تھی مدد
ورنہ یہ راج کوئی خوشۂ انگور نہ تھا
(۴۱) جیت لے اس کو کسی کا بھی یہ مقدور نہ تھا

بعد ازاں بولے پون ست سے کہ اے نیک سیر جا کے لنکا میں بھبیشن کی اجازت ہو اگر
دو شری جانکی کو موت کی راون کی خبر اور جو کچھ وہ کہیں آ کے کہو مجھ سے ادھر
پا کے ارشاد یہ لنکا کو ہنومان چلے
(۴۲) جسم بے جاں کو وہ سیتا کے لئے جان چلے

لے گئے دیت اُنھیں اس بار بہ اعزاز تمام سچ ہے راجا کی کیا کرتے ہیں تقلید غلام
جا کے شیشم کے تلے دیکھ کے سیتا کا قیام ہر نفس وردِ زباں جنکے تھا اک رام کا نام
آتشِ ہجر تھی جن کے تنِ کاہیدہ میں
(۴۳) گریہ سے جنکے تھا گرداب ہر اک دیدہ میں

جوڑ کر ہاتھ کیا اُن کو پَوَن سُت نے پرنام   خم ہوئی گردنِ تعظیم کئے کچھ نہ کلام
جانکی جن کو سوا رام کسی سے نہ تھا کام   دیکھنا غیر کی جانب جو سمجھتی تھیں حرام
پھیر کر منھ کو لگیں سوچنے کیا بات ہے یہ
کوئی وانر ہے کہ دشمن کی کوئی گھات ہے یہ (۴۴)

یاد اتنے میں ہنومان کی اُن کو آئی   اور کچھ شکل بھی ہمشکل اُنھیں کے پائی
تب سمجھ کر اُنھیں پیغامبرِ رگھو رائی   خوش ہوئیں دل میں کہ اب دُور ہوئی تنہائی
اپنا ہنومان نے تب نام بتایا اُن کو
اور یوں رام کا سب حال سُنایا اُن کو (۴۵)

بولے ماتا تو مری بات کا کر دل میں یقیں   سب ہیں آرام سے کوئی نہیں مطلق بھی حزیں
شاہ میموں لکھن و رام شہِ ہفت زمیں   اور بھبھیشن وہ جو لنکا میں ہے اب تخت نشیں
شاد و خرسند ہیں سب اپنی ظفر یابی پر
موت راون کی ہوئی رام سے سرتابی پر (۴۶)

رام کا سُن کے پَوَن سُت کی زبانی یہ پیام   بھر گیا جانکی کا نکہتِ فرحت سے مشام
بولیں یوں تب وہ کہ اے قاصدِ فرخ فرجام   دوں تمھیں کیا کہو اس خوشخبری کا انعام
اجر اس مژدہ کا۔ یہ تم سے قسم کھاتی ہوں
نعمتیں سارے زمانہ کی میں کم پاتی ہوں (۴۷)

بولے پھر اُن سے ہنومان کہ سُن اے ماتا   راج دھن دھام مجھے کچھ نہیں مطلق بھاتا
رام جی کا قدم پاک ہے سُکھ کا داتا   دے دعا تا رہے اُن پد کملوں سے ناتا
بولیں سیتا کہ نہ کچھ بھی تمھیں کاہش ہوگی
ہوگی پوری وہی جس بات کی خواہش ہوگی (۴۸)

جا کر اب جلد کرو اُن سے کچھ ایسی تقریب   جس سے ہو جائے مجھے رام کا دیدار نصیب
میرے محسن ہو تمھیں میری طرف سے ہو مجیب   رحم آئے اُنھیں مجھ پر وہی کرنا ترکیب
کہہ کے سیتا سے بہت خوب ہنومان چلے
لے کے دیدارِ شری رام کا ارمان چلے (۴۹)

آکے سیتا نے کہا جو وہ کیا گوش گذار اور کی عرض کہ اے واقفِ حالِ دلِ زار
اب رہا دل میں نہ باقی وہ کھٹکتا تھا جو خار دیجیئے جانکی کے خاطرِ مضطر کو قرار
یہ کہا ہے کہ قرارِ تنِ مہجور نہیں
(۵۰) آپ کے ہجر میں جینا مجھے منظور نہیں

رام جی آپ سے کیا حال میں ماتا کا کہوں میری دانست میں حالت ہے بہت اُنکی زبوں
سوچ کر رام کہ مایا کا فسوں دور کروں اور سیتا کو میں اب آگ سے واپس لے لوں
شاہِ لنکا سے یہ بولے کہ نہ تاخیر کرو
(۵۱) ہجر کے غم سے نہ اب تو اُنھیں دلگیر کرو

جا کے ہمراہ ہنومان کے لنکا میں ابھی لا کے سیتا کو یہاں اُنکو کرو غم سے بری
سُن کے یہ بات ہوئی دل میں بھبیشن کے خوشی اور ہمراہِ پون سُت گئے لنکا جلدی
بولے رانی سے کہ سیتا کو ابھی نہلا دو
(۵۲) بے بہا جتنے ہوں زیور انھیں وہ سب لادو

جا کے سرماہی نے خود غسل کرایا اُن کو بے بدل جتنا تھا زیور وہ پنہایا اُن کو
اک محافہ میں جو زرّیں تھا بٹھایا اُن کو رنج کے داغ جو تھے دل سے مٹایا اُن کو
پالکی گھر کے چلی یوں وہ نگہبانوں سے
(۵۳) جیوں دلِ جانکی دیدار کے ارمانوں سے

بانروں ریچھوں نے سیتا کا سُنا جب آنا دیکھنے کیلئے دوڑے اُنھیں مُشتاقانا
پاسداروں نے مگر پاس تک اُن کا جانا کردیا بند اُنھیں مشکل ہوا درشن پانا
دیکھ کر حال یہ میمونوں کی حیرانی کا
(۵۴) اور سیتا کے محافہ کی نگہبانی کا

پالکی اُن کی گئی رام کے جس وقت قریں بولے لنکیش سے شاہنشہِ افلاک و زمیں
پاسباں کرتے ہیں لشکر کو عبث میرے حزیں خوب ہوتا جو نہ ہوتیں وہ محافہ میں کہیں
بانر اور ریچھ یہ ہیں جانکی کو جاں کی طرح
(۵۵) اور یہ سب بھی سمجھتے ہیں اُنھیں ماں کی طرح

جانکی جی نے سُنے رام کے جس دم یہ کلام خود محافہ سے اُتر کر ہوئیں آہستہ خرام
ہاتھ جوڑے ہوئے پہنچیں وہ جہاں تھے شری رام رکھ کے قدموں پہ جبیں اپنی کیا اُن کو پرنام
فرطِ غم سے نہ کوئی بات زباں سے نکلی
(۵۶) دل میں حسرت تھی جو وہ اشکِ رواں سے نکلی

رام جی جن کو تھا دنیا کو دکھانا منظور راز کو اپنے زمانہ سے چھپانا منظور
امتحاں آگ سے لینے کا بہانا منظور مایا کی سیتا پہ تہمت کا لگانا منظور
بولے کیوں آنکھ نہیں اُٹھتی ہے شرمائی ہو
(۵۷) اتنے دن غیر کے گھر رہ کے یہاں آئی ہو

سہہ نہ پائیں یہ جو الزام بھرے اُن کے سخن بولیں جلدی سے چِتا ایک ہو تیار لکھن
پاک عیبوں سے دکھادوں انھیں میں دل کا چمن دُور دنیا کا بھرم ہو جو نہ رہ جائے یہ تن
جسم کو شعلۂ جوّالہ سے میں نہلادوں
(۵۸) دھرم سچّا ہے مرا سب کو ابھی دکھلادوں

لکشمن نے یہ سمجھ کر ہے یہی مرضئ رام لکڑیوں کا کیا انبار بہ تعجیل تمام
سر پر اپنے ہی لیا آگ لگانے کا بھی کام اور پھر جا کے الگ لیتے رہے رام کا نام
دیوتا آئے تھے ہمخوابوں کو ہمراہ لئے
(۵۹) دیدِ اعجازِ کرامت کی بڑی چاہ لئے

کر کے سیتا نے تب اکبار طوافِ شری رام جوڑ کر ہاتھ کیا دیوتوں رشیوں کو پرنام
یوں کئے جا کے پھر اُس آگ کے نزدیک کلام اگنی دیو آپ پہ روشن ہے ہر اک دل کا مرام
دھیان میرا نہ ہٹا ان سے جو اک پل ہووے
(۶۰) تو مجھے جلتی ہوئی آگ یہ صندل ہووے

گھوم کر چاروں طرف جانکی اُس آگ کی تب اُس میں بیٹھیں تو ملا وہ اُنھیں تھی جسکی طلب
دیکھ کر سب یہی کہتے تھے ہوا کیا یہ غضب ہمہ داں رام ہیں اُنکے لئے زیبا تھا یہ کب
دل میں سیتا کی قباحت کا خیال آنے دیں
(۶۱) مشتعل آگ میں اس طور اُنھیں جل جانے دیں

چونکہ رکھتی تھیں شری جانکی عفت میں کمال جس میں مایا سے کبھی آہی نہ سکتا تھا زوال
آگ میں جلنے کا مطلق اُنھیں آیا نہ خیال بڑھ گیا اور وُے روئے منوّر کا جلال

عکس وہ تھا جو سبب تہمتِ انسانی کا
(۶۲) جل گیا نور بڑھا اُس تنِ نورانی کا

غزل

کسی دم دہر کو قرار نہیں زندگی کا کچھ اعتبار نہیں
اختلاطِ عناصری ہے یہ کچھ سوا اس کے جسمِ زار نہیں
شیشۂ روح اجتماعِ حواس لاتعد جن کا کچھ شمار نہیں
جیو اک عکسِ لایزالی ہے جس میں پندار کا غبار نہیں
سچ تو یہ ہے کہ باغِ ہستی میں برگ ریزاں نہیں بہار نہیں
کوئی اپنا نہ کوئی بیگانہ کوئی اغیار کوئی یار نہیں
جس کو سمجھے ہوئے ہو تم اپنا ہے تمہارا وہ غمگسار نہیں
عیش و غم راحت و الم۔ باطل کوئی ناساز و سازگار نہیں
وہم ان سب کا ہے سبب دراصل کوئی خوش کوئی سوگوار نہیں
وہم کا ارتباط روح سے ہے جیو پر اُس کا اختیار نہیں
ہے یہی روح کشت زارِ نفوس جیو جن کا کبھی شکار نہیں
جسم محبس ہے روح ہے محبوس روح کو جس خوشگوار نہیں
روح لیکن نکل نہیں سکتی جسم میں جب تک انتشار نہیں
جیو آتا کہیں نہ جاتا ہے اس پہ فعلوں کا کوئی بار نہیں
یہ نہ بدبیں ہے اور نہ بدباطن کوئی عیب اس میں زینہار نہیں
روح النفس اگر نہیں باقی عکسِ ایزد کا پھر مدار نہیں
روح کب قید ہو عناصر میں حسرتوں کا جو ہو شکار نہیں
باعث تمکنت ہے جہل بسیط یہ نہیں جیو کا جھار نہیں

دور ہوتا ہے جہل عرفاں سے　　دوسرا کوئی چارہ کار نہیں
جیو کہتے ہیں جس کو نارائن　　اُس میں کبر اور انکسار نہیں
جیو مرتا کبھی نہ جیتا ہے
سرمدی ہے یہ مستعار نہیں

سوئیا

دیکھی پرچنڈ کرشانُ سیا ہری کے پد بند کہیو کر جوری
جانت ہو سب کے ہیئے باس کرو تم سوں کچھ ناہن چوری
آج لگے یدی رامہیں کے پد کے پرت ہوئے منو گتی موری
تو تو جوال بنے موہیں شیتل چندن تلیہ سدھارس بوری

دوہا

دیکھی پرجولت پاوکہیں ۔ بیٹھی سیا اشنک
مایا کی چھایا جری ۔ لوکک جرے کلنک
'نارائن' سوئی ہوت ہے ۔ جو چاہت رگھوبیر
درشن تو ہیں دیہیں اوش کاہے ہوت ادھیر

सवैया—देखि प्रचण्ड कृशानु सिया हरि के पद वन्दि कह्यो कर जोरी ।
जानत हौ सब के हिये वास करौ तुम सों कछु नाहिन चोरी ।
आज लगे यदि रामहिं के पद के प्रति होय मनोगति मोरी ।
तो तव ज्वाल बनै मोहिं शीतल चन्दन-तुल्य सुधारस-बोरी ॥

दोहा—देखि प्रज्वलित पावकहि, पैठी सिया अशङ्क ।
माया की छाया जरी, लौकिक जरे कलङ्क ॥
'नारायन' सोइ होति है, जो चाहत रघुबीर ।
दर्शन तोहि देइहैं अवशि, काहे होत अधीर ॥

سرگ تیرھواں

رام چندر جی کی اجودھیا کو واپسی

प्रवेश[1] جانکی جی نے کیا آگ میں جس وقت پرویش[1] آگئے سکتہ میں سب دیکھ کے شکل ادھیش
آئے تب اپنے بوانوں پہ برہما و مہیش دیوتا جتنے ہیں اُن سب کو لئے ساتھ سُریش

चारण[3] पितर[2] سدھ گندھرب پتر[2] چارن[3] و یم کال سبھی
(۱) اپسرا۔ ناگ۔ ورُن۔ دِگج ودِگپال سبھی

جوڑ کر ہاتھ لگے کہنے کہ اے بابِ کرم دیوتاؤں کا مٹا آپ کے الطاف سے غم
رام جی آپ تو ہیں مالکِ ہستی و عدم آپ کے جسم میں ہیں سارے اقالیم بہم

آپ کے عکس میں پنہاں ہے وجودِ گیتی
(۲) آپ کی ذات سے ہے نشو و نمودِ گیتی

جاہ و اقبال تھا راون نے ہمارا چھینا چاک رہتا تھا اسی رنج و الم سے سینا
ظلم سے اُس کے ہوا بار تھا ہم کو جینا تھا حرام اُس کے سبب سے ہمیں کھانا پینا

آپ کے لطف سے ہم سب نے رہائی پائی
(۳) آرزو جس کی دلوں میں تھی سمائی پائی

تب چترمکھ نے بہ تعظیم کہا اے شری رام آپ کامل ہیں نہیں آپ کسی طور سے خام
آپ کا سارے زمانہ کے لئے فیض ہے عام آپ کے نور سے روشن ہیں مہ و مہر مدام

دھیان میں ہیں عُرفا آپ کے مسرور سدا
(۴) آپ کا قلب میں سب کے ہے نہاں نور سدا

آپ کی یاد میں رہتے ہیں رشی اور مُنی آپ کے نام سے رہتا نہیں پاپ کوئی
رام جی آپ ہی دُنیا دہیں سارے جگ کی آپ کو پا نہ سکے ہم نہ تو شیو اور نہ ہری

وصف مایا کا نہیں آپ میں آتا بھگون
(۵) آپ کا راز نہیں کوئی بھی پاتا بھگون

آپ دنیا میں ہیں اور آپ ہیں دنیا سے جدا رام جی آپ کی کرتا ہے زمانہ پوجا
آپ نے کی تھی مری چونکہ قبول استدعا مار کر دیتوں کو وعدہ وہ کیا آج وفا
آپ سنسار کے دُکھ سے ہیں چھڑانے والے
(۶) بن گئے کتنے شرن آپ کی آنے والے

رام جی آپ ہی دیتے ہیں تو ملتی ہے نجات آپ کے حکم کی پابند ہیں موت اور حیات
سارا عالم جو کرے آپ کی تحریر صفات ہوں سب اشجار قلم گنبدِ گردوں ہو دوات
ہفت اقلیم کے دریا ہوں سیاہی کے لئے
(۷) تو بھی کم ہوں صفتِ نامتناہی کے لئے

آپ ہی گیان ہیں اور آپ ہی گیانی شریرام آپ ہی دھیان ہیں اور آپ ہی دھیانی شریرام
آپ ہی بکتا[۱] ہیں اور آپ ہی بانی شریرام آپ ہی پران ہیں اور آپ ہی پرانی شریرام
روپ کرنا[۲] کے پرم وشنو کے اوتار بھی ہیں
(۸) آپ نرگن ہیں نرنجن ہیں نراکار[۳] بھی ہیں

آپ اُنکے ہیں سدا جن کو ہے اک آپ سے کام پار بھوسندھ سے کرتا ہے اُنھیں آپکا نام
کائنات آپ کی ہے آپ ہی ہیں شاہِ انام جانکی ناتھ مرا آپ کو سَو بار پرنام
میرے بردان کا یہ اپنے ہی سر بار لیا
(۹) قتلِ راون کو جو سنسار میں اوتار لیا

سُن کے یہ حمد و ثنا رشتۂ افلاک و زمیں بولے گرجا سے شِو تاجورِ عالمِ دیں
غور سے اس کو پڑھے گا جو کوئی اہلِ یقیں جا کے دنیا سے وہ پا جائے گا فردوسِ بریں
کوئی باقی نہ ہوس روح کو رہ جائے گی
(۱۰) تا ابد قالبِ فانی میں نہ پھر آئے گی

اُس طرف اگنی نے اس حمد کو جس وقت سُنا جانکی جی کو لئے گود میں اپنی نکلا
آذری فام میں سیتا کے تھا اک نور بھرا احمری رنگ کا ملبوسِ بدن تھا اُن کا
زیوروں کی تھی چمک یوں تنِ نورانی پر
(۱۱) کرنیں خورشید کی جیوں رقص کریں پانی پر

[۱] वक्ता
[۲] करुणा
[۳] निराकार

अनलदेव(1)

جوڑ کر ہاتھ اگنی دیو نے تب عرض یہ کی　　رام جی آپ سے پوشیدہ نہیں حال کوئی
جانکی جن کی حفاظت مجھے سونپی تھی کبھی　　اپنی خدمت میں انھیں لیجئے حاضر ہیں وہی
جس لئے آپ نے مایا کی بنائی سیتا
(۱۲) ہو گیا کام وہ اب مجھ میں سمائی سیتا

مدعا اپنا ہوا سارے زمانہ کو حصول　　ہے نہ تو اب یہ زمیں اور نہ ہیں عباد ملول
رام جی کیجئے خدمت میں انھیں اپنی قبول　　عیب سمجھے گا وہی ان میں جو خود ہوگا جہول
مطمئن رام ہوئے سن کے یہ سب شاد ہوئے
(۱۳) دور سیتا کے خیالاتِ غم ایجاد ہوئے

بائیں جانب ہوئیں سیتا جی شری رام کے تب　　جسطرح چاہی تھی جو بات وہ پوری ہوئی سب
رام کے ساتھ نظر جانکی آئیں اسے جب　　اندر نزدیک گیا اُن کے بہ تعظیم و ادب
خوش ہوا دل میں کہ کام اپنا بھی سب بر آیا
(۱۴) حمد میں اُن کی یہ الفاظ زباں پر لایا

شری رام جی بادشاہِ دو عالم　　شری رام جی عزّ و جاہِ دو عالم
شری رام جی مہر و ماہِ دو عالم　　شری رام جی جلوہ گاہِ دو عالم
شری رام جی جاں پناہِ دو عالم

تمھیں بیکسوں ناتوانوں کی طاقت　　تمھیں مفلسوں بے نواؤں کی دولت
تمھیں زاہدوں عابدوں کی ریاضت　　تمھیں تنگدستوں فقیروں کی راحت
تمھیں زینتِ خانقاہِ دو عالم

تمھیں تو ہو پروردگارِ زمانہ　　تمھیں ہو بہار و غبارِ زمانہ
تمھیں پر ہے دار و مدارِ زمانہ　　تمھیں دور کرتے ہو خارِ زمانہ
تمھیں ہو تمھیں ہو رفاہِ دو عالم

تمھیں وشنو شیو ہو تمھیں ہو بدھاتا　　تمھیں اپنے داسوں کے آنند داتا
تمھیں ہو جگت کے پتا اور ماتا　　تمھیں سے ہے دنیا میں جیووں کا ناتا
تمھیں سے تو ہے رسم و راہِ دو عالم

پریشان حالی میں دمساز ہو تم مصیبت میں راحت کے انداز ہو تم
امیروں کی توقیر و اعزاز ہو تم غریبوں کے سرمایۂ ناز ہو تم
تمھارے قدم سجدہ گاہِ دوعالم

تمھیں ہو سرورِ مئے حق پرستی تمھیں بوئے گلزارِ عرفاں کی مستی
تمھیں سے ہے نقشِ طلسماتِ ہستی تمھیں سے ہے آباد دنیا کی بستی
تمھیں ہو تمھیں سر براہِ دوعالم

کئے قتل عفریت راون کو مارا تمھیں نے دیا ڈوبتوں کو سہارا
نہیں صرف شیو کو یہ سُکھ چندر پیارا ہے مرغوب سب کو نظارا تمھارا
تمھیں پر ہے ہر دم نگاہِ دوعالم

مٹا آج سے درد و غم کا فسانہ ہوا ظلم کا دور سب کارخانہ
یہی اب ہے نارائن اپنا ترانہ مرا سر تمھارا رہے آستانہ
تمھیں ہو غفورِ گُناہِ دوعالم

رام کی حمد یہ کی اندر نے جس وقت تمام دیوتا شاد ہوئے اُن کو ملا دل کا مرام
ساتھ تب پاربتی جی کو لئے مُحرقِ کام بولے تعظیم سے آکر یہ جہاں تھے شری رام
رام جی آپ ہیں تابِ دلِ بیتابِ جہاں
(۱۵) رام جی آپ ہیں آبِ دُرِ نایابِ جہاں

رام جی آپ ہی ہیں مُبدءِ الطاف و کرم رام جی آپ ہی ہیں مخزنِ اسرارِ عدم
رام جی آپ ہی ہیں زورقِ دریائے الم رام جی آپ ہی ہیں دادگرِ جور و ستم
رام جی کون ہے جو آپ کا مشتاق نہیں
(۱۶) آپ کا ہجر زمانہ میں کسے شاق نہیں

عرض اک اور ہے یہ بیدلگوں میں مری اب زینتِ تختِ اودھ ہونگے قدم آپ کے جب
جشن میں شان ہی کچھ ہوگی اجودھیا کی عجب ہوگا حاضر یہ غلام آپ کے دیدار کو تب
شاہِ دشرتھ کہ ہے بیچین دلِ زار اُن کا
(۱۷) آئے ہیں شوق سے اب کیجئے دیدار اُن کا

کہہ کے یہ ہو گئے شیوجی تو روانہ کیلاش — راجہ دشرتھ اِدھر آپہنچے شری رام کے پاس
چونکہ تھی دل میں اُنھیں رام کے دیدار کی آس — اس لئے جا کے ملا تھا اُنھیں سُرپُر میں نواس
رام کے بھکتوں کو مُکتی سے سروکار نہیں
(۱۸) اک سوا رام کے کچھ اور اُنھیں درکار نہیں

باپ کو دیکھ کے پیروں پہ گرے رام و لکھن — اس قدر خوش ہوئے آیا نہ کوئی لب پہ سخن
پا کے نورِ نظر اپنے ہوئے دشرتھ بھی مگن — جیسے مسکیں کوئی پا جائے اگر لعلِ یمن
سینہ سے دونوں کو دشرتھ نے لگایا اپنے
(۱۹) جوشِ اُلفت کا سرشکوں سے دکھایا اپنے

تب کہا رام سے دشرتھ نے کہ اے دین دیال — دل میں باقی نہ رہا اب مرے فُرقت کا ملال
ظلمتِ قلب مٹی دیکھ کے چہرہ کا جلال — رہ گیا روح کے سر پہ نہ تناسُخ کا وبال
کر کے عرض اتنی شری رام سے خاموش ہوئے
(۲۰) جوڑ کر ہاتھ اُنھیں عجز سے روپوش ہوئے

دیکھ کر اِندر کو پھر آگے جھکائے ہوئے ماتھ — بولے اُس سے یہ کرپا سندھُ دیا مے رگھوناتھ
خرس و میموں یہ جنھوں نے کہ دیا ہے مرا ساتھ — اور جو جان سے دھو بیٹھے ہیں اس جنگ میں ہاتھ
اُن پہ امرت۔ ہے مرا حکم۔ ابھی برساؤ
(۲۱) ہیں جو بیہوش اُنھیں تم ہوش میں جلدی لاؤ

حکم پا کر یہ گیا اِندر خوشی کے مارے — آسماں سے کئے امرت کے رواں فوارے
وانر اور ریچھ جو میداں میں گئے تھے مارے — جی اُٹھے۔ دیت پڑے رہ گئے لیکن سارے
اُن کو مُکتی کی ہوس۔ خواہشِ دیدار انھیں
(۲۲) مل گئی اُن کو نجات۔ اپنا ملا یار انھیں

عرض پھر کی یہ ببھیشن نے کہ اے جانِ جہاں — لائیں تشریف یہاں آپ تھی تقدیر کہاں
دل میں خواہش ہے مرے اک یہ اگر ہو نہ گراں — صبح کل جائیں وطن آج رہیں آپ یہاں
ہو اگر یہ تو نکل حوصلۂ دل جائے
(۲۳) موقع اک خدمتِ عالی کا مجھے مل جائے

تب دیا رام نے لنکیش کو اس طرح جواب — ایک پل بھی مجھے رکنے کی یہاں اب نہیں تاب
حال فرقت میں بھرت جی کا بہت ہو گا خراب — ہے یہ خواہش میں وطن اپنے پہنچ جاؤں شتاب
میری فرقت میں اُنھیں چین نہ آتا ہو گا
(۲۴) کوئی نظّارہ وہاں اُن کو نہ بھاتا ہو گا

شام سے صبح تک اور صبح سے تا شام اُنھیں — دھیان میرا ہے نہیں اور کوئی کام اُنھیں
وِرد ہر لمحہ زباں پر ہے مرا نام اُنھیں — کیسے آرام کروں دُوں نہ جو آرام اُنھیں
ایک دن کے لئے بھی اب جو میں رُک جاؤنگا
(۲۵) دیر ہو جائے گی جیتا نہ اُنھیں پاؤں گا

اس لئے تم سے جو کہتا ہوں میں وہ بات کرو — میرے لشکر کی جو چاہو وہ مدارات کرو
تم یہاں چین سے رہ کر بسر اوقات کرو — میرے بھکتوں کی مگر شوق سے خدمات کرو
میرے بھکتوں کی خوشی میں مری خوشنودی ہے
(۲۶) میرے داسوں کی بھلائی مری بہبودی ہے

جا کے لنکیش دُر و کسوت و زر تب لائے — لشکرِ رام پہ اوپر سے وہ سب برسائے
خرس و میموں نے پسند اُن میں جو اُنکو آئے — لے لئے لا کے شری رام کو وہ دکھلائے
کی شری رام نے ہر ایک کی تشریح اُن سے
(۲۷) خوش ہوئے سب ہوئی سیتا کی بھی تفریح اُن سے

سارے لشکر کو وہیں رام نے تب بلوایا — اور پُشپک[1] بھی اُدھر جا کے بھبیشن لایا
اُس پہ بیٹھے لکھن و جانکی و رگھو رایا — اپنی کل فوج سے تب رام نے یہ فرمایا
کی مدد تم نے مری قتل جو راون کا ہوا
(۲۸) ظلم کا نام مٹا راج بھبیشن کا ہوا

ہے اجازت مری اب تم ہو وطن کو راہی — مٹ گئی خوفِ مظالم سے جو تھی جانکاہی
جا کے کسکندھا میں سُگریو کرو تم شاہی — اور بھبیشن نہ کبھی فرض میں ہو کوتاہی
پاس ہر وقت ہوں میں سب کے کہیں دور نہیں
(۲۹) کس جگہ ہفت طبق میں ہے مرا نور نہیں

[1] पुष्पक

دھیان میرا ہو تو کوئی نہیں کچھ کر سکتا　　جس پہ ہو میری نظر۔ آہ نہیں بھر سکتا
جو مرا ہے وہ کسی سے بھی نہیں ڈر سکتا　　اندر کا بجر بھی ٹوٹے تو نہیں مر سکتا
جو سہارے ہو مرے پھر اُسے حاجت کیسی
(۳۰)　بے طلب چیز نہ مل جائے تو رحمت کیسی

ہو گئے چودہ برس آج کئے ترک وطن　　کھینچتی ہے مجھے پریوار کی اُلفت کی رسن
یاد آتا ہے مجھے اب وہ اجودھیا کا چمن　　ہیں بھرت اور مری ماتائیں جہاں محوِ محن
صورت اُنکی مری آنکھوں میں کھنچی جاتی ہے
(۳۱)　دل بھر آتا ہے جو اُنکی مجھے یاد آتی ہے

سُن کے سگریو و بھبیشن نے یہ تقریرِ ہری　　عرض کی اُن سے کہ اے زیب دہِ جلوہ گری
خواہشِ دید یہ ہم سب کی ہے رگ رگ میں بھری　　آپ ہوں تخت پہ اور فرق پہ ہو تاجِ زری
آپ کی شان سے اورنگ دمک جائیگا
(۳۲)　آپ کے نُور سے اکلیل چمک جائے گا

جشن ہے تخت نشینی کا بھی اے بابِ کرم　　اور دیدار اودھ کا بھی ہیں ہو گا بہم
دیجئے حکم کہ ہمراہ چلیں آپ کے ہم　　پھر پلٹ آئیں گے ماتاؤں کے بھی چھُو کے قدم
کرکے یہ عرض بہ تعظیم وہ خاموش ہوئے
(۳۳)　منتظرِ حکم کے پھر سب ہمہ تن گوش ہوئے

حکم سگریو کو اس طرح دیا رام نے تب　　تم ہو اور جتنے بھی سردار ہیں لشکر میں وہ سب
شاہِ لنکا بھی چلیں گر ہیں یہ دیدار طلب　　جلد تیار ہو لیکن کہ نہیں وقت ہے اب
اور تم پاس مرے بیٹھ کے ہنومان چلو
(۳۴)　اُن کے جو ساتھ میں ہوں بن کے نگہبان چلو

رام کا حکم ملا جب یہ تو سب ہو گئے شاد　　فوج میموں کے جو تھی دل میں بر آئی وہ مراد
منظرِ تخت نشینی تھا وطن سے بھی زیاد　　بھول کر گھر کو وہ سب ہو گئے مصروفِ عماد
بیٹھے پُشپک پہ وہ سب حکم تھا جن کو آکر
(۳۵)　تخت اُڑا سوئے فلک رام کا ایما پاکر

جا کے گردوں پہ چلا سوئے اودھ مثلِ نظر کہتے تھے رام کی جے رام کی جے اہلِ سفر
اُن پہ برساتے تھے جنّت سے ملائک گُلِ تر دم بدم نیک شگوں خیر کی دیتے تھے خبر
اس طرح عرش پہ پُشپک وہ نظر آتا تھا
(۳۶) گویا رتھ چرخ پہ سورج کا چلا جاتا تھا

غزل

چلے جب رام جی سوئے اودھ پُشپک نشیں ہوکر
ہوا چرخِ بریں زیرِ قدم اُن کے زمیں ہوکر
ملک نے ہوکے خوش جنّت سے کی بارش گُلِ تر کی
نسیمِ عیش زا آئی مسرّت آفریں ہوکر
زمیں پر تھی ستائش اور صدائے تہنیت ہر سو
فلک پر تھے ترنّم نغمہ ہائے آفریں ہوکر
تھے سُورج کی طرح عرشِ ہوا پر رام ضو افگن
پربھا[1] کی طرح سے تھیں جانکی جی ہم نشیں ہوکر
مبارک باد دینے کے لئے تھا لشکرِ میموں
ثنا میں تھے رواں شاہانِ دیں اُن کے قریں ہوکر
کھلے یہ غنچۂ دل گر نثارِ پائے جاناں ہو
درخشاں عرش پر ہو بالیقیں ماہِ مبیں ہوکر
مرامِ دل تجھے نارائن اُن کی محمدت دے گی
رہے گا خاتمِ شاہِ دو عالم میں نگیں ہوکر
سوئیا۔ بھوسُر رُوپ کرشانُ دھرے پُن گود لئے متھلیش کُماری
رامہیں سونپ کیو کر جور و نے سُنئے پرنتارت ہاری

[1] प्रभा

सवैया—भूसुर-रूप कृशानु धरे पुनि गोद लिये मिथिलेश-कुमारी ।
रामहिं सौंपि कियो कर जोरि विनय सुनिये प्रणतारित-हारी ।

جاہی لگے پرتِبمب رچیو سو بھیو سب بھے سُرسَنت سُکھاری
لیہو دھروہر آپنی آج دیالُ 'نراین' کے ہتکاری

دوہا۔ اُس کہی سونپی رام کہاں۔ جنک نندنی لائے
سادر لینھی رام تیہی۔ بام بھاگ ہرشائے
اُتّر دِش پُشپک چلیو۔ تِرِ بدھی پَوَن اَنکُول
سُرسُر تیہ اتی ہرش یُت۔ برشہیں سُرتر پھول

سرگ چودھواں

بھرت مِلاپ

جب چلے بیٹھ کے پُشپک پہ اودھ کو شری رام فتح یابی پہ ہوئے اپنی بہت شاد غلام
مطمئن رام تھے خوش لچھمن فرخ فرجام جانکی ہو گئیں خرسند ہوا شاپ تمام

روئے پُرنور مثالِ مہِ کامل پہ چمکا
(۱) ہٹ گیا دہر پہ چھایا تھا جو بادل غم کا

جانکی جی سے کہا رام نے اے رشکِ قمر کوہِ ترکوٹ پہ دیکھو یہ ہے لنکا کا نگر
دیکھو ایوانِ زری یہ ہیں جڑے جس میں گہر اس قدر تاب ہے بیتاب ہے ناظر کی نظر

دیکھو یہ جنگ کا میدان نظر آتا ہے
(۲) خون کا دریا جہاں تیز بہا جاتا ہے

जाहि लगे प्रतिबिम्ब रच्यो सो भयो सब मे सुर सन्त सुखारी ।
लेहु धरोहर आपनि आजु दयालु 'नरायन' के हितकारी ॥

दोहा—अस कहि सौंपी राम कहँ, जनक-नन्दिनी लाय ।
सादर लीन्ही राम तेहि, बाम-भाग हर्षाय ॥
उत्तर दिशि पुष्पक चल्यो, त्रिविध पवन अनुकूल ।
सुर सुरतिय अति-हर्ष-युत, बर्षहिं सुर-तरु-फूल ॥

لاشیں جاتی ہیں بہی خون میں دیکھو سیلاب گوشت اور خوں سے کہیں پر نظر آتا ہے خلاب
اس جگہ لشکرِ راون کا ہوا حال خراب فوج میموں پہ یہاں ڈھایا تھا راون نے عذاب
قتل لچھمن کے ہوا تیر سے گھن نادیہیں
(۳) لوگ سب ظلم سے اُس کے ہوئے آزادیہیں
اس جگہ کنبھ کرن دیت ہوا میرا شکار دیکھو یہ انگد و ہنومان کے مارے کفّار
سر یہ دش شیش کے کٹ کٹ کے گرے ہیں کئی بار اس جگہ چھوڑ دیا روح نے اُس کا تنِ زار
دیکھو یہ پُل جو سمندر پہ بندھایا میں نے
(۴) جو نہ ممکن تھا اُسے کرکے دکھایا میں نے
اس جگہ میں نے کیا تھا شری شیو کا پوجن نام رامیشور اب اس لنگ کا ہوگا روشن
آکر اس سیتُ کا جو لوگ کریں گے درشن تر گناہوں سے رہے گا نہ پھر اُن کا دامن
منتریوں کو سئے لنکیش یہ آیا تھا یہاں
(۵) میں نے خود راج تلک اس کے لگایا تھا یہاں
دیکھو یہ دیکھ پڑی اب کسکندھا نگری نام سے بالی کے وانر تھا یہاں ایک جری
دور کی مار کے میں نے اُسے بیداد گری اور سگریو کو دیدی ہے یہاں تاجوری
کس قدر دیکھو ہر اک شے میں طرب خیزی ہے
(۶) دل پذیرائی - دل آرائی - دلاویزی ہے
شیو مہاراج نے گرجا سے یہ تب فرمایا اُس جگہ تخت نے سیتا کا جو ایما پایا
قصرِ سگریو کے نزدیک زمیں پر آیا رانیاں تھیں جو اُنھیں جانکی نے بلوایا
دیکھ کر روما و تارا کو ہوا خواہی میں
(۷) لے لیا رام سے کہہ کر اُنھیں ہمراہی میں
پھر بوان اُڑ کے چلا راہ پر اپنی آیا رِشیہ مُوک اُن کو شری رام نے تب دکھلایا
جانکی جی کی طرف دیکھ کے یہ فرمایا یہ وہ خس خانہ ہے لچھمن نے جسے تھا چھایا
دیکھو اب پنچ بٹی رشیوں سے آباد ہوئی
(۸) قتلِ کفّار سے خوش خاطرِ ناشاد ہوئی

دیکھو جاتے ہوئے مُن لوگ یہ آتے ہیں نظر	داس میرے ہیں یہ اور ان کا ہوں میں آٹھ پہر
انکی خدمت کو سمجھتا ہوں میں آرام جگر	ہیں یہی جن کے لئے چھوڑ کے آیا تھا میں گھر

خوش نصیبی سے ہوا پھر مجھے دیدار ان کا
(۹) جانکی تم سے بھی بڑھ کر ہے مجھے پیار ان کا

اب یہ دیکھو ہے وہی رہگذرِ خوف و خطر	جس جگہ مجھ سے برادھ آکے ہوا سینہ سپر
دیکھو انسویا مہارانی و مُنی اتری کا گھر	چترکوٹ آتا ہے اُس جا سے بہت صاف نظر

مجھ سے ملنے کو بھرت لال جہاں آئے تھے
(۱۰) قشقۂ شاہی کا سامان بھی سب لائے تھے

لبِ جمنا یہ بھردّواج کا دیکھو استھان	رات بھر جن کے بھرت لال ہوئے تھے مہمان
دیکھو گنگا یہ۔ وہ سرجو۔ وہ اجودھیا کے مکان	رام کے حکم سے پھر آیا زمیں پر وہ بوان

پنچمی کو شری گنگا میں نہائے سب لوگ
(۱۱) تب بھردّواج کے دیدار کو آئے سب لوگ

جاکر اندر مع سیتا و لکھن کے شری رام	خوش ہوئے جھک کے کیا رام نے مُن ور کو پرنام
جوڑ کر ہاتھ کہا اے شہِ عبّاد انام	ہوگئے آج مجھے چوّدہ برس بن میں تمام

حال کچھ مجھ کو بھرت جی کا نہ معلوم ہوا
(۱۲) نہ تو دیدار ہی ہم وطنوں کا مقسوم ہوا

ہے خبر کیا مجھے کیا ہے مری ماتاؤں کا حال	کیا بھرت جی کی طرف سے ہے رعایا کا خیال
دل کو میرے ہے اسی بات کی تشویش کمال	خوش نصیبی سے ہوا آپکے قدموں سے وصال

کہئے کچھ حال اجودّھیا کا بھرت شاد تو ہیں
(۱۳) مائیں خوش لوگ سب افکار سے آزاد تو ہیں

ہوگئے شاد بھردّواج سُنے جب یہ سُخن	اور لگے کہنے کہ اے رام رماجی کے رمن
خیریت سے ہیں رعایا بھرت اور شترودمن	اور اُنھیں دیکھ کے ماتائیں بھی بہلاتی ہیں من

صرف بلکل ہے بھرت جی کے تنِ لاغر پر
(۱۴) باس نندگرام ہے اور بارِ ریاضت سر پر

مُول پھل ہی ہے فقط کچھ بھی نہیں اور غذا کرتے ہیں آپ کے قبقاب کی ہر دم پوجا
مُدعا اپنا اُنھیں دیتے ہیں جا کر وہ بتا منصبی فرض جو ہوتا ہے وہ کرتے ہیں ادا
راستہ آپ کا ہر وقت تکا کرتے ہیں
(۱۵) آپ کی شفقت و رحمت ہی کا دم بھرتے ہیں

آپ نے جا کے کئے کھیل جو ڈنڈک بن میں جس طرح جانکی آئیں دمِ آہرمن میں
جیسے راون کہ جو ماہر تھا ریا کے فن میں لے گیا جانکی کو قتل ہوا وہ رَن میں
آپ کے لطف و ریاضت کے سبب شری رام
(۱۶) ہیں عیاں مجھ پہ وہ واقف ہوں میں سب شری رام

جانتا خوب ہوں میں برہمہ کے اوتار ہیں آپ مُظہرِ ارض و سما ساترِ اسرار ہیں آپ
پرورِ ہر دو جہاں ارحم و غفار ہیں آپ داورِ ظلم و ستم قاتلِ کُفّار ہیں آپ
ابتدا آپ کی ممکن نہیں پائے کوئی
(۱۷) انتہا ہو تو اُسے عقل میں لائے کوئی

رام جی آپ کو معلوم ہے ہر دل کی ضمیر آپ کے ہاتھ میں ہے سارے جہاں کی تقدیر
آپ کے قدموں پہ جھکتے ہیں شہنشاہ و فقیر آپ ہی سنتے ہیں مظلوموں کی فریاد و نفیر
لکشمی قالبِ سیتا میں نہاں ہیں ہمراہ
(۱۸) لکشمن شیش بصد شوکت و شاں ہیں ہمراہ

آپ سے مایا ہے۔ مایا سے ہے ساری دنیا آپ ہی سب میں ہیں اور آپ ہی میں سب ہے بسا
جس طریقہ سے ہر اک جا پہ ہے موجود خلا تو بھی ہوتا نہیں پیوست کسی شے میں ذرا
خلق میں آپ کا اک جلوہ فقط ہوتا ہے
(۱۹) ہر بشر اپنے لئے تخمِ عمل بوتا ہے

ہیں فقط آپ ہی عاجل میں ٹھہرنے والے ہر گھڑی ایک نئے روپ کے بھرنے والے
آپ ایمن ہیں کسی سے نہیں ڈرنے والے اور خود خواستہ ہر کام کے کرنے والے
آپ کی شکل ہے کوئی نہ صفت آپ میں ہے
(۲۰) ہستیٔ ہستی کی بس اک برکت آپ میں ہے

آپ کی تاب سے ہے مہرِ جہانتاب میں نور　　آپ کے عکس سے ہے ماہ کے پرتو کا ظہور
جس طرف دیکھئے دنیا میں ہیں بس آپ حضور　　جس طرف سنئے فقط آپ کا ہے ذکرِ ظہور
دل لگا کر جو چرت آپ کے یہ گائیں گے
(۲۱) بے گماں سب وہ نجاتِ ابدی پائیں گے

اک سوا آپ کے دنیا میں کسی کی نہ تھی تاب　　دور کر دے شہِ راون کے جو پندار کا خواب
آج سے رہ نہ گیا ہم کو جو تھا خوفِ عتاب　　ہٹ گیا سر سے زمانہ کے تعدی کا سحاب
یہ چرت آپ کے سنسار میں چھا جائیں گے
(۲۲) آپ کے بھکتوں کو مُکتی یہی دلوائیں گے

کی تھی برہما کی دعا آپ نے اے رام قبول　　اس قدر ورنہ ضرورت تھی ہو قتل میں طول
مُدعا آج ہوا اپنا ملائک کو حصول　　ہٹ گیا بار وہ جس بار سے تھی ارض ملول
تھے وہ بردان کہ راون کا تھا مرنا مشکل
(۲۳) سامنے اُسکے تھا میداں میں ٹھہرنا مشکل

آرزو دل میں مرے اک ابھی یہ اور ہے رام　　بارِ خاطر نہ ہو گر آپ کو اے شاہِ انام
آپ سیتا لکھمن اور جتنے ہیں ہمراہ غلام　　میرے اس کلبۂ احزاں میں کریں آج قیام
کر کے آرام جو ہو کسل اُسے دور کریں
(۲۴) ماحضر ہے جو بہم مجھ کو وہ منظور کریں

ہو گئے کہہ کے بہت خوب وہیں رام مقیم　　فیض سے اُن کے بنا دشت وہ گلزارِ نعیم
کی بھردواج نے ہر طور سے اُن کی تنعیم　　بولے ہنومان سے تب مصدرِ الطافِ عمیم
بار احساں کا مرے سر پہ تمہارا ہے بہت
(۲۵) سچ تو یہ ہے کہ تمہارا مجھے پیارا ہے بہت

چونکہ ہر بات میں قابل تمھیں پاتا ہوں میں　　بار بار اس لئے تم کو ہی ستاتا ہوں میں
مُدعا اب یہ سُنو تم کو بتاتا ہوں میں　　جا کے کہہ دو یہ بھرت جی سے کہ آتا ہوں میں
پوچھ کر سب کی کُشل پہلے اجودھیا جا کر
(۲۶) تب یہ نند گرام بھرت جی سے بتانا آ کر

میں ہر اک طور مع لچھمن و سیتا کے ہوں شاد قتلِ راون سے بر آئی ہے زمانہ کی مُراد
جانکی ہرنے سے ابتک کی ہے جتنی روداد سب مُفصّل وہ بتانا اُنھیں اے نیک نہاد
جا نہوان اور شہ سُگریو کا آنا کہنا
(۲۷) اور بِبھیک کو مری فوج کا لانا کہنا

کرکے معلوم کہ کیا دل میں بھرت کے ہے خیال کتنی آنے کی خوشی کتنا ہے فرقت کا ملال
جا کے سنگرور میں گوہراج سے کہنا مرا حال اور دینا اُسے آنے کی خبر انجنی لال
حکم یہ رام کا پایا تو ہنومان چلے
(۲۸) شکلِ انساں میں بہت تیز اُسی آن چلے

پہلے سنگرور گئے چشم زدن میں ہنومان بادِ صرصر ہوئی۔ رفتار جو دیکھی ۔ حیران
کرکے گوہراج سے سب قصۂ آرزم بیاں یہ کہا ہیں وہ بھردواج رشی کے مہمان
آفریں ہے تمھیں صد آفریں اے شاہِ نشاد
(۲۹) رام نے جس کو کہا متر کیا ہے جسے یاد

لے کے رخصت وہ بھردواج سے آتے ہیں اِدھر مجھ کو بھیجا ہے کہ میں دوں تمھیں آنے کی خبر
اُس پہ اس خوشخبری نے یہ کیا اپنا اثر ڈھل گیا دل کے سرشکوں سے وہیں فرشِ نظر
بعدۂ جانبِ نندگرام مہابیر بڑھے
(۳۰) صبح دم چرخ پہ جیوں مہر کی تنویر بڑھے

چین اُدھر رام کی فرقت میں نہ پاتے تھے بھرت دل پہ ہر طرح کی تکلیف اُٹھاتے تھے بھرت
رام کے ہجر میں اپنے کو مٹاتے تھے بھرت جسم تھا زار پریشاں نظر آتے تھے بھرت
واسطے رہنے کے خسپوش مکاں چھایا تھا
(۳۱) عیش کا خواب نہ راحت کا خیال آیا تھا

رام تھے بن میں بھرت نے تھا کیا ترکِ وطن چھال ہی صرف درختوں کی تھی ملبوسِ بدن
لیٹنے کو تھی زمیں یا بُنِ اشجارِ کہن کرلئے اپنے پہ واجب تھے ریاضت کے محن
صبح روز اُٹھ کے گِنا کرتے تھے دن آنے کا
(۳۲) آج تھا حالِ دگر عشق میں دیوانے کا

رات بھر آرزوِ دید میں آیا نہ تھا خواب   صبر غائب دل مضطر تھا بہ رنگِ سیماب
منتظر در پہ تھی نرگس کی طرح چشمِ پُرآب   جانفزا مژدۂ آمد کو تھے واگوش کے باب
پائی تھی رام کے اب تک نہ خبر آنے کی
(۳۳) فکر تھی روح کو قالب سے نکل جانے کی

قاصدِ رام مہابیر پَوَن دیو کمار   بڑھتے جاتے تھے ادھر سے نمطِ بادِ بہار
رام تیرتھ کو گیا کُود کے سرجو کو بھی پار   آئے نند گرام۔ بھرت کا نظر آیا تنِ زار
دل بھر آیا تپشِ ہجر کا انداز ہوا
(۳۴) راز کا عشق شری رام کے درباز ہوا

پاس منتری بھی تھے کچھ گیروا(۱) تھا جن کا لباس   ہیں بھرت جی یہ کیا دلمیں پَون سُت نے قیاس   (۱) गेरुआ
ہاتھ جوڑے ہوئے تعظیم سے کی اُنکی سپاس   پھر کہا رام نے بھیجا ہے ہمیں آپ کے پاس
دھیان میں جن کے سدا آپ مگن رہتے ہیں
(۳۵) اس قدر جن کے لئے رنج و محن سہتے ہیں

عشق میں جن کے ہوا اتنا زبوں آپ کا حال   جن کے بن باس کا ہے روز فزوں دلمیں ملال
سر سے جاتا نہیں دم بھر کے لئے جنکا خیال   جن پہ قربان کئے سب حشم و مال و منال
آپ جن کے تپِ فرقت میں گھلے جاتے ہیں
(۳۶) آج وہ چودہ برس بعد وطن آتے ہیں

جانکی اور لکھن لال ہیں اُن کے ہمراہ   خرس و میموں کی بھی پُشپک پہ کچھ آئی ہے سپاہ
قتل راون ہوا اور ہو گئے عفریت تباہ   شاہیِ لنک بھبیشن کو ملی سب کو پناہ
اُٹھئے فکر آپ ملاقات کی کریئے اُن کی
(۳۷) چلئے خاکِ کفِ پا فرق پہ دھریئے اُن کی

بات کی بات میں آتے ہیں ابھی رام یہیں   ہیں بھردواج کے آشرم پہ کہیں دور نہیں
رُک گیا سُن کے یہ سینہ میں دمِ بازپسیں   گر پڑے فرش پہ بیہوش بھرت لال وہیں
جسم کی کچھ نہ خبر جوشِ مسرت سے رہی
(۳۸) روح جو تن میں رہی دید کی حسرت سے رہی

دیر کے بعد بھرت لال کو جب ہوش ہوا — اُن کا آغوشِ مہابیر میں آغوش ہوا
فرطِ اطراب سے گریہ کا جو پھر جوش ہوا — ترسر شکوں سے ہنومان کا تن پوش ہوا
یوں بغل گیر بھرت لال و مہابیر رہے
(۳۹) حلقۂ زلف میں جیوں زلف گرہ گیر رہے

پاس تب اُن کو بٹھا کر یہ کیا اُن سے سوال — دیوتا تم ہو کہ انساں ہو کوئی نیک خصال
یا مرے عرشِ مقدر پہ ہو تم بدر مثال — جس کے دیدار سے باقی نہ رہا کوئی ملال
خوش تمھیں دیکھ کر اپنا دلِ غم دیدہ ہوا
(۴۰) بعد مدت کے سکونِ سرِ شوریدہ ہوا

تم کو پایا تو ہوا دور مرا دردِ فراق — بھر گیا بادۂ راحت سے مرے دل کا ایاق
ہو گیا میرا تنِ زار تمھیں دیکھ کے چاق — تم نہ آتے تو بس اب کہ نہیں سکتی تھی فواق
کیا صلہ دوں تمھیں اے جان بچانے والے
(۴۱) عیش زا مژدۂ جاں بخش کے لانے والے

غور کرتا ہوں سمجھ میں نہیں آتی کوئی بات — کیونکہ رکھتی نہیں دنیا کی کوئی چیز ثبات
کیا بھلا دوں میں اُسے جو مجھے دلوائے حیات — یا ملے جس سے ہمیشہ کو مصیبت سے نجات
کوئی نعم البدل اسکا میں نہیں پاتا ہوں
(۴۲) پانی پانی اسی غیرت سے ہوا جاتا ہوں

بولے ہنومان ہوا آج مجھے کیا نہ بہم — آپ کے قدموں کا دیدار ہے کس چیز سے کم
جس پہ ہو رام کا اور آپ کا الطاف و کرم — ہیچ ہیں اُس کی نظر میں جو ہوں نعماء اتم
ہو دعا دالۂ رُو و رُخِ پُر نور رہوں
(۴۳) رام کے عشق میں ہر وقت میں مسرور رہوں

پھر بھرت جی نے کہا اُنسے کہ اے گیان نِدھان — آئے بر ہو جو کوئی دل میں تمھارے ارمان
اب کرو مجھ سے وہ سب حال بہ تفصیل بیان — جس طرح رام سے اور تم سے ہوئی تھی پہچان
قتل بالی ہوا سگریو نے شاہی پائی
(۴۴) پل بندھا جس طرح لنکا میں تباہی آئی

جس طرح رام نے بخشی تھی بھبھیشن کو پناہ جس طریقہ سے ہوا لشکرِ عفریت تباہ
جیسے ستری رام وجنک نندنی رشکِ خور وماہ آئے ہیں بیٹھ کے پشپک پہ بصد حشمت وجاہ
تب ہنومان نے سب حال بتایا اُن کو
(۴۵) قصۂ رزم بہ تفصیل سُنایا اُن کو
سُن کے سب حال بھرت لال ہوئے شاد کمال شتروہن جی بھی ہوئے رام کی آمد سے نہال
بولے بھائی سے تب اسطور پہ کیکیئی کے لال جاکے تم سب کو اجودھیا میں کرو واقفِ حال
جشن کے واسطے کُل شہر میں تیاری ہو
(۴۶) ہر مکاں کے در و دیواروں پہ گلکاری ہو
حکم ہو شاہ. بہاراں کو ہوں در پہ موجود دست بستہ ہوں کھڑے جاہ وحشم بہرِ سجود
ہوں شوالوں میں دیوالوں میں عبادت کے سرود جا بجا راستوں پہ موز کے ہوں نصب عمود
جاکے چتر نگنی سینا کو بھی تیار کرو
(۴۷) پیشوائی کے لئے لوگوں کو ہشیار کرو
راجگاں آئے ہوں جو اُن کو بشارت دے کر جاکے ماتاؤں کو دو رام کے آنے کی خبر
آگئی دل میں جو ہم سب کے تھی اُمید وہ بَر اُن سے کہدو کہ لٹائیں زر و دینار و گہر
حکم شترگھن نے یہ بھائی کا اپنے پاکر
(۴۸) دی اجودھیا میں خبر سب کو اُسی دم جاکر
سُن کے سب رام کے آنے کی خبر شاد ہوئے جا بجا نصب ستوں غیرتِ شمشاد ہوئے
جھالروں سے دُر و گوہر کی دَر آباد ہوئے دید خواں بیٹھ کے دیوالوں میں عُبّاد ہوئے
چاروں جانب سے لگی چلنے ہوائے عشرت
(۴۹) بلبلیں مل کے ہوئیں نغمہ سرائے عشرت
خوشنما نقشوں سے منقوش ہوئے سب در و بام لے کے چتر نگنی سینا کو سب آئے حکّام
دیکھئے جس کو تھا وہ شائقِ نظّارۂ رام پیشوائی کو بڑھے جاہ وحشم بن کے غلام
راجگاں نذر لئے جانبِ رگھوناتھ بڑھے
(۵۰) شتروہن ساری رعایا کو لئے ساتھ بڑھے

ایک لاکھ اسپ تھے اور فیل تھے دس پانچ ہزار بعدہٗ لشکرِ راجل تھا نہیں جس کا شمار
رانیاں پیچھے تھیں اُن سب کے محافوں پہ سوار سر پہ رکھے ہوئے قبقاب بصد عزّ و وقار
یوں بھرت لال مگن ہمرہِ ہنومان چلے
(۵۱) جیسے عاشق کوئی سرگشتہ و حیران چلے

شوقِ دیدارِ شری رام میں دونوں بھائی یوں چلے جاتے تھے جس طور کوئی سودائی
اتنا تھے محوِ خیالِ قدمِ رگھورائی اُن کو تھی کچھ نہ حسِ زحمِ برہنہ پائی
شہر سے دور پہونچ کر نظر آیا وہ بِوان
(۵۲) ضو فشاں چرخ پہ مثلِ قمر آیا وہ بِوان

تب اشارہ سے دکھا کر اُسے بولے ہنومان دیکھو وہ چرخ پہ ہے چاند کی مانند بِوان
اس قدر نور ہے روشن ہے تجلّی سے جہان لوگ پرتمّا کا بنا یا اسے کرتے ہیں بیان
ہیں لکھن جانکی اور رام اسی پشپک پر
(۵۳) اور سب افسر و خدّام اسی پشپک پر

شاہِ میموں ہیں لئے فوج کو ہمراہ وہیں اور بھبھیشن وہ جو لنکا میں ہیں اب تخت نشیں
دیکھو یہ رام لکھن جانکی ہیں جلوہ گزیں پشپک آتا ہے اسی سمت یہ اُتریگا یہیں
دور سے سب کو ہوا رام کا دیدار نصیب
(۵۴) سب ہوئے شاد ہوا اُنکا جو دیدار نصیب

اس طرح کہنے لگا ایک کو اک دکھلا کر دیکھو پشپک یہ اُترتا ہے زمیں پر آکر
دیکھو یہ رام ہیں خوش ہیں جنھیں سیتا پاکر یہ ہیں لچھمن یہ ہیں سُگریو یہ لو کر چاکر
مرد و زن چھوٹے بڑے دیکھتے دکھلاتے تھے
(۵۵) شوقِ دیدار میں آگے کو بڑھے جاتے تھے

پھر اُترتے ہوئے دیکھا جو زمیں پر وہ بِوان دوڑے سب آرزوِ دید میں جتنے تھے جوان
شورِ آمد سے اُٹھی گونج زمیں تا بہ زمان ہو گیا سب کے دلوں میں جو تھا پورا ارمان
مرکب اور فیل پہ تھے جو وہ زمیں پر آئے
(۵۶) جذبۂ مہر سے سب لوگوں کے دل بھر آئے

بے قراری تھی بھرت جی کو نہ صبر آتا تھا — خود بخود آگے کو پیر اُن کا بڑھا جاتا تھا
دل سکوں جوششِ الفت سے نہیں پاتا تھا — رام کے پاس پہونچ جانے کو گھبراتا تھا
دور سے کرکے نظر جانکی اور رگھوبر کو
(۵۷) جوڑ کر ہاتھ بہ تعظیم جھکایا سر کو

اُس طرف آئیں محافوں سے اُتر ماتائیں — آج پوری ہوئیں مدت سے جو تھیں آشنائیں
مُضطرب تھیں کہ پہونچ کیسے ہم اُن تک پائیں — جس طرح دیکھ کے بچھڑوں[1] کو ہوں اپنے گائیں (۱۱)
تخت وہ رام کا تب پاکے اشارا اُترا
(۵۸) عرش سے فرش پہ گویا کوئی تارا اُترا

بعد مدّت کے بھرت جی نے جو پایا اُن کو — گر پڑے قدموں پہ آنکھوں سے لگایا اُن کو
داغِ دل تھے جو سرقتوں سے مٹایا اُن کو — ہوگیا دور قلق صبر اب آیا اُن کو
رام جی کو بھی غمِ ہجر جو تھا دور ہوا
(۵۹) شادماں پاکے بھرت کو دلِ رنجور ہوا

رام نے ہاتھوں سے تب اپنے اُٹھایا اُن کو — گود میں اپنی محبت سے بٹھایا اُن کو
بار بار اپنے کلیجہ سے لگایا اُن کو — بن میں رہنے کا بھی کچھ حال سُنایا اُن کو
دور سب داغِ غمِ فرقتِ رگھوبیر ہوئے
(۶۰) تب لکھن لال سے اُٹھ کر وہ بغلگیر ہوئے

آکے تب رام کے پیروں پہ گرے شترودمن — دور کی رام نے اُنکے تبِ فرقت کی جلن
شتروہن جی سے ہوئے مل کے بہت شاد لکھن — شتروہن بھی ہوئے بھائی کو جو پایا تو مگن
رکھ دیئے دونوں نے سر تب قدم سیتا پر
(۶۱) تن میں پھولے نہ سمائے کرم سیتا پر

تب بھرت کی شہِ لنکا سے ملاقات ہوئی — جامبوان انگد و نل نیل سے بھی بات ہوئی
فوج سُگریو پہ تب چشمِ عنایات ہوئی — اور ہر اک سے الگ پرسشِ حالات ہوئی
مل کے کل فوج سے دل اُن کا بہت شاد ہوا
(۶۲) تب بھرت جی کا یہ سُگریو سے ارشاد ہوا

دی مدد تم نے ظفر رام نے جو یہ پائی　　موت راون کی تمھاری ہی مدد سے آئی
چار ہم پانچویں اب تم ہو ہمارے بھائی　　خدمتِ رام نے عزت یہ اُسے دلوائی

سچ ہے جس پر نظرِ رحمتِ رگھوبر ہو جائے
(۶۳) پھر وہ کیا ہے کہ نہ جو اُس کو میسّر ہو جائے

جا کے ماتا کے گرے پانوں پہ تب رگھورائی　　دل میں تھی جس کی ہوس اُن سے دعا وہ پائی
ہجر میں چوٹ وہ ماتا نے تھی دل پر کھائی　　کہ نہ اب اُن میں وہ طاقت تھی نہ وہ بینائی

چشم تر ہو گئی قدموں پہ جو پایا اُن کو
(۶۴) تھے جگر بند کلیجہ سے لگایا اُن کو

پھر کیا کیکئی کو اور سمترا کو پرنام　　اور ماتاؤں سے بھی ملکے بہت خوش ہوئے رام
دیکے قبقاب بھرت نے یہ کئے اُن سے کلام　　لیجئے اپنی امانت یہ اب اے شاہِ انام

راج سب آپ کا ہے یہ مجھے درکار نہیں
(۶۵) آپ کو زیب ہے میں اس کا سزاوار نہیں

میرے بس کی نہیں یہ بات ہے اے عزّ وجل　　بوجھ اب میرے سنبھالے نہ سکے گا یہ سنبھل
آپ آئے تو ہوا آج مرا جنم سپھل　　ایک مدت سے جو تھا دل میں بر آیا وہ امل

سلطنت لیجئے اب آپ تمامی اپنی
(۶۶) دیجئے تا بہ ابد مجھ کو غلامی اپنی

ختم مُدّت ہوئی جس کے لئے میرا تھا قرار　　نسق و نظم کا اب رام جی لے لیجئے بار
بڑھ گیا پہلے سے وہ چند خزانہ کا شمار　　آپ ہی کے قدموں کی برکت ہے سرکار

سُن کے باتیں یہ جو بھکتی سے بھری تھیں اُنکی
(۶۷) شاد میموں ہوئے کرنے لگے تحسیں اُنکی

جتنے لوگ آئے تھے ملنے کے لئے اُنسے وہاں　　اُتنے ہی جسم کئے رام نے مایا سے عیاں
سب کا اک پل میں مٹایا غمِ فرقت کا نشاں　　لیکن اُن کا نہ کسی پر یہ کھلا رازِ نہاں

تب کہا رام نے پشپک سے کہ سب کام ہوا
(۶۸) مل گئے تم تو بہت کچھ ہمیں آرام ہوا

حکم ہے تم کو مرا یہ کہ نہ ہو اب تمھیں دیر جا کے جلدی سے پہونچ جاؤ بہ نزدیکِ کوبیر
اُس سے کہنا کہ کیا رام نے عفریت کو زیر اب نہ ہے کُنبھ کرن اور نہ گھن ناد دلیر
مجھ کو لے آنے کا بھی حال بتانا اُس کو
(۶۹) حکم جو دے وہ بجا آج سے لانا اُس کو

رام کا حکم یہ پا کر وہ ہوا تو راہی فرقتِ رام سے تھی اُس کو مگر جانکاہی
دیکھ کر پھر جو بھرت کا تھا مکان کاہی رام جی آئے زمانہ کو ہوئی آگاہی
کی بسشٹ اپنے گورو دیو کی پوجا آکر
(۷۰) تب محل اپنے گئے اُن کی اجازت پا کر

غزل

صبحِ سعید آئی شبِ انتظار کی حالت ہے آج غیر دلِ بے قرار کی
جاتی نہیں روش دلِ سیماب وار کی آتی نہیں نظر کوئی صورت قرار کی
پائی نہیں خبر کوئی اب تک نگار کی بیچین روح جسم میں ہے جاں نثار کی
وا در پہ تھی پلک نگہِ انتظار کی صورت نظر پڑی کسی گردوں سوار کی
لائی نسیم ساتھ دل و جاں فزا نوید نغمہ ہزار کا ہے کہ آمد ہے یار کی
دل کو سکون روح کو حاصل ہوا قرار باقی خلش ہے اب نہ تو کلفت ہے خار کی
کُھلائے پھول باغ کے شاداب ہو گئے دورِ خزاں گیا تو رُت آئی بہار کی
لائی ہے برگ و بار ہر اک شاخِ آرزو رحمت زمیں پہ آج ہے ابرِ بہار کی
ہر نخل نخلِ طوبیٰ ہے گُل ہے گُلِ نشاط کایا پلٹ ہوئی چمنِ روزگار کی
بدلی ہوئی ہے آج اجودھیا کی کائنات قسمت بگڑ کے بن گئی اہلِ دیار کی
پھیلی ہوئی ہے چاروں طرف نشرِ عطر بیز آمد ہے سوئے شہر کسی گلعذار کی
رونق ہے ہر مکان میں ہر روز سے فزوں دیوار و در پہ شان ہے نقش و نگار کی
جس کی سپئے وجودِ جہاں بس ہے اک نظر آمد وطن میں ہے اُسی پروردگار کی
کی دھو کے پیر اشکوں سے پابوسیٔ نگار بارش بھرت نے پھولوں کی پھر بار بار کی

سینہ سے اپنے رام نے اُن کو لگا لیا — پھر گوہری سر شکوں کی مالا نثار کی
مہر و کرم میں سچ ہے نہیں کوئی رام سا — واجب ہے ایک شرط مگر انکسار کی
قدرت وہ کونسی ہے جو بندہ کو دی نہ ہو — عزت کہاں بڑھائی نہیں خاکسار کی
نارآین اُس کی بندہ نوازی پہ کر نظر
آئے گی آس بر دلِ اُمیدوار کی

سوئیا

جائے جبئے ہنومان کہیو بھگوان بمان پہ آئی رہے
ہرش بھیو نر نارن کے اُر مود پرمود بڑھائی رہے
پھول لئے ددھی دوب 'نراین' آرتی تھار سجائی رہے
دھائے چلے پُر باسن کے من دیکھن کو اکولائی رہے

دوہا

ملے پرسپر پریم بش بھرت رام دو اُو بھرات
تن پُلکت لوچن سجل - پریت نہ ہردے سمات
پربھو ماتن کے چرن گہی مُنی کہاں کینھ پرنام
'نارایَن' من ہرکھ اتی سب بھے پُورن کام

सवैया—जाय जबै हनुमान कह्यो भगवान विमान पै आइ रहे।
हर्ष भयो नर नारिन के उर मोद-प्रमोद बढ़ाइ रहे।
फूल लिये दधि दूब 'नरायन' आरति-थार सजाइ रहे।
धाय चले पुर-वासिन के मन देखन को अकुलाइ रहे॥
दोहा—मिले परस्पर प्रेम वश, भरत राम दोउ भ्रात।
तनु पुलकित लोचन सजल, प्रीति न हृदय समात॥
प्रभु मातन के चरण गहि, मुनि कहँ कीन्ह प्रणाम।
'नारायण' मन हर्ष अति, सब भे पूरन-काम॥

سرگ پندرھواں

راج گدّی

شتروہن جی کی طرف دیکھ کے بولے شری رام   شاہِ سگریو و بھبیشن کی جو ہے فوج تمام
ایک مدت سے لیا جس نے نہ آرام کا نام   جا کے جلدی سے بتا دو اُسے تم جائے قیام
دو اُسے عیش وہ سب دل کو جو مسرور کرے
(۱)
راحت افزا ہو جو سب کسل جدل دور کرے

شاہِ سگریو کو دو خاص مرا راج بھون   شاہِ لنکا کا بھی ایوان ہو کوئی رشکِ چمن
عیش زا انگد و نل نیل کا بھی ہو مسکن   اور ہمراہ رہیں گے مرے دل بندِ پون
کام آئے ہیں لڑائی میں ہمارے وانر
(۲)
ہیں بھرت سے نہیں کم مجھ کو یہ پیارے وانر

پھر بھرت جی نے بہ تعظیم کیا گوش گذار   اے خطا بخشِ جہاں چارہ نمائے دلِ زار
ماں کی خاطر سے دیا تھا مجھے جو عزّ و وقار   آپ نے۔ آج وہ سب آپ پہ کرتا ہوں نثار
راج سے اب نہ رہا آج سے کچھ کام مجھے
(۳)
رام جی آپ کی طاعت میں ہے آرام مجھے

آپ لے لیں اسے اے مخزن الطاف و کرم   دور قدموں سے کریں اپنے نہ مجھ کو کوئی دم
آپ ہی کے لئے زیبا ہے یہ سب جاہ و حشم   کر کے عرض اتنی بھرت جی نے لئے چوم قدم
کیکئی نے بھی کہا اُن سے کہ اے رام سنو
(۴)
مایۂ راحت و سرمایۂ آرام سُنو

خوش ہوں میں تم سے کہ جو میں نے کہا تم نے کیا   سر پہ بن باس کا آزار و محن اپنے لیا
اب بتاتی ہوں میں یہ تم سے بلا ریو و ریا   میں نے بن باس تمہیں راج بھرت کو تھا دیا
عقل میں میری کچھ اُس وقت خلل آیا تھا
(۵)
میری آنکھوں میں اندھیرے کا سماں چھایا تھا

سوجھتا کچھ بھی نہ تھا خود غرضی تھی دل میں　　آگیا فرق تھا آنکھوں کے ہماری تل میں
قول سے اپنے تھے راجہ بھی بڑی مشکل میں　　داغ کا خوف تھا رگھو کُل کے مہِ کامل میں
آج دیتی ہوں میں خوش ہوکے وہی راج تمھیں
(۶) دیں گے ٹیکا بھی گُرو دیو مہا راج تمھیں

ہے یہ خواہش مری اب دو نہ تم اس بات کو طول　　سلطنت لے لو تو رہ جائے رعایا نہ ملول
رام جی نے یہ کہا تب کہ ہے سب مجھ کو قبول　　حکم دے تو مجھے اور ذات سے میری ہو عدول
یہ تو ممکن ہی نہیں جان رہے یا نہ رہے
(۷) چاہے دنیا میں مرا مان رہے یا نہ رہے

کہہ کے یہ راج کی لی رام نے ہاتھوں میں عناں　　کلمے تحسیں کے ہوئے اُنکے ہر اک سو سے رواں
رام جی جو کہ ہیں شاہنشہِ شاہانِ جہاں　　کھیل ہے اُنکے لئے یہ حشم و شوکت و شاں
سب کا حاکم ہو جو اُس کو یہ حکومت کیا ہے
(۸) جس کا سب کچھ ہو اُسے کوئی ضرورت کیا ہے

اپنے بھکتوں کی مگر چونکہ تھی خاطر منظور　　اس لئے اُن کا ہوا قالبِ انساں میں ظہور
یہ چرِت ہوگا زمانہ کو عمل کا دستور　　داس ہیں اُن کے جو سُن کر اسے ہونگے مسرور
ہوگا سنسار کو یہ گیان سکھانے والا
(۹) مُکتی پائے گا اسے سننے سنانے والا

شہر میں رام کے آنے کی خبر جب یہ چھائی　　رقص و نغمہ سے ہر اک جا ہوئی بزم آرائی
تھی رعایا جو وہ ہونے کو قدمبوس آئی　　خوش بہت دیکھ کے اُن سب کو ہوئے رگھورائی
چشمِ رحمت سے یہ اعجاز دکھایا اُن کو
(۱۰) داغِ فرقت کے جو تھے دل پہ مٹایا اُن کو

اپنے ساسوں کی قدمبوس ہوئیں جانکی جی　　اور دعا جس سے اچل اُنکی ہوا اہوات[1] وہ لی　　अहिवात[1]
پھر نچھاور دُر و دینار کی ماتاؤں نے کی　　اور جس چیز کی خواہش تھی جسے اُسکو وہ دی
تب گرے پاؤں پہ ماتاؤں کے آکر وانر
(۱۱) اور خوش اُن سے دعائیں ہوئے پا کر وانر

آ کے تب تارا و رُوما نے چھوئے اُنکے قدم ہر گلی کوچہ میں بجتی تھی بدھائی بہم
آتے ہر سُو سے تھے کانوں میں دلآویز نغم اس قدر جشن بڑھا شہر کی وسعت ہوئی کم
عورتیں سیتا کے دیدار کو مل کر آئیں
(۱۲) آرتی سونے کے تھالوں میں سجا کر لائیں

اس طرح جشن کئی روز رہا شہر میں جب آ کے گُورُ دیو نے ایوانِ شہنشاہی پہ تب
ساری ماتاؤں کو اور بھائیوں کو کر کے طلب یہ کہا اُن سے کہ نزدیک ہے وہ وقتِ طرب
ہوں گے جب رام و سیا زیب دہِ تختِ اودھ
(۱۳) ہو گا جب عرشِ معلّی سے بریں تختِ اودھ

اس لئے چاہئے کرنا ہمیں اب تیّاری تا کہ پڑ جائے نہ اُس وقت کوئی دشواری
سلطنت بھر میں کرو حُکم اسی دم جاری اور جو چیزیں ہیں ضروری ہوں فراہم ساری
آئیں پا بوسی کو سب باجگُزارانِ اودھ
(۱۴) پیش کش نذر کریں جتنے ہیں یارانِ اودھ

بولے سُگریو سے جا کر یہ بھرت بعد ازاں چار قُلزم کا ہمیں آب ہے درکار یہاں
ہیں سفیر آپ کے ہمراہ بہت تیز رواں سارے آفاق میں وہ جا نہیں سکتے ہیں کہاں
اس لئے دیجئے حُکم آپ اُنھیں جانے کا
(۱۵) اور جلدی سے کلس بحر سے بھر لانے کا

حُکم پا کر یہ چلے ایک طرف کو انگد شاہِ خرساں نے کیا دوسری جانب کو عمد
تیسری سمت چلے اُٹھ کے سُکھین اہلِ خرد اور اُتّر کو ہنومان بڑھے مثلِ اسد
دیر مطلق نہ ہوئی جلد پھر آئے چاروں
(۱۶) بھر کے سونے کے کلس بحر سے لائے چاروں

حُکم شترگھن سے تب راج کا آیا نائی جو لٹیں سر پہ بڑھی تھیں وہ گئیں کٹوائی
غسل سے بھائیوں نے جب کہ فراغت پائی بولے اس طرح لکھن لال سے تب رگھورائی
جا کے سُگریو کو بھی غسل کرا دو جلدی
(۱۷) خوشنما زیوروں کپڑوں سے سجا دو جلدی

خرس و میموں بھی جنھوں نے مجھے دی ہے امداد جن کی نصرت سے ہوئیں شاپ سے سیتا آزاد
جن کی یاری سے بر آئی ہے مرے دل کی مراد ہے بھرت سے بھی محبت مجھے اُن سب کی زیاد
جنگ میں میرے لئے جان پہ کھیلے ہیں وہ
(۱۸) آفتیں دل پہ ہر اک قسم کی جھیلے ہیں وہ

ہو اُنھیں جس کی تمنا ہو وہی چیز بہم تاکہ رہ جائے نہ پھر دل میں کوئی حسرت وغم
ہو بھبھیشن کا بھی اعزاز نہ سُگریو سے کم کیونکہ دونوں یہ برابر ہیں سزاوار کرم
رام کے حکم کی فی الفور ہی تعمیل ہوئی
(۱۹) بڑھ کر ایک ایک سے اُن دونوں کی تفضیل ہوئی

خرس و میموں تھے وہاں جتنے وہ سب صورتِ ناس کر کے تب زیبِ بدن زیور و زرکار لباس
آئے سُگریو کے ہمراہ شری رام کے پاس کر کے تعظیم شری رام کی کی سب نے سپاس
اور کہا ایسی ہماری کبھی تقدیر نہ تھی
(۲۰) آپ نے دی ہے جو قسمت میں وہ توقیر نہ تھی

جا کے سُگریو نے تب مُرشدِ کامل کے قریب عرض کی جوڑ کے ہاتھ اُنسے یہ باصد ترحیب
کیجئے بہرِ نوازش کوئی ایسی ترکیب تاجپوشی کی ہو تقریب کا دیدار نصیب
منتظر سب ہیں کہ کب تخت نشیں ہوں شری رام
(۲۱) ہے تمنا یہی قشقہ بہ جبیں ہوں شری رام

تب بسشٹ آئے جہاں پر تھا وہ شاہی دربار اور برہمن بھی بلائے گئے سب واقفِ کار
آگئے زاہد و عابد بھی بہ اعزاز و وقار جسمِ انساں میں ملک آئے برائے دیدار
رام اور جانکی جی زیب دہِ تخت ہوئے
(۲۲) عرش کے عرشِ معلی سے بریں بخت ہوئے

سب سے پہلے شری گورُ دیو نے قشقہ کھینچا بعدہٗ گوتم و جابالی نے کی رسم ادا
بامَ دیو۔ آدی کو یشور نے تلک پھر جو کیا شور جے جے کا ہر اک سو سے ہوا روح فزا
بارشِ گل ہوئی ہر سمت سے رگھورائی پر
(۲۳) داد دیتے تھے ملک انجمن آرائی پر

شترو ہن جی نے وہیں چتر بصد فخر لیا اور مگس رانی کا اعزاز بھیشن کو ملا
پیش کش پہلے ملائک کی ہوئیں بیش بہا تحفہ تب رام کو ہر شاہِ زمانہ نے دیا

شانِ اکلیلِ زری فرقِ منوّر سے تھی
(۲۴) بوئے خوش زلفوں کی بڑھ کر کہیں عنبر سے تھی

گونج اُٹھے نغمۂ دلکش سے زمین اور زماں راگ اور رنگ کا تھا ہر دو جگہ ایک سماں
تہنیت دیتے تھے تعظیم سے شاہانِ جہاں دیوتا کرتے تھے سُرلوک سے اوصاف بیاں

لے کے بِرہما کو مہادیو وہاں پر آئے
(۲۵) اور یہ حمد کے الفاظ زباں پر لائے

استُتی

چوپائی۔ جے جے بِشو باس بھگوانا جے سَت چِت آنند نِدھانا
نیل کمل سم شیام شریرا مُکٹ منوہر مرکت ہیرا
اُر مَنِ ہار بِبھوشن دھاری پد راجیو بھگت ہتکاری
سیا سہت سنگھاسن سوہت رُوپ مدن رتی مَن اتی موہت
شارد شیش وید یش گاویں آدی مدّھی اَرُ انت نہ پاویں
ایک اَنیک جگت کے کارن داسن کے دُکھ دوش نِوارن
جگ اُدبھو پالن لے کرتا مایا دوش رہت اگھ ہرتا

स्तुति

जय जय विश्व-वास भगवाना । जय सत्-चित्-आनन्द-निधाना ।।
नील कमल सम श्याम-शरीरा । मुकुट मनोहर मरकत हीरा ।।
उर मणि-हार-विभूषण - धारी । पद-राजीव भक्त-हित-कारी ।।
सिया-सहित सिंहासन सोहत । रूप मदन-रति-मन अति मोहत ।।
शारद शेष वेद यश गावैं । आदि मध्य अरु अन्त न पावैं ।।
एक अनेक जगत के कारन । दासन के दुख-दोष-निवारन ।।
जग उद्भव-पालन-लय - कर्ता । माया - दोष-रहित अघ-हर्ता ।।

دوہا - بھکتن کے ہت تن دھرت - کرت چرتر انیک
جیہی گاوت پاوت سبے - گیان وِراگ ببیک

چوپائی - نمو رام سہ جنک کماری دیت موکھ بھکتن سکھ کاری
رہت آتم سکھ مگن سدائی کرت سِدھ مُن جن سیوکائی
جانیں تمہیں سدا سوئی گیانی جنہیں نہ تو مایا نیرانی
تمہیں جگ گھٹ گھٹ کے باسی تمہیں روی شش تیج پرکاسی
انل انل تم دین دیالا کرہو سدا جیوں پرتپالا
پران اپان سمان اُدانا تمہیں ویان روپ بھگوانا
دھیریہ شوریہ - آیو رگھورائی سُلبھ سبہیں ستّا تو پائی

دوہا - موہیں سمیت بدھ بشن ار - یاوت یہ سنسار
کن کن تم ویاپت سبھیں - سب تمہرے ہی آدھار

اکل انیہ اگن ادناشی وید پوران بدت سکھ راشی
ستیہ استیہ جگت جو بھاست سو سب تم تمہی سو پرکاست

दोहा—भक्तन के हित तनु धरत, करत चरित्र अनेक।
जेहि गावत पावत सबै, ज्ञान - विराग-विवेक ॥

चौपाई—नमो राम सह जनक-कुमारी। देत मोच्छ भक्तन-सुख-कारी ॥
रहत आत्म-सुख-मगन सदाई। करत सिद्ध-मुनि-जन सेवकाई ॥
जानैं तुम्हैं सदा सोइ ज्ञानी। जिनहि न तव माया नियरानी ॥
तुमहीं जग घट घट के बासी। तुमहीं रवि-शशि-तेज-प्रकासी ॥
अनल अनिल तुम दीन दयाला। करहु सदा जीवन प्रतिपाला ॥
प्रान अपान समान उदाना। तुमहीं व्यान रूप भगवाना ॥
धैर्य शौर्य आयू रघुराई। सुलभ सबहिं सत्ता तव पाई ॥

दोहा— मोहिं समेत विधि विष्णु अरु, यावत् यह संसार।
कण कण तुम व्यापत सबहिं, सब तुम्हरेहि आधार ॥

चौपाई—अकल अनीह अगुण अविनाशी। वेद-पुराण-विदित सुख-राशी ॥
सत्य असत्य जगत जो भासत। सो सब तुम तुमहीं सो प्रकासत ॥

استھاور جنگم جگ جیتے　　رام اننت روپ تم تے تے
مایا بسس جیو سنساری　　جان سکیں نہیں تمھیں کھراری
تو بھکتن سیوا آدھارا　　جان جائے کچھ چرت تمھارا
درڑھ وشواس نام رکھ جوئی　　جپے مکتی نر پاوے سوئی
یہ بر دیہو رام مو پاہیں　　جے یہ استتی سنہیں سناہیں
دوہا- تن پر کرپا کرہو تم - پریں نہ تے بھو کوپ
کر اننت سکھ پاوہیں - تو ساکیت انوپ

جوڑ کر ہاتھ کہا اندر نے اے دینِدیال　　شیو و برہما کی دعاؤں کے سبب سے تھا یہ حال
آپ کے لطف سے ہم سب کا ہوا دور ملال　　چھن گیا تھا جو ملا پھر ہمیں واپس اقبال
رخنہ گر اب نہ وہ عفریتِ خود آرا ہوگا
عیش و راحت میں بسر وقت ہمارا ہوگا (۲۶)
آپ کا شکر ادا ہو نہیں سکتا ہم سے　　تا ابد آپ نے دی سب کو رہائی غم سے
مٹ گیا جور و تعدی کا نشاں عالم سے　　خوفِ آزار رہا اب نہ کسی کے دم سے
پورا ابھیشیک[۱] کے بھی دید کا ارمان ہوا
ہر طرح بھکتوں کی بہبودی کا سامان ہوا (۲۷)
اپسراؤں نے کیا بعد ازاں رقص و سرود　　رنج اور غم ہوئے ہر شخص کے دل سے مفقود
کر کے تب کنر و گندھرب و نروناگ سجود　　پا کے پھل جنم کا دیدار سے ہو کر مسعود

(۱) अभिषेक

अस्थावर जङ्गम जग जेते । राम अनन्त रूप तुम ते ते ॥
माया विवश जीव संसारी । जानि सकैं नहिं तुमहिं खरारी ॥
तव भक्तन सेवा-आधारा । जानि जाय कछु चरित तुम्हारा ॥
दृढ़ विश्वास नाम रखि जोई । जपै मुक्ति नर पावै सोई ॥
यह वर देहु राम मो पाहीं । जे यह अस्तुति सुनहि सुनाहीं ॥
दोहा—तिन पर कृपा करहु तुम, परैं न ते भव-कूप ।
करि अनन्त-सुख पावहीं, तव साकेत अनूप ॥

اپنے مسکن کو گئے رام کی استتی کر کے
(۲۸) گوہرِ مقصدِ دیدار سے دامن بھر کے

کر کے تب وشنو بدھاتا نے بھی حمدِ شری رام عرض کی اُن سے کہ اے منتظمِ بزمِ فخام
آپ ہی کا فقط اک ہم کو سہارا ہے مدام آپ آتے ہیں ہر اک کربت و تکلیف میں کام
آپ کا فیض بیاں ہو نہیں سکتا ہرگز
(۲۹) آپ کا راز عیاں ہو نہیں سکتا ہرگز

کچھ نہ نیرنگیٔ عالم کا پتا ہم کو چلا اور نہ کچھ راز ہمیں اپنی ہی ہستی کا ملا
کس کو معلوم ہے کیا ہے سبب اس دنیا کا زندگی ملتی ہے کیوں ہوتا ہے کیا بعدِ فنا
ہاں اگر آپ کا ہو لطف تو یہ راز کھلے
(۳۰) موت اور زیست کا اندازِ فسوں ساز کھلے

آپ کی ہستی ہے یہ مُلکِ عدم آپکا ہے آپ کے بھگتوں کی جاں نقشِ قدم آپ کا ہے
معجزہ دافعِ آزار و ستم آپ کا ہے آپ کی ہے یہ نوازش یہ کرم آپ کا ہے
جس سے اب دہر میں وہ غم کا نظارا نہ رہا
(۳۱) راوَنِ ظلم شعار و ستم آرا نہ رہا

کر کے اس طور یہ تب حمد و ثنائے رگھوبر دیوتا چل دیئے سب رام سے رخصت ہو کر
طبل و قرنا کی صدا چرخ سے آتی تھی اُدھر نغمہ ہائے طرب افزا و مسرّت تھے اِدھر
تا جیو شی کی ہر اک سمت خوشی چھائی تھی
(۳۲) در پہ اقبال و مسرّت کی جبیں سائی تھی

رام کا راج تھا سنسار میں آزار نہ تھا لوگ دیندار تھے سب کوئی بھی بدکار نہ تھا
سبز کھیتی تھی۔ کہیں قحط کا اظہار نہ تھا وقت پہ ابر کو بارش سے کچھ انکار نہ تھا
سب تو انگر تھے۔ نہ مفلس تھا نہ درویش کوئی
(۳۳) کوئی دشمن تھا کسی کا نہ بداندیش کوئی

مبارکبادی

اودھ کے عرش پر تارا مبارک ہو مبارک ہو
ہوئے رگھوبر سریر آرا مبارک ہو مبارک ہو
زمیں کو تاج پوشی کی خوشی اور جشن کے ساماں
فلک کو کوس ونقارہ مبارک ہو مبارک ہو
نہالِ زندگی ماتاؤں کا دل خواہ برلایا
انھیں اپنا جگر پارا مبارک ہو مبارک ہو
کِھلا لچھمن بھرت اور شتروہن کا غنچۂ خاطر
چلا عشرت کا فوّارا مبارک ہو مبارک ہو
قدوم میمنت افزاے رگھوبر سے اجودھیا کے
بڑھا اقبال کا دھارا مبارک ہو مبارک ہو
خوشا قسمت زہے تقدیر اودھ کے رہنے والوں کی
ہوئے محظوظِ نظّارا مبارک ہو مبارک ہو
ہوئے سب خوش عروسِ خرّمی کی ہمکناری سے
ملا کُلفت سے چھٹکارا مبارک ہو مبارک ہو
مبارک جانکی کو رام ہوں اور رام کو سیتا
انھیں پیاری انھیں پیارا مبارک ہو مبارک ہو

نہیں روئے زمیں پر اپنا حامی کوئی نارائن
تجھے اک رام کا یارا مبارک ہو مبارک ہو

سوئیا

راجت راج سنگھاسن رام سیا سُکھ سیو مہا چھبی چھائی
دیون پُشپن برشٹ کری ابھیشیک بھیو جب ہیں سُکھدائی
شترودمن کر چھتر گہے ارو چامر لنک پتی کپی رائی
دابت پانوں نراین، کیسری نندن ہرش ہئے نہ سمائی

دوہا

مُدت ماتو پُرجن انج برہما وشنو مہیش
برشہیں سُر سُرترو سُمن دیکھی رام اودھیش

सवैया—राजत राज-सिंहासन राम-सिया सुख-सीव महा-छवि छाई।
देवन पुष्पन-वृष्टि करी अभिषेक भयो जबहीं सुखदाई।
शत्रुदमन कर छत्र गहे अरु चामर लङ्कपती कपिराई।
दाबत पांव 'नरायन' केसरि-नन्दन हर्ष हिये न समाई॥

दोहा—मुदित मातु पुरजन अनुज, ब्रह्मा विष्णु महेश।
बरषैं सुर सुरतरु-सुमन, देखि राम अवधेश॥

برنت گُن گن رام کے گے سُر نج نج لوک
رام راج چھایو سکل کاہو ہیں دُکھ نہ شوک

سرگ سولھواں

رام چندر جی کا سُکھاؤں کو رخصت کرنا

رام اور جانکی جس دن سے ہوئے تخت نشیں　　رہ گیا راج میں کوئی بھی نہ مغموم و حزیں
بارور نخل ہوئے ہو گئی زرخیز زمیں　　پھول سب عطر سے بھی بڑھ گئے خوشبو میں کہیں
قحط کا اُن کے قلمرو میں کہیں نام نہ تھا
(۱) دزد و رہزن سے کوئی موردِ آلام نہ تھا

جب کئی ماہ گئے عیش و مسرّت سے گذر　　خرس و میموں کو وطن کی بھی گئی بھول خبر
ایک دن پاس تب اُن سب کو طلب فرما کر　　گھر کی یاد اُن کو دلاتے ہوئے بولے رگھوبر
گو مرا دل نہیں کہتا کہ کروں دور تمھیں
(۲) دن بہت ہو گئے کرتا نہیں مجبور تمھیں

تب تحائف کئی تسو بیش بہا منگوائے　　اور دیئے اُن میں سے وہ اُنکو جنھیں جو بھائے
لاکھوں دینارِ زری برہمنوں نے پائے　　اور وہ جن سے ضیا مہر کی بھی شرمائے
شاہِ سُگریو کو دی ایسے گہر کی مالا
(۳) شاہِ لنکا کو بھی دی اک دُرو زر کی مالا

ایک جوڑی دیئے انگد کو مرصّع جوشن　　انجمن ساری ہوئی جن کی چمک سے روشن
ہار تھے جس میں پڑے دُرِّ عدن لعلِ یمن　　جس کی تنویر سے تھا ماندمہ چرخِ کہن
اپنے سر سے شری رگھوبر نے اُتارا اُسکو
(۴) ہو کے خوش گردنِ سیتا میں سنوارا اُسکو

बरनत गुणगण राम के, गे सुर निज निज लोक।
राम-राज छायो सकल, काहुहिं दुःख न शोक ॥

لے کے مالا وہ شری جانکی نے ہاتھ میں تب کی نظر اُن پہ جو تھے زیبِ دہِ بزمِ طرب
دیکھ کر رام کو درپردہ کیا حکم طلب رام جی جان گئے بات جو تھی دل میں وہ سب
بولے خوش جس سے ہو تم اُسکو یہ دیدو مالا
(۵) ہو سزاوار جو دو تم یہ اُسی کو مالا

کرکے پھر جانکی جی بزم میں ہر سمت نظر ہوکے خوش بولیں ہنومان سے اے لختِ جگر
وہ جو احسان تمھارا ہے ہمارے سر پر یہ تو ممکن نہیں ہوں اُس سے سُبکدوش مگر
یہ جو رگھوبر سے ملی ہے مجھے پیاری مالا
(۶) ہوگئی آج سے لو اب یہ تمھاری مالا

لوگ سب اُسکی چمک دیکھ کے حیران ہوئے دل میں مایوس جنھیں اُسکا تھا ارمان ہوئے
شاد مالا وہ جو پائی تو ہنومان ہوئے زینتِ محفلِ احباب بصد شان ہوئے
اُس حمائل سے ہوا نور دوبالا اُن کا
(۷) مرتبہ سب سے ہوا اور بھی اعلیٰ اُن کا

لے کے اُس ہار کا ہنومان جی اک ایک گہر توڑنے اُس کو لگے دانت سے میمون سیر
بولے سُگریو کہ اس ہار پہ تھی سب کی نظر کیوں اسے توڑ کے طینت کا دکھاتے ہو اثر
قدر کچھ تم نے نہ کی گوہرِ یک دانہ کی
(۸) ہے یہ دانا کی روش یا کہ ہے دیوانہ کی

بولے ہنومان جی سُگریو کا سُنکر یہ کلام شاکرِ جانکی ہوں شکر گذارِ شری رام
میں نے مانا کہ یہ مالا تھی پسندیدۂ عام تھی یہ بیکار مگر اس میں نہ تھا رام کا نام
خوبیٔ حسن نہیں بیش بہا ہونے میں
(۹) ہے تو ہے نور شہِ ارض و سما ہونے میں

بولے سُگریو یہ پھر اُن سے کہ اے اہلِ خرد آخر اس وہم و گماں کی ہے تمھارے کوئی حد
توڑ کر تم نے جواہر یہ جو سب کر دیئے رد چیر کر پھینک نہیں دیتے ہو کیوں اپنا جسد
کیوں کہ اس میں بھی کہاں نام لکھا رام کا ہے
(۱۰) اور جب یہ نہیں تو جسم یہ کس کام کا ہے

بولے ہنومان کہ بے شک مجھے درکار نہیں جسم وہ جس میں ہو اس نام کا اظہ
جس طرح مہر اگر پرتوِ انوار نہیں اور وہ باغ ہو کچھ جس میں بجز خ
کہہ کے خالی ہے تو بے کار ہے جینا اپنا
(۱۱)
چیر کر پیشِ نظر کر دیا سینا اپنا
نام کے نقش کا اُن سب کو دکھایا اعجاز گنبدِ چرخ سے تحسین کی آئی
شاد ممتاز ی پہ بندہ کی ہوئے بندہ نواز اور چاہا کہ کریں دستِ نوازش کو
بولے ہنومان ہو جس بات کا ارمان تمھیں
(۱۲)
مانگ لو مجھ سے وہ دیتا ہوں اسی آن تمھیں
جوڑ کر ہاتھ ہنومان نے تب عرض یہ کی کونسی چیز ہے جو مجھ کو نہ ہو آپ
گو کہ خواہش نہیں باقی مرے اب لمیں کوئی تو بھی مانگوں گا تو مانگونگا میں بردا
آپ کا نام ہے اس دہر میں جب تک قائم
(۱۳)
جسم میرا رہے دنیا میں یہ تب تک قائم
دم بدم وردِ زباں آپ ہی کا نام رہے آپ کا جلوہ میسّر سحر و شام
میری نظروں میں یہی روئے دلارام رہے اور بھکتوں کی حفاظت مرا اک کا
ہیں یہ باتیں وہ ہے جن کیلئے حسرت میری
(۱۴)
ان سے ہوتی نہیں آسودہ طبیعت میری
رام جی بولے تمنّائیں یہ ہوں گی پوری تم کو ہو ہی نہیں سکتی ہے کوئی
ہو نہیں سکتی ہے ہم دونوں میں باہم دوری تم کرو چاہے جو دیتا ہوں تمھیں
کلپ بھر عیش سے اپنی بسر اوقات کرو
(۱۵)
ہو تمنّا تمھیں جس بات کی وہ بات کرو
بعد اس کے نہ رہے گا کوئی جب دل میں خیال تم مرے روپ میں مل جاؤ گے اے
جانکی نے یہ دعا دی اُنھیں خوش ہو کے کمال ہو وہ اقبال تمھارا جسے آئے نہ
جملہ راحت کے مہیّا تمھیں سامان رہیں
(۱۶)
نعمتیں جتنی ہیں سب تم پہ وہ قربان رہیں

رِدّھیاں ساتھ سے جائیں نہ تمہارے کسی دم　　رِدّھیاں حکم کے باہر کبھی رکھیں نہ قدم
مایا اور برہمہ کا یوں اُنپہ ہوا جب کہ کرم　　بارِ احساں کے سبب دیدہ ہوئے اشک سے نم
پریم کے جوش میں ہنومان جی کچھ کہہ نہ سکے
(۱۷) صدفِ چشم میں اشکوں کے گہر رہ نہ سکے

کرکے اُن موتیوں کو دونوں کے قدموں پہ نثار　　بندنا جانکی اور رام کی کرکے کئی بار
گو جدائی کا خیال اُن کو نہ دیتا تھا قرار　　چلدیئے کوہِ ہمالہ کی طرف آخرِ کار
اس طرف رام نے خدمات کی یاد آنے پر
(۱۸) غم کا اظہار کیا اُن کے چلے جانے پر

بعد ازاں دیکھ کے جوڑے ہوئے گُہراج کو ہات　　رام جی بولے کہ اے مونسِ فرخندہ صفات
جاکے گھر عیش سے کرنا بسر اپنی اوقات　　دھیان سے میرے ملیگی تمہیں دنیا سے نجات
مُکتی پا جاؤ گے تم جنم مرن سے اپنے
(۱۹) دُکھ نہ ہوگا تمہیں کچھ چھُٹنے کا تن سے اپنے

آتمک گیان کا اُپدیش کیا بعد ازاں　　زیور و زر دیئے خوش ہو کے دیئے ملک و مکاں
دین و دنیا میں ملی اُس کو جب اس طور اماں　　رام سے مل کے ہوا وہ سوئے سنگرور رواں
شکلِ رگھوبر نہ ہوئی قلب سے روپوش کبھی
(۲۰) دل سے عرفاں نہ ہوا اُس کے فراموش کبھی

اور میموں بھی جو تھے رام کے ہمراہ آئے　　جلد لچھمن نے لباس اُن کے لئے منگوائے
سب کی خاطر ہوئی انعام سبھوں نے پائے　　کلمۂ شکر وہ سب اپنی زباں پہ لائے
سب ہوئے گھر کو رواں رام سے رخصت پاکر
(۲۱) عیش سے رہنے لگے اپنے وطن میں جاکر

سلطنت بالی کی سُگریو کے سب ہاتھ آئی　　اور لنکا کی ببھیشن نے حکومت پائی
راج میں اُن کی بغاوت ہی تباہی لائی　　اور سزاوار تھے وہ اس کے کہ ہو رسوائی
تو بھی ذکر آیا نہ اُن کا کبھی الزام کے ساتھ
(۲۲) راج میں راج لگے کرنے وہ آرام کے ساتھ

اس طرف رام جی لچھمن کو بنا کر یوراج نیت اور دھرم سے کرنے لگے سنسار میں راج
تھے شہنشاہ مِلک سب اُنھیں دیتے تھے خراج ڈوبتا تھا نہ کبھی حدِ حکومت میں سراج
یگیہ کر کر کے غریبوں کو بہت دان دیا
(۲۳) ہو کے بھگوان وہ۔ کرتا ہے جو انسان۔ کیا

خواہشِ اجر نہ تھی اُن کو نہ تھی فکرِ مآل تھا نہ اُن پر اثرِ ماضی و مستقبل و حال
ہمیش کا رام کو رہتا تھا مگر اپنے خیال بس کئے کام وہ جو ہو گئے انساں کو مثال
اُن کی خدمت میں لکھمن لال رہا کرتے تھے
(۲۴) شترو ہن اور بھرت اُن کا کہا کرتے تھے

راج میں اُن کے کسی پر کوئی بیداد نہ تھی شاد سب اُن کی رعایا کوئی ناشاد نہ تھی
چور کا نام نہ تھا ظلم کی بنیاد نہ تھی بیوگی سے کوئی زن مائلِ فریاد نہ تھی
جھوٹ کا دخل نہ تھا عہد میں سچائی کے
(۲۵) منتظر در پہ پذیرائی تھی گویائی کے

زندگی میں نہ کسی کے بھی مرا اُس کا پسر سانپ بچھو سے کسی کو کبھی پہونچا نہ ضرر
تھا کسی سے نہ کسی کو بھی کوئی خوف و خطر عیش و آرام سے سب کرتے تھے وقت اپنا بسر
بارشِ ابر بہ اندازِ کرم ہوتی تھی
(۲۶) وقت پر اپنے زیادہ نہ تو کم ہوتی تھی

دھرم میں اپنے رہا کرتے تھے سب لوگ سدا راستہ تھا نہ کوئی اور شریعت کے سوا
سب تھے خوشحال جہاں میں کوئی مفلوک نہ تھا بھول کر بھی کوئی دیتا نہ کسی کو تھا دغا
باغِ ہستی میں سوا گُل کے نہ تھا خار کوئی
(۲۷) پیار تھا سب میں نہ تھا درپئے آزار کوئی

کھُل گئے گنج زر و سیم وہ سب تھے جو نہاں ہو گئیں گوہر و الماس کی کانیں بھی عیاں
موتیاں رولتی تھی بحر کی ہر موجِ رواں کُل اجودھیا کے نظر آتے تھے زر دوز مکاں
رام کا ہر کس و ناکس پہ کرم رہتا تھا
(۲۸) کوئی دُکھ درد کسی کو نہ تو غم رہتا تھا

راج میں اُن کے کسی کو نہ ہوا کوئی ملال مثلِ ماں باپ کے تھا اُن کو رعایا کا خیال
اُن سے پوشیدہ کسی کا کبھی رہتا نہ تھا حال ہو کے بیخوف و خطر شیر سے رہتے تھے غزال
سو صدی رام کا سنسار میں وہ راج رہا
(۲۹) عہد میں اُن کے نہ کوئی کبھی محتاج رہا

رام جی کی یہ کتھا جو کہ ہے وِگیان بھری جس میں ویراگ کی ہوتی ہے عیاں جلوہ گری
کہہ کے پہلے پہل از راہِ عنایت نظری شیو مہاراج نے گرجا کو کیا غم سے بری
تب یہ وِگیان کتھا دہر میں مشہور ہوئی
(۳۰) ظلمتِ ہستی میں عرفاں کے لئے نور ہوئی

جو پڑھے گا یہ کتھا رام کی کر کے تعظیم ہو گا اس دہر میں وہ مالکِ گنجِ زر و سیم
اُسکو کچھ خوف کسی کا نہ رہے گا نہ تو بیم دیکھتے ہی اُسے ہٹ جائینگے سب اُسکے غنیم
مرتبہ ہو گا بڑا عمر بڑی پائے گا
(۳۱) منزلِ راہِ عدم کو نہ کڑی پائے گا

غور سے اس کو پڑھے یا کہ سنے کوئی اگر زندگی کا اُسے مل جائے بلا شُبہ ثمر
اُس کو حاصل ہو وہی ہو جو اُسے مدِّ نظر یا پ کا پھر اُسے رہ جائے نہ باقی کوئی ڈر
جسکے دل میں ہو ہوس دولت و اقبال بڑھے
(۳۲) رام کی تخت نشینی کی وہ تقریب پڑھے

پڑھ کے روزانہ جو آغاز سے اتمام کرے دامنِ دل وہ مراک گوہرِ مطلب سے بھرے
رام اور جانکی کا پاٹھ میں جو دھیان دھرے بھکتی اور مُکتی ملے اُسکو وہ بھوسندھ تَرے
اس کو پڑھنے سے مُرادِ دلِ ناشاد ملے
(۳۳) اس کو سننے سے جو خواہش ہو تو اولاد ملے

جو پڑھے اس کو اُسے کیا نہ بہم ہو جائے رام کی اُس پہ رواں جوئے کرم ہو جائے
جو سُنے اُس کا ہر اک دُور الم ہو جائے ہو جو تقدیر میں غم تو بھی وہ کم ہو جائے
گیان ویراگ سکھاتی ہے یہ نایاب کتاب
(۳۴) بھکتی اور مُکتی دلاتی ہے یہ نایاب کتاب

دیوتا آتے ہیں ہوتی ہے جہاں راماین دیتی اُن کو بھی ہے کُلفت سے اماں راماین
مغفرت کو ہے یہ اک رازِ نہاں راماین کیا عجب ہو جو یہ مقبولِ جہاں رامایَن
اس کے ہر بند میں پنہاں صفت اکسیری ہے
(۳۵) اس کے ایجاب کو اک آس جہا بیر کی ہے

تیرے سایہ میں ہے نارآین اب اے ابرِ کرم ہو وہ رحمت ہوں ترے عشق میں دیدہ مرے نم
ہو مری گردنِ تسلیم رضا میں تری خم کر نوازش سے عنایت بے مجھے دیدارِ قدم
ہو اگر یہ تو مرا جنم سپھل ہو جائے
(۳۶) عقدۂ فکرِ تناسخ مرا حل ہو جائے

آسرا ایک تمھارا ہے مجھے انجنی لال دیکھیں کبتک نہیں آتا ہے مراتم کو خیال
جو تمھارا ہے اُسے کس لئے ہے رنج و ملال تم سے پوشیدہ نہیں ماضی و مستقبل و حال
اپنا دُکھ تم سے کہوں تو مری نادانی ہے
(۳۷) کون سا راز ہے وہ تم سے جو پنہانی ہے

بے بسی پر مری ہو جاؤگے اک دن بیتاب اور بجز بندہ نوازی نہ کچھ آئیگا جواب
اپنے داسوں میں جو دیکھوگے مرا حال خراب ہے یقیں مجھ کو کروگے مراتم دور عذاب
یا تو کچھ رحم مرے حال پہ کر جاؤ گے
(۳۸) یا تو جو تم نے کہا تھا وہ مُکر جاؤ گے

غزل

نہ ہوگا میری آہوں کا ترے دل میں اثر کبتک نہ ہوگی میری حالت پر عنایت کی نظر کبتک
رُلینگے میری آنکھوں سے سرشکوں کے گہر کبتک بہے گا دل کا ناسُور اب رہے گی چشم تر کبتک
مرے نالے نہ دیں گے کچھ تجھے میری خبر کبتک شجر میری اُمید و نکا رہے گا بے ثمر کبتک
ملے گا کب سکوں موجِ حوادث کے تھپیڑوں سے رہے گا بحرِ ہستی باعثِ آزار و شر کبتک
اشارہ کر تو مل جائے نجات اس آمد و شد سے تناسخ کے جھمیلوں میں مری ہوگی بسر کبتک
تجھے اے بندہ پرور چاہیے پاسِ مسیحائی مریضِ غم مجھے رکھےگا تو اے چارہ گر کبتک

یہ مانا میں نے گمراہِ جہاں ہوں تجھکو بھولا ہوں — مگر تیرے تفقّد کا نہ ہوگا باز در کبتک
نہ دے گی چین میری گریہ وزاری تجھے دم بھر — تجھے بھی دیکھنا ہے مجھ سے رہتا ہے حذر کبتک
عطا کر روئے انور کا مجھے دیدار نارائن
بتا دے ورنہ آئے گی مری اُمید بر کبتک

مخمس

عنایت ہو نوازش ہو کرم ہو — نگاہِ لطف اتنی اے صنم ہو
مجھے درپیش جب راہِ عدم ہو — تری رحمت سے یہ ساماں بہم ہو
زباں پر نام تیرا دمبدم ہو
نہ ہو دل میں کوئی ارمان باقی — نہ غیروں کا نہ اپنا دھیان باقی
کسی کی کچھ نہ ہو پہچان باقی — نظر میں تو ہو تیری آن باقی
نہ فکرِ عیش ہو نے خوفِ غم ہو
ہو جب ظلمت مری آنکھوں میں چھائی — دکھا دے اپنی شانِ کبریائی
دمِ آخر ہو یہ مشکل کشائی — کہ کر دے نورِ عرفاں رہنمائی
نشانِ تیرگی دور اک قلم ہو
اعزّا ہوں نہ ماتم کرنے والے — مجھے تو اپنا پیتامبر اوڑھا لے
ہوں میرے وصل کے یہ ڈھب نرالے — کروں میں جسم و جاں تیرے حوالے
مرن ہو پھر نہ پھر میرا جنم ہو
جدا ہو پھر نہ تجھسے میری ہستی — فرازِ دہر میں دیکھوں نہ پستی
نہ کر پائے فلک آزار دستی — ہو ہر دم بادۂ وحدت کی مستی
دوئی کا نقش دل سے کالعدم ہو
پڑا ہوں تیری بخشش کے سہارے — لگے یہ عمر کی کشتی کنارے
اگر ہوں تیری ابرو کے اشارے — چمک اُٹھیں مری قسمت کے تارے
مرا دل رشکِ گلزارِ ارم ہو

نہیں ہے کچھ بعید از فضلِ باری   کرے بندوں کی اپنے پاسداری
ہے ناراین یہی اُمیدواری   دمِ رحلت ہو جس دم نزع طاری
مرا سر ہو جہاں تیرا قدم ہو

سوئیا

کرُنا ندھِ دین دیالُ سُنو ابھلاش کہوں اپنے مَن کی
نہیں مانگت ہوں دھن دھام کچھُو نہیں چاہت آیو بڑھے تن کی
نہیں ارتھ نہ دھرم نہ کام رُچے نہیں آس کروں گتی پاون کی
ابھلاش ہے ایک نرایَن کو پد پنکج کی چھبی دیکھن کی

سوئیا

تُم دین دیالُ میں دین دُکھی تُم ہو اگھہاری میں پاپ بھرو
تُم دھرم ندھان میں دھرم بہین کرال بپتّی کے جال پرو
یدی آپن دوش کہوں تو کہاں لو کہوں تم جانت ہو سگرو
یہی ایک وِنے ہے نراین کی شرناگتی کی کچھو لاج کرو

सवैया— करुणा-निधि दीन-दयालु सुनो अभिलाष कहौं अपने मन की ।
नहिं माँगत हौं धन धाम कछू नहिं चाहत आयु बढ़े तन की ।
नहिँ अर्थ न धर्म न काम रुचै नहिँ आस करौं गति पावन की ।
अभिलाप है एक 'नरायन' को पद-पङ्कज की छबि देखन की ॥१॥
तुम दीनदयालु मैं दीन दुखी तुम हौ अघहारि मैं पाप भरो ।
तुम धर्म-निधान मैं धर्म-बिहीन कराल-विपत्ति के जाल परो ।
यदि आपन दोष कहौं तो कहाँ लौ कहौं तुम जानत हौ सिगरो ।
यहि एक विनय है 'नरायन' की शरणागत की कछु लाजकरो ॥२॥

دوہا

نارائن، نج داس کی کس نہیں سُنت پکار
تارے اپرادھی بِپُل ہمری ہی بار وِچار
تم سمان کو ہے کہوں کا سوں من کو حال
کرو ہو دیا آپن سمجھی مو پر دین دیال
دیکھ دِین کری ہو اوَشِ رام موہیں بشواس
نارائن، کے ہردے سر نج پد کمل بکاس

दोहा—'नारायण' निज दास की, कस नहिँ सुनत पुकार।
तारे अपराधी विपुल, हमरिहि बार विचार॥
तुम समान को है कहौं, का सौं मन को हालु।
करहु दया आपन समुझि, मो पर दीन-दयालु॥
देखि दीन करिहौ अवशि, राम मोहि विश्वास।
'नारायण' के हृदय - सर, निज पद-कमल विकास॥

التجا

نہیں تابِ وحدتِ بے بدل۔ مجھے عشقِ حُسنِ مجاز ہو
جو نہ سنگِ درسے ترے ٹلے۔ مری وہ جبینِ نیاز ہو

تری یاد میں نے نہ کی کبھی۔ ہے یقیں مگر یہ مجھے قوی
نہیں اُس کو حاجتِ بندگی۔ جسے تجھ سا بندہ نواز ہو

جسے ہو مشیّتِ ایزدی پہ قنع نہ کبر نہ تمکنت
نہ تو بیم ہو نہ رجا کوئی۔ وہی تیرا محرمِ راز ہو

نہیں جس کو فکرِ سزا جزا۔ نہ طلب ہے جس کو نہ مدّعا
میں ہوں وہ گداگرِ بے نوا۔ جسے تیرے فضل پہ ناز ہو

مرا دل ہو وہ دلِ باصفا۔ جو خوشی کا گھر ہو نہ غم کدہ
فقط ایک تیری جدائی کا۔ بھرا جس میں سوز و گداز ہو

مجھے بحرِ ہستیٔ بیکراں سے جو آرزو ہو عبور کی
تو سوائے اک ترے نقشِ پا کے نہ ناؤ ہو نہ جہاز ہو

مری بے بسی کا خیال کر۔ نہ مرے گناہوں پہ کر نظر
ترے جود و فیض و سخا کا در۔ کہیں مجھ غریب پہ باز ہو

تری محمدت ہو زبان پر۔ ترا نور قلب میں جلوہ گر
تری یاد سے نہ تہی ہو سر۔ تو نظر میں پیکرِ ناز ہو

ہے نرائن اک یہی التجا۔ کہ ہو مجھ پہ چشمِ کرم ذرا
ترے رحم و لطف و نوال کا۔ مرے سر پہ دست دراز ہو

———— ہ ————

اُتّر کانڈ

—— • ——

سورٹھ

اُر آنند اُوچھاہ - سُکھ سمپت کرتل سبے
پاوت نر بھوتھاہ - رام چرت گاوت سُنت
جو نہ بھجے شری رام - 'نارائن' نرتن مِلے
تاہی دُکھ پرینام - چھیم کُشل سپنیہو نہیں

سرگ پہلا

رام چندر جی کے پاس رکھیشوروں کا آنا - راون کی پیدائش

سُن کے گرجا یہ شری رام کے اوتار کا حال
قتلِ راون ہوا جس طور سے دیتوں کا زوال
بولیں شیو جی سے بہ تعظیم کہ اے بحرِ نوال
آپ کے فیض سے سب دور ہوا دل کا ملال
برہمہ کا گیان یہ جو آپ نے سمجھایا ہے
ہے خوشی مجھ کو سمجھ میں مری اب آیا ہے (۱)

सोरठ—उर आनन्द उछाह, सुख सम्पति करतल सबै ।
पावत नर भवथाह, राम-चरित गावत सुनत ।।
जो न भजै श्रीराम, 'नारायन' नर-तन मिले ।
ताहि दुःख परिणाम, छेम कुशल सपनेहु नहीं ।।

رہ گیا دل میں نہ وسواس نہ اب کوئی بھرم کوئی آزار رہا خاطرِ مضطر میں نہ غم
عیشِ جاوید ہوا آپ کی رحمت سے بہم ساری دنیا پہ ہوا آپ کا یہ لطف و کرم
نورِ عرفاں سے نہیں ظلمتِ ہستی باقی
(۲) رہ گئی دل میں نہ ارمانوں کی بستی باقی

آرزو اور ہے اک دل میں شہِ عرش نشیں وہ بھی رہ جائے نہ ہو آپ کا گر لطف کہیں
ہے یہ خواہش کہ سُنوں کیسے شہِ ہفت زمیں اپنے ساکیت میں پھر جا کے ہوئے جلوہ گزیں
کس طرح جسم وہ مایا کا چھپایا اپنا
(۳) کس طرح سب کو یہ اعجاز دکھایا اپنا

شاد برکھیت ہوئے سُن کے یہ گرجا کا سوال اور یوں اُن سے بیاں کرنے لگے واقفِ حال
جلوہ گر تخت پہ اک روز تھے جب دین دیال اُن کے درشن کے لئے جتنے ہیں اربابِ کمال
کنٹو کشیپ۔ اسِت و انگرا و دُرباسا
(۴) بام دیو۔ اتری و بھرگو۔ گادھی سُوَن ہری داسا

اور اگست اپنے مُریدوں کو لئے ساتھ وہاں آئے در پہ تھا شری رام کا درباں جہاں
اُس سے بولے کہ کرو رام سے جا کر یہ بیاں کُنبھج اور اور بھی مُن دید کا لے کر ارماں
در پہ ہیں آپکو دیتے ہیں دعائیں سب لوگ
(۵) ہو اگر حکم تو پاس آپکے آئیں سب لوگ

جا کے درباں نے اُسیوقت مہاراج کے پاس جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے خُسروِ ناس
مُن اگست اور کئی رِش لئے دیدار کی آس قصر کے در پہ دعا دیتے ہیں کرتے ہیں سپاس
اُن کے لانے کے لئے حُکم اگر پاؤں میں
(۶) جا کے جلدی سے یہاں پر اُنھیں لے آؤں میں

خوش ہوئے رام جی درباں کے سُنے جب یہ کلام اور دیا حُکم کہ لے آؤ بہ تعظیم تمام
پایا اس طرح سے درباں نے جو حُکمِ شری رام جلد آیا وہ جہاں پر تھا مُنیشوں کا قیام
ساتھ تعظیم اور اعزاز کے لایا اُن کو
(۷) جلوۂ رام رما ناتھ دکھایا اُن کو

تخت سے اُٹھ کے کیا رام نے اُن سب کو پرنام　　جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ حاضر ہے غلام
آپ آئے تو ملا آج ہمیں دل کا مرام　　آپ کے نور سے پُر نور ہوئے سب در و بام
کر کے خود سب کی مُدارات بٹھایا اُنکو
(۸)　طرزِ اخلاقِ شری رام یہ بھایا اُن کو

تب اگست اُن سے یہ بولے کہ سنو رگھورائی　　ہم نے دیتوں کی لڑائی کی خبر سب پائی
ہو تمھیں جس نے رہائی ہمیں یہ دلوائی　　ورنہ جاتی نہ مصیبت جو تھی ہم پر آئی
راوَن اور کُنبھ کرَن تم نے ہی مارے دونوں
(۹)　اک تمھیں ایسے تھے جن سے کہ یہ ہارے دونوں

ظلم سے اُنکے رہائی جو نہ تُم دلواتے　　وہ نہ معلوم ابھی اور ستم کیا ڈھاتے
کانپ اُٹھتی تھی زمیں جب وہ تھے آتے جاتے　　اُن کی دہشت سے تھے دِگپال بھی سب تھرّاتے
زور وہ اُن کا تھا کیلاش بھی ہل جاتا تھا
(۱۰)　جس پہ ہو اُن کا غضب خاک میں مل جاتا تھا

مار کر اُن کو کیا تم نے جو سنسار کو پاک　　ظلم سے رہ نہ گیا کوئی اب اُن کے غمناک
جس کے ہوں زیرِ قدم ہفت زمین و افلاک　　دہر میں ہو نہیں سکتا ہے کسی سے اُسے باک
تم جسے چاہو عدم کو وہ روانہ ہو جاے
(۱۱)　تم اگر چاہو تو نابود زمانہ ہو جاے

ہے خوشی ہم کو کہ آفت سے ہم آزاد ہوئے　　اور جو دھرم کے دشمن تھے وہ برباد ہوئے
دیکھ کر آج تمھیں تخت پہ ہم شاد ہوئے　　جو ستم کیش تھے وہ سب عدم آباد ہوئے
نام بیداد کا دنیا سے مٹایا تم نے
(۱۲)　کر کے جو ہم سے کہا تھا وہ دکھایا تم نے

راوَن اور کُنبھ کرن گو کہ تھے دونوں شیطان　　سامنے اُن کے لڑائی میں ٹھہرتا نہ جہان
میگھ ناد اُن سے بھی لیکن تھا زیادہ بلوان　　اتنی طاقت تھی کہ مرنا نہ تھا اُسکا آسان
اندر بھی ہار گئے اتنا تھا یارا اُس کو
(۱۳)　تھی تو سومتر کی تھی تاب کہ مارا اُس کو

سُن کے اس بات کو حیرت سے چراچر رایا   بولے اُن سے کہ نہ یہ راز سمجھ میں آیا
راون اور کنبھ کرن سے نہ کوئی لڑ پایا   تھا انھیں نے یہ ستم سارے جہاں پر ڈھایا
دیکھ کر اُن کو تھا کیلاش بھی جب ہل جاتا
کون دنیا میں تھا جو اُن کے مقابل جاتا (۱۴)

میگھ ناد اُن سے تھا کس طرح توانا و جری   مجھ سے بتلائیے ہو دور یہ آشفتہ سری
اُس میں کیا بڑھ کے تھی اُن دونوں سے بیدادگری   کونسی خاص وہ طاقت تھی جو تھی اُس میں بھری
کیا کسی قوتِ غیبی کی مددگاری تھی
تھا سبب کونسا جو قتل میں دشواری تھی (۱۵)

بولے اس طور اگست اُنکا سنا جب یہ سوال   کیا کہوں تم سے میں تم آپ ہی ہو واقفِ حال
پوچھتے ہی ہو تو کہتا ہوں میں اب دینِ دیال   جیسے پیدا ہوئے حاصل یہ ہوا اُن کو کمال
داستاں یہ تمھیں ست جگ کی سُناتا ہوں میں
گو سب اسرار سے واقف تمھیں پاتا ہوں میں (۱۶)

تھے پُلست ایک رشی کُل میں جو برہما کے پسر   اہلِ دیں - اہلِ یقیں - اہلِ خرد - اہلِ نظر
وقت کرنے کے لئے اپنا ریاضت میں بسر   میرو(۱) پربت پہ جہاں تھا رشی ترن بندو(۲) کا گھر
جا کے مشغول ہوئے تپ میں دل اور جان سے وہ
تھی جگہ بڑھ کے ارم کے چمنستان سے وہ (۱۷)

رہتی ہر دم تھی وہاں بادِ بہاری موجود   ہر طرف منظرِ دلکش کی وہاں پر تھی نمود
دیو کنیاؤں کی تھی روز وہی جائے وُرود   آ کے کرتی تھیں وہاں ملکے وہ سب رقص و سرود
ایک روز اُن کا جو گانا خللِ انداز ہوا
غیظ مُن راج کا یوں مظہرِ اعجاز ہوا (۱۸)

یعنی مُن راج نے یہ شاپ دیا کر کے غضب   کوئی تم میں سے مرے سامنے آئیگی جو اب
بد دعا میری دکھا دے گی اثر اُس پہ عجب   ہوگا حمل اُس کو بلا وجہ ندامت کا سبب
بد دعا سُن کے یہ مُن بر کی وہ سب دور ہوئیں
پھر وہاں آنے سے یکلخت وہ مجبور ہوئیں (۱۹)

(۱) मेरु, पर्वत
(۲) तृणबिन्दु

تھی نہ اس شاپ کی ترن بندو کی دختر کو خبر حسبِ معمول چلی آئی وہ بے خوف اُدھر
آتے ہی شاپ نے اپنا یہ کیا اُس پہ اثر رنگِ رُخسار گیا فرطِ ندامت سے اُتر
شاپ کا حال یہ ترن بندو رشی جان گئے
(۲۰) ماجرا حمل کا بھی شکل سے پہچان گئے

چارنا چار نظر آئی نہ جب کوئی بھی راہ کر دیا اُس کا پولست پسرِ برہما سے بیاہ
رکھتی ہر وقت تھی وہ خدمتِ شوہر پہ نگاہ اُس سے سرزد نہ کبھی جرم ہوا تھا نہ گناہ
تھی عفیفہ وہ کسی سے اُسے کچھ کام نہ تھا
(۲۱) اُس کا شوہر کے سوا کوئی دلارام نہ تھا

خوش پولست اُس کے ان اطوار سے ہو کر اکبار بولے یہ تجھے دیتا ہوں میں اے نیک شعار
اک پسر ہوگا ترے طالع ور و فخرِ تبار دونوں کُل جس کے سبب پائینگے دنیا میں وقار
بشروا[1] نام سے تب اک اُنھیں فرزند ہوا
(۲۲) جو بڑا عارف و خوش بخت و خردمند ہوا

پا کے ہر طور سے کامل اُسے اور عالمِ دیں مُن بھردواج نے جو تھے ہمہ دان و ہمہ بیں
بیاہ دی دخترِ خود اُس کو جو تھی نیک و حسیں جس کا عفت میں عیاں نام تھا بر روئے زمیں
اک پسر اُن کے بھی تب شہرۂ آفاق ہوا
(۲۳) گنج بے پایاں کے پانے کا جو مشتاق ہوا

ہوگیا نام کُبیر[2] اُس کا زمانہ میں عیاں تپ کیا اُس نے وہ حیران ہوا جس سے جہاں
ہو کے خوش اُس سے یہ برہما نے کیا آکے بیاں تم کو دیتا ہوں میں پُشپک یہ جو ہے تختِ رواں
مال و دولت وہ بہم ہو تمھیں جو گھٹ نہ سکے
(۲۴) ایسی ہو عمر کی زنجیر کہ جو کٹ نہ سکے

اس دعا کا یہ اثر تھا کہ نہ مطلق ہوئی دیر لگ گیا گنج زر و سیم و دُر و لعل کا ڈھیر
مال و دولت سے جب اسطور طبیعت ہوئی سیر باپ کے پاس گیا بیٹھ کے پُشپک پہ کُبیر
حال سب اپنی ریاضت کا بتایا اُن کو
(۲۵) اور پُشپک جو ملا تھا وہ دکھایا اُن کو

[1] विश्रवा
[2] कुबेर

پھر کئے باپ سے اس طور بہ تعظیم کلام　　مال و دولت کا خزانہ مجھے حاصل ہے تمام
حسبِ خواہش مجھے برہما نے دیا دل کا مرام　　واسطے رہنے کے لیکن نہ دیا کوئی مقام
آپ اب کوئی جگہ کرکے کرم بتلائیں
عیش و آرام ہر اک رہ کے جہاں ہم پائیں (۲۶)

باعثِ غم نہ کسی شخص کو ہو جس کا فراق　　ہو جہاں میرے لئے راحت و عشرت کا مذاق
ملکیت ہو نہ کسی کی کہ کسی کو نہ ہو شاق　　اور مجھ سے نہ کسی سے ہو خصومت نہ نفاق
میرے رہنے سے جہاں پر کوئی ناشاد نہ ہو
ہو جو مرغوب۔ عبادت کہ عُبّاد نہ ہو (۲۷)

بشروا شاد ہوئے دیکھ کے یہ حالِ پسر　　اور کہا جاکے رہو تم کو بتاتا ہوں میں گھر
بشوکرماں نے بنایا ہے جو لنکا کا نگر　　خوشنما اُسکے مناظر ہیں نہیں کوئی بھی ڈر
کوئی خطرہ کا محل ہے نہ تو آزار کوئی
کوئی مالک ہے نہ اُس کا نہ تو مختار کوئی (۲۸)

کوئی عابد نہ تو رہتا ہے وہاں پر نہ فقیر　　ہے سمندر سے گھرا اس لئے حملہ ہے عسیر
خاص دیتوں کے لئے اُسکی ہوئی تھی تعمیر　　وشنو کے ڈر سے جو پاتال میں رہتے ہیں ستیر
ناخوشی ہوگی کسی کی نہ وہاں رہنے سے
اُس کو آباد کرو جاکے مرے کہنے سے (۲۹)

باپ کا حکم جب اس طور سے پایا اُس نے　　تھی سمندر میں جو لنکا کو بسایا اُس نے
زر رعایا کے لئے خوب لُٹایا اُس نے　　تھے جو نادار اُنھیں زردار بنایا اُس نے
ہر بشر خوش تھا کوئی مُلک میں غمگین نہ تھا
سب تھے زردار و توانگر کوئی مسکین نہ تھا (۳۰)

بعد مُدت ہوا اک دیت سُمالیؔ[1] کا گذر　　بہر تفریح جو پاتال سے آیا تھا اُدھر　　सुमाली[1]
اُس کو پُشپک پہ کُبیرؔ آیا جو اک بار نظر　　رشک سے جلنے لگے اُسکے دل و جان و جگر
جب کیا غور تو حالت سے خبردار ہوا
بشروا مُنی کی کرامات کا اظہار ہوا (۳۱)

کیکسی اُس کی تھی دختر بھی جو موجود وہیں	تھی خوش اطوار و پری پیکر و گلفام و حسیں
اُس سے بولا کہ سُن اے غیرتِ گلہائے زمیں	فکر ہے ختم نہ ہو تیری جوانی یہ کہیں
کوئی پیغام بھی شادی کا نہ لایا اب تک
(۳۲) کیا ترا حُسن کسی کو بھی نہ بھایا اب تک

یا تجھے دیکھ کے لوگوں کو ہے یہ دل میں یقیں	ہوگا انکار تجھے کوئی کہے بھی جو کہیں
یا کوئی اور سبب اے شہِ خوبان و حسیں	ہو یہ ممکن ہے۔ مگر میری سمجھ میں تو نہیں
راہ اب مصلحتاً تجھ کو بتاتا ہوں میں
(۳۳) بشروامُن ہی کو قابل ترے پاتا ہوں میں

وقت بھی بیاہ کا یہ خوب ہے اے غیرتِ ماہ	ہے روا تجھ کو بھی دیتوں کی بھلائی پہ نگاہ
جا کے مُن راج سے کر عرضِ مرامِ دل خواہ	کیا عجب ہو وہی حاصل حشم و عزّت و جاہ
جن کا مالک ہے کُبیر آج بڑی شان کے ساتھ
(۳۴) کیکسی اُٹھ کے چلی سُن کے یہ ارمان کے ساتھ

جا کے پہونچی وہ جہاں بشروامُن کا تھا نواس	جوڑ کر ہاتھ گئی بعدہٗ مُن راج کے پاس
دیکھ کر اُس کو نظر نیچی کئے دل میں اُداس	پوچھا مُن ہر نے کہ کس بات کا ہے تجھکو ہراس
کون ہے اور کہاں سے تو یہاں آئی ہے
(۳۵) کون ماں باپ ہیں تو کس لئے شرمائی ہے

کیکسی[1] نے یہ کہا اُنسے کہ اے خسروِ دیں	بات ہے کونسی جو آپ کو معلوم نہیں
ہو عیاں راز کریں آپ اگر دھیان کہیں	کس لئے کہہ کے کروں اور بھی اپنے کو حزیں
ہو گئی کہہ کے یہ خاموش نہ کچھ اور کہا
(۳۶) بشروامُن نے یہ تب اُس سے پس از غور کہا

ماہ رو بات ہوئی مجھ پہ ترے دل کی عیاں	یعنی تُو کون ہے اور ہیں ترے ماں باپ کہاں
لے کے آئی ہے جو اولاد کا ارمان یہاں	آئے گی بر تری اُمیّد نہیں اس میں گماں
دو پسر ہوں گے تو۔ یہ وقت مگر خوب نہیں
(۳۷) ہو گی بس نیک شعاری اُنھیں مرغوب نہیں

[1] कैकसी

ہونگے راچھس وہ بڑے دیت بھی کہلائیں گے خوف کھائیں گے سب اُنسے وہ جدھر جائینگے
سارے سنسار کو آزار وہ پہونچائیں گے منیوں اور رشیوں پہ بھی ظلم وستم ڈھائیں گے
بولی تب وہ کہ اثر خلق پہ کیا ہوگا
آپ سے رِش سے جو پیدا پسر ایسا ہوگا (۳۸)

بِشرَوا مُن نے کہا تب کہ سُن اے ماہ لقا میں نے جو تجھ سے کہا جھوٹ نہیں ہوسکتا
تیری خواہش ہے مگر اسلئے دیتا ہوں دُعا ہوگا دیندار بہت آخری فرزند ترا
بھکت بھگوان کا اور عارف و عابد ہوگا
صالح و طالع ورو عاقل و زاہد ہوگا (۳۹)

اُن کے کہنے کے بموجب تھا جو پہلا فرزند اُس کے دس سر ہوئے اور ہاتھ ہوئے اُنسے دوچند
نام راون تھا۔ بڑا تھا وہ جری و تنومند سارے عالم کو ہوا موجبِ آزار و گزند
اُسکے ہوتے ہی بڑھے دہر میں افعالِ زبوں
کانپ اُٹھی ساری زمیں ہونے لگے فالِ زبوں (۴۰)

پھر ہوا کُنبھ کرن جس کا تھا تن مثلِ جبل منھ بڑا اتنا تھا جاتا تھا جو حیواں کو نگل
پھر ہوئی اُن کی بہن شوپنکھا تھی جو دغل ڈالتے تھے یہ سبھی زہد و ریاضت میں خلل
رام کے بھکت بھبیشن کا تب اوتار ہوا
جو بہت مُتقی و زاہد و دیندار ہوا (۴۱)

یوں بڑھے جلد وہ جس طور سے آزار کوئی کوئی اُن میں جو ستمگر تھا تو بدکار کوئی
اُن کو بیداد و تطاوُل میں نہ تھا عار کوئی بچ سکا ظلم سے اُن سب کے نہ دیندار کوئی
لوگ نام اُن کے جو سُنتے تھے تو ڈرجاتے تھے
گھر میں آرام سے رہتے تھے نہ سو پاتے تھے (۴۲)

رام جی تم کو تو معلوم ہے ہر دل کی ضمیر ہفت اقلیم میں ہر فعل کے ہو تم ہی بصیر
یہ کہاں تاب کروں میں جو یہ تم سے تقریر تم ہو خورشید تو میں ذرۂ ناچیز و حقیر
تم ہی ہو جس کے سہارے یہ میں دم بھرتا ہوں
تم جو کہلاتے ہو مجھ سے وہ بیاں کرتا ہوں (۴۳)

ہے یہ مایا کہ نظر آتے ہو مانندِ بشر ہو نہیں سکتا ہے کچھ اُسکا مگر تم پہ اثر
رام جی بولے کہ گو بات یہ ہے ٹھیک۔ مگر ساری دنیا کی بھلائی ہے مرے مدِّ نظر

پریم ہے مجھ سے جنھیں وہ یہ چرت گائینگے
میرے الطاف سے بھوپار اُتر جائیں گے (۴۴)

غزل

جس دل میں نہ ہو عشق وہ جل جائے تو اچھا یا بن کے سرشک آنکھوں سے ڈھل جائے تو اچھا
وہ دیدہ نہ ہو جس کو ترے دید کا ارماں وہ چشم کے خانہ میں جو گل جائے تو اچھا
پائی نہ کبھی جس نے ترے نام کی لذّت جیوں شمع زباں گر وہ پگھل جائے تو اچھا
سودا نہ ہو جس سر کو ترا اے شہِ خوباں وہ سر سرِ ثعباں سے بدل جائے تو اچھا
جس ہاتھ نے کی ہو نہ کبھی تیری پرستش وہ ہاتھ اگر تن سے نکل جائے تو اچھا
آئے نہ زیارت کے لئے تیری جو ساعی لانے کے لئے اُس کو اجل جائے تو اچھا
جس سے ترے بندوں کو ہو تکلیف و مضرّت دنیا سے جو وہ طرزِ عمل جائے تو اچھا
ہے یہ شجرِ وصفِ ہری مایۂ عشرت رحمت ہو تری اور یہ پھل جائے تو اچھا

مغموم ہے دنیا کے مصائب سے نرائن
دل ترے تصوّر میں بہل جائے تو اچھا

سوئیا۔ ہری کو جیہی دھیان نہ کینہہ کداپی ترتاپ سدا اُر سو جری ہے
جیہی رام کو نام نہ لینہہ نرائن، جیہہ سو پاوک سوں بری ہے
جیہی کینہہ نہ رام چرتر کو پان سو کان بھُجنگن سوں بھری ہے
شر جو نہ نمیو ہری مورت کو سو دھرا پر کندُک جیوں پری ہے

सवैया—हरि को जेहि ध्यान न कीन्ह कदापि त्रिताप सदा उर सो जरिहै ।
जेहि राम को नाम न लीन्ह 'नरायन' जीह सो पावक सों बरिहै ।
जेहि कीन्ह न राम-चरित्र को पान सो कान भुजङ्गन सों भरिहै ।
शिर जो न नम्यो हरि-मूरति को सो धरा पर कन्दुक ज्यों परिहै ॥

'نارائن' جیہی رام پد - ناہن سہج سنیہہ
بھیو اکارتھ جنم تیہی - بادِ گئی نر دیہہ
'نارائن' رگھوپت چرت - جو نہ سُنے من لائے
چوراسی لکھ بھرمہی سو - جنم بیرتھ تیہی جائے

سرگ دوسرا

راون کا ظلم

شادمُن لوگ ہوئے سُن کے یہ رگھوبر کے کلام ۔ سامنے سب کے اگست اُنسے لگے کہنے کہ رام
عیش و راحت میں ہوئے یوں ہی کئی سال تمام ۔ پھر کبیر آیا جہاں بِشروامُن کا تھا قیام
باپ تو دیکھ کے فرزند کو خوشنود ہوا
(۱) دل مگر مادرِ راون کا غم آلود ہوا

کیکسی نے یہ کہا اپنے پسر سے جاکر ۔ کتنا خورسند کبیر آج ہے دولت پاکر
باپ کو اپنے دکھاتا ہے امارت آکر ۔ دیکھ کس شان سے ہیں ساتھ میں نوکر چاکر
چاہتی میں ہوں کہ یہ سب تجھے حاصل ہوجائے
(۲) کر وہ ترکیب کہ تو بھی اسی قابل ہوجائے

اُسکی صورت پہ کوئی تجھ سے سوا نور نہیں ۔ جانتی ہوں تری طاقت سے یہ کچھ دور نہیں
بولا راون مجھے کس بات کا مقدور نہیں ۔ اور دل شکنی بھی تیری مجھے منظور نہیں
تو جو کہتی ہے وہی کرکے دکھادونگا تجھے
(۳) مال و زر اس سے کہیں بڑھ کے میں لادونگا تجھے

दोहा—'नारायन' जेहि राम-पद, नाहिन सहज सनेह।
भयो अकारथ जन्म तेहि, बादि गई नर-देह ॥
'नारायन' रघुपति-चरित, जो न सुनै मन लाय।
चौरासी लख भ्रमहि सो, जन्म व्यर्थ तेहि जाय ॥

اک فقط تیری دعا ہے مجھے ماتا درکار   دیکھنا تُو کہ کُبیر لیسے ہیں دربان ہزار
تیری خواہش ہے تو ایسا حشم و عزّ و وقار   تیرے قدموں پہ میں کر دونگا بہت جلد نثار
کہہ کے یہ بھائیوں کو ساتھ میں لیکر اپنے
(۴) گوکرن چھیتر[1] گیا گھر سے ستمگر اپنے   (1) क्षेत्र

جا کے مشغول ہوئے سب وہ ریاضت میں وہاں   اور کیا تپ وہ کہ حیرت میں ہوئے اہلِ جہاں
دیکھ کر حال چتُرمُکھ نے کہا ہوکے عیاں   خوش ہوں میں دیکھ کے تم سب کے ریاضاتِ گراں
مانگ لو مجھ سے تمنّا تمھیں جس بات کی ہو
(۵) تاب و طاقت کی ہو یا دہر کی لذّات کی ہو

ہوکے تب شاد بہت اُن سے یہ بولا راون   عمرِ جاوید ملے ہو نہ مرا جنم مرن
دیوتا - یکچھ[2] - گرُڑ - ناگ - پرند - آہرمن   مار مجھ کو نہ سکے کوئی بھی میرا دشمن   (2) यक्ष
بولے برہما کہ میں دیتا ہوں یہ بردان تمھیں
(۶) موت کا خوف کرے گا نہ پریشان تمھیں

مار کوئی نہ سکے گا تمھیں انساں کے سوا   اور بھی اسکے سوا تم کو یہ دیتا ہوں دعا
تم نے سر کاٹ کے اگنی میں جنھیں ہوم[3] دیا   جیسے پہلے تھے وہ ہو جائیں گے پھر سے پیدا   (3) होम
کہہ کے یہ پاس بھبھیشن کے وہاں سے جا کر
(۷) بولے خوش ہوکے اُسے محوِ ریاضت پا کر

خوش ہوا پا کے بہت دھرم کا تم کو پابند   مانگ لو مجھ سے وہ بردان جو ہو تم کو پسند
تب بھبھیشن نے کہا دیکھ کے اُن کو خرسند   مجھ سے پہونچے نہ کسی کو کوئی تکلیف و گزند
دھرم سے اپنے کبھی بھول کے میں گر نہ سکوں
(۸) لاکھ طوفان ادھرموں کا ہو میں گھر نہ سکوں

بولے برہما کہ دیا میں نے یہ بردان تمھیں   دھرم سے گرنے کا آئے نہ کبھی دھیان تمھیں
عمرِ جاوید کا گو ہے نہیں ارمان تمھیں   اور درکار نہیں عیش کا سامان تمھیں
تو بھی ہے میری دعا موت تمھیں آ نہ سکے
(۹) راج ہو تم کو وہ حاصل جو کبھی جا نہ سکے

بعد ازاں کنبھ کرن سے یہ چترمکھ نے کہا　　مانگ لو تم بھی وہ مرغوب ہو جو سب سے سوا
سرستی جی سے اُدھر دیوؤں نے کی استدعا　　ہو وہ ترکیب کہ سنسار کا ہو جس سے بھلا

شاردا دیوی نے تب اپنی دکھائی مایا
(۱۰)
عقل و گویائی پہ عفریت کی چھائی مایا

جوڑ کر ہاتھ کہی دیت نے برہما سے یہ بات　　ہے خوشی مجھ کو ہوئے آپ خوش اے نیک صفات
مجھ کو دینا ہے جو بردان تو دیں آپ ثبات　　ایک دن کا ہو مرا دن تو ہو چھ ماہ کی رات

سو سکوں تا کہ میں آرام سے کھٹکا نہ رہے
(۱۱)
ہو غذا میری بہم خود مجھے پروا نہ رہے

دیوتوں کی یہ بدھاتا[1] حرکت جان گئے　　سرستی جی کی کرامات بھی پہچان گئے　　विधाता[1]
ہو کے خوش دیت کی یہ استدعا مان گئے　　لوک کو اپنے اُسے دیکے یہ بردان گئے

ایک دن جاگو تو چھ ماہ نہ بیدار ہو تم
(۱۲)
ہو غذا تم کو فراہم نہ طلبگار ہو تم

مل چکا جب اُسے بردان تب آیا یہ خیال　　اپنی بدبختی تھی ایسا جو کیا میں نے سوال
سچ ہے تقدیر سے ہوتا ہے عروج اور زوال　　فکر بے سود ہے اب ہوگا تفکر سے ملال

بھول کر بات نہ یہ دل میں کبھی آئی تھی
(۱۳)
کیا کہیں کیا تھا جو اُس وقت مجھے بھائی تھی

پائی بردان کی جس وقت سُمالی نے خبر　　اور دیتوں کو لئے ساتھ بلا خوف و خطر
آکے راون سے لگا کہنے کہ اے لختِ جگر　　آج خوش ہوں میں کہ آئی ہے تمنا مری بر

دل میں جو کچھ بھی تھی خواہش مرے سب بر آئی
(۱۴)
ہو گئی دور بلا وہ جو تھی ہم پر آئی

وشنو کا خوف تھا کی ہم نے جو لنکا خالی　　جا کے رہنے کو رساتل[2] میں منڈیا چھا لی　　रसातल[2]
ہو تمھیں جس نے کہ ہم سب کی یہ آفت ٹالی　　اور جو کھوئی تھی تو قیر وہ پھر سے پالی

چلکے ملک اپنا اُسے جیت کے واپس لیلو
(۱۵)
اب نہ غربت نہ فلاکت کی مصیبت جھیلو

آئی راون کو نہ یہ بات سُمالی کی پسند　　بولا میں دے نہیں سکتا کبھی بھائی کو گزند
میری دانست میں واجب نہیں ایسی تمھیں پند　　ہیں کبیر اور ہم اک باپ کے دونوں فرزند
خواہ میں راج کروں خواہ وہ خود راج کرے
(۱۶) کب روا بھائی کو ہے بھائی کو محتاج کرے

تب برہست اُس سے لگا کہنے کہ اے کوہ شکن　　نیت اور راج کے معلوم نہیں ہیں تجھے فن
جو بہادر ہیں وہ رکھتے نہیں الفت یہ چلن　　اور ہوتی ہے برادر کو برادر سے جلن
سُر اسُر کہنے کو کشیپ(۱) ہی کی اولاد سے ہیں　　(۱) कश्यप
(۱۷) دشمن اک اک کے مگر ہستی کی بنیاد سے ہیں

اس سبب سے کہ یہ دونوں ہیں توانا و جری　　آگ دونوں کے دلوں میں ہے خصومت کی بھری
ہیں تو بھائی پہ مگر اُنس سے بے بہرہ وری　　رکھتے آپس میں ہیں یہ شیوۂ بیدادگری
اتحاد ان میں نہ الفت ہے نہ یارانہ ہے
(۱۸) دونوں سر بازوں کا انداز دلیرانہ ہے

سچ ہے راون نے کہا سُنکے یہ اُس دیت کی بات　　بھائی دشمن ہو تو ملتی ہے کہاں غم سے نجات
لال آنکھیں ہوئیں کرنے کو چلا بھائی پہ گھات　　بات کی بات میں ترکوٹ پہ پہونچا بدذات
لیکے تب جان کبیر اپنی ہراساں بھاگا
(۱۹) چھوڑ کر سلطنت و عیش کے ساماں بھاگا

باپ کے پاس گیا ہو کے بہت زار و حزیں　　اور کہا حیف کہ ملتا نہیں رہنے کو کہیں
آپ نے دی تھی جو وہ چھین لی راون نے زمیں　　دیجئے حکم جہاں اب میں رہوں جا کے وہیں
بشروا بولے مہا دیو کو تم شاد کرو
(۲۰) جو جگہ تم کو بتائیں وہ تم آباد کرو

ہو گیا جا کے وہ کیلاش پہ تپ میں مشغول　　بعد مدت کے دعا اُس کی وہ کی شیو نے قبول
راج الکا(۲) کا ہوا رتبۂ دِگپال حصول　　اب اُسے فکر نہ کوئی ہے نہ دل اسکا ملول　　(۲) अलका
کوئی غم ہے نہ کسی کا اُسے ڈر رہتا ہے
(۲۱) شیو مہاراج کا لطف آٹھ پہر رہتا ہے

راج لنکا میں لگا عیش سے کرنے راون
بن گیا سارا نگر وہ اسُروں کا مسکن
ظلم و آزار پہ رہتا تھا سدا اُس کا چلن
کُل جہاں اُس کے سبب سے تھا گرفتارِ محن
یگیہ تپ دان ہون کرنے نہ پاتا تھا کوئی
(۲۲) سامنے اُس کے نہ عابد کبھی جاتا تھا کوئی

تھا ترٹت جِوہ[1] جو اک دیت پُر از فتنہ و زور
کال کھنج[2] کے ہوا نسل میں تھا جسکا ظہور
بیاہ دی اپنی بہن اُس کو بد اطوار و شعور
جس کی بد شکل سے دنیا میں تھا ہر شخص نفور
ایک سے ایک شرارت میں تھے شاطر دونوں
(۲۳) کھیلتے جان پہ تھے جان کی خاطر دونوں

مے اسُر جو پسرِ دِت[3] تھا بڑا بانی شر
جس کی مندودری تھی حُور شمائل دختر
بخت آیا اُسے راون کا یہ چمکتا جو نظر
عالمِ کُفر کا سمجھا یہی ہوگا سرور
فخر سے دخترِ خود وہ اُسے دی شادی میں
(۲۴) لے لیا راونِ بد خلق کو دامادی میں

بعد میں ہو کے بہت خوش اُسے دی وہ شکتی
وار بے فائدہ جا سکتا نہ تھا جس کا کبھی
ورتر جوالا[4] سے ہوئی کنبھ کرن کی شادی
بنتِ بد بخت جو تھی دخترِ ویروچن[5] کی
نسلِ عفریت زمانہ میں ہوئی روز فزوں
(۲۵) دن بدن ہو گئی دنیائے غم افروز فزوں

ایک شیلوش[6] تھا گندھرب بڑا نیک شعار
دختر اُس کی تھی بہت دھرم میں اپنے ہشیار
نام سرما[7] تھا وہ تھی خوبرو و خوش کردار
دی اُسے اُس نے ببھیشن کو سمجھ کر دیندار
مُنھ نہ سچائی سے ان دونوں نے موڑا ہرگز
(۲۶) لاکھ تکلیف سہی دھرم نہ چھوڑا ہرگز

بعد کچھ روز کے راون کے ہوا اک فرزند
باپ سے کم نہ تھا دینے میں جو دنیا کو گزند
دہر میں آتے ہی کی اُس نے وہ آواز بلند
شور جس کا ہوا بادل کی گرج سے بھی دوچند
میگھ ناد اس لئے مشہور ہوا نام اُس کا
(۲۷) بہرِ عبّاد تطاول تھا فقط کام اُس کا

(1) तडित्जिह्व
(2) कालखञ्ज
(3) दिति
(4) वृत्रज्वाला
(5) वीरोचन
(6) शैलूष
(7) सर्मा

ایک دن کُنبھ کرن نے شہِ راون سے کہا — ہوں پریشاں کہ نہیں چین سے میں سو سکتا
کر کے غُل خواب سے دیتے ہیں مجھے دیت جگا — واسطے سونے کے بتلائیے مجھ کو کوئی جا
غار لمبا سا اک اُس کے لئے تیّار ہوا
(۲۸) دُور تب دیت کی بیداری کا آزار ہوا

دہر میں کرنے لگا راونِ بدخو بدعت — چھین لی دیتوں نے گندھربوں کی ساری عشرت
کِنّروں ناگوں پہ انسانوں پہ ڈھادی آفت — رِشیوں اور مُنیوں سے ہر طرح کرالی خدمت
سُن کے قصّہ یہ کُبیر اُس کی زبردستی کا
(۲۹) اور پھر دیکھ کے احوالِ زبوں ہستی کا

ہوا غمگین اور اُس نے اُسے بھیجا یہ پیام — زندگی کا نہیں کچھ عالمِ فانی میں قیام
دھرم کر دھرم نہ بن باعثِ آزارِ عوام — رہ نہ جائے گی یہ تیری ہوس و خواہشِ خام
موت کے خوف کو تو دل سے فراموش نہ کر
(۳۰) زیر دستوں پہ ستم اتنا ستم کوش نہ کر

آگیا طیش اُسے سُن کے یہ پیغامِ کُبیر — حملہ کرنے میں نہ اٹکا یہ ہوئی کچھ اُسے دیر
کر لیا دیکے شکست اُس نے دھنادھیش کو زیر — لوٹا پُشپک پہ لئے سیم و زر و لعل کا ڈھیر
اُس سے جب لشکرِ یم راج و برن ہار گیا
(۳۱) وار تب اندر پہ کرنے وہ بد اطوار گیا

دیوتوں سے ہوئی سُرلوک میں تب جنگ و جدل — اندر کو طیش ہوا دیکھ کے راون کا وہ بل
تھا جو بردان تو آسان نہ تھی اُس کی اجل — کر کے سُرپت نے اُسے قید کیا دور خلل
جب سنا باپ کو اپنے کہ گرفتار ہوا
(۳۲) میگھناد اندر سے آمادۂ پیکار ہوا

لڑ کے گھن ناد سے جب اندر کی ہمت ہوئی پست — کر لیا اُس نے گرفتار انھیں دیکے شکست
بعدہٗ کر کے رہا باپ کو وہ کفر پرست — اپنے ہمراہ لئے اندر کو زنجیر بدست
آ کے لنکا میں لگا رہنے بہ آرام تمام
(۳۳) راج میں ظلم کے جاری ہوئے احکام تمام

اندر کو جا کے چِترمُکھ نے کرایا آزاد اور کیا اُسکے عوض میں اُسے بَردان سے شاد
پھر جفا کرنے لگا ظلم و ستم کی بنیاد جتنے تھے ملک وہ سب جیت لئے کرکے عناد

زعمِ طاقت کا یہ راون نے دکھایا اپنی
سارا کیلاش بھجاؤں پہ اُٹھایا اپنی (۳۴)

ہل گیا ہلنے سے کیلاش کے شیوجی کا محل پڑ گیا جسکے سبب راحتِ شیوجی میں خلل
نندکیشور کے پڑا ابرو پہ اس فعل سے بل بد دعا غصّہ میں یہ مُنھ سے گئی اُنکے نکل

جا تری ہاتھ سے انسان کے موت آئے گی
شانِ طاقت نہ یہ راون تری رہجائے گی (۳۵)

کچھ نہ اس شاپ سے بھی دل میں ہوا اُسکے اثر بھِڑ گیا جاکے سہس باہو سے بےخوف و خطر
ہو گیا قید نظر آئی نہ جب راہِ مفر تب چھڑا لائے پولست اُسکو وہاں سے جاکر

شرم آئی نہ مگر قید نہ رُسوائی کی
تمکنت بڑھ گئی کچھ اور توانائی کی (۳۶)

تب وہ عفریت مئے کبر سے ہو کر سرشار بالی سے لڑنے کو کسکندھا میں پہنچا اک بار
بانریشور[1] نے جو دیکھا اُسے کرتے ہوئے وار کانکھ میں داب لیا ہو نہ سکا پھر وہ فرار

دیکھ کر طاقتِ بالی کو وہ حیران ہوا
صُلح کی اُن سے بہت دل میں پشیمان ہوا (۳۷)

لڑکے جب جیت لئے اُس نے اقالیم تمام ہار کر اُس سے ہوئے اُس کے سلاطین غلام
بڑھ گیا باپ سے بھی جَیل میں فرزند کا نام خوف سے جس کے ہوا اندر کا سب عیش حرام

رام جی آج وہ دن ہے کوئی ناشاد نہیں
کیونکہ اب زیرِ فلک ظلم کی بنیاد نہیں (۳۸)

آپ نے راونِ کمبخت کو رَن میں مارا ہو گیا کُنبھ کرن تیر سے پارا پارا
اندرجت تھے یہ لکھمن لال ہی جن سے ہارا اس طرح ظلم سے دنیا کو ملا چھٹکارا

آپ سے سارا جہاں امن و اماں پاتا ہے
ہر گُلِ باغِ وری نام و نشاں پاتا ہے (۳۹)

(۱) वानरेश्वर

سارا سنسار یہ ہے آپ کی اک شکلِ عمیم		آپ کی مرضی سے ہو جاتی ہے اسمیں ترمیم
رام جی آپ ہیں دنیا کی ہر اک شے میں مقیم		شیر میں سمّن ہو جس طرح سمّن میں ہو شمیم
چاند سورج میں ستاروں میں ظہور آپکا ہے
(۴۰)		ذرّہ ذرّہ میں چمک آپ کی نور آپ کا ہے

سورج آتا نہیں نابینا کو جس طرح نظر		جس طرح خواب میں رہتی نہیں انساں کو خبر
ہے اُسی طرح سے عرفاں سے جو محروم بشر		یا ہے جو بادۂ ہستی سے خراب آٹھ پہر
آپ کا جلوہ نظر اُس کو نہیں آسکتا
(۴۱)		جہل ہے جس میں نہیں آپ کو وہ پا سکتا

یوگیوں[1] کو ہے جنھیں آپکے اک دھیان سے کام		عیش معدوم ہیں جنکے لئے دنیا کے تمام
یا تو بھکتوں کو جو رہتے ہیں عبادت میں مدام		جن کے رہتا ہے سدا وردِ زباں آپ کا نام
نورِ پاک آپ کا بس اُن کو نظر آتا ہے
(۴۲)		عیشِ جاوید اسی دہر میں مل جاتا ہے

[1] योगियों

غزل

جو بہرہ ور نہیں نگہِ امتیاز سے		واقف نہیں وہ علمِ حقیقت کے راز سے
جس دل کو عشقِ یار کا احساس ہی نہیں		محروم ہے وہ لذّتِ سوز و گداز سے
یہ روح ہے نتیجۂ افکارِ نیک و بد		یہ جسمِ عنصری ہے محض حرص و آز سے
جذباتِ دل سے ہوتی ہے تعمیرِ کائنات		دل کی سرشت ہوتی ہے ناز و نیاز سے
ہر چیز میں نہ ہوتی اگر اُس کی ذاتِ پاک		ہوتا کبھی نہ عشقِ حقیقی مجاز سے
ثابت قدم جو کوئی رہا اُس کی راہ میں		مستغنی ہو گیا وہ نشیب و فراز سے
بیجا ہے گر اُمیدِ حمایت کسی سے ہے		بیکار ہے توقع کسی ہرزہ تاز سے
جو کام ہو وہ ہو زرہِ فرضِ منصبی		مطلب رہے جواز نہ کچھ ناجواز سے
کچھ عاقبت کی فکر نہ دنیا کی ہو تجھے		ہو چارہ ساز سے نہ غرض رخنہ ساز سے
اُلفت کا جوش دل میں نراین ہو گر ترے		تو دل لگا تو اپنا اُسی دلنواز سے

جس کی نگاہِ لطف سے ہو وصلِ جسم و جاں
احباب پر نہ بار ہو فکرِ جہاں سے

کبت

گلپنا تے تین لوک ماہیں جیو جنتو بھئے ــ گلپنا تے سوم بھانو جیوت کو پسار ہے
گلپنا تے نام روپ دیش کال ہرش شوک ــ راگ دویش کرم او اکرم ہوں اسار ہے
شتر و متر بھید بھاؤ گلپنا تے جل کرشانُ ــ نیچ اونچ شیام شویت ہیم اشمسار ہے
سورگ نرک بندھ موکش ستّ او استّ سبے ــ جیو ہوں اسار ایک برہمہ روپ سار ہے

دوہا

نج سنکلپ وکلپ تے۔ پاویں جیو کلیش
یدپی مرشا نہیں جائے بن لہے گیان اپدیش
جیو جنتو چر اچر سب۔ سانکول پرتی کول
'نارائن'، نج کلپنا کلشت من کر بھول

कवित्त—कल्पना ते तीन लोक माहिं जीव जन्तु भए,
कल्पना ते सोम-भानु-ज्योति को पसार है।
कल्पना ते नाम रूप देश काल हर्ष शोक,
राग द्वेष कर्म औ अकर्म हूँ असार है।
शत्रु मित्र भेद भाव कल्पना ते जल कृशानु,
नीच ऊँच श्याम श्वेत हेम अश्मसार है।
स्वर्ग नरक बन्ध मोक्ष सत्य औ असत्य सबै,
जीव हूँ असार एक ब्रह्म-रूप सार है॥

दोहा—निज सङ्कल्प विकल्प ते, पावै जीव कलेश।
यदपि मृषा नहि जाय बिनु, लहे ज्ञान-उपदेश॥
जाव जन्तु चर अचर सब, सानुकूल प्रतिकूल।
'नारायन' निज कल्पना, कलुषित मन कर भूल॥

سرگ تیسرا

بالی اور سُگریو کی پیدائش

سُن چکے کیفیتِ ظلم یہ جب دیندیال
بولے اسطور یہ مُن بر سے بہ تعظیمِ کمال
اب یہ ہے استدعا آپ سے اے بحرِ نوال
کہئے کچھ بالی و سُگریو کے بھی جنم کا حال
اندر و سورج کے سنا میں نے تھا اوتار ہیں یہ
(۱) دونوں شہزور و جری جنگ میں ہشیار ہیں یہ

بولے مُن راج کہ اے واقفِ اسرارِ نہاں
سنئے اب آپ سے کرتا ہوں میں وہ حال بیاں
وانری جسم میں جیسے یہ ہوئے آ کے عیاں
جس طرح سے ہوئے دونوں یہ شہِ میموناں
میرو[1] کی چوٹی یہ برہما کا ہے دربارِ عظیم
(۲) جس کے ہر سُو ہے کھڑی سونے کی دیوارِ عظیم

جلوہ گر برہما جب اک روز تھے۔ تنہائی تھی
نہیں معلوم کہ کیا ذہن میں بات آئی تھی
قطرے کچھ اشکوں کے آنکھ اُن کی جو بھر لائی تھی
اُن سرشکوں میں عجب شانِ مسیحائی تھی
آنکھ سے گرتے ہی اعجاز کا اظہار ہوا
(۳) ایک میمونِ لحیم اُن سے نمودار ہوا

اُس سے برہما نے پس از غور یہ تب فرمایا
اس جگہ عیش کا موجود ہے سب سرمایا
لطف خالق نے اسے ہے وہ بہم پہنچایا
دیکھ کر خلدِ بریں بھی ہے جسے شرمایا
تو یہیں رہ تری ہر طرح بھلائی ہوگی
(۴) معرفت سے ترے باطن کی صفائی ہوگی

حکم برہما سے یہ پایا تو بہت شاد ہوا
عیش سے رہنے لگا شوق سے آباد ہوا
بعدِ مدت یہ تماشائے نو ایجاد ہوا
عکسِ خود دیکھ کے پانی میں پریزاد ہوا
یعنی وہ مرد سے اب اک زنِ بے پیر بنا
(۵) سیم تن ماہ جبیں حُسن کی تصویر بنا

[1] मेरु

اُس طرف سے جو ہوا اندر کا اک روز گذر　　آئی وہ ماہ لقا بیٹھی ہوئی اُس کو نظر
جوششِ نفس کا یہ دل پہ ہوا اُسکے اثر　　بال اُس حُسنِ مجسّم کے ہوئے نُزلے سے تر
فرش پر قطرے کے گرتے ہی عیاں بالی ہوا
(۶)　اندر کی طرح قوی اور خوش اقبالی ہوا

دیکے تب اندر نے بالی کو طلائی مالا　　راہ لی اپنی۔ جو الفت کا جنوں تھا ٹالا
آکے سورج بھی اُدھر حُسن جو دیکھا اعلیٰ　　بن گیا اُس رُخِ روشن کا وہیں متوالا
نفس کا جوش بڑھا۔ ضبط کا یارا نہ ہوا
(۷)　تا درِ منزلِ مقصود گذارا نہ ہوا

گردنِ بُت سے وہ نطفہ جو زمیں پر آیا　　شکلِ سُگریو میں اُس نے تنِ میموں پایا
انجنی لال سے سورج نے تھا یہ فرمایا　　سر پہ سُگریو کے ہو دستِ کرم کا سایا
تم سدا اس کے رہو ساتھ حمایت کے لئے
(۸)　جب جہاں جیسی ہو درکار رعایت کے لئے

کرکے سورج یہ ہدایت تو گیا اپنے وطن　　پرورش کرنے لگی دونوں کی وہ غنچہ دہن
سو کر اک روز اُٹھی جب تو یہ دیکھا کہ وہ تن　　رنگ و بو جس کے یہ ممکن نہ تھا یا جامۂ سمن
جس طرح پہلے تھا میموں کا اُسی طور ہوا
(۹)　ہاں مگر تاب و توانائی میں کچھ اور ہوا

عین حیرت میں پڑا جب وہ تماشے کے سبب　　اپنے ہمراہ لئے بالی و سُگریو کو تب
جاکے دربار میں برہما کے بہ تعظیم و ادب　　دیر تک جوڑے ہوئے ہاتھ رہا حکم طلب
دوت برہما نے تب اک پاس طلب فرمایا
(۱۰)　اور کہا دو اسے کسکندھا کا سب سرمایا

بشوکرما نے بنایا ہے وہ ذی شان نگر　　عیش و آرام کے سامانوں سے معمور ہیں گھر
راج دو اس کو وہاں کا کہ ہو راحت سے بسر　　دیوتوں کی بھی ہے اُس خطۂ زریں پہ نظر
جس کی اتنی سطحِ ہستی پہ توقیر ہوئی
(۱۱)　اُس نگر کی تھی اسی کے لئے تعمیر ہوئی

پھر کہا اُس سے کرو جاکے تم آرام سے راج   جتنے دانو ہیں زمانہ میں تمھیں دینگے خراج
ہوگا پر برہمہ جب اس دہر میں رگھوکل کا سراج   جانکی ہرنے پہ عفریت سے جب ہوگی لجاج

اُس گھڑی بہر کمک آئیں گے سارے وانر
(۱۲) فخر ہوگا تمھیں ہونگے وہ تمھارے وانر

پاکے ارشاد یہ تب دُوت نے رخصت چاہی   سوئے کسکندھا ہوا ہمرہِ وانر راہی
دی بہ تعظیم اُسے جاکے وہاں کی شاہی   آکے برہما کو پھر اس بات کی دی آگاہی

سلطنت پائی ہے وانر نے وہاں کی جب سے
(۱۳) وانری راج کی بنیاد پڑی ہے تب سے

رام جی آپ ہی ہیں سرورِ ہستی و عدم   رام جی دونوں جہاں آپ کے ہیں زیرِ قدم
چشمۂ لطف و سخا آپ ہیں اے بحرِ کرم   حشر برپا ہو پڑے آپ کی ابرو میں جو خم

تھی جو برہما کی دعا کرکے قبول آپ اُسے
(۱۴) راست دکھلانے کو نارد کا جو تھا شاپ اُسے

جسمِ انساں میں ہوئے آکے یہاں جلوہ گزیں   رہ گئے اب نہ مصائب جو تھے بروئے زمیں
آفریں آپ کو اے جلوہ دہِ عرشِ بریں   یہ بڑی بات نہ تھی آپ کی طاقت کے قریں

کیونکہ ہر بات میں ہر شے میں ظہور آپکا ہے
(۱۵) نُور میں عکس نہاں عکس میں نُور آپکا ہے

حال کہتا ہوں میں اب آپ سے اے واقفِ حال   جس سبب سے شہِ راون نے یہ کی جنگ و جدال
علم و دانش میں ہر اک طور اُسے حاصل تھا کمال   اور معلوم تھا سب اُس کو لڑائی کا مآل

پھر بھی لی آپ سے خود مول لڑائی اُس نے
(۱۶) کیونکہ سمجھی تھی کچھ اسمیں ہی بھلائی اُس نے

اک پسر برہما کے ذی قدر و خجستہ اطوار   نام ظاہر ہو ملائیں جو سنت اور کمار
اُن سے راون نے بہ تعظیم یہ کی تھی گفتار   اے کہ دانندۂ اسرار و قرارِ دلِ زار

آپ کی گر نظرِ عاطفت اک پل ہو جائے
(۱۷) ہے یقیں عقدۂ تشویش مراحل ہو جائے

یعنی وہ کون ہے کانِ طرب وتاب وکرم جس کو پاکر نہیں رہتا کوئی آزار و الم
جس کی نصرت سے ٹھہرتا نہیں دشمن کا قدم جس کے الطاف سے ہو جاتی ہے ہر چیز بہم
دیوتا جس کی عبادت میں رہا کرتے ہیں
(۱۸) جس کا یوگیش[1] سدا دھیان کیا کرتے ہیں

بولے مُن راج وہ راون کی یہ سُنکر گفتار راز اب سُن وہ ہو جس سے دلِ مضطر کو قرار
خالقِ ارض وسما باغِ دو عالم کی بہار جس کے قدموں پہ ہے کُل نعمتِ کونین نثار
جو نہ پیدا کبھی ہوتا نہ کبھی مرتا ہے
(۱۹) جس کی ہر عالمِ دیں حمد وثنا کرتا ہے

وصف سے ہے جو بری جس میں کوئی عیب نہیں ذرّہ ذرّہ میں جو ہر چیز کے ہے جلوہ گزیں
جس سے بدھ و شنو ہیں جس سے ہیں شیو رہبر دیں جس کو ناراین و ہری کہتے ہیں سب اہلِ یقیں
دیوتا جس کی مدد پا کے ظفر پاتے ہیں
(۲۰) بھگت ہی بس میں جسے بھگتی سے کر لیتے ہیں

جس پہ اُس کی نظرِ لطف وعنایت ہو جائے واسطے اُس کے بہم خُلد کی نعمت ہو جائے
اُس کا دنیا میں عدو غرقِ ندامت ہو جائے ہو بھی گر کوئی تو سب دُور مصیبت ہو جائے
رنج و راحت سے نجاتِ ابدی حاصل ہو
(۲۱) آ کے خود اُس سے عروسِ برکت واصل ہو

سُن کے یہ بات کیا پھر شہِ راون نے سوال آپ پر مخفی نہیں ماضی و مستقبل وحال
عرض ہے آپ کہیں مجھ سے اب اے دینِ دیال لڑ کے کیا دیوتوں کے ہاتھ سے ہوتا ہے مآل
روح جاتی ہے کہاں کیا اُسے پھل ملتا ہے
(۲۲) مُکتی ملتی ہے کہ سُرپُر میں محل ملتا ہے

تھی جو مطلب سے بھری یہ شہِ عفریت کی بات بولے اس طور پہ وہ عابدِ فرخندہ صفات
دیوتاؤں کے اگر ہاتھ سے ہوتی ہے ممات مل نہیں سکتی ہمیشہ کو تناسخ سے نجات
کچھ دنوں عیش سے جنت میں بسر کرتی ہے
(۲۳) روح آفاق میں پھر آ کے گذر کرتی ہے

[1] योगीश

برہمہ نرگُن ہے مگر جو نہیں پابندِ اُصول دیوتوں مُنیوں کی سُن سُنکے وہ فریاد وُ غول
کرکے مایا کے خود اپنے میں سب اوصاف شمول کرلیا کرتا ہے گیتی میں کبھی شکل قبول
کھیل کرتا ہے وہ ہوتے ہیں جو شایاں اُسکے
(۲۴) اس طرح ہوتے ہیں اعجاز نمایاں اُسکے

اُس کا عاشق ہے جو وہ اُسکے چرت گاتا ہے کرکے سُکھ دہر میں ساکیت کا سُکھ پاتا ہے
اور اگر ہاتھ سے اُس کے کوئی مرجاتا ہے مُکتی ہو جاتی ہے واپس وہ نہیں آتا ہے
کرم پھر کر نہیں سکتا کوئی مجبور اُسے
(۲۵) کیونکہ ہو جاتا ہے ہر بات کا مقدور اُسے

غور تب دل میں کیا اپنے یہ راون نے وہیں خوب ہو موت جو ہو ہاتھ سے ایشور کے کہیں
کیا ہو ترکیب وہ جس سے شہِ افلاک و زمیں رونقِ بزمِ جہاں جو کہ ہے زیبائشِ دیں
ہو نمودار زمانہ میں کہ اُمید بر آئے
(۲۶) روح کے سر پہ ہے جو زحمتِ تناسخ بسر آئے

اُٹھ نہیں سکتے ہیں اب مجھ سے ریاضات کے بار کیونکہ چھایا مری آنکھوں میں ہے نخوت کا غبار
ہاں اگر دیکھ کے دنیا کی وہ خود حالتِ زار آشکارا ہو تو میں چھیڑ کے ہوں اُس کا شکار
اس لئے کر جو سکوں دہر میں بیداد کروں
(۲۷) رشیوں اور مُنیوں کو مجبور بہ فریاد کروں

چشمِ باطن سے جو کی اپنی رکمیشور نے نظر بات جو دل میں تھی راون کے ہوئی اُسکی خبر
بولے مت فکر کر آئے گی تمنّا تری بَر اب جو کہتا ہوں میں سُن چین سے کر جاکے بسر
عیشِ جاوید کا تیرے لئے ساماں ہو گا
(۲۸) چاہتا تو ہے جو پورا ترا ارماں ہو گا

یعنی وہ برہمہ ہے جس کا مہ و خورشید میں نور جو کہ ہے داورِ محشر ہے جو رحمان و غفور
جس کا ہے سارے موالید ثلاثہ میں ظہور جو عناصر میں ہے۔ ہر کام یہ ہے جسکو عبور
مختلف روپ ہیں دنیا میں نمایاں جس کے
(۲۹) دیوتا دیت ہیں سب تابعِ فرماں جس کے

جس کی ہستی سے ہے اس گلشنِ ہستی کی نمود زندگی موت اشاروں میں ہیں جسکے موجود
جس کو دنیا میں کسی سے ہے نہ اُلفت نہ حسود جس سے ہے وِشنو۔ مہادیو کا برہما کا وجود
جس کے اکرام سے ہے امن وامانِ عالم
(۳۰) جس کی توصیف میں قاصر ہے زبانِ عالم

وہی ایشور نہیں مخصوص ہے جسکا کوئی تن دور کرنے کے لئے دہر کا آزار و محن
ہوگا تریتا[1] میں اودھ پت کے یہاں جلوہ فگن جسمِ انساں میں بہ ہمراہی سیتا و لکھن
آئے گا دیکھ کے مسرور زمانہ ہوگا
(۳۱) قتل عفریت کا بن باس بہانہ ہوگا

اب جو دنیا سے رہائی کی ہو کچھ دل میں ہوس پریم سے بھکتی کر اُسکی یہی تدبیر ہے بس
دھیان اُسکا جو رہے گا تجھے دو چار نفس اُس کو آ جائے گا بیشک تری حالت پہ ترس
اُس کے سایہ میں اگر کوئی کبھی جاتا ہے
(۳۲) تپ غم مٹتا ہے مانگا ہوا پھل پاتا ہے

اُس نے پھر غور کیا دل میں یہ باتیں سُنکر ہو نہیں سکتی ہے اب میری عبادت میں بسر
جنگ بیشک میں کروں آئے وہ دنیا میں اگر اور کردے جو مجھے قتل تو ہو میری ظفر
تھی یہی وجہ کہ لڑنے پہ وہ تیار ہوا
(۳۳) اور روکا اُسے جس نے وہ خطا وار ہوا

آپ سے جنگ کی راون نے اگر ٹھانی تھی رام جی اُس کی یہ دانائی نہ نادانی تھی
تھا فراق آپ کا جو خاکِ جہاں چھانی تھی آپ ملتے نہ تھے اُس کو یہ پریشانی تھی
مل گئے آپ تو بر دل کا سب ارماں آیا
(۳۴) تھا جو چاہا وہ علاجِ غمِ ہجراں پایا

مخمّس

دارِ ناپائیدار ہے ہستی بے سکون و قرار ہے ہستی
وحدتِ آشکار ہے ہستی کثرتِ بے شمار ہے ہستی
جلوۂ شکل یار ہے ہستی

[1] त्रेता

کوئی قصر و مکاں بناتا ہے کوئی رہنے کو پھوس چھاتا ہے
کوئی روتا ہے کوئی گاتا ہے کوئی جاتا ہے کوئی آتا ہے
چند روزہ بہار ہے ہستی

کبھی وصلت کبھی جدائی ہے کبھی الفت کبھی لڑائی ہے
کبھی شاہی کبھی گدائی ہے کبھی اپنی کبھی پرائی ہے
کیا ہی بے اعتبار ہے ہستی

ہم نے جس کو عزیز تر جانا جس کو اپنا دل و جگر مانا
اُس کا شیوہ ہوا غضب ڈھانا حیف صد حیف یہ نہ پہچانا
پردۂ گل میں خار ہے ہستی

صرف ذات اُس کی جاودانی ہے اور جو کچھ بھی ہے وہ فانی ہے
وہم۔ ہر چیز آنی جانی ہے خود ہی ذی روح اُسکا بانی ہے
خواہشوں کا دیار ہے ہستی

آرزو کا وجود ہے جب تک فرقِ نحس و سعود ہے جب تک
عالمِ ہست و بود ہے جب تک تمکنت کی نمود ہے جب تک
روح کے سر پہ بار ہے ہستی

اک تغیّر کو ہے ثبات ضرور ورنہ فانی ہے کائنات ضرور
زندگی ہے تو ہے ممات ضرور موت کے بعد ہے حیات ضرور
گردشِ روزگار ہے ہستی

حد ہوئی معصیت شعاری کی حمد کر حمد ذاتِ باری کی
دور کر اپنے دل سے تاریکی گو نرائن سمجھ یہ باریکی
نیستی پر نثار ہے ہستی

سوئیا

سُن کے اوتار کتھا ہری کی دَشِ شیش وچار کیو مَن میں
نہیں سمبھو ہے تپ یوگ سمادھی وِراگ نِشاچر کے تن میں
بس ایک اُپائے ہے رار کروں ہٹھی رام جبے بچریں بن میں
تن تیاگ کے تیرن تے اُن کے نارائن مُکتی لہوں چھن میں

دوہا

جو گتی منج نہ پاوہیں ۔ کئے یوگ تپ یاگ
سو لہوں بِنُ جتن میں ۔ رام شرن تَنُ تیاگ
نارائن، مَن ٹھان اَس ۔ رچِس رار دَش شیش
گتی پائی جیہی چہت سب ۔ سُر بِرنچ جوگیش

سرگ چوتھا

سیتا بن باس

گھومتے پھرتے ہوئے دہر میں راون اک بار ہوگیا دیو رشی نارد دانا سے دو چار
اُن سے بولا وہ کہ اے واقفِ حالاتِ دیار کون ایسا ہے تواناؤں میں ہو جس کا شمار
جانتے حال ہو تم سب کی توانائی کا
غرّہ کس شخص کو طاقت میں ہے یکتائی کا (۱)

सवैया—सुनि के अवतार कथा हरि की दशशीश विचार कियो मन में।
नहिं सम्भव है तप योग समाधि विराग निशाचर के तन में।
बस एक उपाय है रारि करौं हठि राम जबै विचरैं वन में।
तन त्याग के तीरन ते उनके 'नारायन' मुक्ति लहौं छन में॥

दोहा—जो गति मनुज न पावहीं, किये योग तप याग।
सो लहिहौं बिनु यतन मैं, राम-शरन तनु त्याग॥
'नारायन' मन ठानि अस, रचेसि रारि दशशीश।
गति पाई जेहि चहत सब, सुर बिरञ्चि योगीश॥

جا کے میں اُس سے لڑوں ہے یہ مرے دل کی ہوس　　خواہشیں میری برآئیں یہی اک اور ہے بس
دیو رِشی کہنے لگے اُس سے یہ خوش ہو کے زبس　　تجھ سے کمزور ہے اس دہر میں ہر ناکس و کس
دل میں خواہش ابھی لڑنے کی اگر باقی ہے
(۲) اور کُشتی کی توانائی سے مشتاقی ہے

تو بتاتا ہوں تجھے مُلک وہ اب جا کے جہاں　　لڑ تو طاقت کا تری تجھ پہ ہو خود حال عیاں
شویت(۱) دویپ ایک بڑا ملک ہے مشہور جہاں　　ہیں جو مضبوط و قوی رہتے ہیں دراصل وہاں
اُن میں ہری بھکت ہیں پر یہی تو برودھی(۲) بھی ہیں
(۳) مار کر وشنو نے سب طاقتیں جن کو دی ہیں

ہیں وہ سب جنگ میں ہشیار توانا و جری　　اُن پہ ہو سکتی کسی کی بھی نہیں بدنظری
دیوتا جن کے سروں پر ہے سدا ظلِّ ہری　　دیت سب جن کی طبیعت میں رعونت ہے بھری
کوئی طاقت میں شکست اُن کو نہیں دے سکتا
(۴) انتقام اُن سے کبھی کوئی نہیں لے سکتا

چل دیا سُن کے یہ پُشپک پہ وہیں سے راون　　لے کے ہمراہ وزیروں کو جو تھے ماہرِ فن
جا کے پُشپک ہوا اُس مُلک پہ جب عکس فگن　　چھپ گیا پیشِ تجلّیٔ زمینِ روشن
شانِ باشندوں سے پُشپک کی چمک دور ہوئی
(۵) اُس کی جو طاقتِ پرواز تھی کافور ہوئی

اور جب بڑھ نہ سکا وہ تو زمیں پر اُترا　　قصد راون نے اکیلے ہی تب آگے کا کیا
ایک عورت نے جو آتا ہوا اُس کو دیکھا　　تھام کر ہاتھ کہا کون ہے تو نام ہے کیا
کام کیا ہے ترا کس چیز کا ہے دھیان تجھے
(۶) کون سی بات ہے وہ جس کا ہے ارمان تجھے

زور کرنے پہ بھی ہاتھ اُس کا نہ جب چھوٹ سکا　　اور کچھ دیر وہ آماج تمسخر کا رہا
تب لگا قوتِ بازو کا ذرا اپنی پتا　　ہو کے رُسوا وہ بہت گھر کو پشیمان پھرا
سوچا جس ملک کی یہ طاقتِ نسوانی ہے
(۷) اُسکے مردوں سے لڑائی میں تو موت آنی ہے

(۱) श्वेतद्वीप
(۲) विरोधी

ایک عورت سے جہاں مجھ سا توانا ہارا کس کو میداں میں ٹھہرنے کا وہاں ہے یارا
وشنو کے ہاتھ سے لیکن جو میں جاؤں مارا مجھ کو جنت ہو برآئے مرا ارماں سارا
دل میں ٹھانا کہ عداوت میں کروں رام کے ساتھ
(۸) تا ابد تا کہ رہوں خلد میں آرام کے ساتھ

کرکے پھر غور کہ ایسا میں کروں کون سا کام جو نہ بھائے اُنھیں کر دیں وہ مرا کام تمام
لے گیا ہر کے وہ سیتا کو پئے نیل مرام ناپسندیدہ کیا اُن سے نہ کوئی بھی کلام
آپ کو روپ سگن برہمہ کا جانا اُس نے
(۹) اور مایا اُنھیں اُس برہمہ کی مانا اُس نے

رام جی آپ ہی نرگن ہیں گن آگار بھی ہیں موجدِ ہردو جہاں واقفِ اسرار بھی ہیں
آپ سروگیہ ہیں سب جیوؤں کے آدھار بھی ہیں دشمنِ ظالم و بیکس کے مدگار بھی ہیں
فکر سے آپ بری شک سے بہت دور ہیں آپ
(۱۰) نہ کسی بات کو پابند نہ مجبور ہیں آپ

آپ کو بھکتوں کی منظور بھلائی ہے مگر اس لئے آتے ہیں نرگن بھی سگن روپ نظر
آپ کو رہتی ہے ہر شخص کی ہر وقت خبر آپ پر کرتی ہے مظلوم کی آہ اپنا اثر
آپ کی حمد و ثنا برہما و شیو کرتے ہیں
(۱۱) وشنو بھی آپ کے الطاف کا دم بھرتے ہیں

بولے تب کرکے اگست اُن سے یہ سب حال بیاں ہوا اجازت ہمیں جانے کی اب اے جان جہاں
کرکے پھر سب کی مدارات سے اُنکو شاداں رام جی بولے اجازت کی مجھے تاب کہاں
عرض لیکن ہے کہ پھر جلد سب مجھے یاد کریں
(۱۲) دے کے پد کملوں کا درشن مرا دل شاد کریں

عیش و آرام سے رہتے تھے اودھ میں شری رام اُن کے ہی زیر حکومت تھے اقالیم تمام
پائے تخت اُنکا اجودھیا تھا جہاں سے تھا نظام مشورہ لے کے وزیروں سے کیا کرتے تھے کام
وصف اک سب سے نرالا یہ مہاراج میں تھا
(۱۳) نام تک بھی نہ بغاوت کا کہیں راج میں تھا

آکراک روز یہ پُشپک نے کہا کرکے سپاس ہے مجھے حکمِ کبیر آیا ہوں جو آپ کے پاس
پھر کہا وہ بھی تھا اک روز کہ لے دھرم کی آس مجھ کو ہر وقت رہا کرتا تھا راون سے ہراس
جیت کر رن میں اُسے آپ نے پایا مجھ کو
(۱۴) ظلم سے اُس کے جو مجھ پر تھے چھڑایا مجھ کو

آپ اب کیجئے اپنے قدموں سے نہ جدا مجھ کو لے لیجئے خدمت میں یہ ہے استدعا
آپ جب جائیں گے ساکیت میں جاؤنگا چلا التجا سُن کے یہ رگھوناتھ نے پُشپک سے کہا
جا کے پوشیدہ رہو کرتا ہوں آزاد تمھیں
(۱۵) پاس آنا مرے تم جب میں کروں یاد تمھیں

ہو گیا رام کے فرمان سے روپوش بِوان راج کے کام میں مشغول ہوئے رام سُجان
جان سے بڑھ کے انھیں اپنی رعایا کا تھا دھیان رہگیا راج میں اُن کے نہ کہیں غم کا نشان
ہر طرف سارے زمانہ میں خوشی چھائی تھی
(۱۶) خلقتِ خُلدِ بریں گویا اُتر آئی تھی

عہد میں اُن کے تھا ہر خطّہ زمیں کا گلزار باغِ عالم میں رہا کرتی تھی ہر وقت بہار
بارور رہتے تھے بے فصل کے سارے اشجار لُطف جنت کا دکھاتا تھا ہر اک شہر و دیار
وقت لوگوں کا ریاضت میں بسر ہوتا تھا
(۱۷) اُن کو آزار و تطاول سے حذر ہوتا تھا

رام جی بیٹھ کے پُشپک پہ بہ صد حشمت و جاہ بھائیوں کو لئے اور جانکی جی کو ہمراہ
راج میں سیر کو جاتے تھے نکل شام و پگاہ اور کرتے تھے تکالیفِ رعایا پہ نِگاہ
حادثے رام نے آفاق کے ٹالے لاکھوں
(۱۸) اور کئے کام زمانے سے نرالے لاکھوں

دھرم میں اپنے رہا کرتے تھے سب لوگ مگن شیر کے خوف سے چھپتے نہ تھے جنگل میں ہرن
رحم و انصاف پہ رہتا تھا وزیروں کا چلن فجر اور فسق سے تھی روح نہ ناپاک تھا تن
راستی اپنا اثر لب پہ یہ دکھلاتی تھی
(۱۹) مُنھ سے جو بات نکلتی تھی وہ ہو جاتی تھی

تھی کسی سے بھی نہ ممکن وہ جو کی رام نے بات   یعنی ناوقت مرے جو انھیں دی پھر سے حیات
پاک عیبوں سے کہیں جسکو وہ تھی رام کی ذات   برہمہ تھے۔ اُن میں نہ آئیں کبھی مایا کی صفات

لیکن اوتار بہر طور چھپایا اپنا
ظاہرا کوئی نہ اعجاز دکھایا اپنا (۲۰)

جانکی جی ہی فقط ایک تھیں اُن کی رانی   حسن و خوبی میں جو رکھتی نہ تھیں اپنا ثانی
رام جی راج کی کرتے تھے سدا نگرانی   دھرم اور نیت میں تھا اُن سا نہ کوئی گیانی

راج میں یگیہ ہون روز کیا کرتے تھے
زر و دینار گداؤں کو دیا کرتے تھے (۲۱)

سیر گلشن میں تھے اک روز وہ جب محوِ خرام   تھا نہ سیتا کے سوا کوئی قریبِ شری رام
جانکی جن پہ عیاں اُن کے تھا سب دل کا مرام   یوں لگیں کرنے بصد پاسِ ادب اُن سے کلام

آپ پر برہمہ ہیں مالک ہیں زمانہ بھر کے
آپ موجد ہیں چترمکھ کے ہری کے ہر کے (۲۲)

آپ کو صبح نہ ہوتی ہے نہ تو شام کوئی   کیا بھلا ہو اثرِ گردشِ ایام کوئی
آپ سا عقل و خرد میں نہیں فہام کوئی   بڑھ کے طاعت سے نہیں آپ کی آرام کوئی

آپ ہی ہیں جسے ہر بات میں یکتائی ہے
آپ کے دید کا ہر شخص تمنائی ہے (۲۳)

دیوتاؤں کو لئے اندر کل آئے تھے یہاں   مجھ سے جو بات کہی آپ سے کرتی ہوں بیاں
چلئے بیکنٹھ میں ہے آپ کا ساکیت جہاں   آپ کے ہجر میں راحت نہیں ملتی ہے وہاں

آکر اس لوک میں اُس لوک کی کیا فکر نہیں
کیا وہاں چلنے کا آتا ہی کبھی ذکر نہیں (۲۴)

دہر میں رام کے رہنے کی ہیں اک آپ سبب   پیشتر آپ چلیں اس لئے ساکیت کو اب
دیوتاؤں نے کیا ترک ہے سب عیش و طرب   اُن کے دیدارِ قدم کے لئے مشتاق ہیں سب

اک فقط اُن کا سہارا ہمیں ہر کام میں ہے
وہ نہیں جب تو مزہ عیش نہ آرام میں ہے (۲۵)

رام جی آپ کے آتے ہی چلے آئیں گے
پھر نہ سامان یہاں کے اُنھیں کچھ بھائیں گے
ورنہ ہم اُن کی جدائی میں نہ کل پائیں گے
کوئی آئی جو مصیبت تو کہاں جائیں گے

وہ اگر ہوں گے تو ہم سب کو سہارا ہوگا
(۲۶)
آپ کے لُطف سے یہ کام ہمارا ہوگا

ناتھ یہ اُن کا کہا میں نے کیا گوش گذار
اب کریں آپ وہ سمجھیں جو مُناسب سرکار
رائے میں آپ کو کچھ دے نہیں سکتی زنہار
کیونکہ ہیں آپ ہی کونین کے تنہا مختار

دیجئے حکم جو مجھ کو وہ بجا لاؤں میں
(۲۷)
جس طرح آپ کہیں مجھ سے چلی جاؤں میں

رام جی جانکی سے سُن کے یہ سُرّیت کے کلام
بولے منظور نہیں خود مجھے اب اور قیام
کل اُس الزام کی علّت میں جو رکھتے ہیں عوام
تم رہو بَن میں جو کچھ روز تو بن جائے یہ کام

میں نے سوچی ہے جو تدبیر بتاتا ہوں تمھیں
(۲۸)
جس طرح کھیل کرونگا وہ سُناتا ہوں تمھیں

لوگ کچھ رکھتے ہیں الزام تمھارے سر پر
کچھ دنوں جاکے کرو اس لئے تم بن میں بسر
دو پسر ہوں گے تمھارے وہیں اے پاک سیر
آتے ہیں حمل کے تم میں مجھے آثار نظر

بعد کچھ روز کے تم پھر مرے پاس آؤ گی
(۲۹)
اور دھرتی میں قسم کھا کے سما جاؤ گی

تم پہنچ جاؤ گی اس طرح سے فردوسِ بریں
اور آجائے گا سب لوگوں کو عفّت کا یقیں
چھوڑ کر تب میں بہت جلد یہ ملک اور زمیں
تم سے مل جاؤں گا اے مایۂ ناز آکے وہیں

کہہ کے اب دیر ہوئی سیرِ چمن میں اُن کو
(۳۰)
رام نے بھیج دیا راج بھوَن میں اُن کو

اس طرف تخت پر انصاف کے آکر شری رام
اُن وزیروں سے جو تھے اُنکے مددگارِ نظام
بولے کیا رنگ ہے دنیا کا ہے کیا حالِ انام
کیا ہیں ہم لوگوں کے بارے میں خیالاتِ عوام

راج کو میرے رعایا مری کیا کہتی ہے
(۳۱)
جانکی جی کو بھلا یا کہ بُرا کہتی ہے

کس کو تکلیف ہے کس پر ہے تعدّی و ستم　　مت ڈرو صاف بتا دو مجھے دیتا ہوں قسم
کیونکہ وہ راج رعایا ہو جہاں محوِ الم　　اُس کے راجہ کے لئے شاستر میں ایسا ہے رقم
راج معقول نہ کرنے کی سزا پاتا ہے
(۳۲) بعد مرنے کے جہنّم کی ہوا کھاتا ہے

تب وِجے نے یہ کہا ان سے کہ اے رام سُجان　　آپ کو لوگ جو کہتے ہیں وہ کرتا ہوں بیان
یعنی ہے آپ کو سب آتما اور تتّو کا گیان　　کیونکہ وہ کام جنھیں کر نہیں سکتا تھا جہان
اور جو ہو سکتے نہ تھے طاقت اِنسانی سے
(۳۳) آپ نے کر کے دکھائے وہ سب آسانی سے

لیکن اک بات ہے کہتی ہے رعایا جس کو　　یعنی سیتا وہ تھا راون نے چُرایا جس کو
مار کر دُسٹ کو پھر رام نے پایا جس کو　　اور اجودھیا میں مہارانی بنایا جس کو
پارسا ہے وہ اُنھیں کیسے یقین آتا ہے
(۳۴) اُس کے دیدار سے دل کیسے خوشی پاتا ہے

جانکی گیارہ مہینے رہی راون کے قریب　　رام نے کی نہ مگر کوئی بھی اُس پر تعذیب
اس لئے ہم بھی جو ہیں اُن کی رعایائے غریب　　جن کو لازم ہے کہ ہر کام میں ہوں اُنکے عقیب
عورتوں پر کوئی الزام نہ دھر پائیں گے
(۳۵) کوئی سختی کسی حالت میں نہ کر پائیں گے

کر کے معلوم وجے سے یہ رعایا کا خیال　　رام نے اور وزیروں سے کیا یہ ہی سوال
جوڑ کر ہاتھ کہا سب نے کہ اے واقفِ حال　　ہے اسی بات کا بے شُبہ رعایا کو ملال
بات سچ ہے یہ ذرا اس میں نہ بیش و کم ہے
(۳۶) ہے زباں زد یہی۔ ہم سب کو اسی کا غم ہے

کر کے اُن لوگوں کو رخصت جو تھے موجود وہاں　　بولے لچھمن سے یہ آرام دہِ جانِ جہاں
پاکدامانی یہ سیتا کی ہے لوگوں کو گُماں　　صبح کل اس لئے جب مہر نہ ہو پائے عیاں
بالمیکِ شہِ عبّاد جہاں رہتے ہیں
(۳۷) جس جگہ بن ہے وہ نرجن[1] جسے سب کہتے ہیں

[1] निर्जन

چھوڑ آؤ اُنھیں لے جاکے مرے گھر سے وہیں اس کی پروا نہ کرو شاد ہوں وہ یا کہ حزیں
بات سچ ہے یہ مذاق اس کو سمجھنا نہ کہیں دیکھو سوگند مری ہے تمھیں کرنا نہ نہیں
ورنہ الزام مرے قتل کا تم پر ہوگا
ہاتھ میں ہوگی مرے تیغ مرا سر ہوگا (۳۸)

رام کا حکم یہ سُنتے رہے چُپ چاپ لکھمن خوف تھا اتنا کہ نکلا نہ کوئی مُنھ سے سخن
جانکی جی کے لئے تھا غمِ دوریِ وطن فکر تھی اُن کو کہ برگشتہ ہوا چرخِ کہن
کس طرح بن میں اُنھیں چھوڑ کے میں آؤں گا
کیا سبب مجھ سے جو پوچھیں گی تو بتلاؤں گا (۳۹)

چین سے رہ نہ سکے دہر میں آکر کوئی دم کیا ستم سہنے کو آفاق میں مخصوص تھے ہم
چلدیئے اُٹھ کے وہ کر کے سرِ تسلیم کو خم سخت دشوار ہوئی اُن کو وہ اپنی شبِ غم
صبح دم کر کے شری جانکی کو رتھ پہ سوار
سوئے صحرا ہوئے مغموم رواں آخرکار (۴۰)

بالمیکِ شہِ عُبّاد کا جس جا تھا نواس جس جگہ رہتے ہوئے ہوتا تھا دیوتوں کو ہراس
چھوڑ کر جانکی ماتا کو اُس استھان کے پاس اُن سے لچھمن جی لگے کہنے بہت ہو کے اُداس
حکم ماتا جو ملا ہے وہ بتاتا ہوں تجھے
حال بن باس کا کچھ تیرے سناتا ہوں تجھے (۴۱)

ہیں ترے راج میں کچھ لوگ خبیث و دانی تیرے بن باس کے ماتا جو ہوئے ہیں بانی
پارسائی میں سُن اے روحِ گلِ یزدانی ہے نہ اب ہوگا ترا ہفت طبق میں ثانی
جو تجھے دوش لگائے گا کمینا ہو گا
تا ابد نارِ سقر میں اُسے جینا ہو گا (۴۲)

ہیں سگُن برہمہ ہر اک بات سے واقف شری رام رکھ نہیں سکتے ہیں وہ بھول کے تجھ پر الزام
سُن سکے جب نہ وہ تشہیر جو کرتے تھے عوام بھیج کر بن تجھے سوچا کہ کریں قصّہ تمام
اس لئے چھوڑ کے اب میں تجھے گھر جاتا ہوں
کچھ مرا دوش نہیں اس میں قسم کھاتا ہوں (۴۳)

رام جی کو بھی بہت ہو گی جُدائی تری شاق   چین دیگا کبھی دم بھر نہ اُنھیں تیرا فراق
چھوڑ جانا تجھے گو ہے مجھے اک کارِ عناق   ہوں مگر حکم سے مُنکر تو کہیں گے مجھے عاق
خود مری ہستی مجھے دیکھ کے شرماتی ہے
(۴۴) کیا کروں موت بھی کم بخت نہیں آتی ہے

بالمیک اہلِ ریاضت ہیں بڑے پاک سیر   سامنے دیکھ وہ آتی ہے کُٹی اُن کی نظر
ہیں وہاں رِشیوں کی مہلائیں تو کچھ فکر نہ کر   ہو گی خوش پا کے اُنھیں جا کے کر ایّام بسر
اب میں جاتا ہوں دعا دے مری ماتا مجھ کو
(۴۵) دیکھوں اب اور فلک کیا ہے دکھاتا مجھ کو

جانکی نے نہ کہا کچھ بھی تھا اتنا اُنھیں غم   چھوڑ کر اُن کو وہیں چھو کے لکھمن لال قدم
چل دیئے سوئے اودھ سر پہ لئے بارِ الم   رام سے آ کے مِلے دیدہ ہوئے اشک سے نم
رام نے اپنے کلیجہ سے لگایا اُن کو
(۴۶) پریم اور پیار سے پاس اپنے بٹھایا اُن کو

اس طرف جبکہ نہ آیا نظر انسان کوئی   جانکی رونے لگیں جیسے ہو نادان کوئی
قتل کر ڈالے مجھے کاش کہ بھگوان کوئی   یا نگل جائے مجسّم مجھے حیوان کوئی
زور سے روتی تھیں اُس دشت میں چلّاتی تھیں
(۴۷) ہُو کا عالم نظر آتا تھا ڈری جاتی تھیں

رو کے چلّائیں کہ اے چرخ نہ اب مجھ کو ستا   کیا کوئی اور نہیں مرکزِ بیداد و جفا
عمر بھر راس نہ آئی مجھے دنیا کی ہوا   تو ہی اے موت اب آ کر مجھے کر غم سے رہا
کوئی میری نہیں سُنتا میں سُناؤں کس کو
(۴۸) بے اثر ہیں مرے نالے میں بُلاؤں کس کو

شوق جینے کا نہ دل میں کوئی ارمان ہے اب   کس کو دوں دوش یہ قسمت کا مری پھیر ہے سب
میں ہی بدبخت ہوں شوہر کی مذمّت کا سبب   کاش پھٹ جائے زمیں جاؤں میں اب خاک میں دب
ہو مرے رنج و صعوبات و محن کی حد بھی
(۴۹) جانِ بیزار کی اس سوختہ تن کی حد بھی

یاد آتا مجھے رہ رہ کے ہے ماں باپ کا پیار   ناز و نعمت میں بسر ہوتے تھے جب لیل و نہار
عیش و راحت کے بہم تھے مجھے سامان ہزار   شکل بھی رنج کی دیکھی نہ تھی میں نے زنہار
کیا خبر تھی اُنھیں شادی مری غم لائے گی
(۵۰) لاڈلی اُن کی بیاباں میں ہوا کھائے گی

چکرورتی تھے سسُر میرے شہنشاہِ جہاں   آندر بھی جن کی کیا کرتے تھے تعریفِ بیاں
گھر سے باہر مرا جانا جنھیں ہوتا تھا گراں   جو کبھی دیکھ نہ سکتے تھے مرے اشکِ رواں
آج ہوتے وہ تو یہ وقت نہ آتا مجھکو
(۵۱) کون تھا ایسا جو الزام لگاتا مجھکو

رام جی آپ سے پوشیدہ نہیں ہے مرا حال   آپ کو تو مری جانب سے نہ تھا کوئی ملال
آپ کا نام ہے مشہورِ جہاں دینِ دیال   کیا سبب آپ نہیں کرتے جو بیکس کا خیال
آپ سا تو کوئی دنیا میں عطا کوش نہیں
(۵۲) ہے مرے بھاگ کا یہ آپ کا کچھ دوش نہیں

سُن کے یہ درد بھری جانکی جی کی آواز   بالمیکِ سخن آرا جو تھے دانندۂ راز
اُن مریدوں سے جو تھے اُنکی نظر میں ممتاز   بولے آواز بھرا جس میں ہے یہ سوز و گداز
جانکی جی کی ہے اسوقت جو بن باس میں ہیں
(۵۳) اس مرے کلبۂ احزاں کے کہیں پاس میں ہیں

اہلِ دنیا کے کرشمے ہمیں دکھلاتی ہیں   عام اِنساں کی طرح روتی ہیں چلّاتی ہیں
ہیں تو مایا یہ مگر سایہ سے گھبراتی ہیں   بات سب جان کر انجان بنی جاتی ہیں
بھگوتی ہے ترے اس حُسنِ عمل کی تعریف
(۵۴) جس کی تو مایا ہے اُس عزّ و جل کی تعریف

جا کے مُن بَر نے کہا جانکی جی سے کہ چلو   ہوں سب اسرار سے واقف میں کہو یا نہ کہو
کہہ کے اُن دیویوں سے پہلے سے موجود تھیں جو   ہر طرح دو انھیں راحت کوئی تکلیف نہ ہو
پھر کہا جانکی سے دُکھ نہ اُٹھانا کوئی
(۵۵) رنج دل میں نہ کبھی بھول کے لانا کوئی

جانکی مایا ہو تم اُن کی سگُن برَہمہ ہیں رام
تھی زباں کس کے جو رکھتا کوئی تم پر الزام
آئے تم دونوں تھے جس کو وہ ہوا کام تمام
خود ہی منظور نہیں اب تمھیں دنیا میں قیام
جانتا ہوں میں کہ ساکیت کی تیاری ہے
(۵۶) سب یہ دنیا کو دکھانے کو غم و زاری ہے

کہدیا تم سے جو گذرا ہے مرے دل میں خیال
اب بہر حال کسی سے نہ کہوں گا میں یہ حال
ہے تمھیں دونوں کے الطاف سے مجھ میں یہ کمال
جان لیتا ہوں جو میں ماضی و مستقبل و حال
استراحت سے کرو وقت بسر تم اپنا
(۵۷) جائے دلکش ہے سمجھنا اِسے گھر تم اپنا

کرتی مُن پتنیاں[1] ہر طور تھیں خدمت اُن کی
اُن کو معلوم تھی سب شوکت و حشمت اُن کی
وشنو مایا تھیں وہ سب کرتے تھے عزّت اُن کی
روز افزوں تھی ہر اک دل میں محبت اُن کی
جانکی جی کو تمنّا نہ کسی بات کی تھی
(۵۸) تھی تو اک رام کے قدموں سے ملاقات کی تھی

[1] पत्नियां

غزل

کہوں کیا میں حالتِ سوزِ دل نہ تو صبر ہے نہ قرار ہے
مری زندگی ہے وبالِ جاں مری جان جسم کو بار ہے
ہے زبانِ شمع مری زباں مرے دیدہ دیدۂ خوں فشاں
مری شب شبِ غمِ بیکراں مرا روز روزِ شمار ہے
مرے باپ ماں کو تھی کیا خبر۔ مرے چاک ہونگے دل و جگر
میں پھروں گی بن میں اِدھر اُدھر۔ مری زیست ننگِ تبار ہے
جو نہ دیکھ سکتے تھے میرا غم۔ جنھیں شاق تھی مری چشمِ نم
مجھے تکتے رہتے تھے دم بدم۔ اُنھیں آج شکل سے عار ہے
وہ تھا جس پہ پھولوں کا پیرہن۔ اُسی تن پہ اب ہے پڑا کفن
جسے لوگ کہتے تھے گلبدن۔ وہی آج آنکھوں میں خار ہے

وہ جو کل زمانہ میں تھے حسیں۔ کہیں آج اُن کا پتا نہیں
جو گُلوں سا جسم تھا نازنیں۔ پسِ مرگ مُشتِ غبار ہے
نہ کسی کا کوئی ہے آشنا۔ نہ کسی کا کوئی ہے ہم نوا
نہ کسی کا کوئی ہے مُبتلا۔ نہ کسی کا کوئی نگار ہے
نہیں ایک رنگ یہ یہ جہاں۔ ہے کوئی حزیں کوئی شادماں
وہی باغ جس میں تھی کل خزاں۔ وہیں آج فصلِ بہار ہے
ہے نرآین اپنا یہ مُدّعا۔ نظر آئے مجھ کو وہ خوش ادا
ہے جو دلبروں کا بھی دلرُبا۔ مرا دل اُسی پہ نثار ہے

سوئیا

جو بدھِ بھال کلنک لِکھیو۔ سو مٹائے نہ سِدّھ سکے نہ جتی
بیاہ کیو پِتو ماتو اُوچھاہ سوں پُوری سِندُور سوں مانگ پتی
ایک سمے مہارانی بنی سُکھ سمپتی سوں پری پُورن اَتی
آج بِپتّی کے ساگر میں سو ٹرے نہ 'نراین' کرم گتی

دوہا۔ ایک سمے راجیشوری۔ سُکھ کیرتی سنمان
اتی آرتی بن وِکل سو۔ سہت بِپتّی مہان
'نارین' دُکھ سُکھ اَیش۔ سُویش کرم آدھین
شوک ہرش یُت سو سکل بھوگہیں مُوڑھ پروین

सवैया—जो विधि भाल कलङ्क लिख्यो सो मिटाय न सिद्ध सके न यती ।
ब्याह कियो पितु मातु उछाह सों पूरी सिंदूर सों मांग पती ।
एक समय महारानी बनी सुख सम्पति सों परिपूर्ण अती ।
आज विपत्ति के सागर में सो टरै न 'नरायन' कर्मगती ॥

दोहा—एक समय राजेश्वरी, सुख कीरति सन्मान ।
अति आरत वन विकल सो, सहत विपत्ति महान ॥
'नारायन' दुख सुख अयश, सुयश कर्म आधीन ।
शोक हर्ष युत सो सकल, भोगहि मूढ़ प्रवीन ॥

سرگ پانچواں

رام گیتا

رام نے جب سے دیا جانکی جی کو بن باس — کر دیا ترک اُسی روز سے سب بھوگ بِلاس
نورِ عرفاں کا تھا اُن کے تنِ اقدس پہ لباس — آئے دن آکے کیا کرتے تھے مُن لوگ سپاس
اہلِ دیں اُن کی کیا کرتے تھے طاعت ہر دم
(۱) اُن کی رہتی تھی غریبوں پہ عنایت ہر دم

تھے لکھن لال کرامت سے جو اُن کی آگاہ — رام کی حکم عدولی کو سمجھتے تھے گُناہ
تھی اُنھیں ایک فقط رام کی خدمات کی چاہ — ہر گھڑی رکھتے تھے وہ اُنکے اشاروں پہ نگاہ
تھے بِحرت رام کے ہر دل کو لُبھانے والے
(۲) مغفرت اہلِ زمانہ کو دلانے والے

تھے وہ بھگوان اُنھیں رہتی تھی زمانہ کی خبر — زیر دستوں کو کہیں تھا نہ زبردستوں سے ڈر
رام جی رکھتے تھے بھائی کی بھلائی پہ نظر — جس میں ہو اُن کی خوشی کرتے تھے وہ آٹھ پہر
داستاں اگلے زمانہ کی بیاں کرتے تھے
(۳) گیان وِگیان کے بھی راز عیاں کرتے تھے

راج میں اُن کے کسی کو کبھی پہونچی نہ گزند — رنج سے دُور رہا یا تھی سب اُن کی خُرسند
لوگ کرتے تھے وہی سب کو جو ہوتا تھا پسند — رام کا بابِ کرم تھا نہ کسی شخص پہ بند
دہر میں کوئی کسی چیز کا محتاج نہ تھا
(۴) ست جُگی راج سے کم ترِیتا[1] کا وہ راج نہ تھا — त्रेता[1]

ایک دن بیٹھے تھے جب قصر میں تنہا شری رام — جا کے لچھمن نے کیا جوڑ کے ہاتھ اُن کو پرنام
پھر کئے بھائی سے اس طور بہ تعظیم کلام — رمزِ عرفاں سے ابھی تک نہیں واقف یہ غلام
آپ ہی برہمہ سگُن روپ مہا گیانی ہیں
(۵) آپ ہی مرکزِ عشقِ دلِ انسانی ہیں

آتما وِشو کے۔ سب وِشو میں باس آپ کا ہے　　ہر جگہ تذکرۂ حمد و سپاس آپ کا ہے
اک وہی واقفِ عرفاں ہے جو داس آپکا ہے　　کیوں وہ محروم ہے حاصل جسے پاس آپکا ہے

رام جی کیسے نجاتِ ابدی مل جائے
(۶)　ہو سکوں اور سب آشفتگیٔ دل جائے

روح کو جس سے ملے بارِ تناسُخ سے پناہ　　کرم رہ جائیں نہ رہ جائے کوئی سر پہ گناہ
دل میں باقی نہ رہے اُس کے کسی بات کی چاہ　　عرشِ عرفاں پہ فروغ اُسکا رہے صورتِ ماہ

اُس کی ہستی نہ کوئی دہر کی ہستی رہ جائے
(۷)　ہو تمنّا نہ بلندی کی نہ پستی رہ جائے

ہو کے خوش بھائی سے تب کہنے لگے رام سُجان　　گو کہ پوشیدہ نہیں تم سے کسی تتّو کا گیان
تو بھی لکھا ہے جو ویدوں میں وہ کرتا ہوں بیان　　اصل میں ہے سببِ جہلِ مُرکّب یہ جہان

جس کی ہر شکل ہے مایا میں پھنسانے والی
(۸)　گیان بھکتی کی ہیں دو راہیں چھڑانے والی

برہمہ اور جیو کا مایا کا بتاتا ہوں میں حال　　جس طرح جیو کی ہستی ہے فقط وہم و خیال
جانتا برہمہ سے ہے جیو جسے اپنا وصال　　شکلیں دو اُسکی بیاں کرتے ہیں سب اہلِ کمال

ایک عرفاں ہے کہ اگیان کا بادل چھٹ جائے
(۹)　دوسری عشقِ حقیقی ہے کہ مایا ہٹ جائے

ست چت آنند ہی ہے ذات پرم برہمہ کی سب　　ہے نراکار یہ ہوتا ہے اسے غم نہ طرب
اس کو دیتے ہیں اننت[1] اور انادی کا لقب　　ہے ہمیشہ یہ قدیر اس کو ہے خواہش نہ طلب　(1) अनन्त

شکلِ عرفاں میں ہے نرگُن یہی گیانی کے لئے
(۱۰)　ہے سگُن برہمہ ہی عشق میں دھیانی کے لئے

اب سنو راز جو مایا کا بتاتے ہیں نگم　　ہے انادی یہ نہیں اسمیں حسِ عشرت و غم
اس لئے جڑ[2] ہے یہ نام اس کا ہے اگیان رقم　　برہمہ کی شکتی ہے یہ سب ہیں صفات اسمیں ہم　(2) जड

ست رج اور تم صفتیں مایا کی کہلاتی ہیں
(۱۱)　برہمہ کے عکس سے یہ نشو و نما پاتی ہیں

اب بتاتا ہوں ہوا جیو کا جیسے اظہار ہے یہ کیا جس کی ہے گلزارِ دو عالم میں بہار
یہ بھی ہے برہمہ ہی لیکن ہے شکارِ افکار کیونکہ اگیان کا مایا کے سبب سے ہے غبار
زور کچھ برہمہ پہ مایا کا نہیں چل سکتا
(۱۲) گیان کا روپ اودیا میں نہیں ڈھل سکتا

نور جڑ پرکرتی[1] پہ چیتن کا پڑنے سے مگر اُس میں احساس کا ہوتا ہے نمودار اثر
مایا اُس نور پر اپنا بھی دکھاتی ہے ہُنر جس سے آتا ہے وہ نادان کی صورت میں نظر
برہمہ کا عکس ہے یہ جیو جو کہلاتا ہے
(۱۳) اور یہ مایا کا بنا یا ہوا تن پاتا ہے

جیسے آئینہ پہ سورج کا پڑے نور اگر تو ٹھہرتی نہیں آئینہ پہ انساں کی نظر
عکسِ آئینہ کہیں اور جو پڑتا ہے مگر دیکھ سکتا ہے اُسے غور سے ہر فردِ بشر
جیو اور جسم کا ویسے ہی بیاں ہوتا ہے
(۱۴) جیو ہوتا ہے نہاں جسم عیاں ہوتا ہے

برہمہ خورشید کو آئینہ کو مایا سمجھو ست رج اور تم سے یہ آئینہ بنایا سمجھو
جیو کو برہمہ کا آئینہ میں سایا سمجھو اور اُسے جسمِ عناصر میں سمایا سمجھو
دل میں وہ عکس سمجھتا ہے چمکتا ہوں میں
(۱۵) جیسے نادان کہ ہر کام میں یکتا ہوں میں

اُس کو رہتا نہیں اُس برہمہ کے پرتو کا خیال جس کی ہوتی ہے چمک اسمیں ہے جسکا وہ جمال
اس جہالت ہی سے پندار ہے اے نیک خصال ہے خودی ہی سببِ وہم و غم و فکر و ملال
ہے ہمیشہ سے جہالت نہیں جاتی جلدی
(۱۶) اور خودی شکلِ فنا میں نہیں آتی جلدی

یہ بھی ہے ذرۂ آئینہ ہے جو روحِ رواں سوکشم[1] کے نام سے عارف اسے کرتے ہیں بیاں
اس میں ہوتا ہے جہالت سے اہنکار عیاں اور اہنکار ہی ہے جس پہ ہے موقوف جہاں
عکس میں برہمہ کا بھی جو اثر آجاتا ہے
(۱۷) وہم دل کرکے سچ اک روز وہ دکھلاتا ہے

[1] प्रकृति

[1] सूक्ष्म

शब्द[2] पञ्चतन्मात्रा[1]

پنج تن[1] ماترا کا بھی ہے خودی ہی سے ظہور نام سے شبد[2] وغیرہ کے ہے جن کا مذکور
ہیں یہی جن سے کہ ہیں پنج عناصر مشہور جن سے بن جاتے ہیں اجسام سب اے اہل شعور
سوکشم چیتن اُسی عکس سے ہو جاتا ہے
(۱۸) جس کے ہر عضو میں پندار نظر آتا ہے

یہ ہی تن ماترا ہیں جو کہ بناتی ہیں حواس روح کو جن سے ہے سب راحت و غم کا احساس
پانچ پران اور من اور بُدھی جو کرتی ہے قیاس ہیں یہی پانچوں جو اس روح کی ہوتے ہیں اساس
یہ وہ اجزا ہیں کہ ہے روح مُرکّب جن سے
(۱۹) جیو جتنے نظر آتے ہیں وہ ہیں سب ان سے

چیتن اور جڑ کے بہم ہونے سے بنجاتا ہے من ویدا سے کہتے ہیں اک عقدۂ موہوم لکھن
سوکشم کے واسطے ہے یہ سببِ عیش و محن ہے یہی دہر کا ہے جس کی حکومت میں تمن
برہمہ اور مایا کی اس من میں جو یکجائی ہے
(۲۰) اس لئے اس میں صفت دونوں کی کچھ آئی ہے

یعنی ہیں گیان اور اگیان ہی من میں مکیں جن سے یہ روح کبھی خوش کبھی ہوتی ہے حزیں
عقدہ کھُل جائے یہ مٹ جائے جو اگیان کہیں اک سوا برہمہ کے رہجائیں نہ پھر عرش و زمیں
دل کو حاصل ہو سکوں غم و مسرّت نہ رہے
(۲۱) ہو خودی دور کسی چیز کی حسرت نہ رہے

ہے یہ دل خواہشیں دنیا کی بھری جسمیں ہیں سب دل ہی ہے باعثِ آرام و تکالیف و غضب
دل ہی اس روح کے ہوتا ہے تناسُخ کا سبب بے لگام اک ہے یہی روح کا سرکش مرکب
سرکشی دور ہو اس کی تو قرار آجائے
(۲۲) روح مُضطر نہ ہو منزل پہ سوار آجائے

اسپِ دل کے لئے ہے عقل کا چابک درکار جو کہ کرتا حق و ناحق سے ہے اُس کو ہشیار
دور کرتا ہے یہی دل سے نشانِ پندار اور دل خود ہی ہٹاتا ہے جہالت کا غبار
پس اگر عقل کا سب دور بھرم ہو جائے
(۲۳) کبر رخصت ہو جہالت بھی عدم ہو جائے

چونکہ سب کرم ہیں پندار سے لے نیک نہاد اور پندار ہی اس روح کی بھی ہے بنیاد
اس لئے کرموں سے ہوتی تو نہیں روح آزاد بلکہ پھنس جاتی ہے مایا میں یہ کچھ اور زیاد
مَن کو جب اپنے کئے کرموں کا دھیان آتا ہے
(۲۴) اور بھی کرم کے بندھن میں جکڑ جاتا ہے

سورگ تک کا تو دلا سکتے ہیں پھل کرم ضرور لیکن ان سے نہیں ممکن ہے کہ مٹ جائے غرور
پھر نرک[1] ملتا ہے آجانے سے کرموں میں فتور جس طرح دہر میں ہے نرگ[2] کی روایت مشہور नरक[1] नृग[2]
اس لئے کرموں سے بندھ جانا یہ نادانی ہے
(۲۵) عقل پڑ جائے اگر ان میں تو دیوانی ہے

کرم کرتے ہیں بُرائی سے فقط عقل کو پاک اُنکے پھل بھوگ میں پڑ جاتی ہے پھر عقل یہ خاک
کرم نِش کام[3] بتاتے ہیں سب اہلِ ادراک جنکے پھل ملنے کا ہوتا ہے نہ کچھ شوق نہ باک निष्काम[3]
کرم اس واسطے لازم ہے کہ نِش کام کرے
(۲۶) خوفِ تکلیف نہ کچھ خواہش آرام کرے

یوں ہی کچھ روز جو نِش کام رہے کرم کا حال تو پھر آئے نہ کبھی عقل میں بیہودہ خیال
باعثِ فکر نہ رہ جائے یہ سنسار کا جال پاک ہو عقل تو دل صاف ہو آئینہ مثال
گیان کے واسطے لازم ہے بھرم دور رہے
(۲۷) تا کہ دل ایک جگہ رہنے پہ مجبور رہے

یوگ۔ برت۔ جاپ۔ نیم۔ یگیہ۔ تپ۔ آچار۔ ہَوَن شُدّھ چت کرنے کو ان کرموں سے لکھا ہے جتن
اس طرح عقل بُرائی سے ہو جب پاک لکھن ترک اُس وقت کرے کرم کی تکلیف و محن
یہ طریقہ ہے نہ دل پھر کہیں جا پائے گا
(۲۸) وہم بھی اس میں نہ کوئی کبھی آ پائے گا

پھر کبھی دامنِ دل پہ نہیں آئے گا غبار ہو سکے گا نہ کسی نفس کا بھی پھر وہ شکار
پا کر اس طور سکوں دل کو جب آجائے قرار تتّومسی واکّیہ کے معنوں پہ کرے روز وچار
رہ نہ جائے گی دوئی جس سے پھر اُسکے سر میں
(۲۹) برہمہ ہی برہمہ نظر آئیگا دنیا بھر میں

محو ہو جائے گا یوں جیو پرم برہمہ میں جب — دور ہو جائیگا سنسار کی مایا سے وہ تب
پھر اہنکار جو اس روح کا ہے خاص سبب — اور ہے موجبِ آرام و محن لطف و غضب
سارے کرموں کو لئے ملکِ عدم جائے گا
(۳۰) گیان آئے گا جہالت کا بھرم جائے گا

عیش و غم میں ہوئی جیسی کہ نوشتِ تقدیر — کرکے وہ روح بسر ہو گی نہ پھر جسم پذیر
برہمہ کے نور میں مل جائے گی اُس کی تنویر — ہو سکے گی نہ وہ زنجیرِ تناسخ میں اسیر
سہل تدبیر یہ ویراگ کی اور گیان کی ہے
(۳۱) برہمہ اور جیو میں توحید کی پہچان کی ہے

یہ طریقہ وہ ہے مُکتی کا کہاتا ہے جو گیان — زحمتیں اس میں ہیں کرتا ہوں میں دو چار بیان
رِدّھیاں کرتی ہیں ہر سمت سے آکر حیران — سِدّھیاں دے کے دغا کرتی ہیں برپا طوفان
خواہشیں دل میں زمانہ کی چلی آتی ہیں
इन्द्रियां (1) (۳۲) اندریاں(۱) زور ہر اک سمت سے دکھلاتی ہیں

دل جو ان میں سے کسی ایک سے بھی ہار گیا — تو سمجھ لو کہ بس اک جنم ہی بیکار گیا
تھاہ بھوسِندھُ کی پائی نہ وہ بھوپار گیا — زار آیا تھا زمانہ میں وہ بے زار گیا
گمراں سب کو جو جیتا تو ہوا گیان نصیب
निर्वाण (2) (۳۳) اُس کو مثلِ مہ انور ہوا نِروان(۲) نصیب

دوسرا اور طریقہ ہے جو ویدوں میں رقم — جس سے رہتا نہیں اس دل کو پھر آزار و الم
دور ہٹ جاتا ہے خود عقل سے مایا کا بھرم — اسکی جانب کبھی بڑھتا نہیں پھر اُس کا قدم
مثلِ خورشید چمک جس میں نظر آتی ہے
(۳۴) خود بخود دیکھ کے مایا جسے ہٹ جاتی ہے

کرتے ہیں اہلِ نظر بھکتی سے اس کو موسوم — اس کا عامل کبھی ہوتا نہیں پابندِ رسوم
یہ جو آئی تو ہوا دور گُناہوں کا ہجوم — پاس پھر اُس کے کبھی بھول کر آئے نہ غموم
اُس کے سر میں نہ ہوا نشّۂ پندار کبھی
(۳۵) اُس نے دیکھی نہ جہالت کی شبِ تار کبھی

اب سنو بھکتی کسے کہتے ہیں سب اہلِ خرد — جس سے ساری صفتیں مایا کی ہو جاتی ہیں رد
پریم یا عشق ہے بھکتی نہیں جس کی کوئی حد — اس کو درکار ہے کوئی نہ سہارا نہ مدد
عشق کامل ہو تو بھکتی کا مزہ مل جائے
ہو سکوں اُسکو کسی سمت نہ پھر دل جائے (۳۶)

برہمہ جو گیان میں ہے بھکتی میں بھگوان وہی — اُس میں بے گُن کے ہے جو اسمیں ہے گُن وان وہی
گیان میں یوگ ہے جو بھکتی میں ہے دھیان وہی — پریم کہتے ہیں جسے اُس کی ہے پہچان وہی
محو ہو جائے تصور میں نہ کچھ یاد رہے
چاہ دل میں نہ تو لب پر کوئی فریاد رہے (۳۷)

جس طرح عشقِ مجازی کی حقیقت ہے رقم — یعنی ہوتا ہے وہ ہو جائے جو دیدارِ صنم
اُس طرح عشقِ حقیقی کو بتاتے ہیں نگم — خود بخود ہو جو ہو معشوقِ حقیقی کا کرم
کرم پہلے کا اثر اپنا جو دکھلاتا ہے
عشق کا بیج اگر دل میں ہو اُگ آتا ہے (۳۸)

جس طرح دیکھ کے تصویرِ بتِ حُسن و جمال — دل میں ہر شخص کے ہوتا ہے محبت کا خیال
سُن کے یا پڑھ کے اُسی طور سے اوصاف و کمال — چاہتا ہے کہ ہو بھگوان کے قدموں سے وصال
آرزو اک یہی مضبوط اگر ہو جائے
صاف دل اُس کا ہو بھکتی کا گذر ہو جائے (۳۹)

پریم کے بھاؤ کئی ہیں جو پرانوں میں عیاں — مُکتی انسان کو دیتے ہیں وہ اے راحتِ جاں
اعتقاد اپنا مگر شرط ہے اُن سب میں بیاں — یہ نہیں گر تو نہ ہو گا کبھی کچھ سود و زیاں
ستتا(۱) روپ سے ہر شے میں ظہور اُس کا ہے
سارے جانداروں میں بے جانوں میں نور اُسکا ہے (۴۰)

(۱) सत्यता

جس طرح عشق میں رہتا نہیں عاشق کا غرور — ویسے ہی بھکتی میں ہو جاتا ہے پندار بھی دور
دل میں بس جاتا ہے عرفاں کا فقط نور ہی نور — شکلِ خود خواستہ کا رہتا ہے ہر وقت سرور
آخرش اُس کی مرادِ دلی بر آتی ہے
دل میں جو شکل ہو ظاہر میں نظر آتی ہے (۴۱)

اُس طرف گیان میں پندار کی دشواری ہے اس طرف بھکتی میں پندار کی ناچاری ہے
اُس طرف گیان میں مُکتی کی ہوس داری ہے اس طرف بھکتی میں مُکتی کی گرفتاری ہے
گیان کا راستۂ مُکتی کو ہے دشوار بہت
(۴۲) بھکتی میں ایک فقط پریم ہے درکار بہت

جس کے پانے کو کیا کرتے ہیں سب گیان کی چاہ مُکتی رکھتی ہے وہی بھکتی کے قدموں پہ نگاہ
اس لئے ہو جو تناسُخ سے تمنّائے پناہ چاہیئے شوق سے لینا فقط اک بھکتی کی راہ
اس کے سالک کو ہے کچھ ڈر نہ تو کھٹکا کوئی
(۴۳) یہ وہ ہے راہ نہ جس راہ میں بھٹکا کوئی

اس قدر کر کے بیاں بات یہ شیوجی نے کہی راز اک اور بتاتا ہوں تمہیں پاربتی
جس سے بَر آتی ہے لوگوں کی تمنائے دلی جس سے رہتی نہیں دنیا کی کوئی دردسری
داس اپنے کو تو بھگوان کو مالک جانے
(۴۴) فرض خدمات کو بس اُس کی ہی سالک جانے

شرم دنیا کی نہ کچھ اپنی ہنسائی کی کرے بات کوئی نہ زمانہ کی بُرائی کی کرے
کچھ خوشی پائی نہ تشویش نہ پائی کی کرے فکر بس قید جدائی سے رہائی کی کرے
دل سے یاد اُسکی نہ گر کوئی نفس جائے تو خوب
(۴۵) شکل یہ اُس کے سراپا کی جو بس جائے تو خوب

یعنی ہیں جلوہ دہ تختِ مُرصّع شری رام جنکے پَرتَو سے چمک جاتے ہیں الماس تمام
بائیں جانب ہے شری جانکی ماتا کا قیام تینوں بھائی ہیں بہ تعظیم کھڑے بن کے غلام
بیٹھے قدموں کے قریب اُنکے ہنومان بھی ہیں
(۴۶) محسنِ رام ہیں جو رام پہ قربان بھی ہیں

مُضطرب خواہشِ دیدار میں ہیں اُن کے عباد کر کے تحسین ہنومان کی ہوتے ہیں وہ شاد
نورِ خور مطلعِ انوار سے ہوتا ہے زیاد جگمگاتے رخِ پُرضو سے ہیں دیوار و عماد
تاب کیا مہر کی تاب رخِ روشن پائے
(۴۷) قسمت اُس کی ہے جو اس رُوپ کے درشن پائے

کچھ عجب رُوپ ہے رُکتی نہیں تا دیر نظر تاجِ زرّیں کے ضیا بخش ہیں مکنون گہر
سرِ اجمل وہ عیاں جس سے ہے اندازِ ظفر جعد ہیں غیرتِ سنبل تو جبیں رشکِ قمر

ماہِ نوکب ضَوِ ابروئے ہلالی پائے
(۴۸) آبِ دنداں کو کہاں سمطِ لآلی پائے

چشمِ پُر رحم سے ہے نرگسِ شہلا بھی خجل اُن لبِ لعلیں سے بے رنگ ہے یاقوتِ قزل
خوشنما چاہِ زنخداں کے پڑا وسط میں تِل گویا ہے عاشقِ مجذوب کا ڈوبا ہوا دل

بینی و گوش میں ہیں حلقۂ زرّیں ڈالے
(۴۹) جن سے بے نور ہیں پروین و قمر کے ہالے

جیدِ نا قوس نما میں دُرِ شہوار کا ہار شب چراغ و گہر و لعل کی جس میں ہے بہار
دستِ نازک ہیں پُر از گوہر و الماس سوار تابِ انجم ہے خواتم کے نگینوں پہ نثار

لعلِ رُمّانی ہیں اظفارِ انامل اُن کے
(۵۰) چاند بھی ماند ہو آئے جو مقابل اُن کے

جسم کے رنگ سے ہم رنگ ہے یاقوتِ کبود نیلوفر کا انھیں قدموں کے ہے پرتو سے وجود
ہیں غلاموں کے لئے اپنے یہی مخزنِ جود دیوتا عرش سے آکر انھیں کرتے ہیں سجود

تنِ اجمل سے فزوں شان ہے پیتامبر کی
(۵۱) برق ساں دوش پہ زُنّار ہے گویا زر کی

رام کا روپ یہ آنند کا جو داتا ہے دل میں انساں کے اگر بھول کے بس جاتا ہے
شک نہیں اس میں کہ درشن اُسے دلواتا ہے یوگ اور گیان پھر اُسکو نہیں کچھ بھاتا ہے

عیشِ جنّت کی تمنّا نہیں ہوتی اُس کو
(۵۲) اپنی مُکتی کی بھی پروا نہیں ہوتی اُس کو

رام جی بولے یہ لچھمن سے کہ اک بات ہے اور ہو جو بھکتی کی تمنّا تو ہو اس امر پہ غور
شاد کوئی جو ہنومان کو کرلے کسی طور تو اُسے بھکتی سے حاصل مرادیدار ہو فور

دوسرا ان سا نہیں ہے مجھے پیارا کوئی
(۵۳) ان سے بڑھ کر نہیں ہے اور سہارا کوئی

میرے بھکتوں کو ضروری نہیں تپ یوگ ہَوَن — واسطے اُنکے ہے درکار نہ بستی نہ تو بَن
ایکساں رکھتے ہیں اپنا وہ زمانہ میں چلن — پاک اُن کا ہے بُرائی سے ہر اک طور پہ مَن

ہے نہ یاری نہ تو دنیا میں عداوت اُن کی
ہے کسی سے نہ محبت نہ بغاوت اُن کی (۵۴)

حرص دل میں نہیں رکھتے ہیں فقط صبر سے کام — ہیں وہ جس حال میں اُس حال میں شاکر ہیں مُدام
مانتے اپنے کو ہیں وہ مرے داسوں کا غلام — رات دن وِردِ زباں رہتا ہے اُنکے مرا نام

دل وہ جس میں ہے ہوس اُسمیں مرا باس نہیں
آس جو غیر کی رکھتا ہے مرا داس نہیں (۵۵)

میرے بھکتوں کو کسی سے کبھی ہوتا نہیں ڈر — اُن کو پہونچا نہیں سکتا کوئی تکلیف و ضرر
میرے بھکتوں پہ مری رہتی ہے ہر وقت نظر — پاس بھکتوں کے رہا کرتا ہوں میں آٹھ پہر

جو مرے بھکت ہیں وہ میرے چرت گاتے ہیں
اُن کو درشن مرا ہنومان جی دِلواتے ہیں (۵۶)

پریم ہو مجھ سے فقط ہے یہی بھکتی میری — اس سے بھکتوں کو مرے ہو نہیں سکتی سیری
میں کبھی لُطف میں اُن پہ نہیں کرتا دیری — میری مایا مرے بھکتوں کی ہے ہردم چیری

اہلِ عرفاں مری امداد کے محتاج نہیں
اور مرے بھکت کبھی فکر کے آماج نہیں (۵۷)

اپنے بھکتوں کی تکالیف میں ہر لیتا ہوں — جو مرے ہیں اُنھیں اپنا سا میں کر لیتا ہوں
جیسا چاہیں وہ وہی روپ میں دھر لیتا ہوں — اُن کے فعلوں کو میں خود اپنے ہی سر لیتا ہوں

لمحہ بھر کو بھی میں بھکتوں سے کبھی دور نہیں
جو وہ چاہیں وہ نہ ہو یہ مجھے منظور نہیں (۵۸)

غزل

نہیں ہے عرفاں سے بہرہ ور جو کبھی وہ اہلِ بصر نہیں ہے
اگر ہے بینا تو بس وہی ہے جسے کچھ اپنی خبر نہیں ہے

ہے قلب پندار سے جو خالی اُسی میں ممکن گذر ہے اُس کا
ہوائے دنیا ہے جس میں اُسکے گذر کے قابل وہ سر نہیں ہے
ہے دور جس سے غرور و نخوت۔ ہے حرصِ دولت سے جو مبّرا
نہیں ہے جاہ و حشم کی خواہش اگر تو کوئی خطر نہیں ہے
خودی سے ہے پاک ذات اُسکی صفات ہیں ذات ہی میں پنہاں
صفات ہی ہیں نمودِ عالم۔ یہ منظرِ بحر و بر نہیں ہے
وہی ہے ادراکِ عالم آرا۔ وہی ہے ناظر وہی نظارا
اُسی کی ہے ذات آشکارا۔ فروغِ شمس و قمر نہیں ہے
ہر ایک ذرہ میں جب وہی ہے۔ وہی مُسبّب ہے ہر سبب کا
تو پھر انانیّت آتی کیوں ہے۔ سوا جب اُسکے دگر نہیں ہے
ہے اُس سے اظہار جس خودی کا۔ وہی خودی ہے حجابِ باطل
ہے مہر سے ابر۔ ابر ہی سے تو مہر آتا نظر نہیں ہے
شرر ہے ہیزم میں جیسے مُضمر۔ اگر ہو ظاہر جلا دے اُسکو
خودی ہے ویسے بشر میں۔ فانی نہیں بشر جو بہ شر نہیں ہے
اگر ہو نازاین آرزو یہ کہ نورِ کامل ہو عکس افگن
مٹا خودی تو یہ نخلِ حسرت بھی دیکھ لے بے ثمر نہیں ہے

غزل

صورتِ عرفاں میں جو عارف کو شکلِ نور ہے
عشق میں وہ بہرِ عاشق حُسن سے معمور ہے
جعدِ مشکیں سنبل آسا ناصیہ مانندِ بدر
پرتوِ رُخ سے فروغِ مہر بھی کافور ہے
شانِ ابرو شانِ ماہِ نو سے بھی بڑھ کر کہیں
نوکِ مژگاں چشمِ بدبیں کے لئے ساطور ہے
چشم خانہ بحرِ فیض و فضل میں مثلِ صدف
چشمِ رحمت جن میں گوہر کی طرح مستور ہے
غنچۂ گُل ہے دہن ہیں گوش وبینی کانِ حُسن
برگِ گُل ہیں لب گلو اک شیشۂ بلور ہے
سِلکِ گوہر سے زیادہ آبِ دنداں کی بہار
پان کی سُرخی سے یا قوتِ قزل بے نور ہے

ابرِ رحمت کی طرح دستِ کرم سایہ فگن — گردشِ انجم سے جو عشّاق کا ناظور ہے
قشقہ، صندل کی سیمائے منوّر پر کشش — جس میں کھنچنے کیلئے عاشق کا دل مجبور ہے
رنگ و نزہت میں قدم دونوں ہیں رشکِ نیلوفر — خاک تک جن کی فدائے دلِ رنجور ہے
تن پہ ہونے سے بڑھی پیتامبر کی تمکنت — جسم کی رنگت سے نیلم بے بہا مشہور ہے
جو نہ گرویدہ ہوا ایسے سراپا حُسن کا — مُطلقاً حیوان وہ انسانیت سے دور ہے
یا کمالِ کیفِ عرفاں یا کمالِ جذبِ عشق — میں اُسی میں شاد ہوں جو کچھ اُسے منظور ہے

آس نارائن کو ہے اک اُسکی چشمِ لطف کی
منزلیں دشوار دونوں ہیں یہ بے مقدور ہے

سوئیا

تَن کی دُوتی سوں مَن مانِک اَو مَن جیوتی کِریٹ پرکاش کرے
پَٹ پیت کسے اُپبیت لسے مَن موہن موتن مال گرے
سَرسیرُہو سوں اَتی کومَل جو کَر سو کَریں شَر چاپ دھرے
پَد پاوَن دھیان دھرے اُر جو اَگھ اوگھ نرائن تاسو ہرے

دوہا

بَیر نہ کاہو کو سَرے۔ جو رگھوپت پَد پرِیت
'نارائن' سب سُلبھ تیہی ہوہی الوکِک ریت

सवैया—तन की द्युति सों मणि माणिक औ मणि ज्योति किरीट प्रकाश करे।
पट पीत कसे उपवीत लसे मनमोहन मोतिन-माल गरे।
सरसीरुह सों अति कोमल जो कर सो कर में शर चाप धरे।
पद पावन ध्यान धरै उर जो अघ-ओघ 'नारायन' तासु हरे॥

दोहा—वैर न काहू को सरै, जो रघुपति-पद-प्रीति।
'नारायन' सब सुलभ तेहि, होहि अलौकिक रीति॥

سرگ چھٹواں

لَوَن دیت کا بدھ اور لَو کُش کی کتھا

راج مندر میں تھے اک روز جب اپنے شری رام　　آ کے کچھ مُنیوں نے بھیجا اُنھیں درباں سے پیام
کان میں جا کے پڑے رام کے جس دم وہ کلام　　لے گئے آ کے خود اندر اُنھیں باعزّ تمام
رام نے پہلے تو اصنع سے اُنھیں شاد کیا
(۱) کہئے کیا حکم ہے تب اُن سے یہ ارشاد کیا

بات کیا ایسی تھی کی یہ جو گوارا تکلیف　　موجبِ فکر مجھے آپ کا ہے جسمِ نحیف
مجھ پہ احسان ہوا آپ جو لائے تشریف　　سچ ہے ملتا ہے شرف اُنسے جو ہوتے ہیں شریف
آپ فرمائیں گے جو کچھ وہ بجا لاؤں گا
(۲) اُس کے کرنے میں نہ میں فرق ذرا لاؤں گا

آپ کے کام میں چاہے مجھے جتنی ہو محن　　بھول کر بھی میں نہ لاؤں گا کوئی لب پہ سخن
آپ کا رام ہوں ہوگا نہ مجھے کچھ بھی حزن　　کہئے کیوں چھوڑ کر آئے لب دریائے جمن
یہ سخن راحت و جاں بخش سُنا رام کا جب
(۳) یوں چیون[1] رِشی نے سُنایا سبب آلام کا تب　　(1) च्यवन

دیت ست جُگ میں تھا اک نام سے مدھو کے مشہور　　گو اسُر تھا تو مگر تھا وہ بڑا نیک شعور
جس سے خوش ہوتے تھے سب تھا وہی اُسکا دستور　　شُول اک شیو نے دیا تھا اُسے ہو کر مسرور
اور فرمایا تھا جس پر بھی وہ چل جائے گا
(۴) دیر اُسے ہوگی نہ مطلق وہیں جل جائے گا

تھی جو کُنبھینسی[2] دش شیش کی ہمشیرِ صغیر　　مدھو سے بیاہی تھی وہ ہے اُسکی جہاں میں تشہیر　　(2) कुम्भीनसी
ہے لَوَن[3] اُن کا پسر ظالم و مغرور و شریر　　کر دیا جس نے تطاول سے ہے ہم سب کو حقیر　　(3) लवन
لیکے فریاد ہم اب آپ کے پاس آئے ہیں
(۵) دور ہو جائے گا دُکھ کر کے یہ آس آئے ہیں

یہ لَوَن قوّت و شوکت میں ہے مشہورِ جہاں دیوتا کرتے ہیں سب اُسکی تعدّی سے فغاں
لڑ سکے اُس سے کسی میں یہ نہیں تاب و تواں ہے ستمگر وہ کروں آپ سے کیا حال بیاں

جس جگہ رِشیوں کو یا مُنیوں کو پاجاتا ہے
(۶) قتل کر دیتا ہے اُن کو وہیں کھا جاتا ہے

رام جی آ گئے ہم ظلم سے اُس کے عاری آپ کے پاس تک آئے ہیں بصد دشواری
اُس کے ترشول کا ہے خوف دلوں پر طاری کوئی کر ہی نہیں سکتا ہے ہماری یاری

آپ ہی چاہیں تو ہم سب کا یہ غم دور کریں
(۷) آپ ہی چاہیں تو خوش خاطرِ رنجور کریں

بات سُن کر یہ دیا رام نے رِشیوں کو جواب باعثِ غم ہے مجھے آپ کا یہ حالِ خراب
آپ اس طور سے ہوں موردِ آفات و عذاب اور آئے مجھے آرام سے اس قصر میں خواب

مجھ پہ لعنت ہے اگر مجھ سے یہ دُکھ جا نہ سکے
(۸) زندگی ہے مری بیکار جو کام آ نہ سکے

کیجئے جا کے وہاں عیش سے اب آپ قیام انتظام آپ کی راحت کا کرے گا یہ غلام
قصّہ اُس دیت کا کر دوں گا بہت جلد تمام نام اُس کا نہ رہے گا جو مرا نام ہے رام

رِش چیوَن بھارگو کو رام نے یوں سمجھا کر
(۹) بھائیوں سے یہ کہا اُن کو وہیں بُلوا کر

اک لَوَن دیت ہے جس سے ہیں رِشی گھبرائے لے کے فریاد ہیں یہ لوگ یہاں پر آئے
کون تم میں سے ہے تیّار جو لڑنے جائے اور جلدی سے اُسے ملکِ عدم پہنچائے

اک مُعجّل ہے مُوجّل یہ کوئی دَین نہیں
(۱۰) دیت مرتا نہیں جب تک وہ مجھے چین نہیں

خوش بہت دل میں ہوئے سُنکے یہ رگھوناتھ کی بات بولے تب اُن سے یہ تعظیم بھرت جوڑ کے ہات
قتل کا اُسکے مجھے حکم ہو اے نیک صفات مار کر دیت کو دُوں رنج سے رِشیوں کو نجات

آج تک کام کسی شخص کے میں آ نہ سکا
(۱۱) کچھ شرف آپ کی خدمات کا بھی پا نہ سکا

جوڑ کر ہاتھ یہ تب شترودمن جی نے کہا عرض کچھ میں بھی کروں آپ کی پاؤں جو رضا
خدمتیں آپ کی لائے ہیں لکھن لال بجا فرض بھائی کا لڑائی میں کیا خوب ادا
ہے بھرت جی کی ریاضت کا بھی سب حال عیاں
(۱۲) ان کے کس پر نہیں دنیا میں خوش اعمال عیاں

ایک میں ہی ہوں فقط شومیِ طالع کا شکار جس کو اب تک نہ ملا آپ کی خدمت کا وقار
عیش و غفلت میں بسر جس نے کئے لیل و نہار اپنے داسوں میں کریں اب اُسے سرکار شمار
دیجئے حکم کہ میں حکم کی تعمیل کروں
(۱۳) رنج کو رِشیوں کے آرام سے تبدیل کروں

مجھ پہ ہے اک نظرِ لطف اگر آپ کی رام جا کے کرتا ہوں لوَن کا میں ابھی کام تمام
ہے مدد آپ کی تو ہے یہ بھلا کون سا کام بھیج سکتا ہوں اجل کو بھی لڑائی کا پیام
ہو اجازت مجھے اب جنگ کی تیاری کی
(۱۴) دوں سزا جا کے لوَن کو میں دل آزاری کی

شتروہن جی نے یہ جب کہہ کے اجازت چاہی رام جی نے یہ کہا فتح بھی ہو ہمراہی
دور رِشیوں کی کرو جا کے تم اب جانکاہی آج سے میں تمہیں دیتا ہوں وہاں کی شاہی
تب لکھن لال سے سامان منگایا فوراً
(۱۵) اور تلک شترودمن جی کے لگایا فوراً

شتروہن جی کے نہ گو دل میں تھی کچھ حسرتِ جاہ تھی اگر اُن کو تو تھی رام کی خدمات کی چاہ
رام جی جن کی رہا کرتی ہے بھکتوں پہ نگاہ دے کے اک تیر یہ بولے کہ ہو تیار سپاہ
تاکہ دنیا میں نہ وہ ظلم کی بنیاد رہے
(۱۶) میرے بھکتوں پہ نہ باقی کوئی بیداد رہے

پھر کہا رام نے جس سے نہ ہو اس قتل میں طول تم کو اک بات بتاتا ہوں نہ جانا اسے بھول
پاس اُسکے ہے شری شیو کا دیا ایک ترشول سامنے جس کے یہ ممکن نہیں مطلب ہو حصول
کیونکہ جس شخص پہ ترشول وہ چل جاتا ہے
(۱۷) شیو کے بردان سے فی الفور وہ چل جاتا ہے

اب سنو قتل کی اُس دیت کے آساں ترکیب وار تم اُس پہ کرو جب نہ ہو ترشول قریب
صبح ترشول کی پوجا میں وہ رہتا ہے نہیب قتل تب کرنے کو جاتا ہے وہ جاندارِ غریب
پاس رکھتا نہیں اُس وقت وہ ترشول اپنے
(۱۸) اس لئے رہتا ہے ہتھیار سے معزول اپنے

ہے وہی وقت کرو جبکہ تم اُس دیت پہ وار طیش میں آکے لڑائی کو وہ ہوگا تیار
یاد ترشول کی آئے گی نہ اُس دم زنہار ہوگا اس تیر کا جو میں تمھیں دیتا ہوں شکار
کر سکو گے اسی ترکیب سے مقتول اُسے
(۱۹) ورنہ مرنے کبھی دیگا نہیں ترشول اُسے

قتل ہو جائے جب اسطور سے وہ دیت لَوَن میری خواہش ہے کہ تم جیت لو جا کر مدھوبن
کر کے آباد بنا دو اُسے پھر رشکِ چمن فوج جائے گی عقب سے تمھیں ہوگی نہ محن
رہ کے کچھ روز رعایا کو وہاں شاد کرو
(۲۰) وہ جو دُکھ میں ہیں اُنھیں رنج سے آزاد کرو

دے کے یہ حکم لیا رام نے سینہ سے لگا پھر دعا دی کہ بسر چین سے ہو عمر سدا
راج نیتی اُنھیں سکھلا کے یہ تب اُنسے کہا ظلم رکھنا نہ کبھی اپنی رعایا پہ روا
خوش رعایا ہے تو جنت سے وہ کم راج نہیں
(۲۱) فرماں بر فرماں روا کوئی بھی محتاج نہیں

بڑھ گئی چہرہ کی کچھ اور دعاؤں سے ضیا رام نے ساتھ میں رشیوں کے اُنھیں بھیج دیا
شتروہن جی نے تھا گردن پہ جو یہ بار لیا حکم جس طور تھا اُس طور سے سب کام کیا
خاک میں اُس لَوَنا سُر کو ملایا جا کر
(۲۲) اک نگر نام سے متھرا کے بسایا جا کر

عیش سے رہنے لگی اُن کی رعایا ساری جس جگہ پہلے بیاباں تھا ہوئی پھلواری
واسطے سب کے ہوا چشمۂ رحمت جاری داغِ افلاس مٹا دور ہوئی ناداری
سرزمیں رام کے اقبال سے زرخیز ہوئی
(۲۳) اور ہر شکل یہ ہر شکل دلآویز ہوئی

اُس طرف جا کے ہوئیں جانکی جس دن سے مقیم — بن گیا سارا بیاباں وہ گلستانِ نعیم
رہ گیا غم نہ کسی کا بھی رہا حال سقیم — کچھ نہ خونخوار درندوں کی رہی دہشت و بیم
دن بدن جیسے شری سیتا کا اعجاز بڑھا
بالمیک شہِ عُبّاد کا اعزاز بڑھا (۲۴)

کُش و لَو نام سے سیتا کے ہوئے دو فرزند — دونوں تھے راحتِ جاں اُنکے تھے دونوں دلبند
باپ کی طرح سے دونوں میں تھے آثار بلند — ہوتی تھیں جانکی جی دیکھ کر اُن کو خرسند
رفتہ رفتہ وہ بڑھے ماہِ منوّر کی طرح
شکل و فرزانگی میں دونوں تھے رگھوبر کیطرح (۲۵)

کی ہر اک رسم ہے جس طور سے ویدوں میں لکھی — وید اور شاستر کی رِشی نے اُنھیں تعلیم بھی دی
یاد کروا دی کتھا سب اُنھیں رامائن کی — شِیو مہاراج نے تھی پہلے جو گرجا سے کہی
تابِ خورشید تھی اُن کے تنِ نورانی میں
پڑتے تھے دیکھ کے عابد اُنھیں حیرانی میں (۲۶)

دیکھتے رہتے تھے سب اُنکو وہ جاتے تھے جدھر — بادشاہت کے نشاں آتے تھے دونوں میں نظر
دوسرا عقل و خرد میں نہ تھا اُن کا سا بشر — دونوں گنجینۂ دانش کے تھے نایاب گہر
رات دن رام کی رہتے تھے ثنا خوانی میں
اپنا ثانی وہ نہ رکھتے تھے خوش الحانی میں (۲۷)

سب کو گا گا کے سناتے تھے وہ جب رامائن — لوگ جو سنتے تھے ہو جاتے تھے سُن سُن کے مگن
بھولی شکلوں پہ فقیرانہ تھا ملبوسِ بدن — سادگی دیکھ کے شرمندہ تھا بے ساختہ پن
راگ وہ اُن کے تھے جو دل پہ اثر کر جائیں
شکلیں وہ اُن کی تھیں آنکھوں میں جو گھر کر جائیں (۲۸)

گھومتے بن میں تھے وہ رام چرت گاتے تھے — اُن کو گر کوئی بُلاتا تو چلے جاتے تھے
دیوتوں سے بھی حسیں بڑھ کے نظر آتے تھے — بالمیک اپنی نکو بختی پہ اِتراتے تھے
اس طرح مُنیوں کی صحبت میں کئی سال رہے
تھے وہ جس حال میں اُس حال میں خوشحال رہے (۲۹)

ہر گھڑی رشیوں کی جو عورتیں وہاں آتی تھیں ۔ جانکی جی کی جو خدمات بجا لاتی تھیں
ہجر میں رام کے سیتا جی جو گھبراتی تھیں ۔ اپنا دل دیکھ کر اُن بچّوں کو بہلاتی تھیں
جب کہ گردش میں تھا قسمت کا ستارا اُنکی
(۳۰) زندگی کے وہی دونوں تھے سہارا اُنکی

(۱) अश्वमेध
رام نے اشومیدھ[1] اور اور کئی یگیہ کئے ۔ جانکی سونے کی ہر بار بنیں اُن کے لئے
تھے جو مفلس اُنھیں خوشنود کیا دان دیئے ۔ بالمیک آئے تھے عُبّاد کو ہمراہ لئے
ساتھ میں اپنے کُش اور لَو کو بھی لے آئے تھے
(۳۱) آکے دونوں نے وہاں رام چرت گائے تھے

عابد و زاہد و عارف تھے جو مشہورِ جہاں ۔ رام کے زیرِ اماں تھے جو سلاطینِ زماں
رام کے بھگت وہ تھے رام ہی جنکے دل و جاں ۔ اور جو دیکھنے اُس یگیہ کو آئے تھے وہاں
کُش و لَو کی ہوئے محظوظ خوش الحانی سے
(۳۲) اُن کی عقل و خرد و دانشِ لاثانی سے

لوگ آئے تھے جو تھا رام کا اُن سب پہ کرم ۔ واسطے سب کے تھے آرام کے سامان بہم
تھے مکاں وہ نہ تھے سُرپُر کے مکانوں سے جو کم ۔ رِدّھیاں جن کے نہ باہر کبھی رکھتی تھیں قدم
رہ کے سب لوگ وہاں اپنا مکاں بھول گئے
(۳۳) اپنے آنے کا ٹھہرنے کا زماں بھول گئے

ایک دن دھیان سے جب مُنی نے فراغت پائی ۔ پاس اُن کے گئے تعظیم سے دونوں بھائی
جوڑ کر ہاتھ کہا کُش نے کہ اے مُنی رائی ۔ کچھ سمجھ میں نہ مری بات یہ اب تک آئی
کیوں کوئی دامِ تناسُخ میں جکڑ جاتا ہے
(۳۴) کس طریقہ سے وہ پھر اُس سے نکل پاتا ہے

آپ کے داس ہیں ہم آپ کرم فرمائیں ۔ ہمہ داں آپ ہیں اب اور کہاں ہم جائیں
آپ وہ راز ہمیں مختصراً بتلائیں ۔ جیسے ہم دامِ تناسُخ سے رہائی پائیں
سلسلہ عشرت و اندوہ کا جس سے کٹ جائے
(۳۵) ہو سکوں قلب کو مایا کا کرشمہ ہٹ جائے

بالمیکِ شہِ عبّاد نے سُنکر یہ کلام یوں کہا ہو کے بہت خوش زرہِ فیضِ عوام
جو بتاتا ہوں میں تو سُن اُسے لے غور سے کام اس سے اک روز بر آئیگا ترے دل کا مرام
کر عمل اس پہ تو سنسار یہ باطل ہو جائے
(۳۶) سرمدی عیش کی لذّت تجھے حاصل ہو جائے

آتما کا نہیں دراصل تعلق تن سے مختلف شعبدہ گر جیسے ہو اپنے فن سے
جس طرح شکل مکیں کی ہو جُدا مسکن سے یا سمندر رہو بری آتشِ شعلہ زن سے
جسم سے جیو کا ویسے ہی سروکار نہیں
(۳۷) جسم فانی ہے مگر آتما زنہار نہیں

آتما ہی سے ہے اس جسم میں من کا اظہار اور ہے من ہی یہ ہوتا ہے جو مایا کا شکار
اس پہ اس واسطے چھا جاتا ہے نخوت کا غبار آتما خود کو سمجھتا ہے یہ اے نیک شعار
جیو اور من میں ہمیشہ سے جو یکجائی ہے
(۳۸) اس لئے اس میں صفت جیو کی کچھ آئی ہے

جیو چیتن[1] جڑ ابھمان یہ کہلاتا ہے ہے یہ من جس سے کہ ان دونوں میں اک ناتا ہے
من میں نخوت کے سبب سے جو خیال آتا ہے کر کے سچ آتما اک دن اُسے دکھلاتا ہے
جیسے پتھر میں اثر آگ جو دکھلاتی ہے
(۳۹) چیز پتھر سے جو لگتی ہے وہ جل جاتی ہے

من میں انساں کے جو پندار سے آتا ہے خیال جذب کرتی ہے اُسے دل کی زمیں تخم مثال
پھر اسی من کو ہے چیتن سے حاصل جو کمال اُس سے اعمال کی صورت میں نکلتا ہے نہال
بڑھ کر اک روز وہی نخل ثمر لاتا ہے
(۴۰) نیک اور بد کی جزا من کو جو دلواتا ہے

گو کہ ہوتی ہے تصوّر کی خیالی زنجیر دل یہ ہو ہی نہیں سکتا ہے کبھی جس میں اسیر
جیو ہے روزِ ازل سے مگر اس کا جو عشیر خود بخود ہوتی ہے اُس وہم میں پیدا تاثیر
من اُسی رشتۂ موہوم سے بندھ جاتا ہے
(۴۱) اور بلا گیان کے پھر چھوٹ نہیں پاتا ہے

[1] चैतन्य

دن بدن حرص ہوا کرتی ہے اس مَن میں زیاد سیکڑوں فکریں یہ کرتا ہے کہ حاصل ہو مُراد
وہم میں پڑ کے کبھی ہوتا ہے غمگیں کبھی شاد ہوتی ہے اور بتیں روح کی جس سے بنیاد
آتما من سے جدا ہو نہیں سکتا ہر گز
(۴۲) مَن ہے گر کرم ۔ فنا ہو نہیں سکتا ہر گز

تین قسمیں ہیں اہنکار کی ویدوں میں رقم ایک سَت دوسری رَج تیسری کہلاتی ہے تَم
آرزو رہتی ہے سَت میں فقط عرفاں کی بہم رَج میں ہوتی ہے تمنا کہ ملے عیش و حشم
تَم سے مَن میں اثرِ حرص و حسد آتا ہے
(۴۳) عقل گم ہوتی ہے اندیشۂ بد آتا ہے

ہیں یہی سَت رَج و تَم جن سے ہے ایجاد جہاں ہیں یہی جن سے ہیں سب جیو زمانہ میں عیاں
شادمانی کا کہیں ہے کہیں اُلفت کا نشاں ہے کسی کا کوئی دشمن ہے کوئی محوِ فغاں
دل میں جب تک ہیں یہ مُکتی کی کوئی راہ نہیں
(۴۴) ہے مگر مُکت وہ دنیا کی جسے چاہ نہیں

اپنا تینوں صفتوں سے ہو اگر دور خیال کوئی رہ جائے صعوبت نہ تعلق نہ ملال
حرص دل میں نہ ہو پندار کو آ جائے زوال ہو وہ حالِ جسے سب برہمہ سے کہتے ہیں وصال
دل سے ہے ترکِ ہوس اس لئے کرنا بہتر
(۴۵) تخمِ حسرت کا ہے پڑنا نہ اُبھرنا بہتر

چاہتا ہے کوئی مُکتی جو بلا ترکِ ہوس ہے وہ اک طائرِ بے پَر ہے جو محبوسِ قفس
پس زمانہ میں جیا بھی جو کوئی لاکھ برس اور قابو میں نہ کر پایا اَمانی کا فرس
زندگی اُس کی سمجھ لو کہ وہ بیکار گئی
(۴۶) روح آئی تھی خطاوار خطاوار گئی

ترک ہی اس لئے مُکتی کی فقط ہے ترکیب گر ہوا یہ نہ تو ممکن نہیں ہو وصل نصیب
پس کرے وہ کہ نہ فکر آئے کبھی دل کے قریب ہو کسی سے نہ تو اُلفت نہ کسی کا ہو رقیب
فکر رہ جائیگی جب کوئی نہ خواہش دل میں
(۴۷) روح تب کس لئے آئے گی تنِ باطل میں

خواہشوں سے کوئی رشتہ نہ رہے گا جو بہم روح بھی قالبِ فانی میں نہ رکھے گی قدم
بے تعلق ہو جو سب سے تو کبھی ہو نہ الم ہو محبت نہ کسی سے نہ کسی پر ہو ستم
پیش آئے جو سمجھ کر اُسے اک فرض کرے
(۴۸) جیسے مدیون ادا اپنا کوئی قرض کرے

گو کہ آسان نہیں ہے کہ ہوا فکارسے دور کیونکہ ہے روزِ ازل سے یہ بھرا دل میں فتور
تو بھی عادت پہ ہے حصر اسکا سُن اے نیک شعور ہو اگر عشق تو ممکن نہیں رہ جائے غرور
دور ہو کبر تو پھر درد سری بھی نہ رہے
(۴۹) کچھ خبر اپنی نہ ہو بے خبری بھی نہ رہے

مخمّس

آرزو اک نہ اک روز بر لائے گی موجبِ عیش ہو گی غضب ڈھائے گی
مختلف قالبوں میں یہ بھٹکائے گی جب نہ حسرت کوئی دل میں رہ جائے گی
روح اس جسمِ فانی میں کیوں آئیگی

نور و ظلمت ہیں اس قلب کے دو مکیں دل ہی تخمِ تمنّا کی ہے سرزمیں
نور اُس تخم سے ہے شجر آفریں عیش و غم ہیں پھل اُس نخل کے بالیقیں
روح یہ دونوں پھل عمر بھر کھائے گی

جیو یہ تو نہیں کچھ ثمر کا اثر کر نہ پائے سراب آستیں جیسے تر
روح لے گی مگر فعل جب اپنے سر قدرتاً ہو گی خواہش کہ پائے ثمر
جلوہ اس واسطے تن میں فرمائے گی

جیو کی دل پہ مدت سے ہے التفات ایک ساتھ انکے ہونے سے ہے کائنات
آرزو ہے تو ممکن نہیں ہے نجات ہو کے پوری رہے گی ہر اک دل کی بات
جھوٹ بھی ہو گی تو سچ وہ ہو جائے گی

دہر میں ہر بشر کو یہ لازم ہے بس دور دل سے کرے اپنے حرص و ہوس
جب نہ رہ جائے گا آرزو کا قفس روح رہتی ہے حسرت کی جو ہم نفس

کس کو گلزارِ عالم میں اپنائے گی

اس طرح ہوگا حاصل قرار و سکوں   دور مایا کا ہو جائے گا سب فسوں
ہوگا کوئی نہ آزارِ دنیائے دُوں   ہوگی جنّت کی عشرت سے عشرت فزوں

پھر نہ ہستی کی اُس کو فضا بھائے گی

ہو جو منظور تُو ہو نہ پامالِ غم   چاہتا ہو جو نارائن اُس کا کرم
بھول کر رکھ نہ راہِ خودی پر قدم   اُس کی مرضی پہ کر فرقِ تسلیم خم

روح تیری عناصر میں مل جائے گی

سوئیا

سو دھن وِیَرتھ 'نراین'، جو دھن سنتن کے کچھ کام نہ آوے
کرم اکارتھ سو جن کے پھل سوں مد جائے نہ موہ نشاوے
دیہہ نرارتھک سوارتھ سوں جگ جاہی کبھوں اُپکار نہ بھاوے
جیون بادِ سبے بدھی جو ہری کے پد پنکج دھیان نہ لاوے

دوہا - 'نارائن' سکھ جو چہے - بِن ہری کے پد پریم
اَتی اوِویکی اندھ سو - بادِ تا سو برت نیم

سورٹھہ - بِن مد موہ وِناش - اتھوا بن ہری پد سُرتی
'نارائن' بھو پاش - کوٹِ یتن چھوٹے نہیں

सवैया—सो धन व्यर्थ 'नरायन' जो धन सन्तन के कछु काम न आवै।
कर्म अकारथ सो जिनके फल सों मद जाय न मोह नशावै।
देह निरर्थक स्वारथ सों जग जाहि कबहुं उपकार न भावै।
जीवन वादि सबै विधि जो हरि के पद-पङ्कज ध्यान न लावै॥

दोहा—'नारायन' सुख जो चहै, बिनु हरि के पद-प्रेम।
अति अविवेकी अन्ध सो, वादि तासु व्रत-नेम॥

सोरठ—बिनु मद-मोह-विनाश, अथवा बिनु हरि-पद-सुरति।
'नारायन' भवपाश, कोटि यतन छूटै नहीं॥

سرگ ساتواں

جانکی جی کا دھرتی میں سما جانا

شیو مہاراج نے گرجا سے یہ تب فرمایا ہے یہ وہ گیان کہ رہتی نہیں جس سے مایا
والمیک ایسے رکھیشور نے یہ جب سمجھایا ہٹ گیا ابر جو تھا وہم کا دل پہ چھایا
فکر جو موجبِ آزار تھی اب رہ نہ گئی
وہ خودی تھی جو تناسخ کا سبب رہ نہ گئی (۱)

کُش و لَو شاد ہوئے پاکے رِشیراج سے گیان رہ گیا دل میں نہ اُس روز سے ارماں کا نشان
فرض کی طور سے دیتے تھے وہ ہر کام پہ دھیان تھا نتیجہ سے نہ مطلب مُرادوں کا گُمان
ہوگیا دور ہر اندیشۂ باطل اُن کا
صاف آئینہ کے مانند ہوا دل اُن کا (۲)

ایک دن رِشی نے جو تھے واقفِ اسرارِ نہاں یہ کہا دونوں کُش اور لَو سے کہ اے راحتِ جاں
پھر کے گلیوں میں اجودھیا کے جہاں ہیں مکاں ہر طرف جا کے کرو رام چرتروں کو بیاں
رام جی لوگوں سے جس دم یہ خبر پائیں گے
گانا سُننے کے لئے تم کو وہ بلوائیں گے (۳)

پس جہاں پر وہ ہوں تم لوگ وہاں پہ جانا اور خوش ہو کے سُنانا انھیں اپنا گانا
دیں مگر کچھ وہ تمھیں تو نہ تم اُس کو لانا حال بھی کچھ جو وہ پوچھیں تو نہ تم بتلانا
روز کُش اور لَو اُس دن سے چلے جاتے تھے
جا بجا شہر میں وہ رام چرت گاتے تھے (۴)

جبکہ معلوم کُش اور لَو کا ہوا رام کو حال اور سُنا یہ کہ ہے حاصل انھیں گانے میں کمال
گو ہر اک بات سے آگاہ تھے خود دینِ دیال پھر بھی آیا انھیں اُن گانوں کے سُننے کا خیال
دُوت اک بھیج کے رگھوبر نے بُلایا اُن کو
نونہالانِ وسیم اپنے ہی پایا اُن کو (۵)

دل میں مسرور ہوئے دیکھ کے اُنکو شری رام — منعقد کر کے اُسی یگیہ میں اک جلسۂ عام
عابد و زاہد و عارف تھا وہاں جن کا قیام — راجگاں آئے تھے جو جتنے تھے حُکّام و غلام

وید خواں اور زباں داں جو تھے ہشیار بہت
(۶)
علمِ موسیقی سے تھا جن کو سروکار بہت

بھیج کر رام نے پیغام بلایا سب کو — کر کے اعزاز و مدارات بٹھایا سب کو
موہنی شکلوں نے لوکُش کی لُبھایا سب کو — رام کا روپ نظر دونوں میں آیا سب کو

رام کی شکل کی ہمشکل تھی صورت اُن کی
(۷)
ہوگئی دیکھنے والوں کو محبت اُن کی

پڑتی لوگوں کی تھی اُن دونوں پہ حیرت کی نظر — زیرِ لب کہتا تھا اک ایک سے محفل میں بشر
جسم پر ان کے ہوں بلکل نہ لٹیں سر پہ اگر — کون ہے رام کا جوان کو نہ کہدے گا پسر

دل رُبا حسن ہے باتیں ہیں نرالی ان کی
(۸)
صورتیں رام کے سانچے میں ہیں ڈھالی ان کی

رام کے حُکم سے لوکُش ہوئے تب نغمہ سرا — راگ ویسا کبھی پہلے نہ کسی نے تھا سُنا
اُن کا لہجہ وہ ترانہ وہ ترنّم وہ نوا — وہ تلفّظ وہ طریقہ طرب و روح فزا

بے خودی جن سے کہ یوں چھائی ہوئی سب پر تھی
(۹)
بحرِ حیرت میں تھا دل مُہرِ سکوں لب پر تھی

سُن کے گانا وہ بھرت جی سے یہ بولے شری رام — دس ہزار اشرفی ان لڑکوں کو دے دو انعام
کر کے انکار کہا کُش نے کہ اے شاہِ انام — ہم کو دھن کی نہ تو پرواہے نہ دھن سے کوئی کام

عیش سے دشت نوردی میں بسر کرتے ہیں
(۱۰)
بَن کے پھل مُول پہ ہم اپنی گذر کرتے ہیں

چاہیئے آپ کی دولت نہ ہمیں رگھورائی — آپ اُسے دیں یہ جو زر کا ہو بڑا شیدائی
کہہ کے یہ چھوڑ کے دینا روہ دونوں بھائی — چلدیئے اُٹھ کے جو رگھوبر سے اجازت پائی

لوٹ کر گاتے ہوئے جلد مکاں پر آئے
(۱۱)
تھے جہاں مرشدِ دانا وہ وہاں پر آئے

گر کے قدموں پہ وہ سب حال بتایا اُنکو　　جیسے تھا رام نے مجلس میں بُلا یا اُن کو
جس طرح سامنے لوگوں کے گوایا اُنکو　　جس قدر زر تھا بھرت جی سے دلایا اُن کو
جیسے جو حکم تھا اُن کا وہ بجا لائے تھے
(۱۲) یعنی وہ زر جو ملا تھا اُسے چھوڑ آئے تھے

اس طرف رام جی معلوم تھی سب بات جنھیں　　اک یہ ادنیٰ سی تھی مُن بَر کی کرامات جنھیں
حیرت افزا نہ تھی لَو کُش کی ملاقات جنھیں　　روکنا دل کے نہ دشوار تھا جذبات جنھیں
خوش ہوئے دل میں ضرور اُن کی سرافرازی پہ
(۱۳) بولے کچھ بھی نہ مگر زمزمہ پردازی پر

یوں بحیرت اپنے ہی لَو کُش سے سُنے رام نے جب　　پاس شتروہن و ہنومان کو بلوا کے وہ تب
بولے تم دونوں سکھین-انگد و لنکیش لقب　　بالمیک اور شری جانکی جی دونوں کو اب
حال جو کچھ ہے ہمارا وہ سُناؤ جاکر
(۱۴) اور تعظیم سے ہمراہ اُنھیں لاؤ جاکر

کل اِسی بزم میں ہیں جس میں سلاطین زمیں　　یہ رعایا مری اور عارف و عابد ہمہ بیں
جانکی جن سی عفیفہ کوئی دنیا میں نہیں　　سب کو عفّت کا قسم کھا کے دلائینگی یقیں
رام کی بات یہ جو مصلحت آمیز ہوئی
(۱۵) باعثِ حیرت و غیرت-طرب انگیز ہوئی

انجنی سُت نے سُنے جب یہ کلام شری رام　　بولے جو حکم ہو حاضر ہے وہ کرنے کو غلام
جس نے ماتا کا لیا ہے مگر الزام سے نام　　زندگی کا وہ سمجھ لے کہ چھلکنے کو ہے جام
دیجئے حکم کہ میں اس کی سزا دوں اُس کو
(۱۶) ہوں پسر اُن کا مزا اس کا چکھا دوں اُس کو

مجھ کو افسوس ہے میں کیوں نہ تھا اُس وقت یہاں　　ورنہ رہ جاتی نہ اُس شخص کے پھر مُنہ میں زباں
اُن سے تب رام نے خلوت میں نہ کوئی تھا جہاں　　یہ کہا-اِس میں بھی قدرت کا ہے اک راز نہاں
جو میں کہتا ہوں کرو-قہر و غضب خوب نہیں
(۱۷) جن کو عرفاں ہے کبھی اُنکا یہ اُسلوب نہیں

بات ہوتی ہے وہ ہوتی ہے جو منظور مجھے دے کے دُکھ غیر کو کیوں کرتے ہو رنجور مجھے
ہے زمانہ کا جو۔ کرنا ہے وہ دستور مجھے وہم لوگوں کو ہے کرنے دو اُسے دور مجھے
اس طریقہ سے گماں اُن کا نہ رہ جائے گا
(۱۸) اور سیتا کی بھی عصمت کا یقیں آئے گا

حکم پا کر یہ گئے ہو کے وہ ناچار وہاں بالمیکِ شہِ دیں کرتے تھے آرام جہاں
کر دیا حکم وہ جو رام کا تھا اُن سے بیاں سُن کے ارشاد پس از غور یہ بولے ہمہ داں
جانکی کل مرے ہمراہ وہاں آئیں گی
(۱۹) پاک دامانی کی اپنی وہ قسم کھائیں گی

کہہ کے یہ چل دیئے اُس بن کو جہاں پر تھی کُٹی جس جگہ ساتھ میں ٹہلاؤں کے تھیں جانکی جی
شتروہن جی نے خبر آکے ادھر رام کو دی جانکی جی کے قسم کھانے کی بھی بات کہی
راج میں رام نے اس بات کا اعلان کیا
(۲۰) اک دن اور اُن کو جو لوگ آئے تھے مہمان کیا

آ کے جب دوسرے دن جمع ہوئے لوگ تمام یعنی عُبّاد و رعایا و سلاطین و غلام
وشنو برہما و مہا دیو ہیں جو عرش مقام دیوتا آ گئے سب دیکھنے وہ منظرِ عام
ہر بشر جانکی کے دید کا مُشتاق ہوا
(۲۱) اُن کا اعجازِ قسم شہرۂ آفاق ہوا

بالمیکِ ہمہ داں اہلِ خرد بھی آئے ساتھ میں اپنے شری جانکی کو بھی لائے
سب نے سیتا جی جگت جننی کے درشن پائے پارسائی ہمہ تن جن سے خجل ہو جائے
تھی عیاں چہرۂ انور سے کرامت اُن کی
(۲۲) نیچی آنکھیں ہی تھیں خود شاہد عصمت اُن کی

چلتی اس طرح تھیں مُن راج کے پیچھے سیتا جس طرح لچھمی پسِ خالقِ عالم برہما
یگیہ شالا میں قدم جیوں ہی اُنھوں نے رکھا یک بیک گونج اُٹھی ہر سمت سے جے جے کی صدا
رات دن رام کی فرقت کا تھا آزار اُنھیں
(۲۳) کون تھا دیکھ کے کہتا نہ ہو بیمار اُنھیں

رام سے کر کے خطاب اُن سے یہ بولے مُن راج   بات کہتا ہوں جو میں سنئے وہ رگھوبنش سراج
آپ پہ دہر میں ہر شخص کا روشن ہے مزاج   آپ نے مجھ کو بلایا ہے تو آیا ہوں میں آج
میں پرچیتا(۱) کے پسر ہونے کا دم بھرتا ہوں   प्रचेता
(۲۴) رات دن صرف ریاضت میں بسر کرتا ہوں

راستی ہے مری طینت میں خطا کوش نہیں   جھوٹ بولا ہوں کبھی اس کا مجھے ہوش نہیں
بے سبب چاہئے ہونا بھی ستم کوش نہیں   میں یہ کہتا ہوں کہ سیتا میں کوئی دوش نہیں
حرفِ عصمت پہ کب ان کی کوئی آ سکتا ہے
(۲۵) مادرِ خلق پہ کون آنکھ اُٹھا سکتا ہے

کُش و لَو دونوں یہ جو پیشِ نظر آپ کے ہیں   لختِ دل جانکی کے لختِ جگر آپ کے ہیں
جانکی جی کے تو اماں ہیں پسر آپ کے ہیں   قوّت و حُسن میں یہ زیرِ اثر آپ کے ہیں
دہر میں کوئی نہیں جیتنے والا ان کا
(۲۶) آپ کے سامنے ہے حُسن دوبالا ان کا

اپنی کُل عمر ہے کی میں نے ریاضت میں بسر   تپ کے پھل سے مجھے ہر بات کی رہتی ہے خبر
میں نے جو کچھ بھی کہا آپ سے ہو جھوٹ اگر   تو مرے تپ کا ملے مجھ کو نہ کوئی بھی ثمر
جانکی سب کو صداقت مری دکھلائیں گی
(۲۷) رو برو آپ کے عصمت کی قسم کھائیں گی

رام جی آپ کی طاقت میں ہیں موت اور حیات   رام جی آپ میں موجود ہیں سب نیک صفات
ہے اگر کوئی تو ہے ایک فقط آپ کی ذات   آپ کو جس کا نہ ہو علم وہ ہے کون سی بات
دور رکھنا انھیں کیوں آپ کو منظور ہوا
(۲۸) وہم کیوں دل میں یہ آیا تھا نہ کیوں دور ہوا

آپ کے راج میں بھی کیا ہیں خبیث و دانی   جانکی کی نہ جنھوں نے عظمت پہچانی
بات ہوتی ہے ہر اک آپ کی بس من مانی   سچ ہے کیا تاب جو سمجھے خردِ انسانی
فہم دیں آپ جسے جان وہی پاتا ہے
(۲۹) آپ کو جان کے پھر آپ سا ہو جاتا ہے

بالمیک ایسے رکھیشور کے سُنے جب یہ کلام اُن سے اسطور پہ تعظیم سے بولے شری رام
ہوگیا مجھ کو یقیں رہ نہ گیا شک کا مقام اب جو ہو حکم وہ کرنے کو ہے حاضر یہ غلام
مجھ کو لنکا میں بھی سیتا نے دلایا تھا یقیں
(۳۰) دیوتا اُس کے ہیں شاہد مجھے آیا تھا یقیں

کرلیا میں نے اسی واسطے تھا ان کو قبول پھر مرا رہ نہ گیا تھا دلِ رنجیدہ ملول
گرچہ تھا ان پہ رعایا کا وہ الزام فضول اور میں خوب سمجھتا تھا کہ اُنکی ہے وہ بھول
پھر بھی بدنامی کے ڈرنے مجھے مجبور کیا
(۳۱) اتنے دن پاس سے میں نے جو انھیں دور کیا

زندگی مجھ کو نہ تھی باعثِ فرقت یہ پسند جانکی جی سے بھی تھا رنج یہاں مجھ کو دوچند
مجھ کو معلوم ہے لَو کُش ہیں یہ میرے فرزند ہیں خردمند ہیں ان دونوں کے اقبال بلند
جاگ اُٹھی آپ کے الطاف سے قسمت انکی
(۳۲) ہوگئی دل میں ہر اک شخص کے عزّت ان کی

کیجئے ہو جو خطا میری وہ مُنِ راج معاف ہے یہ خواہش مری آپ اسکو نہ سمجھیں جو خلاف
عصمتِ جانکی دنیا کی نظر میں ہے گزاف دیں ثبوت ایسا یہ کردے جو عیاں سب پہ عفاف
ہو جو تسکینِ رعایا تو ہو تسکین مری
(۳۳) میں ہوں بے چین رعایا ہے جو غمگین مری

چونکہ راجہ پہ رعایا کا ہے سب دار و مدار جو مرا ہوگا رعایا کا وہی ہوگا شعار
اس لئے دور اگر اُن کی ہو خاطر کا غبار تو یقیں ہے کہ مرے دل کو بھی آجائے قرار
آزمائش پہ مُصِر رام کو پا کر سیتا
(۳۴) ہاتھ جوڑے ہوئے گردن کو جھکا کر سیتا

سامنے سب کے ہوئیں آکے کھڑی رو بہ شمال اور بولیں یہ زمیں سے بصد اندوہ و ملال
اک سوا رام کے معلوم ہے دل کا جنھیں حال بھول کر بھی اگر آیا نہ کسی کا ہو خیال
تو یہ تن اب نہ مصیبت کوئی جھیلے ماتا
(۳۵) پھٹ کے تو گود میں اپنی مجھے لے ماتا

ختم سیتا جی ابھی بات یہ کر پائی نہ تھیں شق جب اک بار ہوئی سامنے سب کے وہ زمیں
تختِ زرّیں تھے جڑے جس میں چمکدار نگیں ماندِ پرتو سے تھی جس کے ضوِ خورشید بریں
ناگ رکھے تھے جسے سر پہ نمودار ہوا
(۳۶) اور اُسی تخت پہ بھُو دیوی[1] کا اظہار ہوا

ہاتھ پھیلا کے یہ بسُو دھا نے رما جی سے کہا منتظر سب تھے تمھارے یہ بہت خوب ہوا
کہہ کے یہ پیار سے آغوش میں سیتا کو لیا آئے فردوس سے اُن پر گُلِ نخلِ طوبیٰ
ہو گیا تخت وہ اک پل میں نظر سے غائب
(۳۷) جس طرح برق ہو بادل میں نظر سے غائب

دیوتا شاد تھے اپنے تھا جنھیں کام سے کام واقعہ دیکھ کے یہ پڑ گئے حیرت میں عوام
سخت نادم تھے وہ رکھا تھا جنھوں نے الزام یک بہ یک ہو گیا اُس بزم میں برپا کہرام
نظر آیا نہ کبھی تھا جو وہ جلوہ دیکھا
(۳۸) اُن کی عصمت کا یہ ادنیٰ سا کرشمہ دیکھا

کوئی بولا کہ دوبارہ نہ مناسب تھی قسم کوئی بولا کہ ہوا جانکی جی پر یہ ستم
بیٹھا خاموش تھا رو کے ہوئے اپنا کوئی دم کوئی تھا غرقِ تفکر تو کوئی غرقِ الم
دم بخود رام کا بیٹھا کوئی مُنھ تکتا تھا
(۳۹) کوئی سرگشتہ تھا کچھ بول نہیں سکتا تھا

کُش و لَو دونوں کی آنکھوں سے ہوئے اشک رواں مثلِ انساں کے ہوئے رام جی سرگرمِ فغاں
عقل گُم ہو گئی اُن کی جو تھے موجود وہاں دو گھڑی سکتہ کے عالم میں تھے سب پیر و جواں
رام جی بولے کہ میں تیر چلاتا ہوں ابھی
(۴۰) کر کے نابود زمیں سیتا کو لاتا ہوں ابھی

دیوتا ڈر گئے سُن کر یہ اُٹھی کانپ زمیں تہلکہ مچ گیا دل سب کے ہوئے زار و حزیں
کر کے تب غور کہ تیر ایسا نہ چل جائے کہیں ساتھ رشیوں کو لئے آ کے چترمکھ نے وہیں
یہ کہا رام سے اے خالقِ جانِ عالم
(۴۱) اک فقط آپ ہی ہیں باعثِ شانِ عالم

[1] भूदेवी

آپ کے فیض سے قائم ہے زمانہ بھگوان آپ کے فضل کا ہر سو ہے فسانہ بھگوان
آپ کرتے ہیں زمیں کو جو نشانہ بھگوان ساری خلقت یہ عدم کو ہے روانہ بھگوان
ہو اگر آپ کی مرضی تو کرم فرمائیں
ورنہ ہستی کو روانہ بہ عدم فرمائیں (۴۲)

ختم کی یگیہ وہ برہما کے سنے جب یہ کلام پائی رخصت تو گئے سب تھا جہاں جنکا قیام
کر کے سب رشیوں کی اور منیوں کی تعظیم تمام دے کے دھن دھام غریبوں کو لئے لڑکوں کو رام
قصر میں آ کے گداؤں کو زر و مال دیا
تھے جو مفلوک و مساکین انھیں خوشحال کیا (۴۳)

ترک سب عیش کیا عیش کا سامان کیا تھا بھی دل میں جو کوئی دور وہ ارمان کیا
رام نے کون تھا جس پر نہیں احسان کیا جس نے کی جس کی تمنا وہ اُسے دان کیا
اُن کو عالم کی فضا کچھ نہ پسند آتی تھی
ہر گھڑی گوشۂ تنہائی فقط بھاتی تھی (۴۴)

کوشلا جی جنھیں معلوم تھا سب رام کا حال جو انھیں برہمہ سگن روپ میں کرتی تھیں خیال
ایک دن بیٹھے تھے تنہائی میں جب دینیال پاس جا کر ہوئیں خوش دیکھ کے چہرہ کا جلال
بولیں یہ اُن سے کہ اے بانیٔ گلزارِ جہاں
تم اگر چاہو تو رہ جائے نہ آزارِ جہاں (۴۵)

ابتدا کب سے تمھاری ہے نہیں اس کا پتا انتہا وید میں لکھی نہیں جانے کوئی کیا
تم ہی ہو خالقِ مخلوق و دو عالم کی بنا میری قسمت تھی جو تم نے مرے گھر جنم لیا
ہے فقط تم کو بقا دہر میں معلوم ہے سب
اور جو کچھ بھی ہے دنیا میں وہ موہوم ہے سب (۴۶)

بعدِ مدت مرے ہاتھ آج یہ موقع آیا ساری فکروں سے بری جب تمھیں میں نے پایا
اب وہ ترکیب بتا دو مجھے کر کے دایا جس سے آزار نہ دے مجھ کو تمھاری مایا
دو مجھے گیان کہ سنسار کا بندھن نہ رہے
مرنے جینے کی رسن حلقۂ گردن نہ رہے (۴۷)

رام جی شاد ہوئے سُن کے یہ ماتا کا سوال　　دیکھ کر اُن کا زمانہ سے الگ رنگِ خیال
بولے اس طور بہ اخلاص و ادب دینڈیال　　سُن بتاتا ہوں میں ماتا تجھے اب بھکتی کا حال
تین قسمیں مری بھکتی کی ہیں سُن لے ماتا
(۴۸) ان میں جو تیرے پسند آئے وہ چُن لے ماتا

तामसी[1]
بھکت میرے ہیں بہت تامسی[1] بھکتی والے　　داس بنتے تو ہیں دل ہیں مگر اُن کے کالے
گرگِ حرص و حسد و بغض کے پڑ کر پالے　　نخوت و کبر سے پھرتے ہیں بنے متوالے
اُن کو ایذا کا کسی غیر کی احساس نہیں
(۴۹) داس مطلب کے ہیں اپنے وہ مرے داس نہیں

राजस[2]
دوسری بھکتی مری کہتے ہیں جس کو راجس[2]　　اس میں آرام کی رہتی ہے فقط دل کو ہوس
ہوتی ہے آرزوِ عیش و حشم اس میں زبس　　خُلد تک اُڑ کے پہونچتا ہے تمنّا کا فرس
یہ بھی بھکتی مری مطلب سے بھری ہوتی ہے
(۵۰) عیشِ فانی کے لئے دردِ سری ہوتی ہے

सात्त्विकी[3]
تیسری بھکتی مری ساتوِکی[3] کہلاتی ہے　　اس میں بُو حرص و تمنّا کی نہیں آتی ہے
صورت اُس بھکت کے دل میں مری بس جاتی ہے　　میری ہی کیرتی دن رات اُسے بھاتی ہے
بھول کر دل میں دوئی اُسکے نہیں آسکتی
(۵۱) میری مایا کبھی پاس اُس کے نہیں جاسکتی

اُس کو ہوتی ہے محبت نہ کسی سے نہ عناد　　کس کی طاقت ہے کرے اُس پہ جو کوئی بیداد
دل میں ہر وقت رہا کرتی ہے اُسکے مری یاد　　خود میں بر لاتا ہوں ہوتی ہے جو کچھ اُسکی مُراد
نِرگُنی بھکت مرے بھکت وہ کہلاتے ہیں
(۵۲) مُکت وہ اپنے اسی جنم میں ہو جاتے ہیں

ایک مُکتی ہے رہے آکے ہمیشہ مرے پاس　　دوسری وہ ہے جسے کہتے ہیں ساکیت بِلاس
تیسری ہے کہ مری شکل ہو میرا ہو لباس　　اور چوتھی وہ کہ پیوست ہو مجھ میں مرا داس
جو مرے داس ہیں کرتے ہیں وہ خدمت میری
(۵۳) اُن کو دم بھر بھی گوارا نہیں فرقت میری

میرے بھگتوں کو وہی کام ہیں بھاتے ماتا | لوگ جن سے نہیں دُکھ بھول کے پاتے ماتا
دھرم انسان کو ہیں جو کہ سکھاتے ماتا | اور جو میری محبّت ہیں بڑھاتے ماتا

دیکھ اب راہ وہ جو دھرم کی کہلاتی ہے
(۵۴) جس پہ چلنے سے مری بھگتی خود آجاتی ہے

میری بھگتی ہو کسی شخص کو منظور اگر | چاہئے اُس کو کرے یاد مجھے آٹھ پہر
مورتی پر مری پڑ جائے اگر اُس کی نظر | بند نا میری کرے اپنا جھکائے ہوئے سر

جھوٹ رکھّے نہ روا چھوڑ کے سچّائی کو
(۵۵) ہاتھ سے جانے نہ دے صبر و شکیبائی کو

ہر بشر میں مرا جلوہ نظر آئے اُس کو | پریم اور بیر(۱) کسی کا نہ ستائے اُس کو (۱) बैर
ہر گھڑی ساتھ مرے بھگتوں کا بھائے اُسکو | موہ دل میں ہو اگر کچھ تو ہٹائے اُس کو

شاد و مسرور رہے جامۂ عریانی میں
(۵۶) رحم اُن پر وہ کرے ہوں جو پریشانی میں

دھیان دل میں ہو مرا نام زباں پر جاری | سب سے بڑھ کر ہوں کتھائیں مری اُسکو پیاری
ذات سے اُس کی کسی کی نہ ہو دل افگاری | بھول کر بھائے نہ اُس کو روشِ پنداری

شوق دل میں مرے دیدار کا دن رات رہے
(۵۷) جس طرح پریم بڑھے مجھ میں وہی بات رہے

جو چرِت سُنتا ہے رہتے نہیں پھر اُسکے گناہ | اپنی رکھتا ہوں میں اُس بھگت پہ ہر وقت نگاہ
بھگتی دیکر اُسے دیتا ہوں عذابوں سے پناہ | عیشِ جاوید کی اس سے نہیں بڑھ کر کوئی راہ

ہاں مگر بھول کے اظہارِ طامّات نہ ہو
(۵۸) دل دُکھے جس میں کسی کا وہ کبھی بات نہ ہو

سُن بتاتا ہوں میں اب کچھ تجھے نادان کا حال | شاد ہوتا ہے بہت دیکھ کے اوروں کا ملال
پھول پیروں پہ چڑھا کر مرے ہوتا ہے نہال | آتما سب کا ہوں کرتا نہیں کچھ اس کا خیال

دے کے غم غیر کو آفات میں پڑ جاتا ہے
(۵۹) ایسا انسان کبھی مجھ کو نہیں بھاتا ہے

میری پوجا کوئی انسان کرے یا نہ کرے دم دل آزاری کا دل میں کبھی لیکن نہ بھرے
جھوٹ بولے نہ کسی سے وہ کسی سے نہ ڈرے نام کا جاپ کرے صرف مرا دھیان دھرے
خواہشِ عشرت و حرصِ حشم و جاہ نہ ہو
(۶۰) ہو فقط میری اُسے اور کوئی چاہ نہ ہو

یوں مرا جلوہ ہراک شے میں نظر آئیگا تب وہ یہ سمجھے گا کہ ہر بات کا ہوں میں ہی سبب
نظر آئیں گی الگ سب صفتیں ذات سے جب اپنے فعلوں کا اُسے ہو گا نہ کچھ غم نہ طرب
آتما اُس کا ہوں میں جب یہ یقیں آئے گا
(۶۱) موت سے اپنی اُسے خوف نہیں آئے گا

ہو مگر دل سے نہ جائیگی دوئی کی جب تک موت کا خوف رہیگا نہیں اسمیں کوئی شک
جیو کی شکل میں ہر شکل میں میری ہے چمک میری قدرت ہے کہ قائم ہیں زمین اور فلک
جب مرا نور ہراک شے میں نظر آئے گا
(۶۲) دھیان کچھ مورتی کا دل میں نہ رہجائیگا

پس سمجھ کر مرا دنیا کی ہراک چیز میں نور سب پہ کر رحم و کرم ہو نہ کسی سے بھی نفور
یا مجھے اپنا پسرمان کے کر دور غرور اور رہ آٹھ پہر صرف مرے دھیان میں چور
اس طرح دل کو سکوں آئیگا تیرے ماتا
(۶۳) اہل بن جائے گی تو پریم کا میرے ماتا

بات یہ رام کی کوشلیا جی سُنکر ہوئیں شاد تب سے ہر وقت اُنھیں رہتی تھی اک رام کی یاد
پریم ہوتا گیا اُس روز سے ہر روز زیاد مل گئی بھگتی تو بر آئی جو تھی دل کی مُراد
مل گیا۔ سنت جو پاتے ہیں۔ پرم پد اُن کو
(۶۴) جس سے حاصل ہوئی آسائشِ سرمد اُن کو

رام نے بن میں سکھایا تھا جو کیکیئی کو گیان اُس سے ہر وقت اُنھیں رہتا تھا اک رام کا دھیان
رہ گیا کوئی سُمترا کو بھی وہم اور نہ گمان دل ہوا صاف رہا کوئی نہ ارماں کا نشان
جا کے اسواسطے اُن دونوں کو سُر دھام ملا
(۶۵) پاس دشرتھ کے اُنھیں دائمی آرام ملا

غزل

سرِ مرا تیرا آستانہ رہے لب پہ زنہار اِلتجا نہ رہے
آرزو کچھ ترے سوا نہ رہے دل کبھی محوِ ماسِوا نہ رہے
عیش زا کوئی مُدّعا نہ رہے کوئی عشرت فزا فضا نہ رہے
امتیازِ سزا جزا نہ رہے شکر تیرا رہے گِلا نہ رہے
بندگی فرض ہو تری دل پر وِردِ لب پر ترا فسانہ رہے
دور ہر دم رہے دل آزاری کبھی ظلم و ستم روا نہ رہے
ہر طرف تُو ہی تُو نظر آئے دیدۂ دل میں دوسرا نہ رہے
سر سے غائب نشانِ نخوت ہو کبر و پندار کی ہوا نہ رہے
یاد دل میں رہے بس اک تیری جاں رہے کالبُد میں یا نہ رہے
ظلِّ دستِ کرم ہو بس مجھ کو خواہشِ سایۂ ہُما نہ رہے
اتنا ہو جذبِ عشق نارآین
خود کو اپنا بھی کچھ پتا نہ رہے

سوئیا

تَن میں مَن چاہے رَہَے نہ رَہَے ہَری دھیان سَدیو رَہے مَن میں
مَن میں کچھو اور بسَے نہ بسَے ہَری مور بسَے مَن کے بَن میں
بَن میں بِچرے دَش چار بَرِیس بَنائی مُنیشَن کی چھَن میں
چھَن میں بِگَری سُدھرے سِگَری کرو پریت 'نراین' چیتَن میں

सवैया—तन में मन चाहे रहै न रहै हरि-ध्यान सदैव रहै मन में।
मन में कछु और बसै न बसै हरि-मोर बसै मन के वन में।
वन में विचरे दश चारि बरीस बनाई मुनीशन की छन में।
छन में बिगरी सुधरै सिगरी करु प्रीति 'नरायन' चेतन में।।

دوہا۔ دَیا کئے دُکھ ٹرت ہے۔ ہَری سُمرے اگھ بھار
ہوئے نہ بِنُ ہَری کی کِرپا۔ 'نارائن' اُدّھار
'نارائن' بھَو ندھ اَگم۔ رام چَرِت درِڑھ ناؤ
پار جان کہاں بھکت ہِت۔ سُندر سُگم اُپاؤ

سرگ آٹھواں

لچھمن تیاگ

جب کہ تھے جلوہ دہِ تختِ اجودّھیا شری رام پاس آیا یہ بھرت جی کے یُدھاجت کا پیام
کچھ ہیں گندھرب بڑے بانیٔ آزارِ عوام جن کا لازم ہے کہ قصّہ ہو بہت جلد تمام
اس لئے آ کے یہاں امن کی تدبیر کرو
ہیں جو بیداد گر اُن کو تہِ شمشیر کرو (۱)

اپنے ماموں کا بھرت نے جو یہ پیغام سُنا اور رگھوناتھ کا جانے کے لئے حکم ملا
فوج کے ساتھ چلے فتح ہوئی راہ نما جا کر آزار جو لوگوں کو تھا سب دُور کیا
یعنی گندھرب جو ظالم تھے بڑے تین کروڑ
سب کے سب قتل بھرت جی سے ہوئے تین کروڑ (۲)

پُکھکر[1] اور تکّچھ[2] تھے دونوں جو بھرت جی کے پسر نام سے دونوں کے دو ہو گئے آباد نگر
پُکھکراوتی[3] میں ہوئے راج کے مالک پُکھکر تکّچھ کے تکّچھ شِلا[4] میں ہوئے محکوم بشر
دونوں لڑکوں کو وہاں راج کا ٹیکا کر کے
دے کے تب گنج دُرو گوہر و سیم و زر کے (۳)

(۱) पुष्कर (२) तक्ष
(३) पुष्करावति
(४) तक्षशिला

दोहा—दया किये दुख टरत है, हरि सुमिरे अघ-भार।
होय न बिनु हरि की कृपा, 'नारायन' उद्धार॥
'नारायन' भव-निधि अगम, राम-चरित दृढ नाव।
पार जान कहं भक्त हित, सुन्दर सुगम उपाव॥

آکے پھر رہنے لگے رام کی خدمت میں بھرت راج سے تھی اُنھیں بڑھ کر طرب افزا طاعت
بولے لچھمن سے یہ تب صاحب جاہ و قدرت بھیل مغرب میں ہیں کچھ جنکی زبوں ہے حرکت
فوج لیجا کے وہاں تم بڑی ہشیاری سے
(۴) سب کو آزاد کرو اُن کی ستمگاری سے

قتل ہوں بھیل تو خطّہ ہو وہ آزار سے پاک لیلو سب قبضہ میں جتنے بھی ہوں اُنکے املاک
یہ پسر دونوں تمھارے ہیں جری و چالاک ہیں خردمند یہ دونوں نہیں کوئی انھیں باک
ڈونگر نام سے ان دونوں کے آباد کرو
(۵) دیکر اک ایک وہ تم ان کو انھیں شاد کرو

اسپ و فیل و شتر و فوج ہو جتنی درکار دے کے دونوں کو کرو ان کو وہاں کا مختار
جب وہاں ظلم کا رہ جائے نہ کوئی آزار پاس آنا مرے تم دیر نہ کرنا زنہار
رام کے حکم سے تب لڑکوں کو ہمراہ لئے
(۶) فوج بھی اپنی مدد کے لئے دلخواہ لئے

لکشمن لال گئے رہتے تھے وہ بھیل جہاں مارکر اُن کو مصیبت کا کیا دور نشاں
رہنے والوں کو جب اس طور ملا امن و اماں از سرِ نو ہوئے تب ڈونگر آباد وہاں
انگد[1] اور چیترکیت[2] اُن دونوں کے مہپال ہوئے
(۷) جتنے باشندے تھے ہر طور سے خوشحال ہوئے

دیکے لچھمن نے بہت اُنکو زر و مال و منال چھوڑ کر فوج تھا حاصل جسے طاقت میں کمال
پھر کیا آکے شری رام کے قدموں سے وصال اور کہا اُن سے بجا آوریِ حکم کا حال
رات دن رام کی خدمت سے تھا بس کام انھیں
(۸) تھا سوا اس کے نہ کچھ باعثِ آرام انھیں

کچھ دنوں یوں ہی بسر ہو گئے جب لیل و نہار شکلِ عابد میں ہوا کال[3] کا اک روز گذار
آکے لچھمن سے کہا اُس نے کہ اے نیک شعار قاصدوں میں رِشی اتی بل[4] کے ہمارا ہے شمار
بات کچھ رِشی نے شری رام سے کہلائی ہے
(۹) ہے ضرورت یہی جو مجھ کو یہاں لائی ہے

(۱) अङ्गद (۲) चित्रकेतु (۳) काल (۴) अतिबल

جا کے لچھمن نے کیا جلد یہ سب حال بیاں بولے سُنکر اُسے دانندۂ اسرارِ نہاں
جا کے فوراً اُنھیں تعظیم سے لے آؤ یہاں ہو نہ ایسا کہ ٹھہرنا اُنھیں ہو جائے گراں
اس طرح حکم شری رام کا پا کر لچھمن
(۱۰) لائے اعزاز سے جلدی اُنھیں جا کر لچھمن

آگ کی طرح سے مُن بَر کے تھا چہرہ کا جلال دہشت انگیز تھی صورت بہت آنکھیں بھی تھیں لال
جوڑ کر ہاتھ کہا رام سے اے دینِ دیال کیوں میں آیا ہوں یہ معلوم ہے سب آپ کو حال
ہر طرح رام جی مُن بَر کی مُدارا کر کے
(۱۱) بولے آپ آئے جو تکلیف گوارا کر کے

میرے سر پہ یہ بڑا آپ کا احسان ہوا دل میں جو تھا مرے پورا مرا ارمان ہوا
کہئے کیا بات ہے دل جس لئے حیران ہوا مجھ کو کیا آپ کے گُورُ دیو کا فرمان ہوا
اُس کے کرنے میں نہ کچھ ہوگا تامّل مجھ کو
(۱۲) ہو گا لاریب وہ معراجِ تفضّل مجھ کو

رام کا سُن کے یہ انسان کی مانند سوال بولا کچھ کر کے پس و پیش یہ مُن بھیس میں کال
تخلیہ ہو نہ جہاں پر ہو کوئی دینِ دیال اُس جگہ پر میں کروں گا وہ بیاں آپ سے حال
جو گُورُو جی نے مرے آپ سے کہلایا ہے
(۱۳) جس لئے آپ کی خدمت میں یہ داس آیا ہے

میں ہوں اور آپ ہوں بس کوئی نہ ہو اور وہاں سُن سکے دوسرا کوئی بھی نہ وہ رازِ نہاں
دیکھ لے کوئی ہمیں گر کوئی سُن لے وہ بیاں تو کریں آپ اُسے قتل خود اے جانِ جہاں
رام نے سُن کے یہ بات اُس کی بہت خوب کہا
(۱۴) اور یوں بھائی سے تنہائی کا اُسلوب کہا

جا کے دربانی پہ کچھ دیر رہو تم بھائی کوئی آئے نہ فقط میں ہوں یہ ہوں مُن رائی
ورنہ سُن بات ہماری جو کسی نے پائی یا ہوا کوئی جو آ کر مُخلِ تنہائی
ہو وہ پھر چاہے جو دنیا میں نہ رہ پائے گا
(۱۵) قتل بے شُبہ مرے ہاتھ سے ہو جائے گا

کہہ کے بھائی سے یہ مُن راج سے بولے شری رام — کہیئے لائے ہوں جو آپ اپنے گُورُو جی کا پیام
یا بتائیں ہو اگر آپ کا ذاتی کوئی کام — دے گا انجام اُسے جیسے بھی ہوگا یہ غلام
مجھ سے ہو آپ کی خدمت مرا ارمان ہے یہ
(۱۶) جان تک کام جو آجائے تو قربان ہے یہ

تب کہا رام سے اُس مُن نے کہ اے واقفِ حال — ہوں پسر آپ کا مشہور مرا نام ہے کال
میری ہی وجہ سے آتا ہے زمانہ کو زوال — میں کہوں آپ سے کچھ ہے یہ کہاں میری مجال
دل میں اس وقت جو برہما کے خیال آیا ہے
(۱۷) بھیج کر مجھ کو وہی آپ سے کہلا یا ہے

یعنی جس کے لئے دنیا میں ہوا تھا یہ ظہور — ہو گیا کام وہ اب ساری مصیبت ہوئی دور
مر گئے دیت تھا اپنی جنھیں طاقت کا غرور — نام ظلمت کا مٹا دہر سے اے معدنِ نور
اب جو کچھ آپ کو منظور ہو وہ کام کریں
(۱۸) یا یہاں یا تو چلیں خُلد میں آرام کریں

پہلے جس وقت بڑی آپ کی مایا پہ نظر — یک بیک عرصۂ ہستی میں ہوا میرا گذر
بعد ازاں ناگ(۱) ہوا جس کا ہوا بحر میں گھر — نام دنیا میں اننت اُسکا عیاں ہے رگھوبر
دو بڑے دیت ہوئے تب مدھو(۲) کیٹبھ(۳) پیدا
(۱۹) تب ہوا روز ہوئی بعد ازاں شب پیدا

(1) नाग (2) मधु (3) कैटभ

آپ نے قتل کیا دیتوں کو اے شاہِ انام — یہ زمیں اُن کی ہے چربی یہ پہاڑ اُنکے عظام
تا نہ ہوں غرق لیا ناگ نے سر پر اُنھیں تھام — آفرینش کا دیا آپ نے برہما کو نظام
ڈالی برہما نے بِنا خلق کی پیدائش کی
(۲۰) اور دنیا میں ہر اک چیز کی افزائش کی

کی چترمکھ کی قبول آپ نے تب استدعا — یہ کہا ظلم نہ ہوگا کبھی خلقت پہ روا
ہو گیا قتل سے راون کے وہ پیمان وفا — چلئے ساکیت ہو گر آپ کی اے رام رضا
ہاں اگر آپ نے رہنے کی یہیں ٹھانی ہے
(۲۱) دیوتا دُکھ میں رہیں گے یہی حیرانی ہے

سُن کر ان کال کی باتوں کو یہ بولے شری رام
سچ ہے بھاتا نہیں اب مجھکو بھی دنیا میں قیام
آپ آئے تو بہت خوب کیا آپ نے کام
مجھ پر احسان ہے برہما نے جو بھیجا یہ پیام
جا کے برہما سے کہیں آپ جو بتلاتا ہوں
(۲۲) یعنی آیا تھا جہاں سے وہیں پھر جاتا ہوں

رام سے ہوتی تھیں یہ کال کی باتیں جس دم
آیا دُرباسا رشی کا درِ دولت پہ قدم
در پہ سومتر کو پایا تو کہا اُن سے کہ ہم
آئے ہیں رام سے ملنے کو ہے اک کام اہم
جلد تم رام کو دو جا کے خبر آنے کی
(۲۳) تاب ہے ہم کو نہ رُکنے نہ تو پھر جانے کی

بولے تب اُن سے لکھن لال کہ اے سرورِ دیں
کیا عجب ہم سے ہی کام آپکا بن جائے کہیں
کہئے کیا حکم ہے ہوں آپ نہ یوں چیں بہ جبیں
اور اگر اُن سے ہی مطلب ہے تو رک جائیں یہیں
اس گھڑی رام کسی اور اہم کام میں ہیں
(۲۴) آپ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ وہ آرام میں ہیں

سُن کے الفاظ یہ مُن راج ہوئے قہر سے لال
بولے جا کہہ مرے آنے کا ابھی رام سے حال
تُو نے کی دیر اگر یا کہ چلا کوئی بھی چال
شاپ دیدونگا تو آجائیگا رگھو کُل پہ زوال
تُو نے فی الفور کرا دی جو ملاقات نہیں
(۲۵) ناش کر دوں نہ میں اس کُل کا تو کچھ بات نہیں

سُن کے ایسے پسرِ اتری کے پُر طیش سخن
کر کے پھر غور بہر طور نتیجہ پہ لکھن
سوچ کر دل میں کہ بہتر ہے نہ رہجائے یہ تن
ہو نہ دشرتھ کی مگر نسل کا معدوم چمن
بولے ہے آپ کا اصرار تو میں جاتا ہوں
(۲۶) اور ہمراہ شری رام کو لے آتا ہوں

کہہ کر اُن سے یہ لکھن لال گئے جلد وہاں
کال کے پاس تھے تنہائی میں بھگوان جہاں
کر دیا آنے کا دُرباسا کے سب حال بیاں
بھیج کر برہما پوری اُن کو شہر دو جہاں
آئے دروازہ پہ مُن بر سے ملاقات ہوئی
(۲۷) اُن کی ہر طرح جو واجب تھی مدارات ہوئی

جوڑ کر ہاتھ یہ مُن راج سے بولے رگھوچند کہیئے کیوں آپ نے کی آنے کی زحمت یہ پسند
کون سا کام ہے فرمائیے ہو کر خُرسند کیا ہو خدمت کہ مرا کوکبِ طالع ہو بلند

سُن کر ان رام کی باتوں کو وہ مسرور ہوئے
(۲۸) قہر کے چہرہ پہ آثار جو تھے دور ہوئے

بولے اے رام ہوا آپ کے دیدار سے شاد بعد مُدّت کے بر آئی ہے مرے دل کی مُراد
سیکڑوں سال تھی جس فاقہ کشی کی میعاد ہوگئی اب وہ ہزاروں برسوں سے بھی زیاد

آج اُس برت کا ملا پھل۔ مجھے بھگوان ملے
(۲۹) اب تمنّا ہے کہ جو گھر میں ہو پکوان ملے

دور تشویش ہوئی رام کی سُنکر یہ کلام تھے جو پکوان محل میں اُنھیں لے آئے غلام
رام نے پیش کیا مُن کے بہ تعظیم طعام ہو کے تب سیر گئے وہ تھا جہاں اُن کا قیام

اس طرف رام جی مُن برکے چلے جانے پر
(۳۰) سخت رنجیدہ ہوئے عہد کی یاد آنے پر

باعثِ غم وہ جو تھا کال سے اقرار ہوا اس طرف دھرم تو بھائی کا اُدھر پیار ہوا
دل کے پہلو میں کھٹکنے کو یہ اک خار ہوا اس خلش سے نہ مگر کوئی خبر دار ہوا

فکر سے اُن کے تھی چہرہ پہ اُداسی چھائی
(۳۱) دھرم کے آگے تھی آنکھوں میں حیا سی چھائی

بولے کچھ بھی نہ مگر دل میں کیا رام نے غور اُن کو لچھمن میں نظر آنے لگے موت کے طور
فرطِ الفت سے روا اُن پہ نہ سمجھا کوئی جور زندگانی کا یہ سوچا کہ بس اب ختم ہے دور

باعثِ فکرِ شری رام۔ لکھمن جان گئے
(۳۲) سامنے اُن کے خطاوار و پشیمان گئے

جوڑ کر ہاتھ کہا اُن سے کہ اے دھرم ندھان چھوڑتے آپ ہیں میرے لئے کیوں دھرم کی شان
کون سی فکر ہے جو آپ ہیں اتنا حیران کیجئے قتل مجھے تاکہ وفا ہو پیمان

آپ کی بات جو ٹالی تو گنہگار ہوں میں
(۳۳) لیجئے ہاتھ میں تلوار کہ تیار ہوں میں

تھا لکھا یوں ہی کسی کا نہ تھا کچھ بھی چارا دُکھ مجھے ہوگا نہ گر آپ نے مجھ کو مارا
بار اس جُرم کا ہے میرے ہی سر پہ سارا مجھ کو دوزخ سے ملے گا نہ کبھی چھٹکارا
آپ کو میری قسم ہو نہ مُروّت میری
(۳۴) قتل کر دیجئے اب چھوڑ کے اُلفت میری

آپ پر بر ہمہ ہیں پوشیدہ نہیں آپ سے حال گر یہ ہونے کو نہ ہوتا تو نہ آتا کبھی کال
زندگی میرے لئے ہوگی اب آئندہ وبال اس لئے مجھ پہ دَیا کچھ ہے اگر دینددیال
دیکھئے شکل نہ میری یہ دوبارا سرکار
(۳۵) آپ کا رنج نہیں مجھ کو گوارا سرکار

میں نہ رہ جاؤں تو کیا غم ہے رہے دھرم مگر میری ہستی کے زمانہ میں ہزاروں ہیں بشر
آپ کو غم ہو مگر مجھ پہ نہ ہو اُس کا اثر فکر ہو آپ کو اور چاک نہ میرا ہو جگر
ایسے جینے سے بھلی موت ہے سرکار مری
(۳۶) روح بھی اب نہیں اس تن کی روادار مری

بات سومتر کی سُن کر یہ شری رام نے تب اپنے جو خاص مُصاحب تھے کیا اُن کو طلب
راج گُورُ دیو بسسٹ اور رشی جتنے تھے سب رام نے اُن کو بھی بلوا کے بہ اعزاز وادب
کال مُن کا تھا جو قصّہ وہ سُنایا سب کو
(۳۷) اُس سے اقرار کیا تھا جو بتایا سب کو

سانحہ سُن کے یہ سب بولے بسسٹِ ہمہ داں اے شہِ مُملکتِ دین و اماں بخشِ جہاں
آپ کرنے کے لئے کھیل جو آئے تھے یہاں کر چکے ختم ہوا آپ کے رہنے کا زماں
مجھ کو معلوم ہے اب جانے کی تیّاری ہے
(۳۸) پھر وہی بزمِ جہاں پھر وہی اندھیاری ہے

جانتے آپ ہیں مرقوم ہے پہلے سے یہ حال ایک دن آئے گا لچھمن سے جدائی کا سوال
ترک بھائی کا روا ہے یہ ہمارا ہے خیال دھرم کے ترک سے آجائیگا خلقت پہ زوال
چونکہ آپ آئے تھے عالم کی بھلائی کے لئے
(۳۹) عہد سے پھرنا مناسب نہیں بھائی کے لئے

ہو جو پیماں شکنی دھرم میں آئے گا خلل دھرم کے جاتے ہی سچائی بھی جائیگی نکل
راستی جب نہیں کرے گا دروغ اپنا عمل اور ہو جھوٹ جہاں ہو گی وہیں جنگ و جدل
دشمن اک ایک کا بیگانہ یگانہ نہ ہوگا
(۴۰) پھر نہ دنیا ہی یہ ہوگی نہ زمانہ ہوگا

رائے پاکر یہ وزیروں کی یہ گوُرُ دیو کی پند ہو کے غمگین لکھمن لال سے بولے رگھوچند
بھائی تم کو تو سمجھتا ہوں میں اپنا دلبند چرخ کو ساتھ ہمارا نہیں آتا ہے پسند
اس کو ہر دم رہی خواہش کہ جدائی ہو جائے
(۴۱) شوہر و زن ہوں الگ بھائی سے بھائی ہو جائے

بات یہ سچ ہے تمھاری میں قسم کھاتا ہوں تم سا بھائی کہیں دنیا میں نہیں پاتا ہوں
کیا کروں جان کے انجان بنا جاتا ہوں بے سبب تم کو خطاوار میں ٹھہراتا ہوں
گردشِ نجمِ مقدّر ابھی کیا کیا نہ کرے
(۴۲) چھین لے راج نہ ہم سے ہمیں رُسوا نہ کرے

دھرم کے واسطے دنیا میں ہے انسان کا تن دھرم کے واسطے سہتے ہیں سب آزار و محن
دھرم کے واسطے کرتا ہوں تمھیں دُور لکھمن دھرم کے واسطے تم آج کرو ترک وطن
دھرم قائم ہے اگر تو ہے زمانہ قائم
(۴۳) دھرم کے ساتھ ہے ہستی کا فسانہ قائم

کیا کہوں دھرم ہے کیا یہ تمھیں معلوم ہے خوب جانتے تم ہو جو ہیں دھرم سے پھرنے میں عیوب
دھرم کو میں بھی سمجھتا ہوں خود اپنے پہ وجوب اس لئے جاؤ جہاں ہو تمھیں رہنا مرغوب
جو گنہ سمجھے ہو یوں اُس کی تلافی ہوگی
(۴۴) تم سے دیندار کو فرقت مری کافی ہوگی

جو بھلا ہے نہیں ترک اُسکا اُسے موت سے کم جو مرے شبہ سے واجب نہیں دینا اُسے سم
کر سکے ضبط نہ وہ دیدہ ہوئے اشک سے نم تب شری رام کے لچھمن نے لئے چوم قدم
بولے جو حکم ملا ہے وہ بجا لاتا ہوں
(۴۵) مجھ کو جانا ہے جہاں اب میں وہیں جاتا ہوں

کہہ کے یہ چھو کے پھر اک بار لکھمن لال قدم جوڑ کر ہاتھ کئے گردنِ تسلیم کو خم
یاد کرتے ہوئے رگھوناتھ کا الطاف وکرم اور کرتے ہوئے محسوس جدائی کا الم

راج دربار سے جلد اپنے مکاں پر آئے
(۴۶) تب جہاں سرجو ندی تھی وہ وہاں پر آئے

جوڑ کر ہاتھ کیا پہلے تو سرجو کو پرنام تب گئے بیٹھ کنارے پہ لیا رام کا نام
پھر کئے بند جو نو باب ہیں اس تن کے تمام روک لی سانس کہ پھر چھوڑ کر آئی نہ مشام

دیوتاؤں نے وہ تب بارشِ گل اُن پہ کی
(۴۷) چھپ گیا جسم مصیبت گئی دنیا بھر کی

لے گیا آکے مجسّم اُنھیں اندر اپنے یہاں شیش جی جاکے ہوئے سورگ میں تب جلوہ کناں
سُنکے یہ برہما دیوگیشوروں نے آکے وہاں اُن کا دیدار کیا اُن کی صفاتوں کا بیاں

کچھ دنوں اندر کے سُرلوک میں وہ ساتھ رہے
(۴۸) مضطر و منتظرِ آمدِ رگھوناتھ رہے

غزل

ہے آسیا کی طرح آسماں روانی میں سکون ملا نہ کسی کو جہانِ فانی میں
ہوا ہے کس لئے اے چرخ خوگرِ بیداد مزہ ملا ہے تجھے کیا ضرر رسانی میں
جدھر نگاہ اُٹھائی اُدھر نظر آئے حیات و موت کے دو کھیل زندگانی میں
کھلے طلسمِ جہاں وا اگر ہو دیدۂ دل ہے جسکا آگ میں جلوہ وہی ہے پانی میں
اُسی کا شکر ہے ہر خاص و عام کے لب پہ اُسی کا ذکر بھرا ہے ہر اک کہانی میں
اُسی کے نام سے ہے عدل گستری قائم اُسی کی ذات ہے ہر لطف و مہربانی میں
وہی ہے جلوہ دہِ خامشی و گویائی وہی سخن میں نہاں ہے وہی معانی میں
ہے گر زمانہ کی گردش سے کوئی سرگرداں تو کوئی مستغنی ظلِ جاودانی میں
خودی سے عہدِ جوانی گیا مجاز میں سب ہوا بھی عشقِ حقیقی تو ناتوانی میں

یقین دل کو یہ نارائن اپنے کامل ہے
نجات ہے تو بس اک اُسکی حمد خوانی میں

سوَئیا

دِھیر آدھیر بلی اَتی کایَر اِندو دِوا کر تارک راہُو
بھوپ پرجا دھن ہین دھنی گُن ہین گُنی جگ میں چِھت لاہُو
کال کو بان مہا بلوان چراچر ماہیں برائے نہ کاہُو
ایک جہاں ہری نام تہاں نہیں ہوت نرایَن، تا سو نباہُو

دوہا۔ کال کرم بندھن بِبِدھ۔ 'نارایَن' بکرال
ہری چرِتر اتی تیچھن اَسی۔ بار نہ کاٹت جال

سرگ نواں

رام چندر جی کا ساکیت گمن

باعثِ فکر ہوا رام کو بھائی کا فراق لکشمن جی کی جدائی ہوئی از حد انھیں شاق
کوہ و صحرا نہ خوش آتے تھے نہ بھاتا تھا دراق تھا کسی بات کا دل میں نہ تو ارماں نہ مذاق
اس قدر غم تھا نہ آتی تھی کوئی بات پسند
(۱) تھی کسی کی نہ تو صورت نہ ملاقات پسند

مملکت کے جو ارا کین تھے دانا و علیم گُرو بسسٹ اور رِشی تھے جو ہوا خواہ و فہیم
تھے جو زردار و تونگر تھے جو خُدّامِ قدیم سب کو بُلوا کے کیا رام نے اک جلسۂ عظیم
اور کہا اُن سے کہ اب چین نہیں پاتا ہوں
(۲) ہیں لکھن لال جہاں میں بھی وہیں جاتا ہوں

सवैया — धीर अधीर बली अतिकायर इन्दु दिवाकर तारक राहू ।
भूप प्रजा धनहीन धनी गुनहीन गुनी जग में छति लाहू ।
काल को बान महा बलवान चराचर मांहि बेराय न काहू ।
एक जहां हरि नाम तहां नहिं होत 'नरायन' तासु निबाहू ।।
दोहा — काल कर्म बन्धन विविध, 'नारायन' विकराल ।
हरि चरित्र अति तीक्ष्ण असि, वार न काटत जाल ।।

سلطنت اپنی میں دیتا ہوں بھرت لال کو آج ہوں گے آئندہ یہی میری جگہ مالکِ تاج
ہیں ہر اک طور سے قابل یہ بڑے نیک مزاج ہے یقیں مجھ کو کریں گے یہ بہت عدل سے راج
ہو گی تکلیف نہ ہوگا کبھی آزار کوئی
(۳) اس طرح کا نہ ملے گا تمھیں غمخوار کوئی

غمزدہ سب ہوئے سُنکر یہ کلامِ شری رام غش سا آیا اُنھیں آیا نہ کوئی لب پہ کلام
تب بھرت جی نے کہا اُن سے کہ اے شاہِ انام سلطنت کا تو سزاوار نہیں ہے یہ غلام
زندگی ہیچ ہے اے رام اگر آپ نہ ہوں
(۴) جس طرح طفل وہ جس طفل کے ماں باپ نہ ہوں

مجھ کو اس راج کی ترغیب دلانی ہے فضول ہفت اقلیم کی شاہی بھی نہیں مجھ کو قبول
آپ کو چھوڑ کے لوں راج تو ہو گی مری بھول ایسا نا فہم نہیں کانٹا جو لوں چھوڑ کے پھول
راج کا مجھ کو نہ دم بھر کبھی ارمان رہا
(۵) اک رہا تو قدمِ پاک کا بس دھیان رہا

کُش و لو آپ کے دونوں پسرِ نیک شعار ہیں خرد مند یہ ذی علم و جری و ہُشیار
مجھ کو معلوم ہے کرتی ہے رعایا انھیں پیار آئے گا ان کی حکومت میں رعایا کو قرار
عرض میری ہے کہ یہ راج انھیں لے رام ملے
(۶) اور مجھے آپ کی خدمات کا آرام ملے

یاد ہے آپ کی فُرقت کا زمانا مجھکو جب نہ دنیا میں کہیں پر تھا ٹھکانا مجھکو
اب جو منظور ہو گردش سے بچانا مجھکو اور نہ سوزِ تپِ ہجراں سے جلانا مجھکو
تو اس احقر کو بھی لے لیجئے ہمراہی میں
(۷) چھوڑیئے مجھ کو نہ اس راج کی جانکاہی میں

کر کے دو حصّوں میں تقسیم اجودّھیا کی فضا آپ ان دونوں کو دیدیں وہ جو ہو جس کو روا
میری دانست میں کُش لو سے ہے طاقت میں سوا اس لئے لو کا شمالی ہو جنوبی کُش کا
بھیجیئے دوت کہ شترگھن کو لائے جا کر
(۸) قصد جو آپ کا ہے اُن کو بتائے جا کر

سُنکے یہ اُن کا ارادہ جو تھا سب جان گئے ڈر جدائی کا ہوا لوگوں کے اوسان گئے
پھر یہ سوچا کہ جو بیکنٹھ کو بھگوان گئے بچ نہیں سکتی ہے فرقت میں بِلا جان گئے
کیونکہ آرام کہاں ہو گا اگر رام نہیں
(۹) اور موت اُس کی بھلی ہے جسے آرام نہیں

یہ خیال آتے ہی جینے سے ہوئی بیزاری شدّتِ رنج سے پھر اُن پہ ہوا غش طاری
دیکھ کر سب کا غم اور چرخ کی کج رفتاری ہوئے گورُو دیو کی بھی آنکھوں سے آنسو جاری
بولے وہ حیف کہ کر کچھ بھی نہ اعمال سکا
(۱۰) ڈر تھا جس کا مجھے شُدنی نہ کوئی ٹال سکا

رام جی کیجئے کچھ حالِ رِعایا پہ کرم دور کر سکتے ہیں ان سب کا فقط آپ الم
موت سے اپنی انھیں آپ کی فرقت نہیں کم دیکھئے دیکھتے ہیں سب یہ پڑے خوابِ عدم
میری دانست میں جو کچھ یہ کہیں کیجئے آپ
(۱۱) گر یہ چاہیں تو انھیں ساتھ ہی لے لیجئے آپ

یہ گورُو جی کے سخن رام کے دل کو بھائے ہوش میں جو نہ تھے وہ ہوش میں اُن کو لائے
کِھل اُٹھے غنچۂ دل اُن کے جو تھے مُرجھائے جیسے جب بعدِ خزاں فصلِ بہاری آئے
دے کے تسکین اُنھیں رام نے دِلشاد کیا
(۱۲) قید جس غم میں تھے اُس سے اُنھیں آزاد کیا

رام کو تھا جو بہت اپنی رعایا کا خیال چاہتے تھے وہ کہ اُن پر کبھی آئے نہ زوال
بس کیا رام نے یوں سب سے بہ اخلاص سوال کہئے کیا ہو کہ نہ رہجائے کوئی دل میں ملال
خوش جو ہوتے ہیں مرے بھکت تو خوش ہوتا ہوں
(۱۳) رنج اگر اُن کو پہونچتا ہے تو میں روتا ہوں

اس لئے آپ کی تکلیف نہ رکھوں گا روا ہے مجھے آپ کے آزار سے آزار سوا
کی یہاں میں نے نہ گر اس مرضِ غم کی دوا مجھ کو بھائیگی نہ جنّت نہ تو جنّت کی ہوا
ہو جو کچھ حُکم مرے واسطے تیار ہوں میں
(۱۴) اس قدر آپ کی الفت میں گرفتار ہوں میں

تب کہا اُن سے رعایا نے کہ اے کانِ کرم   لیجیے ساتھ تو رہ جائے نہ ہم کو کوئی غم
آپ جاتے ہیں جہاں چھوڑ کے یہ جاہ و حشم   ہے مصمّم یہ ارادہ کہ چلیں گے وہیں ہم
لے کے پریوار کو ہم چھوڑ کے اسباب تمام
زندگی کا کئے دیتے ہیں یہیں باب تمام (۱۵)

چل کے تب آپ کریں خواہ تپوبن میں نواس   یا جو خواہش ہو تو سُرپُر میں کریں بھوگ بِلاس
ہوگا ہم سب کا وہیں ہوگا جہاں آپ کا باس   قصد یہ ہے رہیں ہر حال میں ہم آپ کے پاس
یہ وہ تدبیر ہے ہم سب کی بھلائی ہوگی
اور اسی شکل سے جنّت میں رسائی ہوگی (۱۶)

رام جی دل میں ہوئے شاد یہ سُن کر تقریر   کال کی آ گئی پھر سامنے اُن کے تصویر
بولے اُن لوگوں سے بھگتی کی تھی جن میں تنویر   ٹھیک ہے چلئے اگر ہے یہی سوچی تدبیر
مجھ کو بھی ساتھ لئے چلنے سے انکار نہیں
ہو نہ بھگتوں کا کہا ہوگا یہ زنہار نہیں (۱۷)

کہہ کر اُن سے یہ کُش اور لَو کو کیا جلد طلب   اور کہا اُن سے میں دیتا ہوں تمھیں راج یہ سب
چاہئے تم کو ہو پاسِ کرم و خُلق و ادب   بے سبب بھول کے کرنا نہ کسی پر بھی غضب
شاد ہو جس میں رعایا وہی کرنا ہوگا
راج میں راہِ صعوبت سے گذرنا ہوگا (۱۸)

بھائیوں کی رہے امداد یہ ہر وقت نظر   ہو بُرائی کا کسی کی نہ کبھی دل میں گُذر
مشورہ لے کے بڑوں کا ہو ہر اک کام اگر   فکر کوئی نہ رہے عمر ہو راحت میں بسر
کُش تمھیں ملک دکن دیتے ہیں ہم راج کرو
لَو تم اُتّر میں بصد جاہ و حشم راج کرو (۱۹)

کہہ کے یہ دونوں کو دیہیم دیا سلطانی   زر دیا فوج دی اور رتن دیئے نورانی
تھا فراقِ پدری پاسِ تنِ انسانی   دونوں جانب ہوئی اُلفت سببِ گریانی
رام کے چُھو کے قدم ہو گئے راہی دونوں
جا کے کرنے لگے آرام سے شاہی دونوں (۲۰)

اُس طرف رام کا اک دُوت گیا تیز وہاں — شترو ہن لال رہا کرتے تھے متھرا میں جہاں
کر دیا حال اجودھیا کا جو تھا اُن سے بیاں — کال مُن رام کے پاس آئے تھے جس طرح یہاں
آ کے دُرباسا نے جو قہر و غضب ڈھایا تھا
(۲۱) رام کو جیسے لکھن لال سے بُلوایا تھا

سوچ رگھوبر کو ہوا جیسے لکھن لال کو غم — جیسے لچھمن جی ہوئے جلوہ دہِ باغ ارم
رام کا قصد ہوا جیسے رعایا کو الم — عہد لے چلنے کا تھا جیسے کیا کر کے کرم
مالکِ تخت کُش اور لَو کو کیا تھا جیسے
(۲۲) رام نے ملک اُنھیں بانٹ دیا تھا جیسے

حال سُنکر یہ ہوا شترودمن جی کو ملال — دل بھر آیا وہ لگے رونے ہوئے غمزدہ حال
سوچ کر پھر کہ اسی طرح تھا قسمت میں زوال — دونوں لڑکوں کو دیا جتنا تھا سب مال و منال
تھے سباہو[1] جو بڑے راج اُنھیں متھرا کا ملا
(۲۳) یُوپ کیتو[2] جو تھے چھوٹے اُنھیں بِدوشا[3] کا ملا

[1] सुबाहु
[2] यूपकेतु [3] विदुशा

راج کو بانٹ کر آئے وہ بہ تعجیل تمام — پاس گُرُدیو کے رشیوں کے جہاں تھے شری رام
جوڑ کر ہاتھ کہا اُن سے کہ حاضر ہے غلام — چلئے سونپ آیا ہوں لڑکوں کو حکومت کا نظام
تارکِ نعم جو یوں رام نے پایا اُن کو
(۲۴) دوپہر وقت ہے جانے کا بتایا اُن کو

یک بیک آ گئے اتنے میں ہزاروں وانر — طاعتِ رام ہی تھی جن کو فقط مدِّ نظر
ریچھ اور راکھشس اتنے کہ اجودھیا گئی بھر — تھے یہ وہ جنھیں کہ تھا دیوتوں رشیوں کا اثر
آئے تھے چھوڑ کے جس کے لئے آرام تمام
(۲۵) ہو چکا رام کی خدمت کا وہ سب کام تمام

جوڑ کر ہاتھ کہا سب نے کہ اے بحرِ کمال — آپ کے ساتھ ہی جانے کا ہمارا ہے خیال
بس ہے کیا حکم ہمیں ہے یہی ہم سب کا سوال — زندگی آپ کی فُرقت میں بہت ہوگی وبال
اور پھر کام بھی اب کوئی ہمارا نہ رہا
(۲۶) ظلم و بیداد کا دنیا میں نظارا نہ رہا

پہونچے آکر شہِ سُگریو بھی اتنے میں وہیں تھے جہاں تاجورِ ہفت زمیں تخت نشیں
رکھ کے تب رام کے پیروں پہ یہ تعظیم جبیں بولے اے زیب دہِ انجمنِ عرش و زمیں
راج انگدؔ پسرِ بالی کو سونپ آیا ہوں
(۲۷) میں بھی ہمراہ چلوں اک یہ ہوس لایا ہوں

رام پر سب کے ہوا طرزِ تکلم سے عیاں ہے ارادہ یہی سب کا کہ رہیں گے نہ یہاں
بولے تب بھکت بھبھیشن سے شہِ ہر دو جہاں جانتا ہوں میں کہ رہنا تمھیں اب ہوگا گراں
پھر بھی کہتا ہوں کہ تم اور ابھی راج کرو
(۲۸) میرے کہنے کو نہ تسلیم کا محتاج کرو

تم کو دیتا ہوں قسم کھولو نہ تم اپنی زباں میں نے سوچا ہے یہی اسمیں ہے اک راز نہاں
دانو اور دیت کا جب تک ہے زمانہ میں نشاں میری خواہش ہے کہ تم راج کرو اُنپہ یہاں
حکم دے کر یہ ہنومان سے تب فرمایا
(۲۹) سرمدی زیست کا دیتا ہوں تمھیں سرمایا

میری مرضی ہے کہ دنیا میں رہو تا بہ ابد اور دعا ہے یہ کہ سوچو جو کبھی ہو نہ وہ رد
ہو نہ طاقت کی نہ کوئی خرد و عقل کی حد جو مرے بھکت ہیں تم کرتے رہو اُن کی مدد
تم جسے چاہو گے ہوگا مرا دیدار اُسے
(۳۰) تم جسے چاہو گے پھر ہوگا نہ آزار اُسے

مالکِ ہفت طبق نے یہ کئے اُن سے کلام مصلحت ہے یہی لینا نہ تم انکار کا نام
جامبوان آ گئے اتنے میں جو پیشِ شری رام اُن سے بولے کہ کرو تم ابھی دنیا میں قیام
جبکہ دُواپر[1] میں پھر اَوتار ہمارا ہوگا
(۳۱) لڑکر اس روپ کا پھر تم کو نظارا ہوگا

ہوگی جب تم سے کئی روز مری جنگ وہاں تم کو یاد آئیگا اس وقت کا اُسوقت سماں
دور ہو جائیگا پڑتا ہے جو فرقت کا نشاں چاہئے تم کو بھی انکار میں کھولو نہ زباں
ہوگی اُسوقت تمھیں عشرتِ جاوید نصیب
(۳۲) ہوگا تنویر سے رشکِ ضوِ خورشید نصیب

(1) द्वापर

حکم دے کر اُنھیں اس طور پہ دُکھ درد ہرن بولے اوروں سے وہاں تھے جو پسندیدہ سخن
آپ تیار ہوں کرنے کو اگر ترک وطن کیجیے ترکِ ہوس ترکِ رواں ترکِ بدن

اور ترک ان کا اگر آپ کو منظور نہیں
تو میں ان کو بھی لئے چلنے سے معذور نہیں (۳۳)

جسطرح چاہیں چلیں ہوں میں ہر اک طور سے شاد لے لیں پریوار کو بھی ساتھ اگر ہے یہ مُراد
گو ضروری نہیں کچھ جادۂ جنّت کو عتاد نِعمِ فردوس ہیں نعما، دو عالم سے زیاد

تو بھی ہے آپ کو ہر طرح اجازت میری
ہو خوشی آپ کی جس میں ہے وہ راحت میری (۳۴)

دوسری صبح کو بولے شہِ افلاک و زمیں پیرِ مُرشد سے کہ اے بادشہِ عالمِ دیں
अगिन-होत्र[1] میرے آگے ہوں اگن[1] ہوترکے خود آپ امیں میرے پیچھے ہے جنھیں خواہشِ فردوسِ بریں

آئیں خوش ہو کے لئے دل میں یقیں جانے کا
اور اسی جسم میں فردوسِ بریں پانے کا (۳۵)

کہہ کے یوں اُن سے ہوئے رام جی آہستہ خرام پھر کیا قصر میں دم بھر بھی اُنھوں نے نہ قیام
اُن کے پیچھے ہوئے سب اُنکے اراکین و غلام خرس و میمون و رعایا و عفاریت و عوام

رام جی شہر سے اس طور سے باہر آئے
آفتاب ابر سے جس طور سے باہر آئے (۳۶)

جب گئے رام جی آبادی سے کچھ دور نکل چوبھجی روپ سے وہ روپ گیا اُن کا بدل
خوش ہوئے دیکھ کے جو لوگ تھے یہ حسنِ عمل ہو گیا عقدۂ تشویش اگر تھا بھی تو حل

رام کو تھی نہ خوشی تھا نہ کسی بات کا غم
تھا عمل کوئی نہ تھا کوئی مُکافات کا غم (۳۷)

لچھمی کے روپ میں بائیں طرف آئیں سیتا جن کے اک ہاتھ میں سیمیں گُلِ نیلوفر تھا
داہنی سمت چلی شیام برن میں بسودھا ہاتھ میں جس کے تھا اک لال کمل جلوہ نما

شاستر ہتھیار دھنش بان مجسّم آئے
وید بھی صورتِ انساں میں اُسی دم آئے (۳۸)

ماتا ویدوں کی ہوئیں گایتری جی بھی ہمراہ عابدوں کی بھی ہوئی اُن کی رفاقت پہ نگاہ
تھی کسی کو نہ کسی چیز کی پروا نہ تو چاہ پس روانہ ہوئے سب لوگ پسِ دہر پناہ
سب کو معلوم تھا اس دم دَرِ جنّت وا ہے
(۳۹) دخل پاتے ہیں ابھی دیر ہی اسمیں کیا ہے

آ گئے چھوڑ کے جب دُور اجودھیا کا چمن صاف سَرجُو کا ہوا آبِ رواں عکس فگن
شیش کی شکل میں موجود ہوئے آ کے لکھن بن گئے سنکھ بھرت چکر بنے شترو دمن
دیوتا اپنے بوانوں پہ نمودار ہوئے
(۴۰) سب کے سب بہرہ ورِ دولتِ دیدار ہوئے

حمد تب رام کی یوں کرنے لگے چترانن آپ کو میرا نمسکار رماجی کے رمن
مان کر آپ نے تھا آپ سے میرا جو بچن کر دیا دیوتوں اور مُنیوں کا دُکھ درد دمن
رام جی آپ سے تکوین جہاں پاتا ہے
(۴۱) آپ سے پا کے نمو آپ میں مل جاتا ہے

رام جی آپ ہی پَرَبرہمہ ہیں آنند سروپ ہم پرجا آپ کی ہیں آپ ہیں کُل وشو کے بھوپ
سب میں ہیں آپ ہی ہیں آپ انیک ایک انوپ[1] چاند میں آپ جو ٹھنڈک ہیں تو سورج میں ہیں دھوپ
آپ ہی ماہ میں ہیں مہر میں ہیں دہر میں ہیں
(۴۲) آپ ہی بحر میں ہیں بحر کی ہر لہر میں ہیں

آپ اگر چاہیں تو نادان کو عرفان ملے آپ پاپی کو اگر چاہیں تو نروان ملے
دیں جسے آپ بڑائی اُسے سنمان ملے جس کو جو چاہیں وہی اُس کو اُسی آن ملے
آپ اگر چاہیں گدا تختنشیں ہو جائے
(۴۳) لامکاں - چاہیں تو جنّت کا مکیں ہو جائے

کھیل دنیا میں یہ سارا فقط اک آپ کا ہے دُکھ میں ہم سب کو سہارا فقط اک آپ کا ہے
بےبسی میں ہمیں یارا فقط اک آپ کا ہے جانفزا ہم کو نظارا فقط اک آپ کا ہے
آ کے اب آپ تو ساکیت میں آرام کریں
(۴۴) اور ہم جس کے لئے حکم ہو وہ کام کریں

[1] अनूप

چرخ سے پھینکے ملائک نے تب اُن پر گُلِ تر ناچ اور گانوں کے گندھربوں نے دکھلائے ہُنر
دیکھ کر سب کو کہ ہیں منتظرِ وقتِ سفر رام جی چلنے لگے سطح پہ پانی کی اِدھر
بولے برہما سے کہ جو لوگ ہیں ہمراہ مرے
(۴۵) خاص بھکتوں میں ہیں یہ سب ہیں ہی خواہ مرے

دل سے پیارے ہیں مجھے ہیں یہ مرے ہتکاری کی انھیں سب نے مصیبت میں ہے میری یاری
جان تک بھی نہیں میرے لئے ان کو پیاری بحرِ فیض انکے لئے ہے مرا ہر دم جاری
میری فرقت میں خوش آیا نہ تماشائے جہاں
(۴۶) کوئی حسرت نہ تو ان کو ہے نہ پروائے جہاں

کر کے یہ ترک وطن ساتھ ہیں میرے آئے جن کی قسمت میں نہ آنا تھا انھیں بھی لائے
چاہتا ہوں کہ ہر اک انمیں سے جنت پائے جس کو جس چیز کی خواہش ہو وہاں مل جائے
بولے برہما کہ ابھی سب کو بُلا لیتا ہوں
(۴۷) سانتانِک ہے جو لوک ان کو میں دے دیتا ہوں

لوک سے میرے نہیں ہے وہ کسی بات میں کم سارے سامانِ طرب خیز وہاں پر ہیں بہم
یہ اثر آپ کی بھکتی میں ہے اے ابرِ کرم عیشِ جاوید ملے آئے اگر خوابِ عدم
لب دم لب پہ جسے آپ کا نام آتا ہے
(۴۸) سانتانک[1] میں مقام اُس کو دیا جاتا ہے

سान्तानिक[1]

کر کے یوں رام جی اُن سب کو عذابوں سے بری چل دئیے دھام کو اپنے نہ رہی دردِ سری
غوطہ زن ہوتے ہی لوگوں کو ہوئی بے خبری تخت پر بیٹھ کے پہونچے وہ جہاں پر تھے ہری
اَستُتی رام کی سب دیوتوں نے کی آکر
(۴۹) خرس و میموں بھی ملے انشوں کو اپنے پاکر

رام کے جاتے ہی کل شہر وہ ویرانہ ہوا اُن کی فرقت کا کسی شخص کو یارا نہ ہوا
بے چراغ اہلِ دول جس میں تھے وہ خانہ ہوا رام کا راج زمانہ کو اک افسانہ ہوا
رہ گیا راج نہ اب ہے وہ اجودھیا باقی
(۵۰) رام کے بھکتوں کا ہے رام کا چرچا باقی

رام جی کی یہ کتھا بھکت کو سُکھدائی ہے رام کا داس ہے جو اس کا تمنّائی ہے
شیو مہاراج نے گر جا سے یہ بتلائی ہے مغفرت کس نے اسے پا کے نہیں پائی ہے
کم کسی طور ارم سے یہ گلستان نہیں
(۵۱) اس میں گلگشت سے جو خوش نہ ہو انسان نہیں
گیان اور بھکتی کا مخفی نہیں اسمیں کوئی راز اس کے ہر باب میں مُکتی کا عیاں ہے اعجاز
اس کا شیدائی ہے جو ہے اُسے ممتازی پہ ناز عیش دنیا میں ہے جنّت کا در اُس کے لئے باز
جو پڑھے گیان کا ملتا ہے خزانا اُس کو
(۵۲) جو سُنے دہر میں پڑتا نہیں آنا اُس کو
رام جی دیجئے اس نظم میں کچھ اتنا اثر جس سے آزار نہ تکلیف ہو کچھ وقتِ سفر
خواہشِ عیش ہے باقی نہ تو کچھ حسرتِ زر آرزو ہے یہی ہو جائے یہ مقبول اگر
آنے جانے کا رہے اب نہ بکھیڑا میرا
(۵۳) پار کر دیجئے اس بحر سے بیڑا میرا
رام جی ہو جو مجھے عرفاں ہے یہ اک وہم و خیال آپ کے عشق کا ہوں اہل یہ ہے امرِ محال
اس لئے شرم سے آتا ہی نہیں لب پہ سوال گو مجھے خوب یہ معلوم ہے اے دینِدیال
بے بسی پہ مری غور آپ جو فرمائیں گے
(۵۴) رحم کو اپنے فراموش نہ کر پائیں گے

مخمّس

تجھ سے جس دم سے اپنی جدائی ہوئی ہے گھٹا غم کی اُس دم سے چھائی ہوئی
جب سے آئی خودی خود نمائی ہوئی بے وفائی ہوئی کج ادائی ہوئی
تب سے برگشتہ ساری خدائی ہوئی
یاد آئی نہ تیری کبھی بھول کر اپنی ہستی سے بالکل رہا بے خبر
یہ نہ سوچا کہ جانا ہے مجھ کو کدھر مارا مارا پریشاں پھرا در بدر
کیا کہوں کیا تھی دل میں سمائی ہوئی

وقت گذرا نہ تیری مناجات میں لاکھوں عمریں گنوائیں خرافات میں
فرق آیا نہ کچھ اپنے جذبات میں انقلابِ مقدر رہا گھات میں
گاہے شاہی ملی گہ گدائی ہوئی

اب جو راہِ طریقت پہ لایا مجھے اپنے ملنے کا رستہ دکھایا مجھے
ابرِ رحمت کا دے سر پہ سایا مجھے وہ کرم کر ستائے نہ مایا مجھے
راہ بھولوں نہ تیری بتائی ہوئی

گو کہ بد بیں بد اطوار و بدنام ہوں میں سراپا بدی ہوں بدانجام ہوں
پُر قصور و سزاوارِ الزام ہوں پھر بھی جو کچھ ہوں تیرا ہی اے رام ہوں
تجھ کو کیوں اتنی بے اعتنائی ہوئی

رحم کر اے رحیم اس گنہگار پر رازِ دل ہے عیاں تیری سرکار پر
فضل کر دے گداگر کے اصرار پر کھول دے بابِ بخشش طلبگار پر
بات خالی نہ کر لب پہ آئی ہوئی

چیز کوئی جہاں میں سن اے ہمنشیں جو نظر آ رہی ہے وہ اپنی نہیں
کوئی باقی مکاں ہے نہ اب ہے مکیں موت آ کر دلا دے گی اس کا یقیں
جس کو سمجھے تھے اپنی پرائی ہوئی

دل میں نارائن اک ہے یہی آرزو آ کے جس دم کھڑی ہو اجل روبرو
میری رگ رگ میں ہو تیری اُلفت کی بو مجھ کو آئے نظر ہر طرف تو ہی تو
تب میں جانوں کہ مشکل کشائی ہوئی

سوئیا

دُکھ میں سُن کے نج داسن کو سب کاج بہائے کے دھائے پریو
کچھو دوش نہ چت دھریو اب کی کس ایتک بار لگائے پریو

सवैया—दुख में सुनि के निज दासन को सब काज विहाय के धाय परयो।
कछु दोष न चित्त धरयो अबकी कस एतिक बार लगाय परयो।

اک تمھری ہی آس 'نراین'، کو تمھرے ہی پد پنکج آے پریو
منجدھار میں چھانڈیو کون بھلو تم جاہی کبھوں اپنائے پریو
جم جائے سہائے بھئے سُن کے تم ٹیر گیند گہارت کی
تم آرتِ پال کہائے کہا ہری پیر ہری نہیں آرت کی
سب حال بِحال 'نراین' ہیں سُدھ لیجئے دِین پکارت کی
اب کاہے اُبارت بار پری منجدھار میں ناؤ ہے بھارت کی

دوہا

'نارائن'، کے ایک تُم - گُورُ سوامی ہِتو میت
دِیہو دیا کر رام تیہی - نج پد پریت پُنیت
دھن بل بُدھی بل شکتی بل - رام نہ بھولیہو موہیں
'نارائن'، اِک داس بل - تاتے بِنو ہوں توہیں

इक तुम्हरिहि आस 'नरायन' को तुम्हरेहि पदपङ्कज आय परयो ।
मंझधार में छाडिवो कौन भलो तुम जाहि कबहुँ अपनाय परयो ॥१॥
जिमि जाय सहाय भये सुनि के तुम टेर गयन्द गोहारत की ।
तिम आरत पाल कहाय कहा हरि पीर हरी नहिं आरत की ।
सब हाल बिहाल 'नरायन' हैं सुधि लीजिये दीन पुकारत की ।
अब काहे उबारत बार परी मंझदार में नाव है भारत की ॥ २ ॥

दोहा—'नारायन' के एक तुम, गुरु स्वामी हितु मीत ।
देहु दया करि राम तेहि, निज पद प्रीत पुनीत ॥
धनबल बुधिबल शक्तिबल, राम न भूलेहु मोहिं ।
'नारायन' एक दास बल, ताते बिनवहुँ तोहिं ॥

آرتی

جیتِ شری رام جگدیش سیتا رمن — جیتِ ابھرام سُکھ دھام کلی مل ہرن
جیتِ راجیو لوچن سروروہ بدن — جیتِ چھبی کھان گُن وان کرنا ندھی
آرتی رام کی آرتی رام کی
جیتِ جگ جننی بھے ہرنی منگل کرنی — داس ہت ہیتو بھو سندھو تارن ترنی
اپنے بھکتوں کے دُکھ دوش دارِد درنی — آدی مایا ہے تو ہی جنک نندنی
آرتی ماتو سیتا تری آرتی
جیتِ شری بھکت بھوشن بھرت دھرم دھن — آرتی کیکئی کے دُلارے سُون
جیتِ شری لکشمن جیتِ شری شتروہن — تیج مے ہو پرتاپی ہو تم وکرمی
آرتی لکشمن شتروہن لال کی

आरती

जयति श्री राम जगदीश सीता-रमन ।
जयति अभिराम सुखधाम कलिमल-हरन ॥
जयति राजीव-लोचन सरोरुह-बदन ।
जयति छविखानि गुणवान करुनानिधी ॥
आरती राम की आरती राम की ।
जयति जगजननि भय-हरणि मङ्गल-करणि ।
दास हित-हेतु भवसिन्धु-तारण-तरणि ॥
अपने भक्तों के दुख-दोष-दारिद-दरणि ।
आदि माया है तू ही जनक-नन्दिनी ॥
आरती मातु सीता तेरी आरती ।
जयति श्री भक्त-भूषण भरत धर्म-धन ।
आरती कैकयी के दुलारे सुवन ॥
जयति श्री लक्ष्मन जयति श्री शत्रुहन ।
तेजमय हो प्रतापी हो तुम विक्रमी ॥
आरती लक्ष्मन शत्रुहन लाल की ।

جَیتِ شری بیر رن دھیر کیسری سون   پاپ سنتاپ ہاری کنک شیل تن
رام کے داس وِکھیات چودہ بھون   بھکت رنجن ہو گُن گیان گھن ساہسی
آرتی انجنی لال ہنومان کی
جَیتِ شری بھالو کپی راج سُر سنت جن   جَیت ہری داس لنکیش ارو بھکت گن
جَیتِ ادھیاتم رگھوناتھ یش کیرتن   دیہو نارائنہیں بھکتی ان پائنی
آرتی آرتی سب کی ہے آرتی

जयति श्री वीर रणधीर केसरि-सुवन ।
पाप-सन्ताप-हारी कनक-शैल-तन ॥
राम के दास विख्यात चौदह भुवन ।
भक्तरञ्जन हो गुण-ज्ञान-घन साहसी ॥
आरती अञ्जनी-लाल हनुमान की ।
जयति श्री भालु-कपिराज सुर-सन्त-जन ।
जयति हरिदास लङ्केश अरु भक्त-गन ॥
जयति अध्यात्म-रघुनाथ-यश-कीरतन ।
देहु 'नारायनहिं भक्ति अनपायिनी ॥
आरती आरती सब की है आरती ।

दिनांक Date	उधारकर्त्ता की संख्या Borrower's No.	दिनांक Date	उधारकर्त्ता की संख्या Borrower's No.